و قال الله تبارک و تعالی فی حق الائمة

شجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء

وراثة الکتاب

# انوار القرآن

ترجمہ

انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی

مصنفہ

سید العلماء المحققین قدوۃ الفقہاء والمفسرین حامی الملۃ والدین

جناب مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ رضوی گوپال پوری دام ظلہ

قال رسول الله صلی الله علیه و آله

باہتمام جناب مولانا سید ظہیر الحسنین صاحب عشروی صدر الافاضل و واعظ

مدرسۃ الواعظین و مدیر دائرہ تحقیق کھجوا صوبہ بہار

در مطبع دائرہ تحقیق کھجوا صوبہ بہار مطبوع گردید

قیمت کتاب

# بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ البقرۃ (گائے والا سورہ) مدینہ میں نازل ہوا۔ اس میں دو سو چھیاسی آیتیں ہیں

اس سورہ کی فضیلتیں۔ بطریق شیعہ ع۱ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھے تو یہ دونوں سورے قیامت کے دن اُس کے سر پر دو بادلوں کے یا دو چھتوں کے سایہ کئے رہینگے۔ ع۲ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چار آیتیں سورہ بقرہ کے شروع کی پڑھکر آیۃ الکرسی پڑھے۔ پھر اون چار کے بعد کی دو آیتیں اور آخر سورہ کی تین آیتیں پڑھے تو وہ خود اور اُسکے عیال اور مال ایسی چیزوں سے محفوظ رہیں گے جنکو وہ ناپسند کرتا ہو اور شیطان اُس سے دور رہیگا اور وہ قرآن کو کبھی نہ بھولیگا۔[۱] بطریق اہلسنت ع۱ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کو سیکھو کیونکہ یہ دونوں دنیا کو روشن کرنے والے دو روشن ستارے ہیں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں پر مثل دو بادلوں یا دو چھتوں یا دو پھیلے ہوئے پروں کے سایہ کئے رہیں گے۔[۲] ع۲ اور فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھا جاتا ہے اُس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔[۳] ع۳ حضرت پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کے شروع کی چار آیتیں مومنوں کی تعریف میں ہیں اور اُن کے بعد کی دو آیتیں کافروں کی مذمت میں ہیں۔[۴] ع۴ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کا بہترین جزء آیۃ الکرسی ہے اور اُس کے آخر کی آیتیں عرش کے نیچے سے اُتاری گئی ہیں۔[۵] فائدہ حدیث شیعہ ع۲ سے معلوم ہوا کہ سورۂ بقرہ کے شروع کی چھ اور آخر کی تین آیتیں اور آیۃ الکرسی بہت زیادہ فضیلت اور فائدہ رکھتی ہیں۔ اور حدیث سنی ع۳ سے معلوم ہوا کہ پہلی چار مومنوں کی تعریف میں ہیں اور اُن کے بعد کی دو کافروں کی مذمت میں۔ اور آخر کی تین آیتوں میں چند چیزوں کا بیان ہے۔ ۱ خدا کی ملکیت و بادشاہت ۲ اوس کا علم ۳ اوس کی رحمت ۴ اوس کا قہر ۵ اوس کی قدرت ۶ ایمان خدا و ملائکہ و کتب و رسل پر ۷ ذکر اطاعت ۸ حشر ۹ خدا کا جابر نہ ہونا ۱۰ اچھے عمل کا اچھا اور بُرے کا بُرا

[۱] تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۳ چھاپہ ایران ۱۲ منہ [۲] درمنثور جلد ۱ ص ۱۸ ۱۲ منہ [۳] درمنثور جلد ۱ ص ۱۹ ۱۲ منہ [۴] درمنثور جلد ۱ ص ۲۳ ۱۲ [۵] درمنثور جلد ۱ ص ۲۰

بدلا پانا ملا دعائے مرحمت و مغفرت و مدد و نصرت۔ ملا اقرارِ عبودیت اور ان سب کا حاصل و خلاصہ خداوندِ عالم کی ذات و صفات اور اصول اعتقادیہ کا اعتقاد و اقرار۔ اور اطاعت و فرمانبرداری اور دعائے خیرِ دنیا و آخرت ہے۔ پس فریقین کی حدیثوں کے مضامین کو اس خلاصہ میں ملا دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم کو جہاں یہ مطلوب ہے کہ بندے اپنے اور اُس کے درمیان کے معاملات کو صاف رکھیں اور اوس کی ذات و صفات و رسل و کتب وغیرہ کا اعتقاد و اقرار رکھتے ہوئے اُس کے حقوق کو پورا کریں۔ وہاں یہ بھی مطلوب ہے کہ اوس کے دوستوں سے تولّا یعنی محبت اور اُس کے دشمنوں سے تبرّا یعنی بیزاری ظاہر کرتے رہیں۔ کیونکہ کسی کی تعریف بغیر اوس کی محبت اور اُنس کے اور کسی کی مذمت بغیر اُس سے نفرت اور کراہت کے نہیں ہو سکتی پس مومنوں کی تعریف اور کافروں کی مذمت کو برابر زبان پر جاری کرنے کا حکم۔ درحقیقت دوسرے الفاظ میں مومنوں سے محبت اور کافروں سے بیزاری رکھنے اور زبان سے اوسکو ظاہر کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ بے شمار حدیثیں اس مضمون کی فریقین کی کتابوں میں مذکور ہیں اور حدیثِ قدسی میں حضرت موسیٰؑ سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے هَلْ وَالَيْتَ لِيْ وَلِيًّا وَّهَلْ عَادَيْتَ لِيْ عَدُوًّا کیا میرے دوستوں سے محبت کی۔ کیا میرے دشمنوں سے دشمنی کی اور اُسکو خاص اپنا عمل قرار دیتا ہے۔ تنبیہ۔ دشمن خدا اور کافر بمعنی عام ہر وہ شخص ہے جو اوس کے دینِ حق کو مٹائے اور پامال کرے اور اصولِ دینِ خدا کی بیخ کنی کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں مدد سے خدائے بزرگ کے جو سب پر اور خاص کر کے مومنوں پر رحم کرنیوالا ہے

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ۲

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ۳

الفاظ کے معانی الٓمّٓ۔ ا۔ اللّٰہ یعنی خدا۔ ل۔ مالک عظیم الشان۔ م۔ مجید یعنی بزرگ۔

ذالک۔ یہ۔ کتاب۔ قرآن۔ لا۔ نہیں۔ ریب۔ شک و شبہ۔ فی۔ میں۔ ہ۔ اوس یا اس۔

ھدی۔ ہدایت یا ہدایت کرنے والا۔ ل۔ واسطے۔ متقین بچنے والے۔ ڈرنے والے۔ الذین ایسے۔ یؤمنون۔ ایمان لاتے ہیں یا ایمان رکھتے ہیں۔ ب۔ ساتھ یا پر۔ غیب۔ غائب یعنی نظروں سے اوجھل۔ و۔ اور۔ یقیمون۔ ہمیشہ برپا کرتے ہیں۔ الصّلوٰۃ۔ نماز۔ و۔ اور۔ من سے۔ ما۔ جو چیز یا جس چیز۔ رزقنا۔ دیا ہیں نے یا روزی دی ہیں نے۔ ھم اُن کو۔ ینفقون خرچ کرتے ہیں یا دیتے ہیں یا کھلاتے ہیں۔ با محاورہ ترجمہ (میں ہوں تمہارا) خدا یعنی مالک اور بادشاہ۔ (دیکھو اون کل کتابوں میں جو آسمانی سمجھی جاتی ہیں خاص یہ کتاب یعنی قرآن ہی (ایسا ہے) جس کے آسمانی اور برحق ہونے میں کسی طرح کا شک اور شبہ نہیں ہے (یہ قرآن) آخرت کی بُرائی سے ڈرنے والوں کو ہدایت کرنے والا ہے۔ ایسے ڈرنے والے جنکی صفت یہ ہے کہ غائب یعنی اوس پر جو آنکھوں سے اوجھل ہے ایمان لاتے اور ایمان رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہیں نے اُن کو روزی دی ہے اوس ہیں سے کچھ حصہ (میری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

علمِ صرف۔ متقین جمع ہے متقی کی۔ اصلی حرف اس کے و۔ ق۔ ی۔ ہیں جنکا مرکب وقیٌ ہے باب افتعال سے۔ فعلِ ماضی اس کا اِوْتَقَیَ ہے۔ و اور ت ایک جگہ جمع ہوئے۔ علمِ صرف کے قاعدے سے و کو ت سے بدل کر دونوں ت کو ملا دیا اِتَّقَیَ ہو گیا۔ چونکہ ی پر اور اوس کے پہلے ق پر زبر ہے اس واسطے بقاعدۂ علمِ صرف ی کو الف سے بدل دیا۔ اِتَّقٰی ہو گیا (صورت میں ی پڑھنے میں الف) مُتَّقِیُوْنَ کی اصل مُوْتَقِیُوْنَ تھی۔ اس کا و بھی اِسی قاعدہ سے ت سے بدل کر دوسری ت سے مِل گیا اور وہ لفظ مُتَّقِیُوْنَ ہو گیا۔ چونکہ ی کا ضمہ یعنی پیش کلام کہنے میں گراں معلوم ہوتا ہے اِس لئے اُسکو گرا دیا مُتَّقِیْوْنَ ہو گیا۔ چونکہ ی اور ن دو حرف جزم والے اکٹھا جمع ہو گئے اور ان دونوں کا پڑھنا ممکن نہیں ہے اِس لئے ی کو جو حرف ناقص سمجھا گیا ہے گرا دیا مُتَّقُوْنَ ہو گیا۔ جو مفرد ہے۔ اور جمع اس کی حالتِ رفع میں یعنی جب فاعل یا مبتدا وغیرہ واقع ہو مُتَّقُوْنَ ہے۔ اور حالتِ نصب و جر میں یعنی جب مفعول وغیرہ یا مجرور واقع ہو مُتَّقِیْنَ ہے۔

ع‌ہ بچوں کو جو دو زبر یا دو زیر یا دو پیش پڑھایا جاتا ہے۔ درحقیقت وہ دو دو نہیں ہیں بلکہ ایک زبر ایک زیر۔ ایک پیش ہوتا ہے جس کے آگے ایک نون ہوتا ہے جس پر جزم ہوتا ہے اور وہ زبر زیر پیش اُس نُ سے مِل جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

پہلے میں ی پر ضمہ یعنی پیش ہے اور دوسرے میں زیر۔ اور چونکہ اس حرف پر یہ دونوں گراں معلوم ہوتے ہیں اس واسطے دونوں میں سے ان حرکتوں کو گرا دیا۔ اب دو حرف جزم والے اکٹھا جمع ہو گئے جن کا پڑھنا ممکن نہیں ہے اس لئے پہلی ی کو گرا دیا پس پہلا لفظ مُتَّقُوْنَ ہو گیا اور دوسرا مُتَّقِیْنَ۔ اور یُقِیْمُوْنَ اصل میں یُؤَقْوِمُوْنَ تھا۔ کسرہ یعنی زیر واو پر گراں تھا اور پچھلے حرف یعنی قاف کو جزم تھا اس واسطے زیر اوس کا قاف کو دیا اور ہمزہ قاف کے جزم کی وجہ سے لائے تھے اب اُس کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے اُسکو گرا دیا۔ یُقِوْمُوْنَ ہو گیا پہلے او کو جس پر جزم ہے اور ماقبل اوس کے کسرہ یعنی زیر بقاعدۂ علم صرف ی سے بدل دیا یُقِیْمُوْنَ ہو گیا۔ اور یُنْفِقُوْنَ کی اصل یُأَنْفِقُوْنَ تھی۔ اگرچہ اس میں وہ قاعدہ جاری نہیں ہے جو یقیمون میں جاری کیا گیا۔ لیکن ہمزہ کو اس میں سے بھی اس لئے گرا دیا تاکہ بابِ اِفعال کا حکم اُس کے ہر فعلِ مضارع میں ایک طرح کا رہے۔

علم نحو۔ الٓمٓ کو بعض علماء نے حالتِ جر (زیر) میں لیا ہے اور اس کا جار یعنی زیر دینے والا حرفِ قسم یعنی و۔ یا ب یا ت کو قرار دیا ہے۔ پس اس صورت میں معنی اُس کا یہ ہو گا کہ میں قسم کھاتا ہوں اللہ کی جو بادشاہ عظیم الشان اور صاحبِ مجد و بزرگی ہے۔ کہ اس کتاب کے برحق ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے اسکو حالتِ نصب (زبر) میں یعنی مفعول قرار دیا ہے اور فعل اور فاعل کو محذوف اور مقدّر یعنی گرا ہوا اور پوشیدہ بتایا ہے اور وہ فعل اُتْلُ یا قُلْ یا اِقْرَءْ ہے یعنی پڑھو یا کہو الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ (آخر سورہ تک) یا اقرار کرو کہ اللہ بادشاہ عظیم الشان اور صاحبِ مجد و بزرگی ہے۔ اور بعض علماء نے حالتِ رفع (پیش) میں یعنی مبتداء قرار دیا ہے اور خبر اس کے بعد کے جملہ یعنی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ آہ کو یعنی جس کتابعہ کا ابتدائی لفظ الٓمٓ ہے وہی کتاب ہے جسکے برحق ہونے میں کسی طرح کا شک اور شبہ نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خبر ہو اَنَا مبتداء کی جو پوشیدہ ہے۔ پس اس صورت میں معنی یہ ہو گا

عہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مراد پروردگار یہ ہے کہ قرآن جس کا ابتدائی لفظ الٓمٓ ہے جسکی خبر میں نے موسیٰؑ اور اُن کے بعد کے انبیاء کو دیدی تھی کہ بہت جلد میں اُسکو محمدؐ پر نازل کرنے والا ہوں اور اُن لوگوں نے بنو اسرائیل کو بھی آگاہ کر دیا تھا وہ قرآن یہی کتاب ہے اسکے برحق ہونے میں بنو اسرائیل کو کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے کیونکہ اُن کو خبر دی جا چکی ہے (اب اگر اس سے انکار کریں تو یہ اُن کی ہٹ دھرمی اور جان بوجھ کر انکار کرنا ہے) تفسیر امامؑ

کہ میں ہوں اللہ بادشاہِ عظیم الشان صاحبِ مجد وبزرگی۔ اس کتاب کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور ذالک اسم اشارہ ہے جو ترکیب میں مبدل منہ یا مبیّن ہے اور الکتاب اُس کا بدل یا عطف بیان۔ یہ دونوں مل کر مبتدا ہیں اور جملہ لَا رَیْبَ فِیْہِ اوس کی خبر۔ ذالک کا الف کوفیوں کے نزدیک زائد ہے اور صرف ذ۔ اسمِ اشارہ۔ اور بصریوں کے نزدیک دونوں مل کر اسمِ اشارہ اور یہی صحیح ہے اور لام بعض علماء کے نزدیک ھا کے عوض میں ہے جو ھٰذا میں بڑھائی جاتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک قرآنِ مقدس کی منزلت کی دوری یعنی رفعت اور بلندی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔ اور اسکو حرکت اس واسطے دی گئی تاکہ دو جزم ایک الف کا اور دوسرا لام کا اکٹھا جمع نہ ہو جائیں۔ اور زیر اس واسطے دیا گیا تاکہ لامِ جر میں اور اس میں فرق ہو جائے۔ اور رَیْبَ اکثر علماء کے نزدیک لا سے مل کر مبنی ہو گیا ہے مثل خَمْسَۃَ عَشَرَ کے جو مرکب بنائی ہے اور اس میں لائے نفی کے بعد مِن پوشیدہ ہے جو جنسِ ریب کی نفی کو بتاتا ہے یعنی اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ شک اور شبہ کی جس قدر فرد ہیں اُن میں سے کوئی فرد قرآن کی حقیقت کے متعلق موجود نہیں ہے۔ اور فیہ کائن کا متعلق ہو کر لائے نفی جنس کی خبر واقع ہوا ہے۔ اور ھُدًی خبر ہے ھو مبتدا کی جو اوس کے قبل پوشیدہ ہے۔ یا حال ہے فیہ کی ضمیر کا۔ اور یہ مصدر ہے معنی میں اسمِ فاعل کے یعنی اس کا معنی ہدایت کرنیوالا ہے۔ اور مبالغہ کے مقام میں مصدر کا استعمال اسمِ فاعل کے معنی میں کثرت سے ہر زبان میں جاری ہے۔ اور للمتقین جار ومجرور مل کر ھدی سے متعلق ہے۔ اور الذین اسمِ موصول ہے اور یؤمنون اور یقیمون اور ینفقون یہ تینوں جملے اوس کے صلہ ہیں اور بالغیب یؤمنون کے متعلق ہے اور الصلوٰۃ یقیمون کا مفعول ہے اور جملہ رزقنٰھم مَا اسمِ موصول کا صلہ ہے اور موصول اور صلہ مل کر مجرور اور جار اور مجرور مل کر یُنْفِقُوْنَ کے متعلق۔ اور الذین اپنے صلہ سے ملکر متقین کی صفت ہے۔

علم معانی بیان۔ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں لکھتے ہیں کہ قریب قریب کل علماء علم بیان کا

---

عہ محمد رشدی نے زبدۃ التعریفات میں لکھا ہے کہ عرب کا دستور ہے کہ کسی بزرگ کی بزرگی کو ظاہر کرنے کیلئے باوجود اُسکے قریب ہونے کے اوسکو دور فرض کر کے اُسکے لئے وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو دور کی طرف اشارہ کرنے کیلئے بنائے گئے ہیں اور مثال میں اسی لفظ ذالک الکتاب کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ عہ جلد ۲ نوع خامس والخمسون فصل طرق الحصر بذیل تنبیہ ص ۵۵ چھاپہ مصر ۱۲ منہ

اِس پر اتفاق ہے کہ معمول یعنی (فاعل اور مفعول اور متعلق) کو عامل یعنی فعل سے پہلے ذکر کرنا حصر کا فائدہ دیتا ہے یعنی حکم کو معمول کیلئے ثابت کرتا ہے اور غیروں سے انکار۔ خواہ یہ معمول (فاعل ہو جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ زید ہی نے مارا) یا مفعول ہو جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی تیری ہی عبادت کرتا ہوں نہ غیر کی اور تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں نہ غیر سے۔ یا ظرف ہو (جیسے وَفِیْکُمْ رَسُوْلُهٗ یعنی تمھیں میں یا تمھارے ہی درمیان میں خدا کا رسول موجود ہے) یا مجرور ہو جیسے یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا کہ اس میں علیکم کا ذکر شہیدا سے پہلے اس امر کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی شہادت اونھیں لوگوں سے مخصوص ہے جو عام لوگوں کے اعمال پر شاہد ہونگے اور اِلَی اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ یعنی اُسی کی بارگاہ میں سب حاضر ہوں گے نہ کسی غیر کے پاس۔

اسی قاعدہ کے مطابق خداوند حکیم نے اپنے اس کلامِ بلاغت نظام میں ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ کو لا ریب سے پہلے ذکر کیا جو درحقیقت فی حرف جار کا مجرور ہے اور اوسکو پہلے ذکر کر دینے کی وجہ سے ضمیر اوس کی جگہ پر رکھی گئی ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ جن کتابوں کے آسمانی ہونے کا دعوٰی کیا جا رہا ہے اُن میں صرف یہی کتاب (قرآن) ایسی ہے جسکے آسمانی اور برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور باقی کتابوں[ع] کا یا تو آسمانی نہ ہونا یقینی ہے یا آسمانی ہونا مشکوک۔

---

ع (کتب مذاہب غیر اسلامیہ) کسی چیز کی بے اعتباری کا اس سے بہتر کوئی دوسرا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ اُسکے ماننے والے ہی اُسکے اعتبار سے یا تو انکار کرتے ہوں یا اختلاف رکھتے ہوں یا اوس کی توہین کرتے ہوں یا اُسکی عزت نہ کرتے ہوں جو اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ توہین کرنے والے یا عزت نہ کرنے والے درحقیقت اسکو دل سے نہیں مانتے اگرچہ کسی غرض و مصلحت سے اُس کی پیروی کا زبان سے اقرار کر رہے ہوں مثلاً (توریت وانجیل) کہ ان دونوں کے اکثر پیرو صاف صاف بیان کر چکے ہیں کہ یہ دونوں جو اس وقت موجود ہیں نہ حضرت موسٰیؑ کی لکھی ہوئی ہیں نہ حضرت عیسٰیؑ کی اور نہ وہ اصلی توریت وانجیل ہیں جو ان دونوں نبیوں پر نازل کی گئی تھیں بلکہ بہت زمانہ کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اِس مطلب کی پوری توضیح میں چھتیسویں[۳۶] مقدمہ میں کر آیا ہوں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ (اور چاروں ویدوں) کے متعلق برہمو سماج اور دیو سماج والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ پرماتما (یعنی خدا) کا کلام نہیں ہیں بلکہ رشیوں (عالموں) کے بنائے ہوئے ہیں[۱] بلکہ بہت سے آریہ سماج ہی

---

[۱] دیکھو کتاب مذہبی معلومات مصنفہ جناب مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی ص ۳ ۔ حاشیہ ۔ اور کتاب سوامی دیانند اور انکی تعلیم مصنفہ جناب مولوی صاحب [illegible] گور الصدر ۱۲ بحوالہ ستیارتھ پرکاش پنڈت دیانند گجراتی حصہ ۱۱۹۵ - ۱۲

کیونکہ معمول کو عامل سے پہلے ذکر کرنے سے جو مفہوم پیدا ہوتا ہے وہ تعریض پر مشتمل ہوتا ہے یعنی اوس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یہ صفت جسکو کلام کا لفظی معنی بتا رہا ہے اس معمول کے مقابل کی چیز میں پائی نہیں جاتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶)

ویدوں کے الہامی ہونے سے منکر ہیں جن میں سے ایک **لالہ مولراج ام۔ اے پریسیڈنٹ آریہ سماج** ہیں چنانچہ **پروفیسر رام دیو بی۔ اے۔ آریہ** لکھتے ہیں کہ "ایسے (یعنی ویدوں کے الہامی ہونے سے انکار کرنے والے) بہت سے (کہ جو) آریہ سماج میں موجود ہیں۔ اور دو آدمیوں نے تو میرے سامنے اقرار کیا کہ ہم ویدوں کو ایشور کا الہام نہیں مانتے۔ پھر بھی وہ آریہ سماج کے ممبر بنے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک رائے بہادر لالہ مولراج صاحب ام۔ اے ہیں جنہوں نے خود مجھ سے کہا کہ میں نہ صرف اس وقت بلکہ ہمیشہ سے ویدک الہام کا منکر ہوں[۱] **بھائی جواہر سنگھ کپور سکریٹری آریہ سماج** ویدوں کے الہامی ہونے سے منکر تھے۔ چنانچہ کسی کے جواب میں وہ خود لکھتے ہیں کہ "ہاں میں پکا ویدانتی (یعنی معتقدِ ہمہ اوست یعنی سب چیز خدا ہے۔ اور منکرِ الہامِ وید) تھا اور میں اپنے آپکو برہم (خدا) ہی سمجھتا تھا اسی مضمون پر ڈاکٹر رحیم خان کے مکان میں سوامی دیانند کے ساتھ میرا کھلا مباحثہ ہوا تھا[۲] **خود پنڈت دیانند سردار آریہ سماج** ویدوں کو الہامی نہیں مانتے تھے بلکہ تمام دنیا میں آریہ راج قائم کرنے کی غرض سے ویدوں کو اپنا پیشوا اور اس غرضِ محال کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا تھا۔ **چنانچہ** رائے بہادر بھولا ناتھ کے بیٹے **مسٹر کرشن** لکھتے ہیں کہ "اسی مصلحت کے خیال سے سوامی (دیانند) جی اس مسئلہ کی تائید کیلئے کھڑے ہوتے تھے کہ وید غلطی اور خطا سے بری ہیں اور مذہبی حیثیت سے یہ کتابیں معتبر و مستند ہیں[۳] ۲۔ **اور رائے بہادر بھولا ناتھ نے** دیانند جی سے کہا کہ "سوامی جی آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ وید ایشور کا کلام ہے۔ سو عقلمند لوگوں کے سامنے تو یہ بات بے معنی ہے۔ **تو دیانند جی** نے جواب دیا کہ یہ سب بات تو سچ ہے لیکن بھولا ناتھ جی ایسا سمجھے بغیر سب لوگ ہمارے ساتھ کیسے شامل ہوں گے اور اپنی گاڑی چلے کیسے[۴] **مسٹر کرشن** لکھتے ہیں کہ "آریہ سماجی اپنا مطلب نکالنے کیلئے اس بات کو صحیح اور جائز سمجھتے ہیں کہ موقع اور ضرورت کے مطابق جس قسم کے وسائل سے کام نکلتا دیکھیں اُن کو اختیار کر لیں خواہ وہ وسائل جائز ہوں یا ناجائز معقول ہوں یا غیر معقول[۵] ۳۔ **مسٹر مہی پت رام سی۔ آئی۔ ای** نے بیان کیا کہ "سوامی (دیانند) جی ویدوں کے ماننے کا زبانی دعوے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۲۸)

[۱] کتاب سوامی دیانند اور اُنکی تعلیم صفحہ ۲۳۱ بحوالہ اخبار پرکاش مورخہ ماہ جیٹھ سمت ۱۹۷۷ بکرمی مطابق ۱۳ جون سنہ ۱۹۲۰ء ۱۲ منہ [۲] کتاب سوامی دیانند صفحہ ۲۳۵ بحوالہ رسالہ پنڈت دیانند اَن ویلڈ حصہ دوم ۱۲ منہ [۳] کتاب سوامی دیانند صفحہ ۲۳۹ بحوالہ سوانح عمری بھولا ناتھ حصہ انگریزی ۱۲ منہ [۴] کتاب سوامی دیانند صفحہ ۲۴۲ بحوالہ سوانح عمری بھولا ناتھ گجراتی حصہ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸ ۱۲ منہ [۵] کتاب سوامی دیانند صفحہ ۲۴۱ بحوالہ سوانح عمری مذکور

(تفسیر) ظاہری تفسیر الٓمّٓ (کہو کہ اللہ بادشاہِ عظیم الشان اور کل مخلوقات پر غالب اور صاحبِ مجد و بزرگی ہے جس کا ہر فعل اچھا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ قرآن جسکی ابتدا میں الٓمّٓ ہے جسکی خبر موسیٰؑ اور اُن کے بعد کے انبیاء کو میں دے چکا ہوں کہ عنقریب اُسکو تم پر نازل کرونگا اور وہ اوس سے بنی اسرائیل کو آگاہ کر چکے ہیں۔ وہ یہی کتاب ہے۔ اس کے برحق اور آسمانی کتاب ہونے میں بنو اسرائیل کو بالکل شک اور شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ اِس کی خبر اُن کو دی جا چکی ہے اور اون کو معلوم ہے۔ کہ آخر زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جن پر کتاب اُتاری جائیگی۔ چنانچہ حضرت کی خدمت میں بہت سے یہودی آئے اور مختلف سوالات کئے اور ایمان لائے۔ جن میں سے ایک نعثل یہودی ہے اور دوسرا جندل ابن جنادہ بحر العلوم و اعلم صحابہ یعنی عبد اللہ ابن عباس نے بیان کیا کہ نعثل یہودی حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں چند چیزیں پوچھنی چاہتا ہوں جو عرصہ سے میرے دل میں کھٹک رہی ہیں اگر آپ اون کا جواب دیں گے تو میں ایمان لاؤں گا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو عمارہ (نعثل کی کنیت تھی) پوچھو۔ کہا اے محمدؐ اپنے پروردگار کی تعریف بیان کیجئے۔ ارشاد ہوا کہ خدا کی تعریف اونہیں صفتوں سے ہو سکتی ہے جنکو اوس نے خود بیان فرمایا ہے۔ اور اُس خالق کی تعریف (یعنی پوری حقیقت) کوئی کیونکر بیان کر سکتا ہے جس تک عقلیں پہونچ نہیں سکتیں اور وہم و خیال اوسکو پا نہیں سکتے۔ ذہن تصور نہیں کر سکتا اور آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ پاک اور برتر ہے اُن صفتوں سے جنکو دے معرفت جاہل) بیان کرنیوالے اُس کیلئے ٹھہراتے ہیں۔ وہ باوجود نزدیک ہونے کے دور ہے اور باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے

(بقیہ حاشیہ ۲۲۷)

صرف اسلیئے کرتے تھے کہ دوسرے اصلاحی کاموں میں اُنکے لئے آسانی پیدا ہو۔ ۴؎ **خود پنڈت دیانندجی کا اقرار** میں جانتا ہوں کہ میری پوزیشن (ویدوں کو الہامی ماننے کے متعلق) غلط ہے مگر مصلحت یہی ہے کہ سماج کی ترقی کیلئے ایسے خیالات کی اشاعت کیجائے۔[۱] ۵؎ **انکا دوسرا اقرار** وید کو بیخطا رہنا یعنی غلطی سے پاک و الہامی مان لینا مقتضائے مصلحت ہے۔[۲] ۶؎ **انکا تیسرا اقرار** سردار دیال سنگھ لکھتے ہیں کہ "وہ (دیانندجی) ویدوں پر کچھ ایسا ایمان اور اعتقاد نہیں رکھتے۔ ایک دن تو انھوں نے فخریہ ظاہر کر دیا کہ ...... میں نے آریہ سماج کی بنیاد قائم کرنے کیلئے ویدوں کو منتخب کر لیا ہے۔ ۷؎ **ویدوں کی توہین بھائی جواہر سنگھ کپور سکریٹری آریہ سماج** لکھتے ہیں کہ اُنھوں (دیانندجی) نے میری کلید کے خیال سے اُن (ویدوں) کو میری طرف سے اُٹھاکر اپنی سیٹ یعنی نشست گاہ کے پیچھے رکھ دیا اور خود اوپر بیٹھ گئے ...... سوامی جی کی اس حرکت سے فوراً میرے دل پر اثر ہوا اور میں نے خیال کیا کہ وہ ویدوں کو ایشور کا کلام ماننے والے معلوم نہیں ہوتے اور ان مقدس کتابوں کا ادب اُن کے دل میں نہیں ہے مگر اُس وقت سے لیکر آج تک

ظاہری تفسیر

قصہ نعثل یہودی با تفصیل شمار ائمہ علیہم السلام ؎ تفسیر صافی شروع تفسیر سورۂ بقرہ ص۲۱ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

۱؎ کتاب سوامی دیانند ص۲۴۵ بحوالہ خط مسٹر لال سنگھ ۱۲ منہ ۲؎ کتاب سوامی دیانند ص۲۴۵ بحوالہ خط پنڈت سورج مل ۱۲ منہ ۳؎ کتاب سوامی دیانند ص۲۴۴ بحوالہ خط پنڈت نوین چندر رائے ۱۲ منہ ۴؎ کتاب سوامی دیانند ص۲۵ بحوالہ خط سردار دیال سنگھ ۱۲ منہ

حالتوں اور جگہوں کو اُسی نے پیدا کیا۔ پھر خود اُس کی نسبت کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ کہاں ہے۔ خدا
وہ حالتوں اور جگہوں سے جدا ہے۔ پس وہ اکیلا اور بے مثل ہے جیسا کہ اوس نے اپنے یکتا اور
نقائص اور عیوب سے پاک ہونے کو خود بیان کیا ہے۔ بیان کرنے والے اوس کی صفتوں کی
حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے۔ نہ تو وہ خود پیدا ہوا ہے اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اُس کا کوئی
ہمسر اور برابر ہے۔ نقل ہے کہا سچ کہا آپ نے اے محمدؐ اب یہ بتایئے کہ آپ نے جو یہ کہا
کہ وہ واحد یعنی اکیلا اور بے مثل ہے تو یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کیونکہ جیسے خدا ایک ہے
ویسے ایک آدمی بھی ایک ہے۔ فرمایا خداوند عز و جل کی وحدت حقیقی ہے یعنی اُس کی ذات
اقدس کیلئے کوئی جز نہیں ہے اور نہ وہ چند چیزوں سے مل کر بنا ہے۔ اور انسان کی وحدت حقیقی
نہیں ہے کیونکہ وہ روح اور بدن سے مل کر بنا ہے۔ کہا سچ کہا آپ نے اے محمدؐ اچھا اب بتایئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸)
کوئی ایسا موقع مجھے نہیں ملا جسکی وجہ سے میں اپنے خیال کو غلط قرار دیتا۔ برخلاف اسکے مجھکو بہت سے موقعے ایسے
ملے جنھوں نے میرے اُس خیال کو کمزور کرنے کے بجائے اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ **اور پنڈت دیانندجی** خود لکھتے ہیں
کہ منوجی کہتے ہیں کہ جو شخص ویدوں کی نندا یعنی بے قدری (توہین) کرتا ہے وہ ناستک (یعنی دہریہ اور بیدین) ہے۔
**اور ایسے شخص کی سزا** کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو شخص وید اور عابد لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی جو وید کے
مطابق ہیں تحقیر (یعنی بے قدری اور توہین) کرتا ہے اُس وید کی مذمت کرنے والے منکر کو ذات۔ پنگت۔
(یکجا کھانے والوں کی جماعت) اور ملک سے نکال دینا چاہیئے۔ یعنی ذات اور بھات اور ملک تینوں سے
نکال دینا چاہیئے۔ **لیکن آریہ جماعت** نے اپنے پیشوا کے ان دونوں حکموں پر عمل نہیں کیا یعنی باوجودیکہ
پنڈت جی ویدوں کے الہامی ہونے کے منکر تھے اور اُن کی بے قدری کرتے تھے مگر آریوں نے نہ تو اُنکو
اُنہیں کے حکم کے مطابق دہریہ سمجھا اور نہ ذات اور بھات اور ملک سے نکالا بلکہ سرتاج بنایا سر پر چڑھایا اور سنیاسیوں سے بھی
مرتبہ میں بڑھایا کیوں؟ **صرف اس وجہ سے** کہ وہ پوری دنیا میں آریہ راج قائم کرنے کی کوششیں کر رہے تھے **بہرحال**
**میرے خیال میں** کوئی منصف مزاج ان مضامین کو دیکھنے کے بعد اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ویدوں کا الہامی ہونا مشکوک ہے
بلکہ الہامی نہ ہونے کا گمان بلکہ یقین ہے کیونکہ اُس کے الہامی ہونے کے معتقد بڑے بڑے علماء مذہب ہنود ہیں جنمیں سوامی پانند جیسے لوگ بھی
داخل ہیں جنکو آریہ جماعت نبی بلکہ انبیاء سے بہتر مانتی ہے **بخلاف قرآن مقدس کے** کہ مسلمانوں میں ایک فرد بھی ایسی نہیں مل سکتی جو
ابتدا سے آج تک تیرہ سو پچپن سال کے اندر کبھی بھی اسکے الہامی ہونے سے منکر ہوئی ہو اس سے بڑھکر اسکی حقیت کا ثبوت اور کیا ہوگا بلکہ بہت سے غیر مسلمان علماء
نے بھی اسکے الہامی ہونے کا اقرار کیا ہے دیکھو مقدمات انوار القرآن میں سے مقدمہ ۱۲ و ۱۳ ۔ رہگیا ژند پاژند جو مذہب مجوس میں الہامی مانا

کہ آپ کا وصی کون ہے کیونکہ ہر نبی کیلئے وصی کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰؑ
کے وصی یوشع بن نون تھے۔ فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالبؑ ہیں اون کے بعد اُن کے دونوں
فرزند حسنؑ اور حسینؑ۔ اُن کے بعد نو امام جو امام حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ کہا اے محمدؐ ہر ایک
کا نام بتایئے۔ فرمایا حسینؑ کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ پھر اُن کے بیٹے محمدؑ پھر اُن کے بیٹے جعفرؑ پھر
اُن کے بیٹے موسیٰؑ پھر اُن کے بیٹے علیؑ پھر اُن کے بیٹے محمدؑ پھر اُن کے بیٹے علیؑ پھر اُن کے بیٹے حسنؑ
پھر اُن کے بیٹے حجت محمد مہدیؑ پس یہی بارہ میرے وصی ہیں کہا یہ بتایئے کہ علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ
کی موت کیونکر واقع ہوگی فرمایا علیؑ کے سر پر تلوار لگائی جائیگی اور حسن کو زہر دیا جائیگا
اور حسینؑ ذبح کئے جائیں گے کہا ان لوگوں کی جگہ کہاں ہے فرمایا بہشت میں میرے درجہ میں کہا
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّهُمْ الْاَوْصِيَاءُ بَعْدَكَ - میں
گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اُس کے رسولؐ ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے بعد
یہی لوگ آپ کے جانشین ہیں۔ اگلے انبیاء کی کتابوں میں اور اُس کتاب (توراۃ) میں جس کو
حضرت موسیٰ بن عمران نے ہم لوگوں کو دیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی ہونگے
جنکا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا وہی خاتم الانبیاء ہیں اُن کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہوگا اور اُن کے بارہ
وصی ہوں گے جن میں سے پہلے اُن کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں اور دوسرے اور تیسرے
دونوں بھائی اُن کے فرزند۔ اُمت اون کی پہلے کو تلوار سے قتل کرے گی اور دوسرے کو زہر سے
اور تیسرے کو اون کے اہلبیت میں سے ایک جماعت کے ساتھ مسافرت کی حالت میں پیاسا
رکھ کر تلوار سے پس وہ بچہ گوسفند کی طرح ذبح کیا جائیگا۔ اور اپنا اور اپنے اہلبیت اور ذریت
کا مرتبہ بڑھانے اور اپنے دوستوں اور پیروی کرنے والوں کو جہنم سے بچانے کیلئے صبر کریگا۔
اور باقی اوصیاء انھیں تیسرے کی اولاد سے ہوں گے۔ پس یہ لوگ بعدد اسباط بارہ ہوں گے۔
حضرت نے پوچھا کہ کیا تم اسباط کو جانتے ہو کہا ہاں وہ بارہ تھے جن میں سے پہلے لاوی
بن برخیا تھے جو بنو اسرائیل سے مدت تک غائب رہے پھر واپس آئے اور (حضرت موسیٰؑ کی)
شریعت کو مٹ جانے کے بعد ظاہر کیا۔ اور قرسطیا بادشاہ سے جنگ کی یہاں تک کہ اوسکو
مار ڈالا۔ حضرت نے فرمایا کہ میری امت میں بھی ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ہونے والا ہے
جیسا بنو اسرائیل میں ہوا۔ اور میری اولاد میں سے میرا بارہواں وصی بھی غائب و نظروں سے
چھپ جائیگا۔ اور میری امت پر ایسا زمانہ آئیگا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا فقط نشان باقی

رہجائیگا۔ (یعنی ظاہری صورت باقی رہجائیگی اور علمِ قرآن کے جاننے اور اُس پر عمل کرنے والے
دنیا سے مفقود ہو جائیں گے) اُس وقت خداوندِ عالم اوس کو ظاہر ہونے کی اجازت دیگا۔
اور اُس کے ہاتھوں پر اسلام کو ظاہر اور تازہ یعنی دوبارہ زندہ کریگا۔ جو لوگ میرے ان بارہ
اوصیاء سے محبت اور اُن کی پیروی کریں گے وہ اچھی حالت میں رہینگے اور جو اُن سے عداوت
اور اُن کی مخالفت کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔ خوشا حال اُن کا جو اُن کی ہدایتوں پر
عمل کریں گے لہ اس کے بعد **ملا سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی بلخی نے**
ینابیع المودۃ میں بحوالہ مناقب بڑی بڑی دو روایتیں اور بھی نقل کی ہیں۔ ایک جلیل القدر صحابی
جابر بن عبداللہ انصاری سے۔ اور دوسری جلیل القدر صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے۔
**پہلی حدیث** میں جندل بن جنادہ یہودی نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سے
خداوندِ عالم کے متعلق تین سوال کئے ہیں اور جواب پانے کے بعد ایمان لاکر یہ بیان کیا ہے
کہ میں نے شب کو حضرت موسیٰؑ کو خواب میں دیکھا۔ اونھوں نے فرمایا کہ اے جندل خاتم الانبیاء
محمدؐ کے ہاتھوں پر ایمان لاؤ اور اُن کے اوصیاء کو اختیار کرو۔ پس خدا کا شکر ہے کہ میں
ایمان لاچکا اور خدا نے آپ کے ذریعہ سے میری ہدایت کی۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ آپ
کے اوصیاء کون ہیں جنکو میں اختیار کروں۔ فرمایا میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ **عرض کیا**
میں نے بھی توراۃ میں یہی پایا ہے کہ بارہ ہوں گے۔ اب آپ ہر ایک بزرگ کا نام
ارشاد فرمائیں۔ **حضرت** نے کل ائمہ علیہم السلام کے نام اور القاب تفصیل سے بیان فرمائے
اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ قائم اور حجت (یعنی بارہواں وصی) غائب ہو جائیگا پھر ظاہر ہوگا
اور زمین کو انصاف سے اوسی طرح بھریگا جس طرح ظلم سے بھری ہوگی۔ اچھا حال ہوگا
اُن لوگوں کا جو اوس کی غیبت کے زمانہ میں دشمنوں کی دل آزاریوں پر صبر کریں گے۔
اور اِن اوصیاء کی محبت پر ثابت قدم رہیں گے۔ اِنھیں لوگوں کی خدا نے اپنی مقدس
کتاب میں تعریف کی ہے۔ اور ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ اور اُولٰٓئِکَ
حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ فرمایا ہے۔ یعنی قرآن ہدایت کرنیوالا ہے
پرہیزگاروں کو جو امامِ غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور گروہِ خدا یہی لوگ ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ

لہ ینابیع المودۃ باب سادس وسبعون بحوالہ فرائد السمطین مصنفہ علامہ حموینی ۱۲ منہ۔

(دنیاوی ہدایت اور اُخروی نجات کے امر میں) خدا ہی کا گروہ غالب رہیگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے ایک جماعت آئی اُن میں ایک نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سات سوال کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر میں جواب دوں تو تم کو کیونکر معلوم ہو گا کہ میں نے صحیح بیان کیا یا غلط۔ پس یہودی نے اپنی آستین سے پرانی کتاب نکالی اور کہا کہ یہ کتاب میرے باپ دادا سے مجھ تک بوراثت پہونچی ہے۔ میں ہارونؑ کی اولاد سے ہوں۔ مضمون اس کا حضرت موسیٰؑ بن عمران نے بتائے گئے تھے اور میرے دادا ہارون بن عمران لکھتے گئے تھے۔ جو سئلے میں پوچھ رہا ہوں وہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے جواب کی صحت اسی سے معلوم ہو گی۔ فرمایا اگر جواب صحیح پاؤ گے تو ایمان لاؤ گے کہا واللہ اوسی وقت ایمان لاؤنگا۔ فرمایا پوچھو۔ **مختلف سوالوں کے بعد** حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے اوصیاء اور بہشت میں اُن کی جگہوں کو پوچھا۔ پھر خود حضرت علیؑ کی شہادت کے متعلق سوال کیا کہ کیونکر واقع ہو گی اُس کے بعد ایمان لائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خداوند عالم نے جہان حضرت موسیٰؑ وغیرہ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی بعثت اور قرآن مقدس کو اُن پر نازل کرنے کی خبر دی تھی حضرت کے اوصیاء کی تعداد اور اُن کے ناموں کی تفصیل اور کیفیت شہادت اور غیبت اور ظہور وغیرہ مندرجہ احادیث مذکورہ سب سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ نے کتابوں میں لکھدیا اور اپنی اُمّت کو آگاہ کر دیا تھا۔ الغرض مطالب کی طرف خداوند حکیم نے تین لفظوں ۱ الٓمّ ۲ ذالک الکتاب ۳ لا ریب فیہ سے اشارہ فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ **ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ** یہ کتاب گمراہی سے بچنے اور راہِ نجات اختیار کرنے کا ذریعہ ہے پرہیز گاروں یعنی اُن لوگوں کیلئے جو دنیا و آخرت میں نقصان پہونچانے والی چیزوں سے ڈرتے اور بیعقلی کی پیروی سے بچتے رہتے ہیں۔ اور دنیا اور آخرت کی ضرورت کی چیزیں جب اُن کو معلوم ہو جاتی ہیں تو اُن پر اس طرح عمل کرتے ہیں جو اون کے پروردگار کی خوشنودی کا سبب ہے یہ لوگ ایسی چیزوں پر ایمان لاتے اور ایمان رکھتے ہیں جو اون کی نظروں سے اوجھل اور چھپی ہوئی ہیں۔ جیسے خدا کی وحدانیت اور انبیاء کی نبوت اور حشر یعنی قبروں سے اوٹھنا اور حساب و کتاب اور بہشت اور دوزخ۔ اور کل وہ چیزیں جن پر ایمان لانا اور رکھنا واجب ہے اور دیکھنے کے قابل نہیں ہیں بلکہ دلیلوں سے پہچانی جاتی ہیں قولہ تعالیٰ **وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ**

قصہ ۳ عجیب بحضرت امیرؑ

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور نمازوں کو اُن کی شرطوں جیسے وضو غسل یا تیمم و لباس وغیرہ۔ اور کل جزوں جیسے قرائت۔ رکوع۔ سجود وغیرہ کے ساتھ پوری طرح سے اُن کے وقتوں میں بجالاتے اور اُن کو خراب اور کھوٹی کرنے والی چیزوں سے اُن کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور مال اور بدن اور قوت اور عزت اور علم جو کچھ میں نے اُن کو دیا ہے اُن کا کچھ حصّہ میری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ **مال سے** زکوٰۃ اور صدقہ دیتے۔ اور حق داروں کے حقوق ادا کرتے۔ اور محتاجوں کی حاجتیں پوری کرتے۔ اور پیدل چلنے والوں کو اپنی سواریوں پر سوار کرتے۔ اور جو لوگ ایمانی قوتوں میں اون سے بہتر ہیں اون کی حاجتوں کو اپنی حاجتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ **اور بدن سے** ضعیفوں کا ہاتھ پکڑ کر مدد دیتے۔ اور اندھوں کو کھینچکر اون کی جگہوں پر پہونچاتے اور نقصان اور ہلاکتوں سے بچاتے ہیں۔ **اور قوت سے** کمزوروں کے مال گویا خود اون کو اپنے کندھوں پر اوٹھا کر اون کے گھروں تک پہونچاتے ہیں۔ **اور عزت سے** اپنے برابر والوں کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرتے اور مثل اپنی عزت کے اُن کی عزت کا پاس اور لحاظ رکھتے۔ اور جو لوگ اون سے ایمانی شرافت میں بہتر ہیں اون کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ **اور علم سے** اون لوگوں کو جو تعلیم کے قابل ہیں تعلیم کرتے اور اہلبیت علیہم السلام کے دوستوں اور قابلِ ہدایت لوگوں کو اہلبیت علیہم السلام کے فضائل سناتے ہیں۔ اور دین و احکامِ خدا کو دنیا میں رواج دیتے ہیں [1]

**(حدیثیں) بطریق شیعہ۔** [1] بسند ضعیف سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ الٓمٓ کا کیا معنی ہے۔ ارشاد فرمایا الٓمٓ جو سورۂ بقرہ کے شروع میں ہے اوس کا معنی اَنَا اللّٰهُ الْمَلِكُ ہے۔ یعنی میں ہوں خدا۔ بادشاہ

[2] بسند حسن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ الٓمٓ اور دوسرے مقطعاتِ قرآنیہ جیسے الٓمٓر۔ الٓمٓص۔ کھیعص وغیرہ) اسم اعظم پروردگار کے حروف ہیں جو ہر اسم سے ایک ایک حرف جدا کر لئے گئے ہیں [ع] جن میں سے ایک کو دوسرے سے ملانے کا حق یا تو نبی کو ہے یا امام کو۔ یہی وہ حروف ہیں کہ نبی اور امام وقت اور حاجت کی مناسبت

---

[1] تفسیر صافی ص۲۱ باختلاف قلیل ۱۲ منہ [2] تفسیر برہان جلد ۱ ص۳۳ ۱۲ منہ

[ع] اسی وجہ سے ان کو مقطعات (یعنی جدا کئے ہوئے) کہتے ہیں ۱۲ منہ

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے) جب ان کے ذریعہ سے دعا کرتے ہیں تو ضرور مقبول ہوتی ہے [1] ۔ صاحب تفسیر صافی ملا محسن فیض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کو بتا رہی ہے کہ یہ حروف خدا اور حضرت سرورِ عالم (اور ائمۂ طاہرین) کے درمیان راز اور اشارے ہیں۔ جن سے عام لوگوں کو آگاہ کرنا خداوندِ عالم کو مقصود نہیں ہے۔ اور اشارہ اور کنایہ کے طور پر مفرد حروف کے ذریعہ سے کلام کرنا آپس میں دوستوں۔ (اور بادشاہوں اور اُن کے خاص خاص محرمِ راز لوگوں) کا دستور ہے تا کہ اس پر غیروں کو آگاہی ہو۔ ۳۔ بسندِ صحیح حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ الٓمٓ کو ذکر کرنے سے مخالفینِ دینِ اسلام پر حجت تمام کرنی بھی مقصود ہے اِس طرح سے کہ وہ انتیس حروفِ ہجا جنکو ترکیب دے کر تم اپنے مطالب بیان کرتے ہو جنمیں سے۔ ا۔ ل۔ م۔ بھی ہے۔ قرآن کے الفاظ بھی اُنھیں حروف سے بنائے گئے ہیں۔ پس اگر تم میں قابلیت ہے اور تمھارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ قرآن خدا کا کلام اور اُس کا نازل کیا ہوا نہیں ہے تو ان ہی حروف سے الفاظ بنا کر قرآن کا مثل فصیح و بلیغ کوئی سورہ تیار کر لاؤ [2] ۔ ۴۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر کتاب میں کچھ مضامین منتخب اور چھنے ہوئے ہوا کرتے ہیں اور اِس کتاب یعنی قرآن میں منتخب بھی حروفِ تہجّی (یعنی مقطعاتِ قرآنیہ) ہیں [3] ۔

حروفِ مقطعات میں اہلبیت کی طرف لطیف اشارہ

فائدہ۔ ملا محسن علیہ الرحمہ نے ان مقطعات سے ایک عرفانی مضمون نکالا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں کل مقطعات تیرہ ہیں۔

۱۔ الٓمٓ ۲۔ المٓصٓ۔ ۳۔ الٓرٰ ۴۔ المٓرٰ۔ ۵۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ۶۔ طٰہٰ ۷۔ طٰسٓمٓ ۸۔ طٰسٓ۔ ۹۔ یٰسٓ ۱۰۔ صٓ ۱۱۔ حٰمٓ ۱۲۔ قٓ ۱۳۔ نٓ۔ اِن میں سے مکرر حرفوں کو گرا دینے کے بعد جو حروف باقی رہجاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ ص۔ ر۔ ا۔ ط۔ ع۔ ل۔ ی۔ ح۔ ق۔ ن۔ م۔ س۔ ک۔ ہ۔ اِن کو ملا دینے سے یہ مضمون پیدا ہوتا ہے صِرَاطُ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمْسِکُہٗ یعنی علیؑ کی راہ

[*] یہ حدیث ان حضرات کے مستجاب الدعوات ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مستجاب الدعوات ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ خدا کا کوئی نام ذریعہ قرار نہ دیا جائے۔ علاوہ اس کے خدا کا نام ہر حال میں لینا زیادتیٔ توسّل اور شدتِ خلوص کی دلیل اور اُس کی بارگاہ میں نہایت درجہ محبوب و پسندیدہ ہے ۱۲ منہ۔

[1] تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳ – ۱۲ منہ۔ [2] تفسیر صافی صفحہ ۲۱ – ۱۲ منہ۔ [3] تفسیر صافی صفحہ ۲۱ – ۱۲ منہ۔

حق ہے میں اوسکو اختیار کرونگا ۔ ۱۸ میں عرض کرتا ہوں کہ دوسری لطافت اس میں یہ کہ بعددِ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے اِس کے حروف بھی چودہ ہیں۔ ع۵ بسند صحیح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آبار کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ سے حضرت امام جعفر صادق ع

ع۶ (اہل قرآن) یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ خداوند حکیم نے قرآن مقدس کو اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا اس واسطے ضرور ہے کہ اُس میں کوئی کلام ایسا نہ ہو جس سے اُس کے بندے امر ہدایت میں کوئی فائدہ نہ اوٹھا سکیں۔ اور خدا پر لغو فعل کا جائز ہونا بھی یہی بتا رہا ہے اب **اہل قرآن** یہ بتائیں کہ وہ اپنے خدا کو حکیم سمجھتے ہیں یا معاذ اللہ بے عقل یا دیوانہ جو لغو فعل کرسکتا ہے۔ اگر بے عقل یا دیوانہ سمجھتے ہیں تو ایسا خدا اون کو مبارک ہو۔ ایسے لوگوں سے بحث اور کلام کرنے کو ہم عقلاء بے عقلی سمجھتے ہیں جو پاگل کو خدا مانتے ہوں۔ اور اگر حکیم اور عاقل سمجھتے ہیں تو مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں۔ ۱ الم وغیرہ مقطعات قرآنیہ محکم آیتوں سے ہیں یا متشابہ سے ۲ قرآن کی کونسی آیت انکے محکم یا متشابہ ہونے کو بتاتی ہے ۳ اگر محکم ہیں تو ان کے معانی کیا ہیں ۴ وہ معانی قرآن کی کس آیت یا لغت کی کس ایسی کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں جسمیں یہ معانی قرآن یا حدیث سے نہیں لئے گئے۔ اور اس نہ لئے جانے کا ثبوت کیا ہے ۵ اگر یہ معانی کلام عرب سے لئے گئے ہیں تو ان کے ثبوت میں کسی غیر مسلم یعنی عرب جاہلیت کا کلام پیش کریں خواہ نثر ہو یا نظم مسلمان عربوں کا کلام نہ ہو کیونکہ اُس کا منشاء حدیثیں ہوں گی ۶ اگر متشابہ ہیں تو اُن کے معانی کو صرف خدا جانتا ہے یا خدا اور راسخون فی العلم بھی ۷ اگر صرف خدا جانتا ہے تو اُنکو معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہے۔ اور قرآن کے نازل ہونے کے بعد سے اس وقت تک بندوں کو کیونکر معلوم ہوئے۔ اگر معلوم نہ ہوسکے تو اعتقادی اور عملی ہدایت اور اخروی فائدوں سے انکو محروم رکھنے کا الزام جو خدا پر لازم آتا ہے اُس کا جواب کیا ہے ۸ اگر راسخون فی العلم اِن کے معانی نہیں جانتے تو وہ کونسی آیت ہے جو اِن کے نہ جاننے کو بتاتی ہو۔ کیونکہ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے درمیان فاصلہ حدیثوں کے مطابق اہلسنت قرار دیتے ہیں جسکو شیعے نہیں مانتے۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ان دونوں فرقوں کے درمیان اختلافی قرار پاگیا ہے۔ اور اہل قرآن حدیثوں کو نہیں مانتے خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی بلکہ حدیثوں کو چھوڑ دینے کے بعد اُن کا شیعہ یا سنی ہونا ہی غلط ہے کیونکہ وہ تیسری چیز ہوگئے۔

۹ اہل قرآن جو اپنے کو شیعہ یا سنی سمجھتے ہیں کیا اس کے پابند ہوسکتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ بندے جن پر اور جنکے گھر میں قرآن اُتارا گیا۔ اور جو خلق خدا کے ہادی اور رہنما اور امت کی کشتی نجات کے ناخدا بنائے گئے یعنی حضرت سرور عالم اور اُنکے اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے رؤف ورحیم نے ان معانی کے علم اور انکے دنیاوی اور دینی فائدوں سے انکو محروم رکھا ۱۰ اگر اہل قرآن ان الفاظ کے فائدوں کو صرف ان کی تلاوت میں منحصر سمجھتے ہیں تو پہلے یہ بتائیں کہ وہ کونسی آیت ہے جس سے اونکو یہ معلوم ہوا کہ ان کے فائدے صرف تلاوت میں منحصر ہیں۔ دوسرے یہ بتائیں کہ وہ کونسی ایسی عظیم اور اہم فضیلت ہے جس سے

سے روایت کرتے ہیں کہ اُن حضرت نے ارشاد فرمایا کہ الف سے اللہ مقصود ہے اور لام[عہ] سے اَلْمَلِكُ الْعَظِيمُ الْقَاهِرُ لِلْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ یعنی بادشاہ عظیم الشان کل مخلوقات پر غالب۔ اور میم سے اَلْمَجِيْدُ الْمَحْمُوْدُ فِيْ كُلِّ اَفْعَالِهٖ یعنی بزرگ جس کا ہر فعل اچھا ہے۔ اور اس کلام یعنی الٓمٓ کو اوس نے یہودیوں پر حجت تمام کرنے کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے۔ بیان اوس کا یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے حضرت موسیٰ بن عمران اور اُن کے بعد کے انبیاء کو بنو اسرائیل کی طرف بھیجا تو اُن لوگوں نے اون کے ہر گروہ سے عہد و پیمان لیا کہ حضرت محمد عربی اُمّی[ص] پر ایمان لائیں جو مکہ میں مبعوث ہوں گے اور مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لیجائیں گے اور اُن کو کتاب دیجائیگی جسکے بعض سوروں کے شروع میں حروف مقطعہ (یعنی اسماء اعظم میں سے ایک ایک حرف جدا کر کے) ذکر کیئے جائیں گے۔ اوس کتاب کو اون کی اُمت حفظ کریگی۔ اور کھڑے ہوکر اور بیٹھکر اور راہ چلتے اور ہر حال میں تلاوت کریگی۔ خداوند عالم اوس کے حفظ کو اُن پر آسان کردیگا۔ اور (اُن انبیاء نے یہ بھی) عہد و پیمان لیا کہ حضرت محمدؐ کے ساتھ اُن کے وصی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام پر بھی ایمان لائیں جنھوں نے اُن سے اُن کے کل علوم کو سیکھا۔ اور اُن کے ہر دینی خدمت کے انجام دینے کو خوشی سے قبول کیا۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے دشمنوں کو اپنی تیز اور کاٹنے والی تلوار سے ذلیل کریں گے۔ اور ہر بحث کرنے والے کو اپنی قاہر اور ٹھوس دلیلوں سے مغلوب کریں گے۔ اور حکم قرآن کے مطابق جہاد کریگے سب سے اسلام قبول کرائینگے کچھ لوگ خوشی سے قبول کریں گے اور کچھ لوگ جبراً قہراً۔ پس جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ اس دنیا سے تشریف لیجائیں گے تو بہت سے لوگ اسلام سے پھر جائیں گے جو صرف زبان سے ایمان لائے تھے۔ اور قرآن کی تاویلوں یعنی باطنی معانی میں تصرف کریں گے اور ظاہری معانی کو بدل دیں گے اور اپنے دل سے معانی گڑھ لیں گے تو حضرت علی علیہ السلام ان لوگوں سے تاویلِ قرآن پر جنگ

عہ تفسیر امام العسکری(ع) ... ۱۲

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵)

اُنکی تلاوت میں ایسی اہمیت پیدا کردی اور اُس فضیلت کو کونسی آیت بتا رہی ہے۔ چونکہ یہ جماعت حدیثوں کو نہیں مانتی اس لئے اسکو لازم ہے کہ کل نمبروں کے ثبوت میں آیتیں پیش کرے یا عقلی دلیل جسکو عقلاء بے تامل قبول کرسکیں وہ اصول عقلیہ کے مطابق ہو مگر دو بات نہو ۱۲

عہ لام سے لفظ مَلِک اس طرح نکالا گیا ہے کہ عربی زبان میں جو لام کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں اُنہیں سے ایک معنی ملکیت بھی ہے اور حقیقی ملکیت خدا ہی کیلئے ہے جیسا کہ سورۂ الحمد کی تفسیر میں بیان کرچکا ہوں اس لئے مالک عظیم سوا اُسکے کوئی نہیں کیونکہ اس لام سے کامل ملکیت مقصود ہے جو اسکے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے پس ان تینوں حرفوں سے بعض سے لفظ اسم اعظم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بعض سے اُس کے معنی کی طرف ۱۲ منہ

کریں گے تاکہ ابلیس (ایک خاص شخص) جس نے ان کو بہکایا تھا ذلیل اور مردود اور مغلوب ہو جائے
الحاصل جب خدا نے حضرت کو مبعوث کیا اور مدینہ بھیجدیا اور حضرت نے قرآن کو ظاہر کیا
جسکی ابتدا الٓمّٓ سے ہوئی ہے جسکی خبر یہودیوں کو دیجا چکی تھی تو وہ عداوت اور دشمنی کی وجہ
سے اِس امر کو دریافت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ حضرت کی ریاست اور حکومت کتنے دن
باقی رہیگی پس ایک جماعت اون کی حضرت کی خدمت میں آئی اور اِس بارہ میں گفتگو کرنا چاہا۔
حضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو اون سے گفتگو کرنے کا حکم دیا۔ اُن میں سے ایک نے
(جسکو گفتگو کیلئے اون سب نے چُنا تھا) کہا کہ اگر محمدؐ کا دعوائے رسالت صحیح ہے تو ہم لوگوں کو
معلوم ہو چکا ہے کہ اُن کی اُمت کی حکومت (یعنی اسلامی ریاست) صرف اکہتر سال تک رہیگی۔
کیونکہ الف کا عدد ایک ہے اور لام کا تیس اور میم کا چالیس۔ یہ کل ملکر اکہتر ہوئے۔ (ان
سب نے اپنی غلط فہمی سے الٓمّٓ کو زمانۂ سلطنتِ اسلامی کی دلیل اور اوس کی طرف اشارہ سمجھا تھا)
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پھر المٓصٓ کے متعلق کیا کہوگے حضرت پر یہ بھی تو نازل ہوا ہے۔ یہودی
نے کہا اس سے ایک سو اکسٹھ سال کا پتہ ملتا ہے حضرت نے فرمایا کہ پھر الٓرٰ کے متعلق کیا کہوگے
حضرت پر یہ بھی نازل ہوا ہے۔ یہودی نے کہا اِس کا عدد زیادہ ہے اِس سے دو سو اکتیس
سال کا پتہ ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر المٓرٰ جو نازل ہوا ہے اُس کے متعلق کیا کہوگے
یہودی نے کہا اِس سے دو سو اکہتر سال کا پتہ ملتا ہے حضرت نے فرمایا کہ اب یہ بتاؤ کہ
(تمہارے خیال کے مطابق) اسلامی سلطنت کی مدت کی مقدار کو ان سب لفظوں میں سے
ایک لفظ بتا رہا ہے یا سب مل کر۔ اس کے جواب میں اُن میں سے بعض نے کہا کہ ایک
لفظ بتاتا ہے اور بعض نے کہا کہ سب مل کر جنکی تعداد سات سو چار سال تک پہونچتی ہے اِس کے
بعد سلطنت ہم لوگوں کی طرف پلٹ آئیگی۔ حضرت نے فرمایا کہ اِس کا پتہ تم نے اپنی آسمانی کتاب
سے لگایا ہے یا تمہاری ذاتی رائے ہے۔ ایک نے کہا کہ کتاب خدا سے دوسروں نے
کہا کہ ہم لوگوں کی ذاتی رائے ہے۔ حضرت نے پہلے سے فرمایا کہ جس کتاب سے پتہ لگایا ہے
کا تم دعویٰ کر رہے ہو اوسکو لاؤ ہم دیکھیں۔ پس وہ نہ لاسکا۔ پھر دوسروں سے فرمایا کہ
تم یہ بتاؤ کہ تمہاری اس ذاتی رائے کی صحت کی دلیل کیا ہے۔ اون سب نے جواب دیا
کہ ہماری دلیل انھیں الفاظ کا حساب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اِن الفاظ سے کیونکر اِس کا
پتہ لگایا حالانکہ اِن میں کوئی اشارہ یا قرینہ اِس پر نہیں ہے کہ اِن سے مقدارِ سلطنتِ اسلامی

کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ الفاظ مقدار سلطنت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کو نہیں بتاتے بلکہ ان میں سے ایک لفظ میرے پاس کے درہم و دینار کی مقدار کو بتارہا ہے اور ایک تمہارے پاس کے درہم و دینار کی مقدار کو۔ یا ان میں سے ہر لفظ اوس قرضہ کی مقدار کو بتارہا ہے جو تم میں سے ہر شخص مقروض ہے یا تم میں سے ہر شخص پر اوس قدر لعنت کی گئی ہے جس قدر ان کل الفاظ کی تعداد ہے یعنی سات سو چار۔ اون سب نے کہا کہ اے ابوالحسن ان الفاظ میں ان مطالب کی طرف بھی تو کوئی اشارہ نہیں ہے جنکو آپ نے بیان کیا پس جس طرح بے دلیل ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں کا کلام باطل ہے۔ اُسی طرح بے دلیل ہونے کی وجہ سے آپ کا کلام بھی باطل ہے۔ آپ اس بات پر خوش نہ ہوں کہ ہم لوگ آپ کا جواب نہ دیسکے۔ اگر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو آپ کے پاس بھی نہیں ہے مگر یہ کہ ہماری عاجزی کو آپ اپنی دلیل قرار دیں۔ (حالانکہ کسی کی عاجزی طرف مقابل کیلئے دلیل نہیں ہو سکتی) پس جس طرح ہمارا کلام بے دلیل ہے آپ کا کلام بھی بے دلیل حضرت نے فرمایا کہ (تمھارا یہ خیال غلط ہے) ہم تم برابر نہیں ہیں اس لئے کہ میری دلیل روشن معجزات ہیں۔ پھر حضرت نے اون کے اونٹوں کو پکار کر فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور اون کے وصی کے حق میں تم سب گواہی دو۔ وہ کل اونٹ فوراً بول اوٹھے کہ سچ فرمایا سچ فرمایا آپ نے اے وصی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور یہ یہودی جھوٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ اونٹ یہودیوں سے بہتر ہیں۔ پھر اون کے کپڑوں سے خطاب کرکے فرمایا کہ اب تم گواہی دو محمدؐ اور وصی محمدؐ کیلئے۔ پس اون کے کپڑے بول اوٹھے کہ سچ فرمایا سچ فرمایا آپ نے یا علیؑ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ محمد خدا کے برحق رسولؐ ہیں اور آپ اُن کے برحق وصی ہیں بزرگیوں کے جس جس زینہ (سیڑھی) پر اون کا قدم پہونچا آپ نے بھی اوس پر قدم رکھا۔ پس آپ دونوں بزرگ نورِ خدا کے دو ٹکڑے ہیں۔ دیکھنے میں تو دو ہیں لیکن فضیلتوں میں شریک ہیں بجز اس کے کہ حضرت محمدؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں۔ یہ سنکر یہودیوں کی زبانیں بند ہو گئیں اون میں سے بعض تو حضرت رسول اللہ پر ایمان لائے اور باقی اپنی بدبختی پر باقی رہے۔ اسی امر کی طرف خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام لاریب فیہ سے اشارہ فرمایا ہے یعنی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ نے جو اپنی نبوت اور قرآن کے نازل ہونے کا دعویٰ کیا اور علیؑ نے اُن کی تصدیق اور تائید کی وہ حکم پروردگار سے اور برحق تھا۔

لے تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۵۵-۵۸ ۔ ۱۲ منہ

(بطریق اہلسنت) **الٓمّٓ** ؎۱ عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ الٓر اور حٰمٓ
اور نٓ اسمِ مقطع ہیں یعنی اسمِ مقطع سے مقصود یہ ہے کہ اسمِ اعظم سے یہ حروف جدا
کرکے آپس میں ملا دیئے گئے ہیں جیسا کہ اس کا ذکر اوپر گذر چکا۔ ؎۲ ابنِ عباس بیان کرتے
ہیں کہ الٓمّٓ اور الٓمّٓصٓ اور الٓر اور الٓمّٓر اور کٓھٰیٰعٓصٓ اور طٰہٰ اور طٰسٓمّٓ اور طٰسٓ اور یٰسٓ
اور صٓ اور حٰمٓ اور قٓ اور نٓ یہ سب کے سب مقام قسم میں ہیں جنکی خدا نے قسم کھائی ہے۔
اور یہ سب پروردگارِ عالم کے نام ہیں؎۔ ؎۳ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ الٓمّٓ اسمِ اعظم پروردگار
ہے؎۔ ؎۴ سدی کہتے ہیں کہ فواتح سور (یعنی مقطعاتِ قرآنیہ) سب کے سب پروردگار کے
نام ہیں؎۔ ؎۵ ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ یہ تینوں؎ حروف یعنی الٓمّٓ اونتیس انتیس حرفوں
(حروفِ ہجا یعنی ا۔ ب۔ ت وغیرہ) میں سے ہیں جو ہماری زبانوں پر جاری ہیں۔ اور ان
میں کا ہر حرف پہلا حرف ہے ایک نام پروردگار کے ناموں میں سے۔ اور ہر حرف یا تو کسی
ایک ہی آیت یعنی نام کا پہلا حرف ہے یا تین آیتوں یعنی تین ناموں کا پہلا حرف۔ اور
ہر حرف سے کسی قوم کے زمانہ حیات اور موت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پس الف لفظ
اللہ کا پہلا حرف ہے۔ اور لام لفظ لطیف کا پہلا حرف جو پروردگار کا نام ہے۔ اور میم
لفظ مجید کا پہلا حرف جو اسمِ پروردگار ہے۔ اور الف سے "آلاء اللہ" یعنی خدا کی نعمتیں
مقصود ہیں۔ اور لام سے "لطف اللہ" یعنی اوس کی مہربانیاں۔ اور میم سے "مجد اللہ" یعنی اُسکی
بزرگی۔ اور الف سے ایک سال مقصود ہے اور لام سے تیس سال اور میم سے چالیس سال؎۔
؎۶ ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ یہودی (اپنی کتابوں میں) محمدؐ اور اُن کی امت اور محمدؐ کے مبعوث
ہونے کا ذکر پاتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ اون کی امت کب تک باقی رہیگی۔ پس جب
خدا نے حضرت کو مبعوث کیا اور الٓمّٓ نازل کیا تو اُن سب نے کہا کہ ہم لوگ یہ تو جانتے تھے کہ یہ امت

؎۱ تفسیر درمنثور علامہ سیوطی جلد ۱ ص ۲۳ بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ ۱۲ منہ ؎۲ درمنثور جلد ۱ ص ۲۲ بحوالہ
ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وبیہقی ۱۲ منہ ؎۳ درمنثور جلد ۱ ص ۲۲ بحوالہ ابن جریج ۱۲ منہ ؎۴ درمنثور جلد ۱ ص ۲۲
بحوالہ بیہقی وابو الشیخ ۱۲ منہ ؎ ابو العالیہ نے چار چیزوں کو بیان کیا ہے ؎۱ ان حرفوں کا حروف ہجا سے ہونا ؎۲ ہر ایک انمیں سے
ایک اسمِ اعظم کا پہلا حرف ہے ؎۳ ان کا کسی قوم کی حیات کی طرف اشارہ ہونا ؎۴ ان کے معانی اور وہ اسماءِ اعظم جنکے یہ اجزا ہیں۔
؎ وہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں یہ حروف اسماءِ اعظم کی طرف اشارہ ہیں وہاں ہر ایک انہیں سے معانی بھی رکھتے ہیں ۱۲ منہ

؎۵ درمنثور جلد ۱ ص ۲۳ بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم ۱۲ منہ

ہونے والی ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کب تک باقی رہیگی۔ پس اگر محمدؐ سچے ہیں تو اس اُمت کے نبی وہی ہیں اور اپنی امت کے زمانۂ بقا کو انھوں نے خود ہی بیان کردیا ہے کیونکہ الٓمٓ کا عدد ہمارے حساب سے اکہتر سال ہے۔ پس ہم ایسے دین کو اختیار کرکے کیا کریں گے جو اکہتر ہی سال باقی رہنے والا ہے۔ پس جب الٓرٰ نازل ہوا جس کا عدد دوسو اکتیس ہے تو وہ کہنے لگے اب معلوم ہوا کہ یہ دین دوسو اکتیس سال باقی رہیگا۔ پھر جب الٓمّٓرٰ نازل ہوا جس کا عدد دوسو اکہتر ہے تو وہ کہنے لگے کہ اب اسکے بقاء کا زمانہ ہم لوگوں پر مشتبہ ہوگیا یعنی اب ہم لوگ معین طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کب تک باقی رہیگا۔ له ته ابن مسعود صحابی بیان کرتے ہیں کہ الٓمٓ خداوندِ عالم کے ناموں کے حروف ہیں اور کتاب سے مقصود قرآن ہے اور لاریب فیہ سے مقصود یہ ہے کہ قرآن (کے برحق ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے كه ۸ قولہ تعالیٰ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

ھُدًی کا معنی نور اور ذریعہ نجات ہے سه گمراہی سے، اور متقی مومن ہیں عه جو شرک کو چھوڑیں اور میری اطاعت للعه کریں۔ اور یقینی ناجائز سے بچنے کیلئے مشکوک چیزوں کو بھی چھوڑیں اور عذاب کے خوف سے گناہ کریں

---

له درمنثور جلد ۱ ص۲۲ بحوالہ ابن منذر ۱۲ منہ كه درمنثور جلد ۱ ص۲۴ بحوالہ ابن جریر و حاکم بسند صحیح ۱۲ منہ عه حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حدیث ثقلین میں جو متواتر ہے ذریعۂ نجات کتاب خدا اور اپنے اہلبیتؑ کو ساتھ ساتھ قرار دیا ہے اور دونوں کے اختیار کرنے کو شرطِ نجات و عدم گمراہی فرمایا ہے جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ دونوں ملکر نجات کیلئے علتِ تامہ یعنی کامل سبب و ذریعہ ہیں اسکے لئے صرف قرآن کافی نہیں ہے اس لئے کہ بولتا نہیں ہے جسکا کافی بیان تیسویں اور اکتیسویں مقدمہ میں گذر چکا۔ اور خداوندِ عالم نے خدا اور رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کے واجب ہونے کو صرف ایک فعل یعنی اطیعوا سے بیان کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور اولی الامر کی اطاعت کے وجوب کا پلہ برابر اور حیثیت ایک ہے اور نتیجہ اور اثر یعنی ہدایت اور نجات اور بارگاہِ پروردگار میں مقبولیت اور حجیت ایک۔ اور بادشاہِ وقت کی اطاعت خطا سے یقیناً پاک نہیں ہے۔ اور جب پاک نہیں ہے تو یقیناً ذریعۂ ہدایت و نجات اور حجت اور مقبول بھی نہیں ہوسکتی پس یا تو لفظِ ھُدًی سے نصف تاثیر کو بیان کرنا مقصود ہے یعنی قرآن نجات کا آدھا ذریعہ ہے یا پوری تاثیر کو یعنی قرآن کیلئے آدھی تاثیر کو لفظاً اور اہلبیت کیلئے آدھی تاثیر کو عقلاً بقرینۂ حدیثِ ثقلین و آیت اطیعوا آہ ۱۲ منہ۔ عه مومن بمعنی خاص یعنی وہ لوگ جو کامل ذریعۂ ہدایت اور نجات یعنی قرآن و اہلبیتؑ دونوں کو اختیار کرنیوالے ہیں ۱۲ منہ سه خواہ وہ شرک الوہیت میں ہو یا رسالت میں یا وصایت میں ۱۲ منہ للعه حکم اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ میں جو مطلق اطاعت کی مانہ ہے اور خدا کی کامل اطاعت انھیں اطاعتوں سے پیدا ہوتی ہے ۱۲ منہ

اور کامل تقویٰ یہ ہے کہ باوجود عالم ہونے کے دینی احکام جو معلوم نہیں ہیں اُن کو بھی حاصل کریں اور تیرہ[۱۳] چیزوں پر عمل کریں جو اہلِ تقویٰ کی پہچانیں ہیں ۱ بلاؤں پر صبر کرنا ۲ خدا کے ارادوں پر راضی رہنا ۳ اوس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ۴ قرآن کے احکام کو سر جھکا کر مان لینا یعنی بے تامل اور بے عذر اُن پر عمل کرنا ۵ اور خدا پر پورا بھروسہ رکھنا ۶ جو کچھ وہ دے اُس پر خوش رہنا ۷ جو چیز ہاتھ سے نکلجائے اوس کی پروا نہ کرنا ۸ خدا سے پوری محبت رکھنا ۹ اپنی قدرت بھر اوس کی خوشی کیلئے اوس کے حکموں پر عمل کرنا ۱۰ جو سلوک دوسروں سے اپنے لئے چاہتا ہے وہی سلوک دوسروں کے ساتھ کرنا ۱۱ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ۱۲ دوسروں کی خوشی کے مقابل میں خدا کی خوشی کو اختیار کرنا ۱۳ اپنے اعمال کا حساب سختی سے لیناکہ کہاں سے کھاتا ہے اور کہاں سے پیتا ہے کہاں سے پہنتا ہے وغیرہ وغیرہ[له] ۹ **قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ** ۱ غیب سے مقصود کل وہ چیزیں ہیں جو خدا کی طرف سے بندوں تک پہونچی ہیں[ع] ۲ ابنِ مسعود کہتے ہیں کہ غیب سے مقصود کل وہ چیزیں ہیں جو نظروں سے پوشیدہ ہیں جیسے بہشت اور دوزخ اور جو کچھ قرآن میں مذکور ہے[ع] ۳ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ غیب سے مقصود خدا اور ملائکہ اور رسولوں اور قیامت اور بہشت اور دوزخ اور حشر پر ایمان لانا ہے[ع] ۴ قتادہ کہتے ہیں کہ غیب سے مقصود حشر اور حساب اور بہشت اور دوزخ اور خدا کے کل وعدوں[عه] پر ایمان لانا ہے جنکو اوس نے قرآن میں ذکر کیا ہے[ع] ۵ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن بالغیب اور کامل الایمان وہ لوگ ہیں جو میرے بعد بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے۔ خوشا حال اُن کا[ع] **قولہ تعالیٰ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ** ۱ الصلوٰۃ سے پانچوں وقت کی نمازیں مقصود ہیں جو کل واجبات جیسے وضو۔ رکوع و سجود و دعا وغیرہ کے ساتھ پوری توجہ سے اپنے وقت میں بجالائی جائیں۔ اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ سے

له درمنثور جلد ۱ خلاصۂ روایاتِ کثیرہ جو صفحہ ۲۴ و ۲۵ میں مذکور ہیں ۱۲ منہ ع درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۵ بروایت ابن عباس بحوالۂ ابن اسحاق و ابن جریر ۱۲ منہ ع درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۵ بحوالۂ ابن جریر ۱۲ منہ ع درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۵ بحوالۂ ابن جریر و ابن ابی حاتم ۱۲ عه انھیں وعدوں میں سے ایک وعدہ اہلبیت کے متعلق یہ ہے نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ یعنی میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ زمین پر کمزور بنا دئیے گئے اُن پر احسان کروں اور اُن کو پیشوا اور زمین کا مالک بنا دوں (دیباچہ صفحہ ۲۶۶) ۱۲ منہ ع درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۵ بحوالۂ عبد بن حمید و ابن جریر ۱۲ منہ ع درمنثور جلد ۱ خلاصۂ

زکوٰۃ دینا ہے ۲ قتادہ کہتے ہیں کہ ینفقون سے مقصود کل واجبات میں روپیہ خرچ کرنا ہے ۲
۳ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ینفقون سے مقصود اپنے اہل وعیال کو نفقہ (کھانا کپڑا) دینا ہے ۳
۴ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مقصود ہر قسم کا خیرات ہے جو خدا کی خوشی کیلئے کیا جاتا تھا ۴

باطنی تفسیر۔ الٓمّٓ یعنی قسم اللہ (یعنی میری ذات) کی جو بادشاہ عظیم الشان اور کل مخلوقات پر غالب اور بزرگ ہے جسکے کل افعال اچھے ہیں کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ میری اس حجت یعنی علی بن ابی طالبؑ کے برحق امام وپیشوا اور میری طرف سے حجت ہونے میں کسی طرح کا شک اور شبہ نہیں ہے۔ ملا محسن فیض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ ذالک سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کتاب سے وہی مقصود ہیں اور اُن کو کتاب اس وجہ سے کہا گیا کہ اُن کے کمالات اُن کے حالات سے ظاہر ہو گئے اور دیکھے جا چکے اور اُن کی فضیلتوں کو خدا اور رسولؐ نے کھول کر بیان کر دیا اور کامل (یعنی صاحب کمالات) انسان پر لفظ کتاب کا اطلاق اور استعمال (یعنی بولا جانا) باخدا اور اولیاء اللہ لوگوں میں بہت کثرت سے جاری اور شائع ہے۔ چنانچہ خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ۔ دَوَاؤُكَ فِيْكَ وَمَا تَشْعُرُ + وَدَاؤُكَ مِنْكَ وَمَا تُبْصِرُ وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ + بِاَحْرُفِهٖ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ۔ یعنی تیری اخروی دوائیں خود تجھ میں موجود ہیں اور تو سمجھتا نہیں ہے (خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (آخر سورہ فصلت پارہ ۲۵) (میں اپنی نشانیوں کو دنیا کی کل چیزوں اور خود اُن کی ذاتوں میں بہت جلد دکھاؤنگا یہاں تک کہ اُن پر ثابت ہو جائے کہ خدا حق ہے) اور اخروی مرض تیرا تیری ہی ذات سے ہے اور تو دیکھتا نہیں ہے۔

maablib.org

۱ درمنثور جلد ۱ ص۲۶ بروایت ابن عباس بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن اسحاق۔ وبروایت قتادہ بحوالہ عبد بن حمید ۱۲ منہ ۲ درمنثور جلد ۱ ص۲۷ بحوالہ عبد بن حمید ۱۲ منہ ۳ درمنثور جلد ۱ ص۲۷ بحوالہ ابن جریر ۱۲ منہ ۴ درمنثور جلد ۱ ص۲۷ بحوالہ ابن جریر ۱۲ منہ ۵ محدثوں میں سے ابن عباس کا کلام حدیث نمبر ۲ بطریق اہلسنت میں اور علماء علم نحو میں سے بعض علماء کا جس کو ابو البقاء نے اعراب القرآن میں نقل کیا ہے علم نحو میں ذکر کیا گیا کہ الٓمّٓ مقام قسم میں ہے جس کی خدا نے قسم کھائی ہے ۱۲ منہ۔

(خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (سورہ روم آیت ۴۱) یعنی خشکی اور تری میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہیں) تو ہی وہ روشن کتاب ہے جسکے حرفوں سے پوشیدہ بات ظاہر ہو جاتی ہے (یعنی تیرا سراپا خدا کی ہستی اور اُس کے کل صفاتِ کمال کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہے اور تیرا ہر جزء اوس کی ذات اور صفات کی دلیلوں میں سے ایک ایک دلیل ہے۔ اور تیرا بال بال اور ایک ایک رگ و ریشہ اوس کی پوشیدہ قدرتوں کے ظاہر ہونے کیلئے ایک ایک حرف ہیں) تو خیال کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ حالانکہ تجھ میں ایک بہت بڑی دنیا پوشیدہ ہے۔ اور آقا شیخ محمد حسین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں انسان پر لفظِ کتاب کے بولنے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ قرآن اپنے حکم اور منع اور وعدۂ ثواب و عذاب اور معرفتوں اور احکام اور ترغیب و تخویف سے جب مملکتِ قلب پر اس طرح چھا جاتا اور غالب آجاتا ہے کہ اوس صاحبِ قلب کا کوئی فعل حکمِ خدا کے خلاف واقع نہیں ہوتا تو وہ شخص گویا کہ قرآن کے مطالب میں فنا ہو جاتا ہے اور اُس کی ذات میں سوا قرآن کے کچھ باقی نہیں رہتا یعنی مجسم قرآن بنجاتا ہے۔ اور اس حد پر پہونچ جانے کے بعد جو کچھ قرآن کی تعریفیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ حق ہے جس سے باطل کو کوئی لگاؤ نہیں ہے اور اُس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے۔ اور وہ متقین کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ وہ کل تعریفیں درحقیقت اُس انسان کی قرار پا جاتی ہیں اور وہ اُس کا حقدار ہو جاتا ہے کہ لفظِ کتاب یا قرآن اُس پر بولا جائے میں عرض کرتا ہوں کہ ملا محسن علیہ الرحمہ نے حضرت پر لفظِ کتاب کے بولے جانے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ دو سبب سے اعتراض سے خالی نہیں ہے۔ ایک یہ کہ حضرت کے اشعار جو نقل کئے ہیں اُن میں حضرت نے عام لوگوں سے خطاب کیا ہے اور انھیں کو خدا کی نشانیوں کے لئے کتابِ مبین فرمایا ہے۔ اور شاہد اس پر دو چیزیں ہیں۔ ایک حضرت کا پہلا شعر جس میں اونھیں لوگوں کو جنکو دوسرے شعر میں کتابِ مبین فرمایا ہے آیاتِ خدا سے جو خود اُن کی ذاتوں میں موجود ہے غافل اور اپنی بداعمالیوں کی طرف سے نابینا اور اندھا قرار دیا ہے۔ اور کامل انسان کی یہ شان نہیں ہے کہ آیاتِ خدا سے غافل رہے اور بداعمالیوں میں مبتلا ہو۔ اور دوسرا شاہد حدیثِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہے جسکو اُن مرحوم نے اس کے بعد ہی اس کی شہادت میں نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا اَلصُّوْرَةُ عہ الْإِنْسَانِيَّةُ هِيَ أَكْبَرُ حُجَّةِ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ وَهِيَ

عہ لفظ صورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے پورے جسم کو مراد لیا ہے اسلئے یہ لفظ اچھے اور بُرے ہر شخص کو شامل ہوگا ۱۲ منہ

اَلْکِتَابُ الَّذِیْ کَتَبَہُ اللّٰہُ بِیَدِہٖ۔ یعنی انسان کی صورت خدا کی بہت بڑی دلیل (یعنی اُس کی ہستی اور اُس کے کمالات کا بہت بڑا ثبوت) ہے اُس کی مخلوقات پر اور یہی صورت وہ کتاب ہے جسکو خدا نے اپنے دستِ قدرت سے لکھا یعنی گڑھا ہے۔ اس میں بھی حضرت نے ہر انسان (کامل اور ناقص) کی صورت کو کتاب فرمایا ہے اِس لئے ملا صاحب کی تحریر میں دلیل دعوی کے مطابق نہیں ہے۔ اور لفظِ کتاب انسانِ کامل اور ناقص دونوں سے عام ہوا جارہا ہے اور کمال کو ثابت نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ حضرت امیر علیہ السلام کے کمالات اور فضائل کے ظاہر ہونے کو لفظ کتاب کے حضرت پر بولے جانے کا سبب بتایا ہے اور اس پر کوئی ایسا شاہد اور ایسی معقول وجہ بیان نہیں کی ہے جو مخالف فرقوں کے نزدیک بھی لائقِ تسلیم ہو۔ کیونکہ کسی کا کمال اوس پر لفظِ کتاب کے بولے جانے کا نہ عقلی سبب ہے نہ نقلی۔ اسی بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مولانا محمد حسین علیہ الرحمہ کی توجیہ اگرچہ اچھی ہے اور ائمہ علیہم السلام پر لفظِ کتاب یا قرآن کے بولے جانے کی بہت اچھی اور مناسب توجیہ ہے لیکن دونوں معصوم کی فرمائشوں کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اُن دونوں فرمائشوں سے عام انسان کا مراد ہونا معلوم ہوتا ہے خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ اور ان مرحوم کی توجیہ اولیاءِ خدا سے تعلق رکھتی ہے۔ حالانکہ اس توجیہ کی سند وہ مرحوم اونھیں دونوں فرمائشوں کو قرار دے رہے ہیں۔ اِس لئے بہتر یہ ہے کہ ان فرمائشوں کو چھوڑ کر یوں توجیہ کیجائے کہ ہماری بعض شیعی تفسیروں میں ذٰلِكَ الْكِتَابُ کی تفسیر میں دو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک میں معصومؑ نے کتاب علیؑ فرمایا ہے اور دوسری میں خود حضرت کو کتاب فرمایا ہے۔ اور ایک تو دونوں تفسیروں میں معصومؑ نے لفظِ کتاب کو جدا جدا منحصر نہیں کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کی مخالف ہو۔ اور دوسرے خدا یا رسول یا امام یا عام انسان کسی کا کلام ہو اُس کے ہر متعدد معانی ایک دوسرے کے منافی اور مخالف نہیں ہوتے ہیں بلکہ مخالف وہی ہوتے ہیں جو کسی طرح ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں اور اُن میں موافقت کی کوئی صورت نکل نہ سکے۔ اس لئے یہ دونوں تفسیریں صحیح ہیں کیونکہ ایک وقت میں دونوں معانی مراد لئے جا سکتے ہیں اس لئے کہ ایک تفسیر میں صفت یعنی علمِ علیؑ مراد لیا گیا ہے اور دوسرے میں موصوف یعنی خود حضرت۔ اور امام اہلسنت اور پیشوائے علمائے فنِ لغت یعنی راغب اصفہانی اپنی کتاب لغات قرآن میں جو مفرداتِ امام راغب[ع] کے نام سے مشہور ہے لفظِ کتاب کے معانی ہیں علمؑ اور حجۃ ثابتۃ

ع۔ عالم جلیل احمد بن مصطفیٰ جو طاش کبری زادہ کے نام سے مشہور ہیں ۹۶۸ھ میں مرے اپنی کتاب مفتاح السعادۃ میں اُن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں

مِنْ جِهَۃِ اللّٰہِ کو بھی لکھا ہے یعنی خدا کی طرف سے حجت جو ثابت اور برقرار ہو۔ (کمزور اور باہر ہوا
نہ ہو کیونکہ ایسی چیز خدا کی طرف سے اوس کی مخلوقات پر حجت نہیں ہو سکتی) اور کتاب بمعنی علم کا
شاہد ذیل کی آیتوں کو لکھا ہے ۱ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یعنی فی علم اللّٰہ یعنی خدا کے علم میں
گذر چکا ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں قیامت تک ٹھہرو گے ۲ وَلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یعنی ہر شخص کی
موت کا خدا کو علم ہے ۳ فَأْتُوْا بِکِتَابِکُمْ اپنے علوم کو لاؤ ۴ اٰتَیْنَاھُمْ کِتَاباً میں نے ان لوگوں
کو علم دیا۔ اور کتاب بمعنی حجت خدا کا شاہد بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتَابٍ مُّنِیْرٍ کو لکھا ہے۔
یعنی وہ لوگ بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن حجت کے جو خدا کی طرف سے ہو بحث کرتے ہیں
**پس اس تصریح اور تخصیص کے بعد پہلی حدیث کے مطابق** جس میں کتاب
عَلِیٌّ سے تفسیر کی گئی ہے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ یہ[ع] جلیل القدر اور عظیم الشان علم جو علی ہیں یا ہے
یا جو علیؑ کو دیا گیا اور تعلیم کیا گیا ہے اوس کے صحیح اور حق ہونے میں بالکل شک و شبہ نہیں ہے
**کیونکہ بقول شیخ علاء الدولہ سمنانی** کے حضرت کی علمی جامعیت کتابوں کے پڑھنے
سے نہ تھی بلکہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سے بوراثت پہونچی تھی اور یہ علوم خداداد
اور الہامات الٰہیہ سے تھے اور یہ مرتبہ انسانِ کامل ہی کیلئے حاصل ہوا کرتا ہے۔ **اور بقول علامہ
جاحظ جیسے متعصب شخص کے** حضرت علیؑ نے کل علوم یا تو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ سے سیکھا تھا یا کشف جلی سے یا جفر سے یا خداوندِ عالم کے فیوضات و عطایا سے
(اس کی تفصیل اور کتابوں کا حوالہ بائیسویں مقدمہ میں ملاحظہ کریں) **پس** جو علوم خدا و رسول
سے لئے گئے ہوں اُن کے صحیح اور حق ہونے میں کیونکر شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسری
حدیث کے مطابق جس میں کتاب سے خود حضرت کا مقصود ہونا بتایا گیا ہے آیت کا معنی
یہ ہوگا کہ یہ جلیل القدر اور عظیم المرتبہ علیؑ ان کے امامِ برحق اور پیشوائے خلق اور حجت[عہ] خدا ہونے

---

عہ لفظ جلیل القدر اور عظیم الشان اس لئے بڑھایا گیا کہ علم نحو میں میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھ آیا ہوں کہ لفظ ذالک رفعت
و بلندیِ مرتبہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لایا گیا ہے ۱۲ منہ عہ حجت ہر اوس چیز کو کہتے ہیں جو زبان کو بند اور عذر
کو قطع کر دے۔ اور حجت خدا دو چیزیں ہیں ایک اُنکی بھیجی ہوئی کتابیں۔ دوسرے اُس کے مقرر کئے ہوئے انبیاء اور اوصیاء
جو اُس کے دین کو رواج دینے والے اور اُس کے احکام کو بیان اور اوس کی کتابوں کو تعلیم کرنے والے ہیں۔ ان دو کے
آجانے کے بعد اُس کے بندے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس تیرے احکام اور تیری طرف سے معلم نہیں آئے ۱۲ منہ

ہیں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور ان کے بے شک وشبہ امام برحق اور پیشوائے خلق اور حجت خدا
ہونے کا ثبوت تین چیزیں ہیں۔ ایک ۱ حضرت کے ذاتی کمالات ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ
دنیا کے کل عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کی کوئی چیز بے سبب اور بے علت اور بے منشاء
نہیں ہو سکتی۔ منجملہ اُن چیزوں کے ایک فضیلت اور مرتبہ اعلیٰ کا استحقاق بھی ہے اس واسطے اس کیلئے
بھی ایک سبب اور علت کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اوس صاحب فضیلت واستحقاق کے ذاتی
کمالات ہیں۔ اور چونکہ دنیا کے کسی عاقل کو اس سے انکار نہیں ہے کہ بے کمال شخص کیلئے نہ تو کوئی
فضیلت اور بزرگی ہے اور نہ کسی بزرگ مرتبہ کا استحقاق اس لئے بے کمالوں کے مقابل میں خلق
کی پیشوائی اور حجت خدا ہونے کا استحقاق حضرت امیر اور اُن کی اولادِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
ہی میں منحصر ہوگا اور بدون اختلاف ذالک الکتاب کے مصداق وہی ہوں گے کیونکہ یہ لوگ
جامع کمالات تھے لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کیلئے اشاعرہ ہی کے کلام کو صحیح مان لیں کہ بے کمال
شخص فضیلت بھی رکھتا ہے اور بڑے مرتبہ کا استحقاق بھی۔ یعنی دوسروں سے پوچھکر فتوی دینے
والا عالم ہے اور لڑائیوں سے بھاگنے والا بہادر۔ اور شرک آلودہ ایمان والا کامل الایمان۔ اور
رسالت میں شک رکھنے والا مومن خالص۔ اور سخت دل شخص رحیم۔ اور بدخلق شخص خوش خلق۔
اور سبّاب یعنی بہت گالیاں دینے والا مہذب مثلاً اور ہر فضیلت سے محروم شخص حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کا جانشین بھی ہو سکتا ہے تو اس صورت میں حضرت امیر المومنین
علیہ السلام کا امام برحق اور پیشوائے خلق اور حجت خدا ہونے کا استحقاق بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔
کیونکہ خدا ورسولؐ کی تصریح اور کل مسلمانوں کے اقرار کے علاوہ غیر مسلمانوں نے بھی حضرت
کے جامع صفاتِ کمال ہونے کا اقرار کیا ہے۔ (دیکھئے تفصیل مقدمہ تیرہ تا سترہ میں) اسلئے
بے کمالوں کو حجت خدا اور پیشوائے خلق ماننے والوں کے نزدیک حضرت کے حجت خدا اور
اور پیشوائے خلق ہونے سے انکار کی کوئی معقول وجہ باقی نہ رہیگی۔ اور حضرت کی ترجیح اور اولویت
استحقاق سے انکار کرنا محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہوگا۔ اور حضرت کو بدرجہ اولیٰ حجت
خدا ماننا پڑیگا۔ اور بے کمالوں کی پیشوائی اور حجیت درمیان سنی اور شیعہ کے مشکوک اور
اختلافی رہیگی اور سابق عدم حجیت بقاعدہ استصحاب باقی سمجھی جائیگی۔ یعنی حضرت سرور عالمؐ
کی حیات میں یہ لوگ یقیناً پیشوا اور حجت نہ تھے بعد حضرت کے چند بے معرفت وخودغرض مسلمانوں
کے اتفاق کر لینے کے بعد ان کے حجت ہونے میں شک ہے۔ قاعدہ استصحاب یہ بتاتا ہے کہ

maablib.org

سابق یقینی حکم باقی رہیگا اور حضرت علیؑ کی حجیت اجماعی ہے اختلافی نہیں ہے۔ دوسری چیز حضرت کی عصمت ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ دنیا کا ہر سمجھدار جانتا ہے کہ خدا تک پہونچنے کا یقینی ذریعہ اوس کے واقعی احکام پر عمل کرنا ہے۔ اور یہ بھی ہر عاقل کو معلوم ہے کہ خدا کے واقعی احکام وہی لوگ بتا سکتے ہیں جن کے علوم خداداد ہوں۔ اور بھول چوک اور نفس پرستی اور غلط گوئی اور ہر مخالفت خدا سے محفوظ ہوں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر عاقل ٹھیک ٹھیک مقصد تک پہونچانے والی راہ کو چاہتا ہے تاکہ اوس کی محنت برباد نہ ہو اور اعمال بے ثمر نہ ٹھہریں کیونکہ اپنی محنتوں کی بربادی اور اعمال کی خرابی کی پروانہ کرنا عاقل کی شان نہیں ہے۔ اور غیر معصوم کی تعلیم خطا سے پاک نہیں ہو سکتی اور بے علم کی پیروی حیرت کو بڑھا دیتی ہے بلکہ وہ خود بھی اس اقرار پر مجبور ہوتا ہے کہ میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے سمجھنا اور شیطان کی طرف سے۔ اور پھر بھی صحیح جواب نہیں بتاتا[لف] اور خداداد اور صحیح علم کا مالک برسر منبر بے جھجک اور بے دغدغہ یوں دعویٰ کرتا ہے کہ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنَّ بَیْنَ جَنْبَیَّ عُلُوْمًا کَالْبِحَارِ الزَّوَاخِرِ یعنی قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ذخار دریاؤں کی طرح علوم موج مار رہے ہیں[۲]۔ پس ایسی صورت میں ہر عاقل بے تامل پکار اوٹھیگا کہ ذالک الکتاب کا مصداق اور حجتِ خدا ہونے کی اہلیت و قابلیت وہی رکھتا ہے جو معصوم ہے اور تعلیم اسکی خطروں سے پاک ہے۔ اور غیر معصوم ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ خاص کر کے اخروی حلقے عظیم اور مہم اموریں اوس کو پیشوا بنایا جائے اور حجتِ خدا مانا جائے رہے اشاعرہ جو عقل کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے اور غیر معصوم کی پیروی کو کافی جانتے ہیں تو اون کو اس سے چارہ نہیں ہے کہ معصوم کو بدرجہ اولیٰ حجتِ خدا اور ذالک الکتاب کا مصداق تسلیم کرلیں۔

تیسری چیز مسلمانوں کے عقائد میں بیان اس کا یہ ہے کہ اسلام کے دونوں فرقوں یعنی شیعہ اور سنی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام امام برحق اور پیشوائے خلق اور حجتِ خدا ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں ایک فرد بھی ایسی نہیں مل سکتی جو حضرت کی امامت اور حجیت کی منکر ہو۔ بلکہ حضرت کی امامت اور حجیت اتفاقی اور اجماعی ہے بخلاف دوسروں کے

---

[۱] ملاحظہ ہو مقدمہ صفحہ ۲۱۳ میں عنوان غیر معصوم کا ذیل ۱۲ منہ [۲] ملاحظہ ہو مقدمہ صفحہ ۱۵۸ میں کلام بعض محققین ۱۲ منہ۔

کیونکہ مسلمانوں کا ایک چوتھائی حصہ یعنی شیعے اُن کو امام اور حجت نہیں مانتے پس فرض اکثریت بلکہ کلیت حضرتؑ کی طرف ہوئی اور شیعوں کا دوسروں کو حجت خدا اور امام نہ ماننا خود غرضی سے نہیں ہے بلکہ اُن دلیلوں سے ہے جو خود اہلسنت کی معتبر کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں جنکو انشاء اللہ تعالیٰ کسی مناسب مقام میں لکھوں گا اور اپنی کتاب عہ ارشاد امامت جلد دوم میں کافی ثبوت کے ساتھ پانچ سو چوراسی صفحوں میں لکھ چکا ہوں تحقیق اولیاء کرام خدا وند عالم اوس کے چھپنے کا سامان فرمادے رہ گئے خوارج جو حضرت کی امامت اور حجیت کو نہیں مانتے تو اُنکا نہ ماننا ویسا ہی ہے جیسے بہت سے غیر مسلم حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کو نہیں مانتے کیونکہ شیعہ و سنی دونوں فرقے ان کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اس لئے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّہْمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یعنی دین اسلام سے خوارج ویسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے عہ۔ باقی رہا دوسروں کو حضرت سے افضل سمجھنا اور اُن کو حضرت پر ترجیح دینا تو اس بحث کو یہاں چھیڑنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن بالکل چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں ہے۔ اس لئے ایک مختصر تقریر لکھ دیتا ہوں ۱۔ حضرت معصوم تھے اور دوسرے غیر معصوم عہ باقرارِ کل مسلمانوں کے حضرت عسہ باکمال تھے دوسرے بے کمال یا قلیل الکمال ۳۔ حضرت کی امامت اور حجیت یقینی

عہ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے پہلی جلد ۸۲۹ صفحہ قابلیت خلافت اہلبیتؑ کے متعلق دوسری جلد ۵۸۴ صفحہ عدم قابلیتِ خلافت حضرت ابوبکر کے متعلق۔ تیسری جلد ۲۶۰ صفحہ عدم قابلیت بنوامیہ و بنوعباس وغیرہ کے متعلق

عہ صحیح بخاری جلد ۴ کتاب استتابۃ مرتدین باب قتال خوارج و باب من ترک قتال خوارج ص ۱۳۱ چھاپہ مصر

عسہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے منبر پر فرمایا کہ ہم اہلبیتؑ کے مقابل میں کوئی دوسرا لایا نہیں جا سکتا۔ علامہ جاحظ جیسے متعصب سنی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے سچ فرمایا ایسی قوم کے مقابل میں کوئی کیونکر لایا جا سکتا ہے جن میں سے حضرت رسول اللہ ہیں اور دو پاک ہستیاں علیؑ و فاطمہؑ اور دو سبط حسنؑ و حسینؑ آہ دیکھا بیع یا ب ۵۲ ص ۱۳۵ ذکر رسالہ جاحظ۔ اس تحریر میں جاحظ نے کل امتیوں پر بنو ہاشم کی فضیلت کا سبب حضرت علیؑ کو قرار دیا ہے پس خود حضرت کل امتیوں سے بدرجۂ اولیٰ افضل ہوں گے کیونکہ سبب مسبب سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور حضرت کی بیعت آپ کے کمالات اور فضائل کی وجہ سے ہے کیونکہ بے کمال اور بے فضیلت شخص دوسروں کی فضیلت کا سبب نہیں ہو سکتا حضرت عمر کے صاحبزادے جو مشہور اور اہلسنت میں مقبول محدث ہیں یعنی عبداللہ بیان کرتے

وا جماعی اور اتفاقی ہے اور دوسروں کی مشکوک اور اختلافی ۔ ۴ حضرت قسیم جنت و نار ہیں دوسرے امید وار ۔ ۵ بقول حضرت ابوبکر کے حضرت بہشت کا پروانہ دینے والے ہیں دوسرے اُس کے محتاج ۔ ۶ حضرت نے رسولؐ کے کندھوں پر قدم رکھا دوسروں کو حضرت رسولؐ کے قدم پر قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوا ۔ ۷ حضرت نے رسولؐ کی گود میں پرورش پائی اور دوسرے کفر کی گود میں۔ ۸ حضرت نے ہزاروں مشرکوں کے گھروں کو اسلام کو زندہ کرنے کیلئے ماتم سرا بنا دیا اور دوسرے جان کے خوف سے رسولؐ کے پہلو میں ہوتے ہوئے مشرکوں کی صرف آواز سنکر رو دیئے۔ ۹ حضرت کی ثبات قدمی پر لافتیٰ نازل ہوا اور دوسرے لڑائیوں سے بھاگ گئے ۔ ۱۰ حضرت کو خداوندِ عالم نے آیتِ مباہلہ میں اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے بہت سی حدیثوں میں نفس رسولؐ فرمایا ہے بلکہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے علیؑ منی مثل رأسی من بدنی یعنی علی علیہ السلام امثل میرے سر کے ہیں میرے بدن کیلئے حضرات اہلسنت عقل اور انصاف کی روشنی میں ان مطالب کو ملاحظہ کر کے خود فیصلہ کر لیں کہ غیر معصوم کو معصوم پر بے کمال کو باکمال پر۔ مشکوک الامامت کو اجماعی الامامت پر۔ امید واروں کو قسیم جنت و نار پر۔ محتاجوں کو پروانہ دینے والے پر۔ غیروں کو راکب دوشِ رسولؐ پر۔ کفر کی گود میں پلے ہوئے کو آغوشِ رسولؐ میں پلے ہوئے پر۔ خوف کفار سے رونے والوں کو اسد اللہ پر۔ بھاگنے والوں کو ثابت قدم پر۔ امتیوں کو نفسِ رسولؐ اور رسولؐ کے سر مبارک پر فضیلت اور ترجیح دینی جائز اور مطابق عقل ہے یا نہیں۔ اگر امتی حضرت رسولؐ کے سرِ مبارک پر فضیلت اور ترجیح رکھتے ہوں تو حضرت علیؑ سے بھی افضل ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس کا پابند ہو سکتا ہے ؟

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸

ہیں کہ ہم لوگ جب اصحاب رسول اللہؐ کا شمار کیا کرتے تھے تو ابوبکر، عمر، عثمان کو ذکر کر کے چپ ہو جایا کرتے تھے پس ایک دفعہ کسی نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن پھر علیؑ کہاں ہیں تو جواب دیا کہ علیؑ اہلبیت سے ہیں اُن کا مقابل کوئی نہیں ہو سکتا وہ رسول اللہؐ کے ساتھ ہیں اُن کے درجہ میں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے الذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریاتہم پس فاطمہؑ رسول اللہؐ کیساتھ ہیں اُن کے درجہ میں اور علیؑ اُن دونوں بزرگواروں کے ساتھ ہیں (ینابیع باب ۵۶ صفحہ ۲۱۱ مودۃ ۷ بروایت ابو وائل بحوالہ مودۃ القربیٰ)

اور امام اہلسنت احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خلفاء میں ترتیب فضیلت کو اپنے باپ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ابوبکر پھر عمر پھر عثمان اور چپ ہو گئے تو میں نے کہا کہ اے پدر بزرگوار علیؑ کو کیوں چھوڑ دیا تو جواب دیا کہ وہ اہلبیتؑ سے ہیں اُن کا کوئی مقابل نہیں ہو سکتا (ینابیع باب ۵۶ صفحہ ۲۱۱ بروایت احمد بن محمد کرزری بغدادی مودۃ ۷ بحوالہ مودۃ القربیٰ) ۱۲ منہ

## حدیثیں (بطریق شیعہ) قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ

عٰ بسند حسن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ الکتاب سے حضرت علی علیہ السلام مقصود ہیں جن (کے امام برحق اور حجتِ خدا ہونے) میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے وہ پرہیزگاروں کیلئے ذریعہ ہدایت یعنی ہمارے شیعوں کیلئے (دینی احکام کو) بیان کرنیوالے ہیں سلہ عٰ عیاشی علیہ الرحمہ بسند مرسل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ سے کتاب (یعنی علم) علی علیہ السلام مقصود ہے جسکے (حق اور الہامی اور خداداد) ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے (آپ کا علم) متقین یعنی ہمارے شیعوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جو غیب پر ایمان رکھتے اور نمازیں پڑھتے ہیں اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی جو کچھ میں نے (رسولؐ و اہلبیتؑ کے ذریعہ سے) اُن کو تعلیم کیا ہے اوس کو دوسروں کو تعلیم کرتے ہیں سلہ۔ قولہ تعالیٰ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ عٰ بسند حسن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ متقی ہمارے شیعے ہیں۔ سلہ صاحب تفسیر برہان نے اس مضمون کی پانچ حدیثیں نقل کی ہیں ایک حسنہ جو ذکر کی گئی اور ایک مرسلہ اور دو معتبرہ اور ایک صحیحہ اس صحیحہ میں حضرت امیر المومنین ؑ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹)
عمرو بن عاص جیسے دشمنِ علیؑ بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ ذاتِ سلاسل سے پلٹا تو میرا گمان تھا کہ رسول اللہؐ کے نزدیک مجھ سے بڑھکر کوئی دوسرا محبوب نہ ہوگا بس میں نے حضرت سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ کس سے محبت کرتے ہیں فرمایا عائشہ سے میں نے عرض کیا کہ میں عورتوں کے متعلق نہیں سوال کرتا فرمایا اُس کے باپ سے عرض کیا اُن کے بعد کس سے۔ فرمایا حفصہ سے۔ عرض کیا عورتوں کو پوچھنا نہیں چاہتا۔ فرمایا اُس کے باپ سے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر علیؑ کیا ہیں۔ تو حضرت نے تعجب سے صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ دیکھو تو یہ میرے نفس سے سوال کر رہا ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۰ ذکر فضائلِ علیؑ قسم افعال نمبر حدیث ۳۳ ۶۰۰) اغرض حضرت کی یہ تھی کہ محبوبیت کا سوال غیروں کے متعلق کیا جاتا ہے اپنی جان کے متعلق نہیں کیا جاتا۔ اور میری جان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا نہیں لایا جا سکتا۔ ۱۲ منہ عٰ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یہ (علیؑ) حجتِ خدا ہیں اُس کی مخلوقات پر (ینابیع المودۃ ب ۵۶ صفحہ ۱۹۰ حدیث نمبر ۵۷ بروایتِ انس بحوالہ مودۃ القربیٰ) ۱۲ منہ عہ کیونکہ حضرت کی حدیثوں پر پورا پورا عمل شیعے ہی کرتے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب کے باپ قرۃ العینین صفحہ ۱۹۵ چھاپہ مجتبائی دہلی میں لکھتے ہیں کہ مشہور فرقے تین ہیں۔ حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ اور ان تینوں کے مذہب کی بنیاد فاروق (عمر) کے اجماعی مسئلے ہیں اور ان تینوں کے مذہب کی بڑی اور معتبر کتابوں میں مرتضیٰ (علی علیہ السلام) کی حدیثیں نہیں ہیں مگر تھوڑی۔ پھر صفحہ ۲۰۹ میں لکھتے ہیں کہ مالکی حنفی شافعی کے اصل مذہب کا اعتماد مسائلِ اجماعیہ فاروق پر ہے اور بجز چند مسئلوں کے یہ لوگ مرتضیٰ کی حدیثوں پر عمل نہیں کرتے ۱۲ منہ عہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں ڈرانیوالا ہوں اور علیؑ ہدایت کرنے والے۔

سلہ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۵۳ سلہ تفسیر برہان ۱۲ سلہ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۵۳ سلہ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۵۳ تفسیر برہان ۱۲

ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مقدس بیان اور تنفار ہے متقین کیلئے۔ اور وہ یعنی متقین حضرت محمدؐ اور علیؑ (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے شیعے ہیں جو ہر قسم کے کفر سے ڈرے اور اوس کو چھوڑا۔ اور مہلک گناہوں سے ڈرے اور اُن سے کنارے رہے اور خدا اور اوصیاء حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام کے رازوں کو ظاہر کرنے سے پرہیز کرتے رہے۔ اور قابلیت اور اہلیت رکھنے والوں میں اسرارِ علوم کو پھیلاتے رہے[۱]۔

**تنبیہ**۔ اِن حدیثوں میں متقین کی تفسیر جو شیعوں سے کی گئی ہے اوس کی تائید وہ حدیثیں بھی کرتی ہیں جو اس کی تفسیر میں بطریق اہلسنت ذکر کی گئیں جن میں متقی کا معنی مومن اور خدا کی اطاعت کرنے والا اور عذابِ آخرت سے ڈرنے والا۔ اور ہدایت کا معنی ذریعہ نجات ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اہلسنت مسلم کہلاتے ہیں اور شیعے مومن۔ اور ثبوت اس کا کلام سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا یعنی جو شخص ہم اہلبیتؑ پر ہتھیار اوٹھائے وہ ہم میں سے یعنی مومن نہیں ہے۔ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور بخاری و مسلم و نسائی و ابنِ ماجہ نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللهَ یعنی جس نے علیؑ کو بُرا کہا اوس نے مجھ کو بُرا کہا اور جس نے مجھ کو بُرا کہا اوس نے خدا کو بُرا کہا۔ اِس حدیث کے راوی سوا بخاری کے باقی کل صاحبانِ صحاحِ ستہ اور امام احمد ہیں۔ اور خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا (سورہ نساء آیت ۱۳۵) قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں یا منافقوں سے ہے اور مقصود یہ ہے کہ اے زبان سے ایمان لانے والو! دل سے ایمان لاؤ۔ سقیفہ کے زمانہ سے لیکر آج تک مسلمانوں نے جو سلوک اہلبیتؑ اور اُن کے دوستوں کے ساتھ کیا وہ دنیا پر روشن ہے۔ آگ۔ لکڑی۔ تلوار۔ زہر۔ بغداد کی سادات کُش دیوار

اے علیؑ تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت قبول کرنے والے ہدایت پائیں گے (ینابیع المودۃ باب ۲۶ ص ۱۹۶ حدیث نمبر ۵ بروایت ابن عباس بحوالہ مودۃ القربیٰ) ۲؎ منہ للعہ جس حدیث کے کل راوی شیعہ ہوں اور اُن کے اعتبار کی تصریح کر دی گئی ہو اُس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ اور جس کے راوی شیعہ ہوں یا سنی مگر اون کا اعتبار صراحت سے مذکور ہو نہ بے اعتباری لیکن اُن کی حدیثوں پر علماء نے عمل کیا ہو اوس حدیث کو معتبرہ کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

[۱] برہان جلد ۱ ص ۵۳ بحوالہ تفسیر امام حسن عسکری ۱۲ رضوی ۱۲ منہ [illegible]

ستر ہزار منبروں پر لعنت۔ ہتک و توہین غرض اُن کے حق میں سب کچھ جائز سمجھا گیا اور آج بھی بدسلوکیاں بدستور جاری ہیں۔ اب اہلِ انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اہلبیتِ رسولؐ پر ہتھیار اوٹھانے والے اور اُن کو بُرا کہنے والے جو درحقیقت خدا اور رسول کو بُرا کہنے والے ہیں۔ اور ایسوں کے پیرو اور اُن کی ان حرکتوں پر راضی رہنے والے اور ہاتھ اور زبان سے اُن کو مدد دینے والے یقیناً وہ نہیں ہو سکتے جو دل سے ایمان لائے ہیں۔ اور وہ نہیں ہو سکتے جو عذاب آخرت سے ڈرتے اور خدا اور رسولؐ کی پوری اطاعت کرتے ہیں بلکہ وہی ہوں گے جو صرف زبان سے ایمان لائے ہیں جنکو حضرت نے اپنی جماعت سے خارج کردیا ہے جنکے لئے نجات یقیناً نہیں ہے اور نہ اون کو عذابِ آخرت کی کوئی پروا ہے اور نہ اُس کا ڈر ہے۔

---

عہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی لوگوں میں تم لوگ بہترین امت بنائے گئے۔ اِس آیت کے اس ظاہری معنی کے لحاظ سے بے شبہ بہترین امت وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو کسی طرح کے ناجائز فعل میں نہ تو خود مبتلا ہوئے اور نہ کسی دوسرے شخص کے ناجائز فعل پر راضی رہے۔ کیونکہ حضرت سرورِ عالمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلرَّاضِیْ بِالظُّلْمِ اَحَدٌ مِّنَ الظَّلَمَۃِ یعنی ظالم کے ظلم پر راضی رہنے والا بھی ظالم ہی ہے۔ اور ابن ملجم قاتلِ حضرت علیؑ اور امیر معاویہ قاتل حضرت امام حسن علیہ السلام اور یزید قاتلِ حضرت امام حسین علیہ السلام اور عمران بن حطان! ابنِ ملجم کے فعل پر راضی رہنے والا اور اُس کی شمشیر کی تعریف کرنیوالا۔ اور پیروانِ معاویہؓ کو اس فعل میں بعوض ناراضی کے مجتہد سمجھنے والے۔ اور امام اہلسنت غزالی یزید کو بُرا کہنے سے منع کرنے والے۔ اور پیشوائے اہلسنت عبدالقادر جیلانی روزِ عاشور کو روزِ عید سمجھنے والے۔ اور اُن کے صلبی فرزند محی الدین عربی حضرت سید الشہداءؑ کو معاذاللہ خارجی اور یزید کو برحق خلیفہ ماننے والے بہترین امت میں یقیناً داخل نہیں ہو سکتے۔ اور اہلسنت میں کوئی شخص ایسا پایا نہیں جاتا جو اِن لوگوں کو اسلام سے خارج سمجھتا ہو بلکہ مسلمان بلکہ کثر مسلمان بلکہ پیشوائے مسلمین سمجھتے ہیں جو اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک مسلمان ہر وہ شخص ہے جو ظاہر زبان سے خدا اور رسولؐ کا اقرار کرتا ہو اگرچہ نفسِ رسولؐ اور فرزندِ رسولؐ کا قاتل ہو۔ انصاف یہ کہتا ہے کہ ایسے لوگ یقیناً مومن نہیں کہے جاسکتے کیونکہ متقی کا معنی حدیث میں مومن بیان کیا گیا ہے۔ اور اُس کی پہچانیں جو احادیث اہلسنت مندرجہ درمنثور سے ذکر کیگئیں ان لوگوں پر مطابق نہیں ہیں اِس لئے یہ لوگ مسلم کہے جاتے ہیں اور شیعے مومن پس اسی بنا پر لفظ متقی کے صحیح مصداق شیعے ہی ہیں۔ اسی لئے اُس کی تفسیر شیعوں کے ساتھ کی گئی ۱۲ منہ۔

لہ تفسیر سورۃ البقرۃ صـ ۲۱ - ۱۲ منہ

قولہ تعالیٰ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنی وہ پرہیز گار جو ایمان رکھتے ہیں (امام غائب یعنی حضرت قائم آلِ محمدؐ حجتِ آخر الزمان کی امامت پر حضرت آخر الزمان کی امامت پر امت کا اتفاق ہے اور بارہ خلفاء میں بارہواں خلیفہ حضرت کو بتایا ہے۔ (دیکھو تاریخ الخلفاء صـ۱۲ چھاپہ مجتبائی دہلی) اور آپ کی امامت کے متعلق کتبِ اہلسنت صحاح ستہ وغیرہ صحاح ستہ میں بھی سیکڑوں حدیثیں نقل کی گئی ہیں جو حد تواتر سے گذر گئی ہیں۔ ذکر احادیثیں چند حدیثیں بطور نمونہ کے انشاء اللہ تعالیٰ نقل کیجائینگی۔ اور امام اہلسنت ابن اثیر نہایہ میں اور راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں کہ غیب اور غائب دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی نظروں سے پوشیدہ اور امام فن لغت عبدالملک بن محمد اسمٰعیل ثعالبی سرالادب میں لکھتے ہیں کہ كُلَّمَا غَابَ عَنِ الْعُيُوْنِ وَكَانَ مُحَصَّلًا فِي الصُّدُوْرِ فَهُوَ غَيْبٌ یعنی جو چیز کہ آنکھوں سے پوشیدہ اور دلوں میں موجود ہو وہ غیب کہلاتی ہیں۔ اور چونکہ حضرت نظروں سے پوشیدہ ہیں اور آپ کی امامت اور آپ کے موجود ہونے کا اعتقاد آپ پر ایمان رکھنے والے شیعہ اور سنی کے دلوں میں ثابت اور موجود ہے اس لئے لفظِ غیب اور غائب سے آپ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور خدا نے بھی لفظِ غیب سے آپ کو مراد لیا۔

حدیثیں (بطریق شیعہ) ۱ بسند مرسل سعدان بن مسلم حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ متقی ہمارے شیعے ہیں جو غیب (امام غائبؑ) پر ایمان رکھتے ہیں۔ ۲ بسند معتبر ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کتاب خدا بیانؑ ہے ہمارے شیعوں کیلئے جو غیب (امام غائبؑ) پر ایمان رکھتے ہیں۔ ۳ بسند معتبر داؤد رقی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ یومنون بالغیب سے وہ لوگ مقصود ہیں جو اس بات پر ایمان لائیں اور اقرار کریں کہ قائم (آل محمدؐ) کا قیام (یعنی ظاہر ہونا اور امامت و ریاست و حکومت کرنا) برحق ہے۔ ۴ بسند معتبر یحییٰ بن ابی القاسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے کیا مقصود ہے تو ارشاد فرمایا کہ متقی حضرت علی علیہ السلام کے شیعے ہیں۔ اور غیب حجتِ خدا جو غائب ہیں اور شاہد اس پر

ع بیان مُبِیْن کے معنی میں ہے یعنی احکام خدا کو ظاہر کرنے والا۔ ۱۲ منہ۔

غیب امام آخر الزمان ہیں

حضرت امام آخر الزمان علیہ السلام کے متعلق حدیثیں بطریق شیعہ

کلام پروردگار ہے وَیَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَیْهِ آیَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْغَیْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا
إِنِّی مَعَکُم مِّنَ الْمُنتَظِرِینَ یعنی وہ لوگ کہیں گے کہ اُن پر کوئی نشانی اُن کے پروردگار کی
طرف سے کیوں نہیں اُتری۔ تم اُن سے کہہ دو کہ (وہ نشانی امام) غائب ہیں جو خدا کی طرف سے
ہیں پس تم لوگ اُن کے منتظر رہو میں بھی انتظار کر رہا ہوں۔

(تنبیہیں) پہلی تنبیہ۔ ایک تو اوپر ذکر کیا گیا کہ اس آیت میں بقولِ امام اہلسنت ابن اثیر
اور راغب اور ثعالبی کے غیب سے ہر وہ چیز مقصود ہے جو نظروں سے چھپی ہوئی ہو اور
دلوں میں موجود ہو۔ اور حضرت آخر الزمان علیہ السلام بھی نظروں سے پوشیدہ اور دلوں میں موجود
ہیں اس لئے اس لفظ کے معانی میں وہ بھی داخل ہیں۔ دوسرے حدیث اہلسنت ۱ کا مضمون
یہ ہے کہ غیب سے وہ چیزیں مقصود ہیں جو خدا سے بندوں تک پہونچی ہیں۔ اور حضرت کی
امامت کا ذکر بھی خدا کی طرف سے بندوں تک پہونچا ہے جو آگے ذکر کیا جائے گا۔ اور
مضمون یہ ہے کہ غیب سے مقصود کل وعدے ہیں جو خدا نے کئے ہیں۔ اور حضرت کو ظاہر کر
اور زمین اور اپنے بندوں کا مالک اور پیشوا بنانے کا اُس نے وعدہ بھی کیا ہے اسلئے
پہلی دونوں حدیثیں اپنے عموم سے حضرت پر ایمان لانے کو بتاتی ہیں اور آخری دونوں حد
ہیں چونکہ حضرت کا ذکر صراحت سے کیا گیا ہے اس لئے وہ خصوصیت کے ساتھ بتاتی ہیں

دوسری تنبیہ۔ چوتھی حدیث میں جس آیت کو معصوم نے شاہد قرار دیا ہے اگرچہ اس
لفظِ قُل کے ساتھ خطاب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سے کیا گیا ہے لیکن درحقیق
مخاطب وہ مؤمن ہیں جو حضرت کی غیبت کے زمانہ میں ہوئے اور ہیں اور ہوں گے۔ خد
اون کو حکم دے رہا ہے کہ شک رکھنے والوں سے کہو کہ آیت اللہ حضرت حجت علیہ السلام
ہیں جو غائب ہیں اُن کے ظہور کا تم بھی انتظار کرو میں بھی کر رہا ہوں۔ کیونکہ حضرت کی غیبت
یا ولادت باسعادت کے قبل کے لوگوں کا حضرت کے ظہور کا انتظار کرنا عقلاً غلط ہے
اس لئے انتظار کرنے والوں میں وہ عقلاً داخل نہیں ہو سکتے پس خطاب حضرت رسولؐ سے ہے اور مخ
دوسرے لوگ ہیں۔ اور اس قسم کی آیتیں عـه بہت ہیں جن میں سے بعض کو اکیسویں مقدمہ کے

عـه اون میں سے ایک یہ ہے وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلٰهًا آخَرَ فَتُلْقٰى فِي جَهَنَّمَ یعنی خدا کے برحق کیساتھ کسی دوسرے خدا کو نہ پکارو ورنہ جہنم میں ڈالدیئے جاؤ گے
ایک یہ ہے لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ یعنی اگر شرک کروگے تو تمہارا عمل باطل ہو جائیگا۔ ان آیتوں میں خطاب حضرت رسول سے ہے

صفحہ ۱۴۰ میں ذکر کرچکا ہوں۔

(بطریق اہلسنت) امام اہلسنت ابن حجر مکی جیسے متعصب شخص کتاب صواعق محرقہ عــہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے سوا ابوالقاسم محمد حجت خدا کے کوئی دوسرا فرزند نہیں چھوڑا۔ آپ کے پدر بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی لیکن خداوند عالم نے اوسی سن میں آپ کو علم اور حکمت عطا کیا تھا۔ آپ کا نام قائم منتظر ہے کیونکہ آپ غائب ور نظروں سے پوشیدہ ہوگئے اور معلوم نہیں کہاں تشریف لے گئے ۱؎

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی و فاطمہ (علیہما السلام) کے حق میں دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُہٗ بِکَ وَذُرِّیَّتَہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پروردگارا میں علیؑ اور اُن کی ذریت کو شیطانِ رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ اور حضرت کے دعا کی برکت ان دونوں بزرگوں کی نسل میں ظاہر ہوگئی۔ اور بعض اُن میں سے گذر چکے اور بعض آئیں گے اگرچہ وہ آنے والے صرف امام مہدی (علیہ السلام) ہوں۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ کے متعلق بشارت کی بہت سی حدیثیں دوسری فصل میں آئیں گی۔ انھیں حدیثوں میں سے ۱؎ وہ حدیث عــہ ہے جسکو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ (حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا) مہدی میری عترت سے ہوں گے اولادِ فاطمہؑ سے۔ ۲؎ اور امام احمد بن حنبل عــہ اور ابوداؤد اور ترمذی عــہ اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا ختم ہونے کو ایک دن بھی باقی رہجائیگا جب بھی خداوند عالم میری عترت سے ایک شخص کو بھیجے گا۔ جو زمین کو عدالت و انصاف سے اوسی طرح بھردیگا جس طرح ظلم سے بھری ہوئی ۳؎ اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مہدی ہم اہلبیتؑ سے ہوں گے۔ دین کی (ترویج اور تجدید) کی ابتدا ہم اہلبیتؑ سے ہوئی اور ہم ہی پر ختم ہوگی ۴؎ اور حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ

---

عــہ شیعوں کے دلوں کو جلانے والی بجلیاں۔ اِس کتاب کا نام ہی صاف بتا رہا ہے کہ ابن حجر صاحب میں مذہبی حرارت کس حد پر تھی۔ ۱۲ منہ عــہ پہلے چاروں صاحبوں کی کتابیں صحاح ستہ میں داخل ہیں ۱۲ منہ عــہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے باپ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کی مسند صحاح ستہ میں داخل ہے اور وہ دوسرے درجہ میں ہے اور ضعیف حدیثیں اُسی سے پہچانی جاتی ہیں اور اُس کی ضعیف حدیثیں متاخرین کی صحیح حدیثوں سے بہتر ہیں اور علماء فقہ و حدیث نے اوس کو پیشوا قرار دیا ہے اور فن حدیث میں وہ رکن اعظم ہے (عجالہ نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب صفحہ ۶) ۱۲ منہ

۱؎ لطریق اہلسنت صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر ... ۱۲
عــہ ترمذی صحیح ... ۱۲ منہ

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں میری امت پر اُن کے بادشاہوں کی طرف سے شدید بلائیں نازل ہونگی جنکا مثل کبھی سنا نہ ہوگا یہاں تک کہ اُن لوگوں کو پناہ کی جگہ نہ ملیگی اُس وقت خداوند عالم میری ذریت و اہلبیتؑ سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے اوسی طرح بھر دیگا جس طرح ظلم سے بھری ہو گی۔ اُس کو اہلِ زمین اور اہلِ آسمان سب کے سب دوست رکھیں گے اور آسمان بھرپور پانی برسائیگا اور زمین اوگنے والی چیزوں کو پوری طرح اوگائیگی یعنی غلّہ اور پھلوں سے بھر جائیگی۔ اور کوئی اوگنے والی چیز باقی نہ رہے گی جو نہ اُگے۔ حضرت آخرالزمان علیہ السلام ساتؑ یا آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے۔ اور حضرت کے قدومِ میمنت لزوم کی خیر و برکت کی وجہ سے مُردے تمنّا کریں گے کہ زندہ کر دیئے جاتے۔

ع۵ امام احمد بن حنبل اور ماوردی روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ تم کو مہدیؑ کی بشارت ہو وہ ایک شخص ہوں گے قریش سے میری ذریت سے۔ زمین کو انصاف سے بھر دیں گے۔ اہلِ زمین و آسمان اُن سے راضی ہوں گے۔ وہ مال برابر برابر تقسیم کریں گے اور ہر شخص کو غنی بنا دیں گے۔ انصاف اُن کا عام ہو گا۔ منادی اُن کی طرف سے محتاجوں کو پکارتا پھریگا۔ مال اس قدر دیں گے جسکو لوگ اوٹھا نہ سکیں گے۔ اور بقدرِ طاقت لیجائیں گے اور باقی کو وہیں چھوڑ دیں گے۔

ع۶ ابنِ حبان اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ کے ظہور کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ابن حجر مکی مذکورہ بالا حدیثوں کے علاوہ بہت سی روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد (جنکو ہم نے بخوفِ طوالت چھوڑ دیا ہے) تنبیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سے جو حدیثیں حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق نقل کی گئی ہیں وہ تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں اُن سب کے مضامین کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ظاہر ہوں گے اور وہ حضرت سرورِ عالمؐ کے اہلبیتؑ سے ہیں۔ اور زمین کو انصاف سے بھر دیں گے۔ اور حضرت

---

عہ حضرت کی زندگی کی تحدید قلیل زمانہ کے ساتھ اہلِ سنت ہی کی حدیثوں میں ہے جنھوں نے اہلبیت علیہم السلام سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ ورنہ میری حدیثوں میں یہ ہے کہ کل ائمہ علیہم السلام زندہ کئے جائیں گے اور ہر امام اپنی اپنی عمرِ طبعی تک زندہ رہیں گے اور دینی اور دنیاوی بادشاہت کریں گے جیسا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین یعنی میں اُن لوگوں کو اہلِ زمین کا سردار اور زمین کا مالک بناؤنگا۔ ۱۲ منہ عہ متواتر اُس خبر کو کہتے ہیں جس سے یقین حاصل ہو جائے۔ امام بزدوی اپنی کتاب اصول میں لکھتے ہیں کہ متواتر حدیث سے انکار کرنا کفر کا سبب ہے۔ اس مضمون کو میں قبل اس کے کئی جگہ لکھ آیا ہوں منجملہ اُن کے تفسیر البسملۃ ملاحظہ ہو

کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ حضرت کے پیچھے نماز پڑھینگے۔ اور دجّال کو قتل کرنے میں حضرت کی مدد کریں گے۔ اور وہ فلسطین کی زمین میں قریۂ لُد کے دروازہ پر قتل کیا جائیگا۔ اور جیسا کہ تم کو معلوم ہوا حدیثوں سے یہی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور علامہ سعدالدین تفتازانی نے جو لکھا ہے کہ حضرت مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اس کا کوئی معقول ثبوت حدیثوں میں موجود نہیں ہے [1]

ع۷ جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین باقی رہیگا یہاں تک کہ بارہ خلیفے لوگوں کے حاکم اور سردار نہیں جنکی امامت پر امت کے کل لوگ اتفاق کریں گے۔ اس کے بعد میں نے حضرت کو کچھ فرماتے ہوئے سُنا جسکو نہ سمجھا تو اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ حضرت نے فرمایا کہ وہ کل قریشی ہوں گے [2]

ع۸ **ملا سلیمان حنفی بلخی** لکھتے ہیں کہ بعض محققین (اہلسنت) نے کہا ہے کہ حضرت کا مقصود اس حدیث سے یہ ہے کہ حضرت مہدی قائم آل محمد علیہ السلام کے ظہور کے بعد بارہوں خلیفہ (ائمہ علیہم السلام) کی امامت پر امت کے کل لوگ اتفاق اور اُس کا اقرار کریں گے [3]

ع۹ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیسا اچھا حال ہو گا تمہارا جبکہ فرزند مریم (عیسیٰؑ) تمہارے درمیان میں اُتریں گے اور تمہارا امام (مہدی آخرالزمان) تمہیں میں سے ہو گا [4] ع۱۰ ابن مسعود نے ایک روایت بیان کی ہے جس کے آخر میں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں جو شخص مہدیؑ آخرالزمان کا زمانہ پائے اوس کو لازم ہے کہ اُن کی پیروی کرے اگرچہ اُس کو گھٹنوں کے بل برف پر چلنا پڑے [5]۔ ع۱۱ خلیفۂ دوم حضرت عمر کے صاحبزادے اور مشہور و مقبول محدث یعنی عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سرور عالمؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ (جب حضرت آخرالزمان علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو) ایک فرشتہ آسمان سے پکاریگا اور لوگوں کو آپ کی پیروی پر اُبھاریگا اور کہیگا کہ مہدی (آخرالزمانؑ) یہی ہیں پس تم لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی ہدایت قبول کرو [6] ع۱۲ خذیفہ یمانی ایک حدیث میں بیان کرتے

---

[1] صواعق محرقہ ب۱۱ فص۱۔ ذکر آیات فضائل اہلبیت آیت ۱۲ و ۹۹ [2] ینابیع المودۃ ب۷۷ ص۴۴۴ بحوالہ جمع الفوائد۔ ۱۲ منہ۔
[3] ینابیع المودہ ب۷۷ ص۴۴۳ - ۱۲ منہ [4] ینابیع المودہ ب۷۲ ص۴۲۳ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح۔ و باب ص۴۴۵ بسند حسن صحیح بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و فرائد السمطین علامہ حموینی ۱۲ منہ [5] ینابیع المودۃ ب۷۲ ص۴۳۳ بحوالہ سنن ابن ماجہ مو

ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ مہدیؑ کی خلافت سے آسمان اور اہل زمین اور فضا کے طیور سب کے سب راضی اور خوشنود ہوں گے اور وہ ۲۰ سال بادشاہت کریں گے سلہ ۱۳ ابو لیلیٰ نے اپنے باپ کے واسطے سے حضرت سرور عالمؐ سے ایک بڑی روایت نقل کی ہے جس میں حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے علیؑ تم اُن کینوں سے بچتے رہنا جو لوگوں کے دلوں میں ہیں جنکو وہ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ اُن پر خدا لعنت کریگا اور کل لعنت کرنے والے۔ پھر حضرتؐ روئے اور فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ لوگ علیؑ پر ظلم کریں گے اور یہ ظلم اُن کا قائم آل محمدؐ کے اوٹھ کھڑے ہونے تک باقی رہیگا۔ اُن ظالموں کا عہ آوازہ بلند ہوگا۔ میری امت اون کی محبت پر اتفاق کر لیگی۔ مخالف اُن کے کم ہوں گے۔ اُن سے نفرت کرنے والے ذلیل رہینگے۔ اُن کی تعریفیں کرنے والے زیادہ ہوں گے شہروں کی حالتیں بدل جائیں گی۔ خدا کے بندے کمزور پڑ جائیں گے۔ گنجائش نا امیدی سے بدل جائیگی اُس وقت خداوند عالم قائم مہدیؑ کو جو میری اولاد سے ہوگا ظاہر کریگا۔ وہ کھڑا ہوگا اور خدا اوس کے اور اُس کے مددگاروں کے ہاتھوں حق کو ظاہر کریگا۔ اُن کی تلواریں باطل کو مٹائینگی بعض لوگ خوشی سے اُن کی پیروی کریں گے اور بعض خوف سے۔ عہ اے لوگو! اس گنجائش پر خوش ہو جاؤ۔ خدا کا وعدہ حق ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور اُس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور وہی حکیم و خبیر ہے اور خدا کی مدد نزدیک آ پہونچی ہے سلہ ۱۴ عبداللہ بن عباس کی حدیث میں جسکو میں ظاہری تفسیر کے شروع میں لکھ آیا ہوں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے نعثل یہودی کے جواب میں گیارہ ائمہ علیہم السلام کے مبارک ناموں کو بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ حسن عسکریؑ کے بعد حجت خدا اُن کے بیٹے محمد مہدیؑ ہوں گے سلہ ۱۵ حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نجات کی کشتی پر سوار ہونا پسند کرتا ہو اور خدا کی مضبوط رسی کو پکڑنا چاہتا ہو اُسکو چاہئے

---

عہ یعنی زور اور غلبہ بڑھیگا اور شہرت زیادہ ہوگی اور پیرو بہت ہوں گے ۱۲ منہ عہ یہ خطاب حضرتؐ کا آخر زمانہ کے لوگوں سے ہے جو حضرت آخر الزمان علیہ السلام کے زمانۂ ظہور سے نزدیک ہیں ۱۲ منہ

سلہ ینابیع المودة باب ۷۳، ص ۴۶۳ بحوالہ جواہر العقدین ۱۲ منہ سلہ ینابیع المودة باب ۷۵، ص ۴۶۹ بحوالہ المناقب موفق ابن احمد خطیب خوارزم ۱۲ منہ سلہ ینابیع المودة باب ۷۶ ص ۴۶۹ بحوالہ فرائد السمطین علامہ حموینی ۱۲ منہ

کہ علیؑ سے محبت اور اُن کے دشمن سے دشمنی رکھے اور اُن کی اولاد میں سے ائمہ ہداۃ علیہم السلام کی پیروی کرے کیونکہ وہی لوگ میرے جانشین اور میرے بعد خدا کی مخلوقات میں اُس کی حجت اور میری اُمت کے سردار اور پرہیزگاروں کو بہشت میں لیجانے والے ہیں۔ اُن کا گروہ میرا گروہ ہے اور میرا گروہ خدا کا گروہ ہے۔ اور اُن کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔ سلہ

۱۶ خلیفۂ دوم حضرت عمر کے صاحبزادے جو مشہور اور مقبول محدث گذرے ہیں یعنی عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ مہدیؑ ظاہر ہونگے اور اُن کے سر پر (فضا میں) ایک فرشتہ ہوگا جو پکارتا ہوگا کہ یہی مہدی خلیفۃ اللہ ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو۔ ۱۷ بحر العلوم عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ میرے جانشین ہیں اور ان کی اولاد سے قائم منتظر مہدیؑ ہیں جو زمین کو انصاف سے اوسی طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم سے بھری ہوگی۔ قسم ہے اوسی (مقدس) ہستی کی جس نے مجھ کو برحق بشیر و نذیر بنایا کہ اُن (مہدی آخر الزمان) کی غیبت کے زمانہ میں اُن کی امامت کے اعتقاد پر باقی رہنے والے کبریت احمر یعنی اکسیر سے بھی زیادہ کم یاز یادہ قیمتی یا زیادہ پسندیدہ و مرغوب ہوں گے (ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ سنکر) جابر بن عبداللہ انصاری اوٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ کی اولاد میں سے قائم

---

ع منطقی شکل اول کے قاعدہ سے دونوں جملوں میں سے حدِ اوسط یعنی میرا گروہ کو گرا دینے سے نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا گروہ خدا کا گروہ ہے ۱۲ منہ ع بشیر بھلائیوں کی خوشخبری دینے والا نذیر۔ بُرے انجام سے ڈرانیوالا ۱۲ منہ سہ حدیث میں اَعَزُّ مِنَ الْكِبْرِيتِ الْاَحْمَرِ واقع ہوا ہے اور لفظ اَعَزّ ان تینوں معانی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے تینوں ذکر کر دیئے گئے۔ معصوم کا واقعی مقصود ان تین میں سے جو معنی ہو۔ بلکہ تینوں معانی بھی مقصود ہو سکتے ہیں اور تینوں معانی کا وجود بھی پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ تمام دنیا کے کل فرقوں کی نسبت اگر آپ کے معتقدوں کی تعداد کے مقابل میں دیکھی جائے تو معتقدین ویسے ہی کم ثابت ہوں گے جس طرح دنیا کی کل چیزوں کے مقابل میں کبریت احمر یعنی سرخ گندھک۔ یا اکسیر کا وجود کم ہے۔ اور مذہب حق پر ہونے کی وجہ سے خدا اور دوستداران و اولیاءِ خدا کی نگاہوں میں یہ لوگ زیادہ بیش قیمت اور زیادہ محبوب بھی ہیں جیسا کہ بے شمار حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر خدا کا مرتبہ پہچاننا چاہو تو نہیں پہچان سکتے۔ اگر ہم اہلبیت کا مرتبہ پہچاننا چاہو تو نہیں پہچان سکتے۔ اگر مومن کا مرتبہ پہچاننا چاہو تو نہیں پہچان سکتے پس حضرت سرورِ عالمؐ کی انتہائی فصاحت و

بلاغت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ کلام بھی ہے کہ آپ نے ایک لفظ اعز سے تین مطلب ادا فرمائے۔ ۱۲ منہ سلہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ ص ۴۳۲ بحوالہ مناقب خوارزمی و مودۃ القربیٰ ۱۲ منہ سلہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ ص ۴۳۲ بحوالہ فرائد السمطین علامہ حموینی ۔ ۱۲ منہ

علیہ السلام کے لئے غیبت بھی ہوگی۔ فرمایا قسم ہے پروردگار کی غیبت ہوگی تاکہ اُن پر ایمان لانیوالونکو
خداوندِ عالم جانچ کر اور پرکھ کر چُن لے۔ اور اُن سے برگشتہ رہنے والوں کو مٹا چھوڑے۔
پھر ارشاد فرمایا کہ اے جابر یہ (مہدی آخر الزمان) ایک امر ہوں گے امورِ خدا سے اور ایک
بھید ہوں گے خدا کے بھیدوں سے۔ دیکھو اُن کے بارے میں ہرگز شک نہ کرنا کیونکہ خدا کے
امور میں شک کرنا کفر کا سبب ہوتا ہے[۱]۔ ۱۹۔ جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی کی حدیث میں جسکو
میں ظاہری تفسیر میں عبد اللہ بن عباس کی حدیث کے بعد لکھ آیا ہوں جندل بن جنادہ یہودی
کے جواب میں گیارہ اماموں کے مبارک ناموں کو بیان فرمانے کے بعد حضرت سرورِ عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسن عسکری کے بعد اُن کے بیٹے محمد ہوں گے جو مہدی اور قائم
اور حجت (خدا) کہلائیں گے۔ وہ غائب ہوں گے پھر ظاہر ہوں گے اور زمین کو انصاف سے
اوسی طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم سے بھری ہوگی۔ خوشا بحال اُن لوگوں کے جو اُن کی محبت
پر ثابت قدم رہینگے۔ انھیں ثابت قدم رہنے والوں کی تعریف میں خداوندِ عالم نے هُدًى
لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ فرمایا ہے (یعنی قرآن ہدایت کا ذریعہ ہے اُن پرہیزگاروں
کیلئے جو امامِ غائب پر ایمان رکھتے ہیں) پھر فرمایا ہے أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ
اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (یعنی یہی لوگ خدا کے گروہ ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ خدا ہی کا گروہ (دنیا میں
حقیقت کے ساتھ اور آخرت میں نجات کے ساتھ) غالب ہوگا[۲]۔ ۲۰۔ جابر بن عبد اللہ انصاری
صحابیِ جلیل القدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص
مہدی (علیہ السلام) کے ظاہر ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص حضرت عیسیٰ کے
اُترنے سے انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص دجال کے نکلنے سے انکار کرے وہ کافر ہے[۳]۔

## حضرت آخر الزمان علیہ السلام کے متعلق چند علماء جلیل القدر اہلسنت کی رائیں

۱۔ امام اہلسنت ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ کی رائے ان حدیثوں کے ذکر سے پہلے بیان ہوگئی۔
۲۔ شیخ کامل عالم عامل خواجہ محمد پارسا الملقب شاہ نقشبند لکھتے ہیں کہ حضرت امام
حسن عسکری علیہ السلام نے حضرت ابو القاسم محمد منتظر کے سوا رجنکا نام قائم اور حجت اور مہدی اور صاحب الزمان

[۱] ینابیع المودۃ باب ۹۴ ص ۴۴۷ بحوالہ فرائد السمطین علامہ حموینی ۱۲ منہ [۲] ینابیع المودۃ باب ۷۶ ص ۴۴۷ بحوالہ فرائد السمطین علامہ حموینی ۱۲ منہ [۳] ینابیع المودۃ ۷۸ ص ۴۷۴ بحوالہ فرائد السمطین ۱۲ منہ

حضرت آخر الزمان علیہ السلام کے متعلق چند علماء جلیل القدر اہلسنت کی رائیں

ہے اور فرقۂ امامیہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں کوئی دوسرا فرزند نہیں چھوڑا۔ یہ حضرت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدۂ ماجدہ کا نام نرجس (خاتون) تھا۔ جب یہ پانچ برس کے تھے تو ان کے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا اور یہ بزرگ نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور اب تک غائب ہیں [1]۔ ۳ شیخ جلیل عبد الکریم یمانی لکھتے ہیں ؎ وَفِي يَمَنٍ أَمْنٌ يَكُونُ لِأَهْلِهَا إِلَى أَنْ تَرَى نُورَ الْهُدَى آتِيًا مُقْبِلًا + بِمِيمٍ مَجِيدٍ مِنْ سُلَالَةِ حَيْدَرٍ + وَمِنْ آلِ بَيْتِ الطَّاهِرِينَ مَنْ عَلَا + يُسَمَّى بِمَهْدِيٍّ مِنَ الْحَقِّ ظَاهِرٍ + بِسُنَّةِ خَيْرِ الْخَلْقِ يَحْكُمُ أَوَّلًا۔ یعنی (انشاء اللہ) یمن میں اُس وقت تک امن قائم رہے گا جب تک کہ نورِ ہدایت (مہدی آخر الزمان) آتے ہوئے دکھائی دیں عہ۔ بتصدق میم (مہدی) کے جو بزرگ اور نسل حیدر اور اہلبیت طاہرین سے ہیں۔ اور بتصدق اوس بلند مرتبہ بزرگ کے جنکا نام مہدی ہے جو خدا کی طرف سے ظاہر ہونگے اور سنت بہترین خلق یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مطابق (کتاب وسنت کے متروک ہو جانے اور دین اسلام کے مٹ جانے کے بعد) پہلے پہل وہی حکم دیں گے [2]۔ ۴ شیخ کبیر عبد الرحمٰن بسطامی لکھتے ہیں يَظْهَرُ مِيمُ الْمَجْدِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ عہ وَيُظْهِرُ عَدْلَ اللّٰهِ فِي النَّاسِ أَوَّلًا۔ یعنی بزرگی کے میم (یعنی مہدی علیہ السلام) جو آلِ محمد سے ہیں ظاہر ہوں گے اور (انصاف کے ناپید ہو جانے کے بعد) خدا کے انصاف کو لوگوں میں پہلے پہل وہی کریں گے [3]۔ ۵ شیخ محی الدین عربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں کہ مہدی جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے جنکی حضرت رسول اللہ صلعم نے خوشخبری دی ہے کہ خدا کے لئے ایک خلیفہ ہے جو ظاہر ہو گا اور زمین کو انصاف سے بھر دیگا۔ وہ عترت رسولؐ سے ہونگے درمیان رکن اور مقام (حضرت ابراہیمؑ) کے۔ لوگ اُن کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے۔ مال برابر تقسیم کریں گے۔ رعیت میں انصاف کریں گے۔ فیصلہ دو ٹوک کریں گے۔ دین کے مٹ جانے کے بعد ظاہر ہوں گے۔ جو شخص ایمان لانے سے انکار کریگا اوس کو قتل کریں گے۔ واقعی اور اصلی دین کو ظاہر کریں گے کہ اگر رسول اللہ صلعم زندہ ہوتے تو اوسی کے مطابق حکم کرتے۔ دنیا کے کل مذاہب کو مٹا دیں گے صرف خدا کا خالص دین باقی رہجائیگا۔ اور حضرتؑ کے دشمن

عہ یعنی وہاں امن ہمیشہ قائم رہیگا حضرتؑ کے زمانۂ ظہور تک اُنکے صدقہ میں اور ظہور کے بعد آپکے قدوم مبارک اور عدل وانصاف کی برکت سے ۱۲ منہ

عہ غالبًا یہ لفظ احمد تھا جسکو کاتب نے محمد لکھ دیا ہے کیونکہ محمد پڑھنے میں سکتہ ہوتا ہے ۱۲ منہ سہ شیخ محی الدین عربی در حقیقت (بقیہ حاشیہ ص ۴۲)

[1] ینابیع المودة ب ۷۸ ص ۴۹۱ [illegible] ۱۲ منہ
[2] [illegible] ینابیع المودة ب ۷۸ صفحہ ۴۹۲ – ۱۲ منہ
[3] ینابیع المودة ب ۷۸ صفحہ ۴۹۲ [illegible] ۱۲ منہ

مقلد علماء اجتہاد (اہلسنت) ہوں گے جو حضرت کی تلوار کے خوف سے حضرت کے حکم کو مانیں گے دا آگے چل کر لکھتے ہیں) کہ مہدی آلِ محمدؐ وہی سردار ہیں جن کی بخشش بڑے بڑے بوندوں والی بارش کی طرح لوگوں پر برس پڑیگی۔ اور یہ خلیفۂ خدا ہیں جن کی تائید خدا کرے گا۔ جانوروں کی زبانوں کو سمجھیں گے اور انصاف ان کا جن اور انسان سب میں جاری و ساری ہوگا۔[له]

۶۔ شیخ صدر الدین قونوی کہتے ہیں۔ یَقُوْمُ بِاَمْرِ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ظَاهِرًا عَلٰی رَغْمِ شَیْطَانِیْ یُحْیِی الْکُفْرِ۔ یعنی حکم خدا سے ظاہر ہو کر زمین میں اوٹھ کھڑے ہوں گے اور دو شیطان (فلان و فلان) کی ناک ملنے کیلئے کفر (ہر باطل) کو مٹا چھوڑیں گے۔[۲]

۷۔ سید عبد الوہاب شعرانی صاحب میزان کبریٰ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مہدی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ ماہ شعبان کی پندرہویں شب کو ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور وہ باقی رہیں گے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اکٹھا ہوں۔ اس امر کی خبر مجھ کو حسن عراقی نے دی تھی۔ اور اُن سے خود (حضرت) امام مہدی علیہ السلام نے فرمایا تھا جبکہ وہ اُن حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور میرے استاد علی الخواص نے اس کی تصدیق کی۔[۳]

۸۔ عبد الوہاب مذکور پھر لکھتے ہیں کہ میرے بعض مشائخ (استاد) نے کہا کہ میں نے دمشق شام میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے اور حضرت کی خدمت میں سات روز حاضر رہا ہوں۔[۴] ۹۔ شیخ عبد اللطیف حلبی کہتے ہیں کہ میرے باپ شیخ ابراہیم[ع] نے بیان کیا کہ میں نے اپنے مصری استادوں میں سے بعض استاد سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے۔[۵] ۱۰۔ شیخ جلیل عالم کامل کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ حلبی شافعی کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ولادت اُن کی سامرہ میں ہوئی تھی۔[۶]

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱)

پیران پیر و دستگیر۔ غوث اعظم شیخ عبد القادر صاحب جیلانی کے فرزند ہیں جنکو اونھوں نے اپنے صلب سے نکال کر ان کے باپ کے صلب میں ڈال دیا تھا اسی وجہ سے پیران پیر نے عاشورہ کے دن عید منانے کا حکم دیا ہے اور ان کے فرزند محی الدین عربی حضرت امام حسین علیہ السلام کو معاذ اللہ، خارجی۔ اور یزید کو خلیفہ اور اُس کی تلوار کو رسول اللہؐ کی تلوار سمجھتے تھے اور حضرت کو اپنے جد کی تلوار سے مقتول۔ ۱۲ منہ۔ ع۔ شیخ ابراہیم حلب کے مشائخ میں بہت جلیل القدر تھے (ینابیع ص ...)

[۴] خزینۃ الاصفیاء جلد ۱ ص ۱۱۳ - ۱۲ منہ۔

[له] ینابیع المودۃ پ ۷۸ ص ۴۹۰ ... ینابیع المودۃ ... بحوالہ ... ۱۲ منہ

[۶] ینابیع المودۃ ب ۸۶ ص ۳۹۲ بحوالہ مطالب السئول ۱۲ منہ

۱۱ شیخ کبیر صلاح الدین صفدی کہتے ہیں کہ مہدی موعود علیہ السلام وہی بارہویں امام ہیں ائمہ اثنا عشر میں سے جن میں سے پہلے حضرت علی علیہ السلام ہیں اور بارہویں مہدی علیہ السلام ہیں۔[1] ۱۲ محدث فقیہ نورالدین علی بن محمد مالکی کہتے ہیں کہ مہدی موعود علیہ السلام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔[2] ۱۳ محدث فقیہ محمد بن یوسف گنجی شافعی کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام فرزند حضرت حسن عسکری علیہ السلام زندہ اور موجود اور اپنی غیبت کے زمانہ سے اس وقت تک باقی ہیں اور اُن کا باقی رہنا محال نہیں ہے۔ کیونکہ عیسیٰؑ اور خضرؑ اور الیاسؑ بھی تو باقی ہیں۔[3]

میں عرض کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا علماء کے علاوہ بہت سے علماء کا کلام اور اُن کے اشعار حضرت آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق صاحب ینابیع المودۃ نے نقل کئے ہیں جنکو میں نے بخوفِ طوالت چھوڑ دیا۔ اور جس قدر حدیثیں میں نے ذکر کی ہیں اُن کے علاوہ حدیثیں بھی کتب اہلسنت میں بہت ہیں۔[4] اگر سب لکھی جائیں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ میں نے مشتے از خروار ے از ہزار! صرف تین امروں کو دکھانے کیلئے نقل کیا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت کی امامت پر فریقین کا اتفاق ہے اور حضرت کے موجود ہونے کا علماءِ اہلسنت کو بھی اقرار ہے بلکہ کچھ لوگ جیسے امام اہلسنت عبدالوہاب شعرانی اور شیخ جلیل القدر شیخ ابراہیم کے بعض اساتذہ غیبت کبریٰ میں حضرت کی زیارت سے مشرف بھی ہوئے ہیں اور حضرت کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی ہے۔ دوسرے یہ کہ کلام پروردگار یومنون بالغیب میں غیب سے مقصود آپ ہی ہیں۔ اور خداوند جلیل آپ ہی کی امامت پر ایمان رکھنے والوں کی تعریف کر رہا ہے جیساکہ حدیث نمبر ۱۸ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا۔ تیسرے یہ کہ آپ کے بارے میں شک کرنا کفر کا سبب ہے۔ یہاں تک کہ حضرت کی پیدائش سے پہلے جو لوگ تھے اُن کو بھی شک کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے جیساکہ حدیث نمبر ۱۷ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے جابر انصاری

---

[1] ینابیع المودۃ ۸۶ب صفحہ ۳۹۳ بحوالہ شرح دائرہ ۱۲ منہ [2] ینابیع المودۃ ۸۶ب صفحہ ۳۹۳ بحوالہ فصول المہمہ ۱۲ منہ [3] ینابیع المودۃ ۸۶ب صفحہ ۳۹۳ بحوالہ کتاب البیان ۔ ۱۲ منہ [4] محدث علامہ سید ہاشم بحرینی علیہ الرحمہ نے ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ حدیثیں کتب اہلسنت سے غایۃ المرام کے آخر میں ذکر کی ہیں۔ ۱۲ منہ

کو منع فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگلے لوگوں پر یہ اعتقاد واجب تھا کہ حضرت آخر الزمان علیہ السلام حجت خدا اور اسرار پروردگار سے ایک راز (بھید) اور بارہویں امام اور غائب اور غیبت طویل کے بعد ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اور دین خدا کو مٹنے کے بعد تازہ کریں گے اور خدا کے اصلی اور واقعی دین اور احکام کو لوگوں میں جاری فرمائیں گے جنکو خود غرضوں نے نیست و نابود کر دیا تھا اور کل باطل دینوں کو مٹا کر پوری روئے زمین میں ایک دین اور ایک مذہب کو جسکو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ لیکر آئے تھے رواج دیں گے۔ رُوحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعَالَمِیْنَ فِدَاہُ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہٗ وَسَھِّلْ مَخْرَجَہٗ۔ والسلام

قولہ تعالیٰ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی امام غائب پر ایمان رکھنے والے حضرت علی بن ابی طالب اور اُن کی اولاد سے ائمہ طاہرین کی ہمیشہ پیروی کرتے اور مال اور بدن اور قوت اور عزت اور علم جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُسکو میری راہ میں صرف کرتے ہیں۔ یقیمون فعل مضارع ہے باب افعال سے اور مصدر اس کا اقامت ہے اور علماء علم لغت نے اقامت کا معنی ادامت لکھا ہے یعنی ہمیشہ رکھنا یا کرنا یا باقی رہنا۔ مقام استعمال سے جو معنی مناسبت رکھتا ہو بعض نے صرف اسی قدر لکھا ہے اور بعض نے لفظ صلوٰۃ کی مناسبت سے فعل کی قید بڑھا کر اِدَامَۃُ الْفِعْلِ لکھا ہے یعنی ہمیشہ کرتے رہنا جیسے فیومی لکھتے ہیں اَقَامَ الصَّلٰوۃَ اَدَامَہَا یعنی ہمیشہ پڑھتا رہے۔ اور لفظ صلوٰۃ کا لغوی اور اصلی معنی دعا ہے۔ اور دعا کا معنی پکارنا اور بلانا ہے۔ اور اس لفظ کو خداوند عالم نے لغوی معنی سے نکال کر نماز میں اس مناسبت سے استعمال کیا ہے کہ اُس میں دعا بھی داخل ہے خواہ یہ استعمال نقل کے طور پر ہو یا مجاز کے طور پر۔ اور اہلبیت عصمت و طہارت کو خداوند عالم نے بہت سی آیتوں میں حبل المتین اور عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسی) اور صراط اور سبیل (خدا تک پہونچنے کی راہ) اور نعیم (نعمت) اور نور اور کلمہ تقویٰ (مجسم ایمان بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ) اور بحرین دو دریا (علیؑ و فاطمہؑ) اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ (یاد رکھنے والا کان) غیب (امام غائب) ہدٰے (مجسم ہدایت) کتاب مبین وغیرہ سے مراد لیا ہے۔ اور اہلسنت کی معتبر کتابوں میں بہت سی

صلوٰۃ و زکوٰۃ سے مقصود معصومین علیہم السلام ہیں

عہ جیسے لویس میسانی نے منجد میں اور محمد بن یعقوب نے قاموس میں اور فیومی نے مصباح المنیر میں اور شیخ طریحی علیہ الرحمہ نے مجمع البحرین میں۔ ۱۲ منہ۔

حدیثیں اس پر شاہد ہیں (ملاحظہ ہو کتاب ینابیع المودۃ باب ۳۵ تا ۴۰ ص ۸۹ تا ۹۹ و کتاب صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ص ۹۷ تا ۹۹ و کتاب مودۃ القربیٰ وغیرہ) پس لفظ صلوٰۃ شرعی معنی کے اعتبار سے اسم اور خاص خاص ارکان کا نام ہوگا۔ اور لغوی معنی کے لحاظ سے مصدر اور مصدر کا استعمال ذات میں کثرت سے جاری ہے جیسے باتفاق فریقین ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ میں هدٰی کو کتاب کی خبر قرار دینے کی صورت میں لفظ هدٰی یا تو اپنے مصدری معنی پر باقی رہکر بطور مبالغہ کے کتاب پر بولا گیا ہے اور اُس سے کتاب کا مجسم ہدایت ہونا مراد لیا گیا ہے یا فاعل یعنی ہادی کے معنی میں لیکن (خواہ کتاب سے قرآن مقصود ہو یا حضرت علی علیہ السلام) اور خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی نماز منع کرتی ہے ناجائز لذت پرستیوں اور دل آزاریوں سے۔ اور ظاہر ہے کہ بے زبان نماز منع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی۔ اور بہت سی حدیثوں سے جو عنقریب ذکر کیجائینگی صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صلوٰۃ سے ائمہ طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام مقصود ہیں پس بدیوں سے منع کرنے والے اور بھلائیوں کی طرف بلانے والے درحقیقت یہی انوار مقدسہ ہیں۔ کیونکہ قرآن ناطق اور بولنے والی کتاب یہی حضرات ہیں جیساکہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جنگ صفین میں ارشاد فرمایا تھا کہ اَنَا الْقُرْاٰنُ النَّاطِقُ یعنی بولنے والا قرآن میں ہوں[1]۔ اور لفظ صلوٰۃ بمعنی دعا یا تو اپنے مصدری معنی پر باقی رہ کر بطور مبالغہ کے اُن حضرات پر بولا گیا ہے یعنی چونکہ راہ خدا پر لگانے اور خدا کی طرف بلانے میں اُن حضرات کی کوششیں اعلیٰ درجہ پر پہونچی ہوئی ہیں اسلئے گویا مجسم دعا و طلب ہو گئے ہیں۔ یا لفظ صلوٰۃ جو مصدر ہے اسم فاعل یعنی داعی (بلانے والے) کے معنی میں لیکر۔ چنانچہ دوسری آیت میں خداوند عالم نے یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ فرمایا ہے یعنی اس دن سب پیروی کریں گے داعی یعنی خدا کی طرف بلانے والے (علی ابن ابی طالب) کی جن میں بالکل کجی نہیں ہے[2]

---

[1] ملاحظہ ہو بائیسویں مقدمہ کا ص ۱۴۴۔ ۱۲ منہ [2] مقدمہ تفسیر مرآۃ الانوار مصنفہ مولانا ابوالحسن شریف عاملی نجفی جد صاحب جواہر الکلام لغت دعوۃ ص ۱۵۱۔ واضح رہے کہ اس کے قبل جو اس مقدمہ کے مصنف کا نام عبداللطیف گازرانی لکھا گیا وہ غلط ہے کاتب کی غلطی سے لکھدیا۔ بعد تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اسکی نسبت عبداللطیف کی طرف غلط ہے۔ اس مطلب کی طرف عزیزم مولوی محمد مصطفےٰ صاحب سلمہ نے مستدرک کے حاشیہ میں دیکھ کر مجھے متوجہ کیا۔ مومنین عبداللطیف کو کاٹ کر ابوالحسن بنالیں ۱۲ منہ [3] حضرت امام موسیٰ کاظم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو فرمایا کہ داعی سے مقصود حضرت علی علیہ السلام ہیں (تفسیر برہان سورۂ طٰہٰ

اور اکثر حدیثوں اور زیارتوں میں بھی لفظ داعی اور دعاۃ[ع] (جمع داعی) سے یہ حضرات مراد لئے گئے ہیں۔ اور لفظ صلوٰۃ وغیرہ کی تفسیر میں جو حدیثیں اہلبیت عصمت وطہارت سے نقل کی گئی ہیں وہ تین طرح کی ہیں۔ چند حدیثوں میں امامت اور ولایت ائمہ کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے اور چند میں حضرت علی اور باقی ائمہ طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ۔ اور چند حدیثوں میں شرعی معانی کے ساتھ۔ اور لفظ اصل اُن کے پہلے پوشیدہ مانا گیا ہے۔ پہلی تفسیر کی بنا پر یقیمون الصلوٰۃ کا معنی یہ ہوگا کہ جو مومنین غیب پر ایمان رکھتے اور میرے نزدیک ممدوح ہیں اُن کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اعتقاد و اقرار امامت ائمہ طاہرین علیہم السلام پر ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ اور دوسری تفسیر کی بنا پر معنی اوس کا یہ ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی پیروی ہمیشہ اور ہر فعل میں کرتے ہیں۔ اور تیسری تفسیر کی بنا پر معنی یہ ہوگا کہ اہلبیت عصمت وطہارت جو کل عبادتوں اور ہر خیر و بھلائی کی بیخ و بنیاد اور جڑ ہیں متقین اُن کی امامت اور ولایت کے اعتقاد و اقرار اور اُن کے حکموں کی پیروی پر ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ اور بعوض لفظ دعا کے خداوند عالم نے اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے لفظ صلوٰۃ اسلئے اختیار کیا تاکہ ایک لفظ سے اصول دین اور فروع دین دونوں ادا ہو جائیں۔ اور اُس کے اصلی اور لغوی معنی یعنی دعا سے اصول دین کا وہ جزو (یعنی امامت) جو باوجود شرط نجات و رکن ایمان ہونے کے اسلام میں خفیف سمجھا گیا۔ اور نقلی اور مجازی معنی سے فروع دین کی وہ فرد (یعنی نماز) جو باوجود رکن دین ہونے کے اس طرح مٹائی گئی کہ نہ اُس کی کوئی شرط سلامت رکھی گئی نہ جزو۔ شراب اور ہندو کے نجس پانی سے وضو جائز سمجھا گیا۔ کتّے کی کھال کا کپڑا تجویز کیا گیا۔ اوس کا ایک چوتھائی نجاست سے بھر دینا بے عیب مانا گیا۔ مزبلہ (گھور) پر کھڑے ہو کر پڑھنا کافی ٹھہرایا گیا۔ سورہ کی جگہ پر دو برگ سبز کافی قرار دیا گیا۔ اور رکوع اور سجدہ کوّوں کے چونچ مارنے کی طرح بجالانا صحیح بتایا گیا۔ اور تشہد کے بعد سلام کی جگہ پر جان بوجھ کر حدث صادر کر دینا نماز کو ختم کرنے والا اور درجۂ قبولیت پر پہونچانے والا۔

---

ع جیسے اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّاعِيْ اِلَى اللّٰهِ اور اَشْهَدُ اَنَّكُمُ الدُّعَاةُ اِلَى اللّٰهِ اور اَنْتُمُ الْاَئِمَّةُ الدُّعَاةُ اور بصائر الدرجات میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جَعَلَ اللّٰهُ الْاَئِمَّةَ الدُّعَاةَ اِلَى التَّقْوٰى یعنی خدا نے ائمہ کو تقوی کی طرف بلانے والا قرار دیا ہے (مقدمہ مرآۃ الانوار لغت دعوۃ) ۱۲ منہ

(ملاحظہ ہو قصہ مباحثہ قفال مروزی کتاب مغیث الخلق امام الحرمین میں) اسی[1] کے عوض یدیمون کے یقیمون اس واسطے لایا گیا تاکہ اپنے مشہور معانی سے نماز برپا کرنے کو ظاہر کرے اور دوسرے معنی یعنی یدیمون سے اعتقادِ امامت پر ہمیشہ باقی رہنے کو اور جس طرح اُن حضرات پر لفظ صلوٰۃ بولنے کی توجیہ کی گئی وہی توجیہ دوسرے الفاظِ عبادات میں بھی جاری ہوسکتی ہے جیسے لفظ زکوٰۃ جسکا معنی لغت میں طہارت اور پاکی ہے یا تو اوس کو مصدری معنی پر باقی رکھ کر مبالغہ کے طور پر اُن حضرات پر بولیں کیونکہ ان کی ظاہری اور باطنی طہارت اعلیٰ درجہ تک پہونچی ہوئی تھی جسکی حفاظت کرنے اور باقی رکھنے کا وعدہ خداوند عالم نے آیتِ تطہیر میں کیا ہے اور اس طہارت کے مخالفین بھی مقر ہیں[2]۔ یا لفظِ زکوٰۃ کو جو مصدر ہے اسمِ فاعل یعنی مُزکّی (پاک کرنے والا) کے معنی میں لیکر بولیں کیونکہ بندگانِ خدا کو اپنی حقیقی تعلیمی کوششوں سے کفر اور معصیت کی گندگیوں سے پاک کردیا کرتے تھے حضرت ابوبکر[3] کے عامل نے مالک بن نویرہ سے جب زکوٰۃ طلب کیا تو اونھوں نے جواب دیا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (یعنی ان کے مال کا صدقہ (زکوٰۃ) لیکر ان کو پاک کردو۔ میں ابوبکر کو نہ دوں گا کیونکہ غیر رسول[4] پاک نہیں کرسکتا[5] اور اپنے قبیلہ کے صدقات کو واپس کرکے یہ دو شعر پڑھے ؎

فَقُلْتُ خُذُوا اَمْوَالَكُمْ غَيْرَ خَائِفٍ … وَلَا نَاظِرٍ فِيْمَا يَجِيْئُ مِنَ الْغَدِ
فَاِنْ قَامَ بِالدِّيْنِ الْمُحَقَّقِ قَائِمٌ … اَطَعْنَا وَقُلْنَا الدِّيْنُ[6] دِيْنُ مُحَمَّدٍ

یعنی میں نے قبیلہ والوں سے کہا کہ تم لوگ اپنا اپنا مال بےخوف و ہراس لیجاؤ اور اس کو نہ دیکھو کہ حضرت ابوبکر کی طرف سے کل تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا۔ پس اگر اس سچے دین کا پیرو کوئی پیشوا کھڑا ہوا تو اوس کی پیروی کرلیں گے۔ اور اقرار کریں گے کہ بیشک اس کا دین محمدؐ کا دین ہے۔ اس بیان سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک[1] یہ کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ لوگوں کو گناہوں سے پاک کردیا کرتے تھے۔ دوسرے[2] یہ کہ مالک بن

---

[1] اور تاریخ ابن خلکان جلد ۲ حرف میم ذکر سلطان محمود سبکتگین اور حیاۃ الحیوان لغت قمری میں ۱۲ منہ [2] ملاحظہ ہو اکیسواں مقدمہ صفحہ ۱۲۱ تا ۱۴۰ - ۱۲ منہ [3] تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۹۶ مسئلہ ثانیہ - ۱۲ منہ [4] مدارج النبوۃ و اصابہ حال مالک [5] ۱۲
[6] الدین یعنی دینہ (انکا دین) الدین کا الف لام دینہ کی ضمیر کے عوض میں ہے (مغنی اللبیب) ۱۲ منہ

نویرہ نے جو صاحب زبان اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے زکوۃ وصول
کرنے پر مقرر رہتے حضرت کے قائم مقام کی پیروی کرنے اور اُن کو زکوۃ دینے کا اظہار واقرار
کیا اور مثل حضرت رسولؐ کے اُن کو بھی مُطہر ومُزکی یعنی پاک کرنے والا سمجھا۔ تیسرےؑ یہ کہ اُنھوں نے
اس بات کو ظاہر کیا کہ غیر معصوم (حضرت ابوبکر) مُطہر اور مُزکی نہیں ہو سکتے۔ ان تینوں نمبروں کا
حاصل یہ ہے کہ معصوم ہی مطہر ومزکی ہو سکتے ہیں۔ اس واسطے لفظِ زکوۃ کے مصداق
وہی ہو سکتے ہیں۔ اُن کے غیر میں اس کی قابلیت نہیں ہے۔ اور جیسے لفظِ حج اسکے
معانی جو اس مقام سے مناسبت رکھتے ہیں تین ذکر کئے ہیں۔ ایکؑ اپنی دلیلوں سے غالب آنا
دوسرےؑ قصد کرنا۔ تیسرےؑ کسی کی زیارت کے لئے زیادہ آنا جانا۔ آخری دونوں معانی
کا حاصل قریب ایک ہی ہے کیونکہ کسی کی زیارت یا ملاقات کو جانا اُس کا قصد ہی
کرنا ہے۔ اس لئے معانی اس کے درحقیقت دو ہی ہوئے۔ اور جو لوگ اُن حضرات کی
حالتوں سے آگاہی رکھتے ہیں اُن پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اُن کے بڑے تو بڑے ہی تھے اُن کے
بچے بھی مباحثہ میں بڈھوں پر ہمیشہ غالب آتے رہے ہیںؑ۔ بلکہ انھیں انوار مقدسہ کے مبارک اور
پاک دامنوں سے متوسل ہونے کی برکتوں سے جاہل شیعے بھی مذہبی مباحثہ میں اپنے مقابل پر
ہمیشہ غالب ہی رہے۔ اسی طرح ان حضرات کا بارگاہ پروردگار کی طرف قصد اور پورا دھیان

ل مثال کے طور پر ملاحظہ ہو اکیسواں مقدمہ صفحہ ۱۳۲ کے حاشیہ نمبر ۱ میں مباحثہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا۔ امام اعظم
اہلسنت ابو حنیفہ صاحب کے ساتھ اور بائیسواں مقدمہ صفحہ ۱۶۱ میں معجزہ اور مباحثہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا اعاظم علمائے اہلسنت
کے ساتھ اور تفسیر سورۃ الحمد صفحہ ۱۷ میں مباحثہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قدریہ کے ساتھ۔ ۱۲ منہ

ع لطیف حکایتیں مصنفہ میر سید علی صاحب بنارسی جو ایک معمولی اردو داں شخص ہیں اُن سے ایک جماعت اہلسنت نے باتوں بات
میں کہا کہ آپ لوگ خلفائے نامدار کو بد اخلاق کہتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط اور محالات سے ہے کیونکہ حضرت سرور عالمؐ کے انفاس
قدسیہ وصحبت کی برکت سے کسی کا محروم رہنا اور آپ کے اخلاقِ کریمہ کا اثر نہ پڑنا ناممکن ہے۔ جواب دیا کہ بیشک حضرت کے انفاس
قدسیہ میں قوتِ تاثیر کا اعلیٰ پیمانہ پر ہونا ہر مسلمان کا عقیدہ اور واقع کے مطابق ہے لیکن اثر لینے والے میں بھی اثر لینے کی
قابلیت ہونی ضروری چیز ہے۔ کسی کے اثر نہ لینے سے حضرت کے انفاس قدسیہ کی تاثیر میں کمی ثابت نہیں ہو سکتی۔ تل
پھولوں سے باس لے لیتا ہے اور سرسوں میں اس قابلیت کے نہ ہونے سے پھولوں کی تاثیر ناقص نہیں کہی
جا سکتی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے لیکن انڈے میں ایک گھوڑا کے اُتر آنے کی قابلیت نہ ہونی خدا کی قدرت میں
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۹۹)

اور عبادتوں میں اعلیٰ سعی اور کوشش اور کامل توجہ دنیا پر پوشیدہ نہیں ہے [1]۔ اس واسطے حج بمعنی مصدری ان پر مبالغہ کے طور پر بولا گیا ہے یا حج بمعنی حاج اسم فاعل (یعنی قصد و توجہ کرنیوالا) قرار دے کر ان کے علاوہ دوسرے الفاظ کو بھی انہیں پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

دوسری توجیہ مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ اس لفظ کو ان حضرات پر بولنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نمازیں کامل ہوا کرتی تھیں اور سوا حضرت سرور عالم اور امیر المومنین اور ائمہ طاہرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی دوسرے شخص سے کامل نمازیں واقع نہیں ہوئیں اور اُن کی نمازوں کے آثار (یعنی برائیوں سے بچنا۔ اعلیٰ مرتبہ حاصل ہونا۔ وغیرہ) جو آیتوں اور حدیثوں میں مذکور ہیں جیسے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ۔ اور اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ انہیں پر ظاہر ہوئے اس لئے گویا یہ حضرات خود نماز ہو گئے تھے۔ علاوہ اس کے چونکہ نمازوں کے صحیح اور قبول ہونے میں ان حضرات کی امامت کا اعتقاد شرط ہے اور اُن کی طرف بلانے والے اور اُن کو تعلیم کرنے والے بھی یہی حضرات ہیں اس لئے (بطور مبالغہ کے) لفظ صلوٰۃ خود ان حضرات پر بولا گیا [2]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) نقص کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ۲ے چھپرہ کا ایک جاہل قصاب شیعہ ہو گیا۔ اس کا باپ اُس کو پلٹا دینے کی کوشش کر کے تھک گیا۔ آخر میں ایک مولوی صاحب کو بحث کیلئے تیار کیا۔ مولوی صاحب نے گفتگو شروع کی اُس لڑکے نے کہا کہ میں صرف ایک بات کا جواب چاہتا ہوں وہ یہ کہ کیا یہ واقعہ صحیح ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے مدائن میں انتقال کیا اور حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے بمعجزہ تشریف لائے اور اُن کو دفن کیا؟ جواب دیا ہاں صحیح ہے۔ کہا یہ صحیح ہے کہ حضرت عثمان خلیفۂ رسولؐ اور دامادِ رسولؐ تھے؟ جواب دیا ہاں صحیح ہے۔ کہا پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی نعش تین دن پڑی رہی اور حضرت علی علیہ السلام مدینہ میں موجود تھے اور اپنے ہم زلف (ساڑھو) اور خلیفۂ رسولؐ کو دفن نہ کیا۔ کیا حضرت عثمان مسلمان نہ تھے یا حضرت علی علیہ السلام جن کی عصمت پر خداوند عالم نے آیت تطہیر میں گواہی دی ہے گنہگار تھے آپ دونوں باتوں میں سے کس کو اختیار کرتے ہیں۔ مولوی صاحب اُس کے باپ سے کہنے لگے کہ تیرا بیٹا بڑا کافر ہو گیا ہے یہ سیدھا نہیں ہو سکتا، اہلسنت کا آخری جواب ایسا ہی ہوا کرتا ہے ۱۲

[1] ملاحظہ ہو بائیسواں مقدمہ صفحہ ۱۵۹ تا ۱۷۰۔ ۱۲ منہ [2] مقدمہ تفسیر مرآۃ الانوار صفحہ ۲۱۶ لغت صلوٰۃ ۔ ۱۲ منہ

(حدیثیں بطریق شیعہ) ۱؎ بسند حسن بلکہ صحیح شیخ الطائفہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے داؤد بن کثیر سے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد ہم لوگ صلوٰۃ ہیں جو کتاب خدا میں مذکور ہے اور ہم لوگ زکوٰۃ ہیں اور ہم لوگ صیام (روزہ) ہیں اور ہم لوگ حج ہیں اور ہم لوگ شہر حرام ہیں اور ہم لوگ بلدِ حرام ہیں اور ہم لوگ کعبۃ اللہ ہیں ہم لوگ قبلۃ اللہ ہیں اور ہم لوگ وجہ اللہ ہیں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (یعنی جس طرف رُخ کرو اوسی طرف وجہ اللہ ہے) اور ہم لوگ آیات ہیں اور ہم لوگ بیّنات ہیں۔ اور دشمن ہمارے کتاب خدا میں فحشاء عـــہ منکر۔ بغی۔ خمر۔ میسر۔ انصاب۔ ازلام۔ اصنام۔ اوثان۔ جبت۔ طاغوت۔ میتہ۔ دم۔ لحم خنزیر۔ سے تعبیر کئے گئے ہیں۔ اے داؤد خدا نے ہم لوگوں کو بزرگ پیدا کیا۔ اور فضیلت دی اور (اپنے دین کا) امین اور محافظ اور آسمان و زمین کی چیزوں کا خزانچی بنایا۔ اور اپنی کتاب میں ہم لوگوں کا نام ذکر کیا۔ اور اچھے اور پسندیدہ الفاظ (صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ) سے ہم لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ہمارے دشمنوں کو اپنی کتاب میں بُرے اور مبغوض ترین الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ ۲؎ بسند حسن بنا بر مشہور کے اور صحیح بنا بر میری تحقیق کے شیخ الطائفہ علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ ہر خیر (بھلائی) کی جڑ ہیں اور کل بھلائیاں ہماری شاخیں ہیں اور بھلائیوں میں سے توحید ہے اور نماز اور روزہ اور غصہ روکنا اور قصور واروں کو بخشدینا اور فقیروں پر مہربانی کرنا اور ہمسایہ والوں کی خبر گیری کرنا اور فضیلت والوں کی بزرگی کا اقرار کرنا۔ اور دشمن ہمارے ہر بُرائی کی جڑ ہیں اور کل بُرائیاں اُن کی شاخیں ہیں۔ او نھیں بُرائیوں میں سے جھوٹھ بولنا

لہ مقدمہ مرآۃ الانوار ص۲۴۲ لغت صلوٰۃ و بحار الانوار جلد ۷ ص۱۱۲ باب انہم الصلوٰۃ۔ ۱۲ منہ۔

عـــہ "فحشاء"۔ ناجائز لذتیں حاصل کرنی "منکر"۔ ناجائز تکلیف پہونچانی۔ "بغی"۔ ناجائز طرفداری کرنی "خمر"۔ شراب "میسر" جوا۔ "انصاب"۔ جو جانور بتوں کے نام سے ذبح کیا جائے۔ "ازلام"۔ شطرنج و گنجفہ وغیرہ۔ "اصنام" پتھر وغیرہ کے مجسم بت۔ "اوثان" بتوں کی تصویریں۔ اور ایک قول ہے کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی مجسم بت۔ "جبت" اور "طاغوت" دونوں سے کبھی بت مراد لئے جاتے ہیں اور کبھی شیاطین جو نجومیوں کو ہونے والی باتوں سے آگاہ کیا کرتے اور کبھی خود نجومی جو پیشنگوئیاں کیا کرتے تھے۔ "میتہ" مُردہ۔ "دم"۔ خون۔ "لحم خنزیر"۔ سور کا گوشت۔ ان تینوں لفظوں سے دشمنوں کے نجس العین اور قابلِ نفرت ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ ۱۲ منہ۔

ہے۔ اور چغل خوری کرنا اور بخالت کرنا۔ اور عزیزوں کے حقوق ادا نہ کرنا۔ اور سود کھانا اور یتیموں کا مال کھانا بغیر حق کے۔ اور (ہر چیز کیلئے) جو حدیں خدا نے قرار دی ہیں اُن کے خلاف کرنا۔ اور فحش یعنی بہت بُری باتوں کو ظاہر بظاہر یا چھپ کر اختیار کرنا۔ جیسے زنا اور چوری اور جو چیزیں اس کی مثل ہیں بُرائی میں۔ اور وہ شخص جھوٹا ہے جو ہم لوگوں کی پیروی کا دعوٰی کرتا ہے اور ہمارے غیروں (دشمنوں) کی شاخوں (برائیوں) سے لپٹا ہوا ہے

۳ سلمانِ فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کلامِ پروردگار اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ؏ میں صبر سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ مقصود ہیں اور صلوٰۃ سے میری امامت کا اعتقاد رکھنا۔ اسی وجہ سے خداوندِ عالم نے انہما (یعنی صبر و صلوٰۃ دونوں) نہیں فرمایا بلکہ انہا (یعنی صلوٰۃ یعنی امامت) فرمایا ہے کیونکہ میری امامت ہی وہ چیز ہے جو خاشعوں کے سوا دوسروں کو ناگوار اور اُن پر اس کا اعتقاد گراں اور جبر ہے۔ اور خاشعون ہمارے شیعے ہیں جو بصیرت رکھتے (اور میری امامت کو خوشی سے قبول اور اُس کا اعتقاد کرتے) ہیں ؏

۴ ابو حمزہ ثمالی اور جابر انصاری حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ کلامِ پروردگار وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کی تفسیر میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت علی (علیہ السلام) کی امامت کے اعتقاد کو جب تک میں حکم نہ دوں (مخالفوں پر) ظاہر نہ کرو اور نہ اُن چیزوں کو ظاہر کرو جن سے

---

؏ مدد چاہو صبر (حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ) اور صلوٰۃ (ولایت حضرت علی علیہ السلام) سے اور یہ ولایت و امامت سوا خاشعوں (یعنی شیعوں) کے دوسروں پر بہت شاق اور گراں اور طبیعتوں کو بہت ناگوار ہے میں عرض کرتا ہوں کہ خداوندِ عالم نے ہم لوگوں کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے مدد چاہنے کا اس واسطے حکم دیا ہے کہ حضرت سرورِ عالمؐ کی نبوت اور حضرت امیرؑ کی ولایت کی برکت سے ہر طرح کا رنج وغم دفع ہو جاتا ہے۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ۔ غالباً جنگِ احد میں نازل ہوا۔ (مدارج النبوۃ ص۱۵۳ ذکر قصہ حضرت علیؑ) اور ان دونوں شعروں میں سے پہلا ارشاد دوسرا شعر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ہر رنج وغم بہت جلد دور ہو جائیگا اے محمدؐ تمہاری نبوت کی برکت سے اور علیؑ تمہاری ولایت کی برکت سے ۱۲ منہ عہ علیؑ کی امامت اور نہ دے

اہلبیتؑ کی معرفت کو نجات کیلئے کافی اور عبادتِ خدا کو غیر ضروری سمجھنا کفر ہے۔

میں نے تم کو عزت دی ہے (یعنی دوسرے عقائد جیسے عدالت خدا وغیرہ) اور نہ اپنے عقائدِ حقہ کو حضرت علی علیہ السلام سے چھپاؤ بلکہ اُن کی امامت کا اعتقاد اور دوسرے عقائدِ حقہ کو اُن پر ظاہر کر دو۔ [۱] ۵ عیاشیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کلامِ پروردگار حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطٰى کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ صلوات سے حضرت سرور عالم اور حضرت امیر المومنین اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام مقصود ہیں۔ اور صلوٰۃ وسطیٰ سے خاص حضرت علی علیہ السلام اور وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ میں قانتین سے طائعین للائمۃ علیہم السلام (یعنی ائمہ علیہم السلام کے پیرو) مقصود ہیں [۳] پس معنی اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت سرورِ عالم اور حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے حقوق کی عام طور سے حفاظت کرو۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے حقوق کی خاص کر کے۔ اور خدا کی عبادت کیلئے جب کھڑے ہوا کرو تو ائمہ علیہم السلام کے پیرو ہو کر کھڑے ہوا کرو۔ ۶ علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ سے بہت بڑی روایت بصائر الدرجات میں نقل کی گئی ہے جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل سے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ عمرہ۔ مسجد الحرام۔ بیت الحرام مشعر الحرام شہر حرام اشخاص (یعنی ائمہ علیہم السلام) ہیں صرف اُن کو پہچان لینا (یعنی اُن کی امامت کا اعتقاد کر لینا) کافی ہے۔ اور نماز روزہ وغیرہ عبادتوں کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جس نے ان کو پہچان لیا اوس نے گویا نماز پڑھ لی۔ روزہ رکھ لیا۔ زکوٰۃ دے دیا۔ حج کر لیا وغیرہ وغیرہ ایسا گمان اور اعتقاد کرنیوالے مشرک ہیں جنکا شرک روشن ہے جسمیں کسی طرح کا شک اور شبہ نہیں ہے [۳] مقصود حضرت کا یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے حقوق کو صرف پہچان لینا اور اُن کی امامت کا اعتقاد کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ اخروی نجات کیلئے خدا کی عبادت و اطاعت بھی ضروری ہے پس جو شخص صرف اعتقاد اور معرفت کو کافی سمجھے اور عبادتوں کو ضروری نہ سمجھے وہ صاف صاف مشرک ہے جسکے شرک میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

---

عہ حضرت رسول اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کی عام طور سے حفاظت کرو اور علیؑ کے حقوق کی خاص کر کے ۱۲ منہ عہ خدا کی عبادت کیلئے کھڑے ہوا کرو تو ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مطیع و فرمانبردار بنکر کھڑے ہوا کرو کیونکہ عبادتوں کی قبولیت میں اون کی اطاعت شرط ہے۔ ۱۲ منہ

لہ مقدمہ مرآۃ الانوار ص۳۱۔ لغت صلوٰۃ ۱۲ منہ سہ مقدمہ مرآۃ الانوار زیر عنوان گذشتہ ۱۲ منہ سہ بحار الانوار جلد ۷ ص۲۵ باب انہم الصلوۃ بحوالہ بصائر الدرجات ۱۲ منہ

کلامِ پروردگار وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی تفسیر میں آپ کو معلوم ہوچکا کہ اس کا تعلق مال ۔ بدن ۔ قوت ۔ عزت ۔ علم سب سے ہے معصومین علیہم السلام ان کل چیزوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ۱؎ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے کسی عزیز یعنی قرابت دار کے پاس اس غرض سے جائے کہ اپنی جان و مال سے اُس کیساتھ بھلائی کرے تو خدا اوس کو سو شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر قدم پر چالیس ہزار ثواب اوس کے نامۂ عمل میں لکھتا اور چالیس ہزار گناہ مٹاتا ہے اور چالیس ہزار درجہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے اور وہ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گویا اُس نے سختیوں پر صبر کرکے سو برس تک خدا کی خوشنودی کیلئے اُس کی عبادتیں کی ہیں ۔ ۲؎ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص پسند کرتا ہو کہ موت کی سختی اوس پر کم کردی جائے تو اُس کو چاہیے کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ بھلائی اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اگر اُس نے ایسا کیا تو خداوندِ رحیم موت کی سختی کو اوس پر کم کردیگا اور اپنی زندگی بھر کبھی محتاج نہ ہوگا ۲؎

۳؎ حضرت سید الشہداء صلی اللہ علیہ وآلہٖ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے برادرِ مومن کی ایک حاجت پوری کردے خداوندِ عالم اوس کی بہت سی حاجتیں پوری کریگا کہ ان میں سے ایک حاجت بہشت کا حاصل ہونا ہے۔ اور جو شخص اپنے ننگے برادرِ مومن کو کپڑا پہنائے خداوندِ ستار اوس کو بہشت کے سندس عبق اور استبرق اور ریشم کے کپڑے پہنائیگا۔ اور جو شخص اپنے ایسے برادرِ مومن کو کپڑا پہنائے جو ننگا ہو تو جب تک اوس کپڑے کا ایک تاگا بھی بدن پر رہیگا پہنانے والا خدا کی خوشنودی میں ڈوبا رہیگا۔ اور جو شخص اپنے بھوکے برادرِ مومن کو کھانا کھلائے خداوندِ عالم اوس کو بہشتی پھل کھلائیگا۔ اور جو شخص اپنے برادرِ مومن کو پانی پلائے خداوندِ عالم اُسکو سرد و شیریں بہشتی شراب بھرپیٹ پلائے گا۔ اور جو شخص اپنے نوکر سے اپنے برادرِ مومن کی خدمت کرادے اور اُس کی مدد کرادے تو خداوند عالم بہشتی غلاموں (لڑکوں) سے اُس کی خدمت کرائیگا۔ اور اپنے اولیاءِ طاہرین کے ہمسایہ میں اوس کو جگہ دیگا۔ اور جو شخص اپنے برادرِ مومن کو اپنے اوپر اوٹھا کر اوس کی جگہ پر پہونچائے تو خداوندِ عالم اُس کو بہشتی اونٹ پر سوار کریگا۔ اور قیامت کے دن فرشتوں اور کل مخلوقات کے درمیان اُس کے اِس فعل پر

---

۱؎ لآلی الاخبار جلد ۲ ب ۶ ص ۲۱۱ ۔ دونوں نمبر ۱ و ۲ - ۱۲ منہ

فخر ومباہات کریگا۔ اور جو شخص برادرِ مومن کی ایسی عورت سے شادی کردے جو اوس کو آرام پہونچائے اور اوس کی دل بستگی کا ذریعہ ہو تو خداوندِ عالم حور عین کو اوس کی زوجیت میں دیگا۔ اور اپنے اہلبیت اور عزیز واحباب میں سے دنیا میں وہ جس سے زیادہ مانوس تھا اوسی کو اُس کی قبر میں اوس کی دل بستگی کے واسطے رکھیگا۔ اور جو شخص ظالم بادشاہ کے ظلم سے برادرِ مومن کو بچانے میں اوس کی مدد کرے تو خداوندِ عالم پل صراط سے گذرنے کے وقت اوس کی اُس وقت مدد کریگا جس وقت لوگوں کے قدم اوس پر پھسلیں گے[۱]۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام معلے بن خُنیس سے ارشاد فرماتے ہیں کہ برادرِ مومن کا بہت چھوٹا حق یہ ہے کہ اُس کے لیئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیئے پسند کرتے ہو۔ اور جو چیز اپنے لیئے پسند نہ کرو اُسکے لیئے بھی پسند نہ کرو۔ اور دوسرا حق اُس کا یہ ہے کہ اُس کی آزردگی سے بچتے رہو اور خوشی کے خواہاں رہو اور خواہشوں کو پوری کرتے رہو۔ اور تیسرا حق یہ ہے کہ اپنی جان اور مال اور زبان اور ہاتھ اور پاؤں سے اُس کی مدد کیا کرو۔ اور چوتھا حق یہ ہے کہ اوس کی آنکھیں اور اُس کا آئینہ اور اُس کے راہبر بن کر رہو۔ اور پانچواں حق یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بھر پیٹ کھاؤ اور وہ بھوکا رہے اور تم سیر ہو کر پانی پیو اور وہ پیاسا رہے۔ اور تم کپڑا پہنو اور وہ ننگا رہے۔ اور چھٹھاں حق یہ ہے کہ اگر تمھارے پاس خدمتگار ہو اور تمھارے برادرِ مومن کے پاس نہ ہو تو تم پر واجب ہے کہ اپنے خدمتگار کو بھیجدو تاکہ اوس کا کپڑا دھووے۔ اوس کا کھانا پکادے اوس کا بچھونا بچھادے۔ اور ساتواں حق یہ ہے کہ اوس کی قسم کو مان لو۔ اُس کی دعوت قبول کرو۔ بیمار ہو جائے تو دیکھنے جاؤ۔ مرجائے تو جنازہ میں شرکت کرو۔ اور اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اوس کو کوئی حاجت ہے تو اوس کے خواہش کرنے سے پہلے تم اوس کو پورا کرنے میں جلدی کرو[۲]۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے شیعوں کو خداوندِ عالم نے جو کچھ علم عطا کیا ہے اُسکو اپنے برادرِ مومن کو تعلیم کرتے ہیں[۳]۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ علمِ دین دوسروں کو تعلیم کرو کیونکہ خود پڑھنا حسنہ ہے اور آپس میں بحث اور ذکر و چرچا کرتے رہنا جہاد ہے اور جاہلوں کو تعلیم کرنا صدقہ۔ اور خدا سے قرب اور نزدیکی کا سبب ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ سے حلال اور حرام پہچانا جاتا ہے اور اس راہ کو اختیار کرنے والا بہشت کی راہ پر چل رہا ہے[۴]۔

حقوق برادر مومن

کل مقطعات قرآنیہ کے معانی

چند فائدے) پہلا فائدہ۔ اس سورہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آیا ہوں کہ مقطعات قرآنیہ کے مکرر حرفوں کو گرا دینے کے بعد جو حروف باقی رہجاتے ہیں ان کا عدد بعدد چودہ معصومین علیہم السلام کے چودہ ہے اور اُن کو جمع کر دینے سے صِرَاطُ عَلِيٍّ حَقٌّ نُمْسِكُهُ پیدا ہوتا ہے۔ اب یہ عرض کرتا ہوں کہ چونکہ ان مقطعات کا تعلق زیادہ تر اہلبیت عصمت وطہارت علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے کیونکہ کچھ تو ان میں سے ان حضرات کے نام ہیں اور کچھ سے ان کے حالات وواقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لئے جس طرح اپنے مقدس کلام فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً میں اِنّی کے معنی سے ان حضرات کی خلافت کو بیان کیا ہے اور اس کے بارہ حرفوں کی تعداد سے اس کی عدد کو بتایا ہے[1]۔ اوسی طرح ان مقطعات کے چودہ حرفوں کے مجموعہ صِرَاطُ عَلِيٍّ حَقٌّ نُمْسِكُهُ سے ان کے طریقہ کی حقیت کو بیان کیا ہے اور ان کی اور کل مقطعات کی تعداد سے ان کے عدد کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ اُس کی بے انتہا محبت کا ثبوت ہے چودہ معصومینؑ کے ساتھ۔ کہ ان کے ذکر خیر کو مختلف صورتوں میں ادا کیا ہے۔ کبھی حروف سے کبھی حروف کی تعداد سے کبھی مفرد الفاظ سے کبھی پورے کلام سے کبھی ظاہری معنی سے کبھی تاویلی معنی سے کبھی صریح عبارت سے کبھی اشارہ وکنایہ سے۔ اور چودہ مقطعات یہ ہیں۔ ۱ الم ۲ الر ۳ المر ۴ کھیعص ۵ طہ ۶ طسم ۷ طس ۸ یس ۹ ص ۱۰ حم ۱۱ حمعسق۔ ۱۲ المص ۱۳ ق ۱۴ ن۔ پہلا لفظ سورہ بقرہ اور آل عمران اور عنکبوت اور روم اور لقمٰن اور سجدہ چھ سوروں میں ہے۔ اور دوسرا یونس اور ہود اور یوسف اور ابراہیم اور حجر پانچ میں۔ اور تیسرا سورہ رعد میں۔ اور چوتھا سورہ مریم میں۔ اور پانچواں سورہ طہٰ میں۔ اور چھٹا سورہ قصص اور شعراء میں۔ اور ساتواں سورہ نمل میں۔ اور آٹھواں سورہ یٰس میں۔ اور نواں سورہ صٓ میں اور دسواں سورہ مومن اور فصلت اور زخرف اور دخان اور جاثیہ اور احقاف چھ میں۔ اور گیارہواں سورہ شوریٰ میں۔ اور بارہواں سورہ اعراف میں۔ اور تیرہواں سورہ قٓ میں۔ اور چودہواں سورہ نٓ میں۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معانی یہیں ذکر کر دیئے جائیں تاکہ حضرات مومنین کو سب کی تفسیر ایک ہی جگہ ملجایا کرے۔ اور کئی جگہ دیکھنے اور تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ الم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

[1] ملاحظہ ہو اٹھائیسواں مقدمہ صفحہ ۱۹۴ - ۱۲ منہ۔

کہ المٓ جو سورۂ بقرہ میں ہے اوس کے معانی اَنَا اللّٰہُ المَلِکُ ہیں یعنی میں ہوں اللہ بادشاہ۔ اور المٓ جو ال عمران میں ہے اوس کے معانی اَنَا اللّٰہُ المَجِیدُ ہیں یعنی میں ہوں اللہ بزرگ۔ اور الٓرٰ کے معانی اَنَا اللّٰہُ الرَّؤُفُ ہیں یعنی میں ہوں اللہ مہربان۔ اور المٓرٰ کے معانی اَنَا اللّٰہُ المُحیِی المُمِیتُ الرَّزَّاقُ ہیں۔ یعنی میں ہوں اللہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا اور رزق دینے والا۔ اور کھٰیٰعٓصٓ کے معانی اَنَا الکَافِی الهَادِی الوَلِیُّ العَالِمُ الصَّادِقُ الوَعدِ ہیں۔ یعنی میں ہوں کافی اور ہدایت کرنے والا اور دوست رکھنے والا آقا اور جاننے والا۔ اور سچا وعدہ کرنے والا۔ اور تاویل اس کی یہ ہے کہ وہ کافی ہے میرے شیعوں کے لئے اور اُن کو ہدایت کرنے والا ہے اور اُن کے مراتب بڑھانے کیلئے اُس نے جو کچھ وعدے کئے ہیں اُن کو پورا کریگا۔ اور حضرت صاحب الزمان علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ حروف غیب کی خبروں کو بتاتے ہیں جن سے خداوند عالم نے پہلے حضرت زکریاؑ کو آگاہ کیا تھا پھر حضرت سرور عالم سے اُن کی تفصیل بیان کی۔ بیان اس کا یہ ہے کہ حضرت زکریاؑ نے خداوند عالم سے خمسہ نجباء یعنی پنجتن علیہم السلام کے نام دریافت کئے پس خدا نے حضرت جبرئیل کو بھیجا اُنھوں نے اُن ناموں کو بتا دیا۔ حضرت زکریاؑ جب چار نام لیتے تھے تو کرب و بےچینی اُن کی دفع ہو جاتی تھی اور جب پانچواں نام امام حسین علیہ السلام کا لیتے تھے تو بےساختہ آنسو جاری ہو جاتا تھا اور گریہ طاری ہوتا تھا پس خدا نے حضرت کے قصہ سے اُن کو انھیں حرفوں کے ذریعہ سے آگاہ کیا۔ پس ک سے کربلا مقصود ہے اور ہ سے ہلاکت عترت (رسول اللہ) اور ی سے یزید جس نے حضرت کو بظلم و ستم شہید کیا اور ع سے عطش یعنی پیاس اور ص سے حضرت کا صبر۔ یہ سنکر حضرت زکریا مسجد سے تین دن تک نہ نکلنے اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ اور طٰہٰ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ طٰہٰ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے حرفوں کے معانی

---

عہ حدیث میں چونکہ اسی قدر مذکور ہے اس لئے میں نے اسی قدر ذکر کیا۔ اور معصوم نے شائد اس وجہ سے باقی کا ذکر چھوڑ دیا کہ اس لفظ کا معنی جو ال عمران میں ہے وہی باقی جاریں بھی ہے۔ ۱۲ منہ عہ میں جو بسوییں مقدمہ میں لکھ آیا ہوں کہ قرآن کیلئے ایک ظاہر ہے اور سات باطن اس لئے اہلبیت عصمت و طہارت سے جا بجا ایک ہی آیت کے متعدد معانی نقل کئے گئے ہیں جب تک وہ آپس میں صریح مخالفت نہ رکھتے ہوں وحشت نہ کرنا چاہیئے۔ ۱۲ منہ۔

طَالِبُ الْحَقِّ وَالْهَادِیْ اِلَیْہِ یعنی حق کے چاہنے والے اور اُس کی طرف لوگوں کو ہدایت کرنے والے۔ اور طسم کے معانی اَنَا الطَّالِبُ السَّمِیْعُ الْمُبْدِیُٔ الْمُعِیْدُ ہیں یعنی میں ہوں چاہنے والا سننے والا۔ پیدا کرنے والا۔ آخرت کی طرف پھر پلٹا دینے والا۔ اور حضرت علی علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ طا سے شجرۂ طوبیٰ اور سین سے سدرۃ المنتہیٰ اور میم سے محمد مصطفیٰ مقصود ہیں۔ اور طس کے معانی اَلطَّالِبُ السَّمِیْعُ یعنی چاہنے والا۔ سننے والا۔ اور تاویل اس کی طلب ایمان ہے ولایتِ ائمہ علیہم السلام کے ساتھ۔ اور خدا سنتا ہے کل اُن باتوں کو جو تم لوگ اہلبیت کے حق میں کہتے ہو اور یٰس حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور معانی اُس کے یَا اَیُّھَا السَّامِعُ الْوَحْیِ ہے یعنی اے وحی کے سننے والے اور یَا سَیِّدَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یعنی اے سردار اگلوں کے اور پچھلوں کے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے پانچ[عہ] نام ہیں۔ ۱ محمد ۲ احمد ۳ عبد اللہ ۴ یٰس ۵ ن۔ اور صٓ ایک نام ہے خداوندِ عالم کے ناموں میں سے اور ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے سے اوبلتا اور اُس کے داہنے ساق (ستون) کے نیچے سے جاری ہوتا ہے جس سے حضرت سرور عالم نے شب معراج وضو کیا تھا اور جبرئیل اُس میں ہر روز غوطہ لگاتے ہیں اور اوس کو ماء الحیوٰۃ کہتے ہیں۔ اور دعاء یوم الفطر یعنی روز عید فطر سے جو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے معلوم ہوتا ہے کہ صٓ حضرت سرور عالم کا بھی نام ہے۔ اور حٰم کے معانی حَمِیْدٌ اور مَجِیْدٌ ہیں۔ یعنی صاحب اوصاف جمیلہ اور بزرگ۔ اور حٰمٓ عٓسٓقٓ کے معانی حَکِیْمٌ۔ مُثِیْبٌ (اچھا بدلا دینے والا) عَالِمٌ (جاننے والا) سَمِیْعٌ (سننے والا) قَادِرٌ (قدرت والا) قَوِیٌّ (طاقت والا) ہیں۔ اور تاویل اس کی یہ ہے کہ اُس نے اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق بندوں کو

---

عہ حضرت کی غرض ناموں کو اس عدد میں منحصر کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے حصر سمجھا جائے۔ اور علوم عقلیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز کو ثابت کرنے سے دوسری چیز کی نفی نہیں ہوتی اس لئے یہ حدیث اُن حدیثوں کے مخالف نہیں ہے جن میں حضرت کے دوسرے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

حکم دیا ہے کہ اُس کی وحدانیت اور حضرت سرورِ عالمؐ کی رسالت اور ائمہ طاہرینؑ کی امامت پر ایمان لائیں۔ اور اس ایمان کے عوض میں اُس نے ثواب (اچھا بدلا دینے) کا وعدہ کیا ہے۔ اور فرمانبردار اور سرکش کو جانتا ہے۔ اور یہ دونوں فرقے جو کچھ کہتے ہیں اُسکو سنتا ہے۔ اور فرمانبرداروں کو ثواب اور سرکشوں پر عذاب کرنے کی قدرت اور قوت رکھتا ہے۔ اور المص کے معانی اَنَا اللّٰہُ الْمُقْتَدِرُ الصَّادِقُ ہیں یعنی میں ہوں خدا صاحب قدرت اور سچا۔ اور ق ایک نام ہے حضرت سرورِ عالمؐ کے ناموں میں سے۔ اور ق پہاڑ[ع] ہے جو پوری زمین کو گھیرے ہوئے ہے جس سے زمین برقرار اور تباہی سے محفوظ ہے۔ اور ق سے قذف (پتھر برسنا) خسف (زمین دھنسنا) مسخ (صورت کو بُری صورت سے بدل دینا) مقصود ہے جو آخر زمانہ میں سفیانی اور اُس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا جائیگا۔ اور تیس ہزار بنو کلب کیساتھ جو سفیانی کے ساتھ خروج کریں گے۔ اور یہ واقعات اُس وقت ہوں گے جب حضرت آخرالزمان علیہ السلام مکہ میں ظاہر ہوں گے۔ اور ن والقلم میں ن حضرت سرورِ عالمؐ کا نام ہے اور قلم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا۔ اور ن بہشت میں ایک نہر بھی ہے[1]

(دوسرا فائدہ) جس طرح مقطعات قرانیہ کے حروف معنی دار ہیں اوسی طرح انتیسوں حروفِ ہجا بھی معنی دار ہیں۔ حضرت سیدالشہدا صلوات اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت بابرکت میں ایک یہودی آیا اور حضرت علی علیہ السلام بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ اوس یہودی نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سے پوچھا کہ حروفِ ہجا میں کیا فائدہ ہے؟ حضرتؐ نے حضرت امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ اِس کا جواب دو۔ اور حضرت کے حق میں دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُ وَسَدِّدْہُ خداوندا

حروفِ تہجی کے معانی

[1] یہ کل مضامین مقدمہ مرآۃ الانوار فاضل ... ص ۲۳۳ تا ۲۳۴ سے لئے گئے ہیں ۱۲ منہ

ع جبل یعنی پہاڑ کی تفسیر ہر ایک امام علیہم السلام سے بھی کی گئی ہے اور بہت سی حدیثوں میں بطریق فریقین منقول ہے کہ ائمہ طاہرینؑ سبب بقاءِ زمین ہیں اس لئے ممکن ہے کہ اس مقام پر پہاڑ سے یہی حضرات مقصود ہوں۔ اور یصورت اس کے کہ اس سے پہاڑ ہی مقصود ہو یہ ضرور نہیں ہے کہ معصوم کا مقصود وہی پہاڑ ہو جسکو آج کل کوہِ قاف کہتے ہیں بلکہ مقصود کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اس سے وہ پہاڑ مقصود ہے جو دنیا میں سب سے لمبا ہے۔ خواہ پوری زمین کو واقعاً گھیرے ہوئے ہو یا اُس کے زیادہ حصہ کو گھیرنے کی وجہ سے غلبہ کے طور پر پوری زمین فرمایا۔ ۱۲ منہ۔

علیؑ کو جواب کی توفیق دے اور اُن کی مدد کر۔ حضرت علی علیہ السلام نے یہودی سے فرمایا کہ حروف
ہجا میں سے ہر حرف خدا کا نام ہے۔ ا سے اَللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ مقصود
ہے۔ یعنی اللہ جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور وہ زندہ اور قائم و دائم ہے۔ اور ب سے
بَاقٍ بَعْدَ فَنَاءِ خَلْقِہٖ یعنی خلق کے معدوم ہو جانے کے بعد بھی باقی رہیگا۔ اور ت سے
تَوَّابٌ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ یعنی بہت بڑا قبول کرنے والا ہے توبہ کا اپنے بندوں
سے توبہ قبول کرتا ہے۔ اور ث سے اَلثَّابِتُ الْکَائِنُ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ
الثَّابِتِ یعنی موجود اور ثابت ہے اور اپنے مؤمن بندوں کو اون کے ایمان پر باقی رکھے گا۔
اور ج سے جَلَّتْ ثَنَاءُہٗ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُہٗ یعنی تعریفیں اُس کی بزرگ اور نام اُس کے
پاک ہیں۔ اور ح سے حَقٌّ (ثابت و برحق) حَیٌّ (زندہ) حَلِیْمٌ (بندوں کے گناہوں سے
درگذر کرنے والا) اور خ سے خَبِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُ الْعِبَادُ یعنی بندوں کے اعمال سے آگاہ
ہے۔ اور د سے دَائِمٌ وَدَیَّانُ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہیگا اور روز قیامت
کا حاکم ہے۔ اور ذ سے ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنی بزرگیوں والا ہے۔ اور ر سے رَءُوْفٌ
بِعِبَادِہٖ یعنی اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اور ز سے زَیْنُ الْمَعْبُوْدِیْنَ یعنی کل معبودوں
سے بہتر ہے۔ اور س سے اَلسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ یعنی سننے اور دیکھنے کی چیزوں کو جانتا ہے۔ اور
ش سے شَاکِرٌ لِعِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اپنے بندوں کو تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب دیگا۔
اور ص سے صَادِقٌ فِیْ وَعْدِہٖ وَوَعِیْدِہٖ یعنی ثواب اور عذاب کے وعدوں میں
سچا ہے۔ اور ض سے اَلضَّارُّ النَّافِعُ یعنی نقصان اور نفع پہونچانے پر قادر ہے۔ اور
ط سے طَاھِرٌ وَّ مُطَھِّرٌ یعنی خود پاک ہے اور اپنے بندوں کو کفر و عصیان کی گندگی سے
پاک کرتا ہے۔ اور ظ سے اَلظَّاھِرُ الْمُظْھِرُ لِاٰیَاتِہٖ یعنی خود ظاہر ہے اور اپنی نشانیوں کو ظاہر کرتا
ہے۔ اور ع سے عَالِمٌ بِعِبَادِہٖ یعنی اپنے بندوں کو جانتا ہے۔ اور غ سے غِیَاثُ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ
یعنی فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہونچتا ہے (مدد کرتا ہے) اور ف سے فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی
یعنی دانوں اور گٹھلیوں کو شگافتہ کر کے پودھے نکالتا ہے۔ اور ق سے قَادِرٌ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِہٖ
یعنی اپنی کل مخلوقات پر قدرت رکھتا ہے۔ اور ک سے اَلْکَافِی الَّذِیْ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا
اَحَدٌ وَّلَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ یعنی بندوں کی ہر حاجت کیلئے کافی ہے اور کوئی اُس کا ہمسر اور مثل نہیں
اور نہ خود پیدا ہوا ہے نہ اوس کیلئے بچے ہیں۔ اور ل سے لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یعنی لطف و مہربانی

کرنے والا ہے اپنے بندوں پر اور رحم سے مَالِكُ الْمُلْكِ یعنی دنیا کا بادشاہ۔ اور نام ہے
نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ نُوْرِ عَرْشِهٖ یعنی آسمان و زمین کی روشنی اُس کے عرش کے
نور سے ہے۔ اور وہ ہے وَاحِدٌ اَحَدٌ فَرْدٌ صَمَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ یعنی یکہ و تنہا
پاک ہے نہ پیدا ہوا نہ اُس کیلئے بچے ہیں۔ اور وہ ہے هَادِ الْخَلْقِ یعنی بندوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور
لا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ یعنی اُس ایک کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں
اور وہی ہے يَدُ اللّٰهِ بَاسِطَةٌ عَلَى الْخَلْقِ یعنی اُس کی نعمتیں پھیلی ہوئی ہیں اوس کی مخلوقات پر
پس حضرت سرور عالمؐ نے فرمایا کہ یہی وہ کلام ہے جس کو خدا نے اپنے لئے پسند
فرمایا۔ پس وہ یہودی ایمان لائے۔[1]

(تیسرا فائدہ) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ هدٰی کا معنی ایسی راہ بتانی ہے کہ اگر اُس کو
اختیار کیا جائے تو وہ مقصود تک پہونچا دے۔ اس لفظ کے متعلق فخر الدین رازی نے
تفسیر کبیر جلد ۱ صہ ۱۶۳ مسئلہ ثالثہ میں چند اعتراض ذکر کر کے اپنے مذہبی اصول کے مطابق
جواب دیئے ہیں۔ میں اُن کو ذکر کر کے اپنے مذہب کے مطابق جواب لکھتا ہوں۔

سوال۔ کسی چیز کے تاثیر ہدایت میں فرق نہیں ہوتا کہ ایک شخص میں اثر کرے اور دوسرے
میں اثر نہ کرے۔ اور جب ایسا ہے تو قرآن کو صرف متقیوں کی ہدایت کا ذریعہ کیوں فرمایا۔
علاوہ اس کے متقی ہدایت پائے ہوئے کو کہتے ہیں اور ہدایت پائے ہوئے کا دوبارہ
ہدایت پانا غیر معقول ہے۔

جواب۔ اِتّقاء کا معنی اہل لغت نے خوف اور خشیہ یعنی ڈرنا لکھا ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں
ہے اور الفاظ کے معانی میں بھی ذکر کیا گیا۔ اس لئے قرآن اگرچہ کل مخلوقات کے لئے نازل
کیا گیا لیکن اوس کا فائدہ لوگوں کے حق میں مختلف ہے خدا اور اوس کے عذاب سے
ڈرنے والوں کے حق میں ہدایت کا ذریعہ ہے۔ غیر ہدایت یافتہ کے لئے اصل ہدایت
کا اور ہدایت یافتہ کیلئے ارکان و احکام مذہب میں سے اُن چیزوں کو حاصل کرنے کا
جنکو وہ اب تک حاصل نہ کر سکا ہے۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ
مَنْ يَّخْشٰهَا یعنی اے رسولؐ تم اونہیں لوگوں کیلئے منذر (ڈرانے والے) ہو جو ڈرتے ہیں

هدی للمتقین پر جناب امام فخر الدین رازی کے اعتراض کا جواب

---

[1] جواہر الاخبار صفحہ بحوالہ توحید و معانی الاخبار از صدوق علیہ الرحمہ۔ ۱۲ منہ۔

اور اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ یعنی تم اونھیں لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو قرآن کی پیروی کرنا چاہیں اور خدا سے ڈریں۔ اور نہ ڈرنے والوں کے حق میں خدا کی طرف سے حجت تمام ہونے کا تاکہ بروز قیامت یہ عذر نہ کر سکیں کہ تیرے احکام ہم تک نہ پہونچے۔ یہیں سے سوال کی دوسری شق کا بھی جواب معلوم ہوگیا۔ وہ یہ کہ ایک تو متقی کا معنی ہدایت یافتہ نہیں ہے بلکہ ڈرنے والا ہے۔ دوسرے قرآن جس طرح غیر ہدایت یافتہ کیلئے اصل ہدایت کا ذریعہ ہے اوسی طرح ہدایت یافتہ کیلئے اُن ارکان و احکام کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جنکو وہ حاصل نہ کر سکا ہے۔

سوال۔ قرآن میں مُحکم متشابہ مجمل مبیّن وغیرہ آیتیں بھی ہیں جنکو خود قرآن نہ تو پھنوا سکتا ہے اور نہ اُن کے معانی بیان کر سکتا ہے اگر عقل معین و مددگار نہ ہو تو یہ چیزیں معلوم نہیں ہو سکتیں پس درحقیقت ہدایت کا ذریعہ عقل ہی قرار پائی نہ قرآن۔ پھر قرآن کو ذریعۂ ہدایت کیوں فرمایا ہے۔

جواب۔ بیشک قرآن ساکت و صامت ہے نہ وہ پھنوا سکتا ہے نہ اپنے مطالب بیان کر سکتا لیکن عقل سے بھی کامل فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ محکم آیتوں کے باطنی معانی اور متشابہ اور مجمل وغیرہ کے تاویلی معانی کو عقل بھی نہیں سمجھ سکتی۔ بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں لفظِ عام سے خاص مقصود ہے اور لفظِ خاص سے عام۔ اور مطلق سے مقید مقصود ہے۔ اور جمع سے ایک شخص مقصود ہے اور مفرد سے کئی شخص (ملاحظہ ہو بتیسواں مقدمہ ص۲۰۳) اور عقل ان چیزوں کو ہرگز سمجھ نہیں سکتی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن سے بڑھکر کوئی دوسری چیز لوگوں کی عقلوں سے زیادہ دور نہیں ہے۔[لہ] اس بزرگ مہم کو سوا علماء علم لدنی یعنی اہلبیت عصمت و طہارت کے جنکو خود صاحبِ کتاب یعنی خداوند عالم نے علوم کتاب تعلیم کئے ہیں کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا۔ پس ہادی کتاب ہی ہے لیکن نہ صرف اُس کا ظاہری معنی بلکہ ظاہری یعنی قرآن اور باطنی یعنی اہلبیتؑ دونوں ساتھ ساتھ۔ اسی وجہ سے حضرت سرورِ عالم نے حدیثِ ثقلین میں گمراہی سے نجات کا ذریعہ دونوں کے مجموعہ کو قرار دیا ہے۔ ۴۴

سوال۔ قرآن کے حجت ہونے کی صحت جس چیز کی صحت پر موقوف ہو قرآن اوس کی طرف ہدایت کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ جب تک انسان خدا کو پہچان نہ لے قرآن

---

عہ ذالک الکتاب کی تفسیر میں گذر چکا کہ کتاب کا ظاہری معنی قرآن ہے اور باطنی معنی اہلبیت علیہم السلام۔ منہ

۴۴ پس ھدیٰ خبر اور صفت کتاب ہی کی ہے لیکن اُس کے دونوں معانی کے مجموعہ کے لحاظ سے۔

لہ مقدمہ چوبیس ص۱۲۳ ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۳۰ منہ

کی کوئی وقعت اوس کی نگاہوں میں نہیں ہوگی پس اوس کے نزدیک قرآن کے معتبر اور حجت ہونے کے لئے خدا کو پہلے پہچان لینا ضروری ہے۔ اسی طرح جب تک کوئی شخص حضرت رسول کو رسول نہ مان لے اُس وقت تک قرآن کی اوس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہ ہوگی اس واسطے خدا اور رسولؐ کو پہچاننے کے لئے قرآن کسی کا ہادی نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ خدا و رسولؐ کی معرفت بہت بڑی چیز ہے اور قرآن اوسی کے لئے ہادی نہ ہوسکا اس لئے قرآن کو ہادی فرمانا صحیح نہیں ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ھدًی جو مصدر اور ھادٍ کے معنی میں ہے نکرۂ مفردہ ہے مثل رَجُلٌ کے۔ اور نکرۂ مفردہ ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت کا ثبوت ایک فرد کے ثبوت سے بھی ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اپنے محکوم سے کہے جِئْنِیْ بِرَجُلٍ میرے پاس مرد لا۔ اور وہ ایک مرد کو لائے تو یہ لانا عقلاء کے نزدیک تعمیل حکم سمجھا جاتا ہے۔ اور علوم عقلیہ اور اصولِ فقہ میں یہ مسئلہ مسلمات سے ہے یعنی صحیح مان لیا گیا ہے اسلئے قرآن مجید کا صرف ایک دینی مسئلہ میں ہادی ہونا بھی اُس کو ہدیٰ کہنے کے لئے کافی ہے اگرچہ وہ مسئلہ فروع دین سے ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ لِلْمُتَّقِیْنَ ھدًی کی قید ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن صرف متقین کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اور متقی کا معنی ڈرنے والا ہے۔ اور خوفِ خدا اوسی شخص کو ہوگا جو خدا و رسول کو جانتا ہو۔ کم سے کم اتنا ضرور جانتا ہو کہ دین و مذہب اور خدا و رسولؐ کوئی چیز ہیں جنکو پہچاننا ضروری ہے۔ اور آخرت کا عذاب کوئی چیز ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ پس اتنی معرفت تو اوس کو پہلے سے حاصل ہے جس طرح سے بھی حاصل ہوئی ہو اور اس کے علاوہ جو حصے معرفت کے باقی رہ گئے ہیں اُن کی طرف ہدایت کا ذریعہ قرآن مجید ہے کیونکہ اوس کی حجیت کا علم اجمالاً اوس کو حاصل ہو چکا ہے صرف اسی حصہ کی معرفت کے لحاظ سے قرآن کو ہادی فرمایا گیا نہ کل معرفتوں کے لحاظ سے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مقدس اصولِ دین اور فروعِ دین دونوں میں ہدایت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ میں تیتسویں مقدمہ میں لکھ آیا ہوں کہ خداوند حکیم نے ہر شخص کے لئے دو نبی اور دو ہادی قرار دیئے ہیں۔ ایک باطنی یعنی عقل سلیم اور دوسرا ظاہری یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ اور دوسرے مقدمہ میں لکھ آیا ہوں کہ

ہر شخص کی فطری عقل محسن کو پہچاننے اور اوس کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور حقیقی محسن خدا ہے۔ اور اُس کے حقوق کی ادا کاری اوس کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اور اوس کو پہچاننے کا معنی یہ ہے کہ اوس کو اوس کے کل صفاتِ کمال کے ساتھ پہچانے اور اعتقاد کرے نہ یہ کہ خدا کوئی چیز ہے کیونکہ اس قدر تو بُت کو بھی پہچانتے ہیں کہ کوئی چیز ہے۔ اگر اسی قدر پہچاننا کافی ہو تو نہ بُت اور خدا کی معرفت میں کوئی فرق باقی رہیگا اور نہ خدا پرست اور بُت پرست میں اور ہر عقل یہ بھی جانتی ہے کہ ایسے خدا تک ہر شخص پہونچ نہیں سکتا۔ اور جب پہونچ نہیں سکتا تو اوس کی اطاعت کا ایسا طریقہ بھی نہیں سمجھ سکتا جسکو وہ پسند کرتا ہو۔ اس واسطے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اوس تک پہونچ سکتا ہو اور اوس سے اوس کی اطاعت کا طریقہ لے سکتا ہو تاکہ دوسروں کو تعلیم کرے۔ اور ایسا شخص ضرور ہے کہ کل عام بندوں سے بہتر اور افضل ہو۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ اوس کے پاس کوئی ایسی پہچان ہو جس سے عام لوگ سمجھ سکیں کہ خدا نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت و اطاعت کا طریقہ بتانے کے لئے اُسکو تجویز کیا ہے۔ پس **اصول دین** بیشک عقلی چیز ہے لیکن عقل اجمالی ہدایت کرتی ہے یعنی صرف اس قدر بتاتی ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا خدا کہلاتا ہے وہ تمہارا محسن و منعم ہے۔ محسن و منعم کے حقوق کو پہچاننا اور ادا کرنا ضروری ہے۔ حقوق کی ادا کاری کا طریقہ بتانے والا تم سے بہتر ہونا چاہیے۔ اوس کو معین کرنے کے لئے کوئی ایسی پہچان جسکو عام لوگ نہ رکھتے ہوں (معجزہ) اوس کے پاس ہونا چاہیے۔ اور خدا و رسول کی ذات و صفات کی اور باقی ارکان و احکامِ اصول دین اور فروع دین کی تفصیل ہر عقل نہیں بتا سکتی اسی وجہ سے بہت سے عاقل مسلمان اصول دین کے اکثر اجزاء و تفاصیل جیسے عدالتِ خدا و امامت ائمہ و عینیت صفاتِ پروردگار و تفاصیل قیامت و کمال عصمت انبیاء وغیرہ کے منکر ہیں۔ اسلیے اجمالی معرفت کا ذریعہ عقل ہے اور تفصیلی معرفت کا قرآن مجید اور قرآن اسی تفصیلی معرفت کے لحاظ سے ہادی فرمایا گیا خواہ وہ تفصیل اصول دین کی ہو یا فروع دین کی۔ اور دوسرے اور تیسرے جواب میں یہ فرق ہے کہ دوسرے میں للمتقین کے ساتھ ھدًی کے مقید ہونے کا لحاظ کیا گیا ہے اور تیسرے میں مطلق یعنی بے قید۔ اور دوسرے میں علم اجمالی کا ذریعہ عام قرار دیا گیا ہے اور تیسرے میں خاص عقل۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید حجت ہونے کی حیثیت سے ہادی نہیں ہے بلکہ

محیّر العقول یعنی حیرت انگیز اور انسانی طاقت سے باہر فصاحت و بلاغت رکھنے کی حیثیت سے۔ اور بہت سے واقعات اِس جواب کی صحت پر شاہد ہیں کہ بہت سے کفارِ عرب اِس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے ایمان لائے[1]

اور خدا و رسولؐ کی معرفت پر اُس کی حجیت موقوف ہے اوس کی فصاحت و بلاغت اُس پر موقوف نہیں ہے اِس لئے جس طرح وہ فروعِ دین کی طرف ہدایت کا ذریعہ ہے اوسی طرح اصولِ دین کی طرف بھی۔ اِس واسطے اوس کو ہر حیثیت سے اور کامل ہادی کہنا صحیح ہے۔ اور متقین کی قید اُن کی مدح و تعریف کی غرض سے بڑھائی گئی ہے کیونکہ ہدایت قبول کرنے والے وہی ہیں۔ اوس کا مطلب[2] یہ نہیں ہے کہ قرآن میں غیر متقی کے لئے ہادی ہونے کی قابلیت نہیں ہے۔ چنانچہ فخر الدین رازی نے پہلے سوال کے جواب میں اور دوسرے مفسروں نے بھی اس مطلب کی تصریح کی ہے۔

پانچواں جواب قرآن مقدس اصولِ دین اور فروعِ دین دونوں میں مختلف صورتوں سے خلقِ خدا کو ہدایت کرتا رہا ہے۔ اور اوس کا اطلاق یعنی کسی خاص طریقۂ ہدایت کا اوس میں معین اور مذکور نہ ہونا بھی یہی بتا رہا ہے۔ کسی نے صرف اوس کی فصاحت و بلاغت سے ہدایت پائی۔ کسی نے اوس کی اخلاقی تعلیموں سے۔ کسی نے اوس کی رحیمانہ دلجوئیوں اور حاکمانہ وعدۂ ثواب و نعماتِ اخرویہ سے۔ کسی نے اُس کی ہیبت ناک حکومتوں اور قاہرانہ وعدۂ عذاب و سزا سے۔ کسی نے اوس کے دل پسند مضامین سے۔ کسی نے اپنے سوالوں کے تسلی بخش جوابوں سے۔ کسی نے حضرت رسولؐ اور اہلبیت طاہرینؑ کے اخلاق کریمہ سے اصولِ دین حاصل کیا اور قرآن مجید سے فروعِ دین۔ کسی نے اپنے ماں باپ یا مربیوں یا معلموں یا دینی مبلغوں سے اصولِ دین حاصل کیا اور قرآن مجید سے فروعِ دین۔ کسی نے اپنی عقل سے اجمالی ہدایت پائی اور قرآنِ مقدس سے تفصیلی اصولِ دین و فروعِ دین دونوں میں۔ غرض یہ کہ کتبِ تواریخ و احادیث سے واقفکار حضرات پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآنِ مقدس اپنے ہر پہلو سے ہادی ہے اور مختلف خیالات

---

[1] ملاحظہ ہو اٹھائیسواں مقدمہ صفحہ ۲۳۷ و ۲۴۷ میں جارج سیل صاحب کی تحریر۔ ۱۲ منہ [2] اس کی توضیح کیلئے میر سید علی صاحب نباری کا مباحثہ ملاحظہ فرمائیں جو قبل اس کے لفظ صلوٰۃ کے اہلبیتؑ پر بولنے کی توجیہ میں حاشیہ

خیالات کیے لوگوں نے مختلف طریقوں سے اوس سے ہدایت پائی ہے۔ اس لیئے وہ ہادی مطلق ہے یعنی اُس کی ہدایت نہ تو کسی خاص صورت کے ساتھ مقید ہے اور نہ کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص۔

**سوال** ہادی وہی چیز ہوسکتی ہے جس کا بیان اس قدر واضح اور روشن ہو کہ اپنے غیر کو اچھی طرح بیان کرسکے اور قرآن ایسا نہیں ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مفسرین ہر آیت کی تفسیر میں بہت سا کلام ایسا نقل کرتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں۔ اور جو چیز ایسی ہو کہ خود اپنے مطالب کو معین طور پر کھول کر بیان نہ کرسکے وہ دوسری چیز کو کیونکر بیان کرسکتی ہے اس واسطے وہ ہادی نہیں ہوسکتی۔

**پہلا جواب** یہ ہے کہ قرآن مجید اپنے مطالب کو خود بیان نہیں کرتا بلکہ اُن کے بیان کرنے والے علماء علم لدنی حضرت سرور عالمؐ اور اُن کے اہلبیت طاہرین صلی اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ پس اس لحاظ سے کتاب خدا کا ظاہری معنی یعنی قرآن اور باطنی معنی یعنی اہلبیتؑ دونوں مل کر کامل ہادی ہیں۔ لہ

**دوسرا جواب** یہ ہے کہ مفسروں کا ایسا اختلاف جو آپس میں ایک دوسرے کا ضدؑ یا نقیض ہو اور اکٹھا جمع نہ ہوسکتا ہو۔ اہلبیت عصمت وطہارت کا دامن چھوڑ دینے سے پیدا ہوا ہے۔ اور اہلبیت علیہم السلام کی فرمائشیں جو دیکھنے میں مختلف معلوم ہوتی ہیں وہ زیادہ تر ایسی ہیں جو آپس میں ضدیت نہیں رکھتیں بلکہ جمع ہوسکتی ہیں جیسے اوس درخت کے پھل کے متعلق جس سے حضرت آدمؑ منع کئے گئے تھے بعض حدیثوں میں ہے کہ گیہوں پھلتا تھا اور بعض میں انگور کا ذکر ہے اور بعض میں دوسری چیز۔ ان کل حدیثوں کا مضمون جمع ہوسکتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں سب کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی ڈال میں گیہوں پھلتا تھا اور کسی میں انگور اور کسی میں سیب مثلاً۔ اور ان کی بعض فرمائشیں جو آپس میں ضدیت رکھتی ہیں وہی ہیں جنکو مخالف راویوں نے روایت کی ہے جو باغراض مختلف ان حضرات سے حدیثیں لیا کرتے تھے ٢ۃ یا وہ ہیں جو تقیہ کی وجہ سے فرمائی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں

---

عہ ہر چیز کے ایسے مخالف کو جو موجود ہو اور اُس کے ساتھ اکٹھا نہ ہوسکے ضد کہتے ہیں جیسے سفیدی کی ضد سیاہی اور ہر چیز کے عدم کو اس کی نقیض کہتے ہیں جیسے زید کے ہونے کی نقیض اوس کا نہ ہونا ہے ۱۲۰ منہ

لہ ملاحظہ ہو تفسیر صافی مقدمہ ۱۳ … ص ۱۲ ۔ جی ۲ ۔ ص ۲۵۲ و ۲۵۳ … منہ ۱۲۰

سلہ ملاحظہ ہو مقدمہ تفسیر البرہان … ص ۲۵۲

بھی اسی وجہ سے پیدا ہوئیں کہ اہلبیت علیہم السلام سے کنارہ کشی اختیار کر کے اُن کے حقوق برباد کیئے گئے اور مظالم کا دروازہ کھولا گیا ورنہ آج ہمارے امام ہمارے درمیان میں موجود ہوتے اور ہم خود اُن کی زبانِ مبارک سے احکام سنتے نہ حدیث بگاڑنے والے دشمن موجود ہوتے اور نہ تقیہ کی نوبت آتی۔

لفظ ایمان کے استعمال کے چار مقام

(چوتھا فائدہ) یُؤْمِنُوْنَ علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کتاب خدا میں لفظِ ایمان چار مقام میں استعمال ہوا ہے۔ ع۱ زبان سے اقرار کرتے ہیں جیسے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یعنی اے وہ لوگ جو زبان سے اقرار کرتے ہو خدا اور رسول کا دل سے اعتقاد کرو پس ان لوگوں کو زبانی اقرار کی وجہ سے مومن کہا گیا۔ ع۲ دل سے اعتقاد کرتے ہیں جیسے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ یعنی جن لوگوں نے (اصول دین کا) دل سے اعتقاد کیا اور پرہیزگار رہے انھیں کے واسطے دنیا و آخرت میں (بھلائی) کی خوشخبری ہے۔ ع۳ ادا کی ہوئی عبادتوں میں جیسے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ یعنی خداوند عالم تم لوگوں کی نمازوں کو جنکو ادا کر چکے ہو برباد نہیں کریگا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب قبلہ بدلا گیا تھا اور صحابہ نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ہم لوگوں نے جو نمازیں بیت المقدس کی طرف پڑھی ہیں کیا بیکار ٹھہریں۔ تو خداوند عادل و رحیم نے اُن کا جواب دیا کہ تمہاری وہ ادا کی ہوئی نمازیں بیکار اور برباد نہ ہونگی۔ ع۴ تائید کے مقام میں جیسے اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ یعنی جو لوگ دل سے ایمان لائے ہیں اور دشمن خدا سے دوستی نہیں کرتے اگرچہ وہ اُنکے ماں باپ یا اولاد یا بھائی اور عشیرہ و قبیلے کے ہوں، انھیں کے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت اور مضبوط کر دیا ہے اور دوسرے جو (روح ایمان) کہلاتا ہے اون کو مدد دی ہے۔ اور دل سے ایمان لانے والے گناہ کرنے کے بعد بھی مومن رہتے ہیں لیکن ایمان اُن کا اُسی وقت فائدہ دیگا جب وہ توبہ کر کے اپنے ایمان کو پاک کر لے ع۱

ع۱ ایمان کا کامل فائدہ یہ ہے کہ مومن بغیر سزا اور عذاب کے داخلِ بہشت ہو جائے۔ اور اُس کا ناقص فائدہ یہ ہے کہ گناہوں کی سزا اور بدلا جھیلنے کے بعد بہشت میں جائیگے ۱۲۰ منہ ع۱ تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۳۵ بحوالہ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ

(پانچواں فائدہ) بالغیب۔ فخرالدین رازی نے اپنے فطرتی تعصب سے آفتاب پر خاک ڈالنے کی کوشش کی ہے لکھتے ہیں کہ بعض شیعہ نے کہا ہے کہ لفظ غیب سے حضرت مہدی منتظر علیہ السلام مقصود ہیں جن (کی امامت) کا خدا نے قرآن و حدیث میں وعدہ کیا ہے۔ قرآن میں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فرمایا ہے۔ (سورہ نور پ ۱۸ - آیت ۵۵) یعنی جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے خدا نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ اُن کو زمین میں خلیفہ اور سردار بنائے جس طرح اُن کے اگلوں کو بنایا۔ اور حدیث میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا ختم ہونے کو ایک دن بھی باقی رہجائیگا تو خدا اوس دن کو بڑا کردیگا یہاں تک کہ میرے اہلبیت سے ایک شخص ظاہر ہو جس کا نام میرا نام اور کنیت میری کنیت ہوگی۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے اوسی طرح بھر دیگا جس طرح ظلم سے بھری ہوگی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ (لفظ غیب) جو مطلق یعنی بے قید ہے اوس کو کسی ایک فرد کے ساتھ بغیر دلیل کے خاص کر دینا باطل ہے۔[1]

پہلا جواب۔ اس کے قبل میں کئی جگہ لکھ آیا ہوں کہ لفظ غیب مصدر ہے جو اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور کل مفسرین اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں۔ خود رازی صاحب بھی لکھتے ہیں کہ مصدر ہے جو اسم فاعل کی جگہ پر رکھا گیا ہے۔ اور لفظ حمد بھی مصدر ہے اور اپنے مصدری معنی پر باقی ہے۔ اور بہ نسبت ایسے مصدر کے جو مصدری معنی پر باقی ہو عموم اور جمعیت کے ایسا مصدر زیادہ نزدیک ہے جو اسم فاعل کے معنی میں ہو۔ یعنی بہت سے افراد کو شامل ہونے کی قابلیت بہ نسبت خالص مصدر کے اس مصدر میں زیادہ ہے۔ اور خود رازی صاحب نے الحمد کے الف لام کو استغراق (یعنی کل فردوں کو گھیر لینے) کیلئے قرار دیا ہے اور اوس کا معنی كُلُّ مَا كَانَ حَمْدًا بیان کیا ہے یعنی حمد کی کل فردیں۔[2] اس واسطے الغیب کا معنی بھی "کل غائب چیزیں ہوگا" جن میں حضرت امام آخرالزمان علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ پس یہ لفظ حضرت کو اپنے استغراقی معنی سے شامل ہے۔ اور جس طرح اس سے خداوند عالم کی ذات و صفات اور حضرت سرور عالم اور بہشت و دوزخ وغیرہ مقصود ہیں اوسی طرح حضرت بھی

[1] تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ - ۱۲ منہ۔ [2] تفسیر کبیر جلد ۱ باب ۵ تفسیر سورہ فاتحہ فصل اول صفحہ ۱۱۳ - آخر صفحہ - ۱۲ منہ۔

مقصود ہیں۔ دوسرا جواب لفظ غیب معنی میں جمع کے اور صورت میں مفرد ہے۔ کیونکہ خود رازی صاحب نے اپنے اعتراض سے چند ہی سطریں اوپر الغیب کا ترجمہ الغائبات سے کیا ہے[1]۔ اور غائبات جمع ہے جس پر الف لام داخل ہے۔ اور جس جمع پر الف لام داخل ہو وہ عام کے معنی میں ہو جاتا ہے اس واسطے اب یہ لفظ مطلق نہ رہا بلکہ عام ہو گیا۔ اور حضرت آخر الزمان علیہ السلام کو اپنے عموم سے شامل ہو گا۔ اور جس طرح اس سے کل غائب چیزیں جیسے خدا اور رسولؐ وغیرہ مقصود ہوں گے حضرت بھی مقصود ہوں گے۔

تیسرا جواب۔ گذشتہ دونوں جوابوں میں میں نے لفظ غیب کے بہت فردوں میں سے حضرت کو ایک فرد قرار دے کر مراد ہونا بیان کیا ہے۔ اور اگرچہ میرے لئے اسی قدر کافی تھا کیونکہ میری غرض صرف اسی قدر ہے کہ اس لفظ سے حضرت بھی مقصود ہیں لیکن اب یہ ثابت کرتا ہوں کہ اس لفظ سے صرف حضرت ہی مقصود ہیں کیونکہ رازی صاحب اسی سے انکار کرنا چاہتے ہیں۔

امام اہلسنت ابو البقاء عکبری[ع] لفظ غیب کے معانی میں لکھتے ہیں وَيَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ بِمَعْنَى الْمَفْعُوْلِ اَيِ الْمُغَيَّبِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ اَيْ مَخْلُوْقُهٗ[2] یعنی جائز ہے کہ لفظ غیب اسم مفعول یعنی مُغَیَّب کے معنی میں ہو جیسے کلام پروردگار هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ میں لفظ خلق مخلوق کے معنی میں ہے اور لفظ مغیب کا معنی ہر وہ چیز ہے جو زندہ اور موجود ہوتے ہوئے سامنے ہونے کے بعد نظروں سے چھپا دیا جائے۔ اور اس قدر یقینی ہے کہ اس لفظ سے وہی چیزیں مقصود ہیں جو دین و مذہب سے تعلق رکھتی ہیں اس واسطے دنیا کی عام چیزیں اس میں داخل نہ ہوں گی۔ اور دین و مذہب سے تعلق رکھنے والوں میں زندہ و موجود ہوتے ہوئے جو چھپا دیئے گئے وہ حضرت آخر الزمان علیہ السلام اور حضرت خضر اور حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

[1] تفسیر کبیر جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۱۔ ۱۲ منہ

[2] عبوالسوال صفحہ ۱۲ بحوالہ تحفہ عوام اہل سنت۔ اعراب القرآن صفحہ ۱۲۔ ۱۲ منہ

[ع] عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ ابو البقاء عکبری نحوی۔ فقیہ۔ محدث۔ شاگرد ابو زرعہ۔ ان کے زمانہ میں ان علوم یعنی نحو۔ فقہ۔ حدیث وغیرہ میں جنکو یہ جانتے تھے کوئی دوسرا ان کا مثل نہ تھا۔ ان کی حیات ہی میں ان کا ڈنکا بج چکا تھا اور دنیا میں مشہور ہو چکے تھے سنہ ۶۱۶ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ا حرف عین)۔ ۱۲ منہ

آخری تینوں حضرات کے اس لفظ سے مقصود ہونے کو نہ کسی سُنی نے کہا ہے نہ شیعہ نے اس سے لئے یہ لوگ مراد نہ لئے جائیں گے۔ اور یہ لفظ حضرت امام منتظر علیہ السلام کے ساتھ خاص ہو جائے گا۔ اور یہی مقصود ہے۔ پس لفظ غیب کو بصورت مطلق ہونے کے بقید اور بصورت عام ہونے کے حضرت کے ساتھ خاص کر دینے کی پہلی دلیل کلام امام اہلسنت ابو البقاء ہے۔

چوتھا جواب۔ اس کی نہایت صاف اور بہتر دلیل جابر انصاری کی حدیث ہے جسکو شیعہ اور سُنی دونوں فریق نے نقل کیا ہے جو بطریق اہلسنت حدیث نمبر ۱ یومنون بالغیب کی تفسیر میں لکھی گئی جس میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام غائب مہدی آخر الزمان علیہ السلام پر ایمان رکھنے والوں کی تعریف میں خداوند عالم نے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ فرمایا ہے۔ پس بحمد اللہ معلوم ہو گیا کہ غیب سے حضرت کا مقصود ہونا بے دلیل نہیں ہے بلکہ اس پر چار چار مضبوط دلیلیں موجود ہیں جو تعصب کے پردہ کی وجہ سے رازی صاحب کو نظر نہ آئیں اور اپنی تحریریں بھی بھول گئے۔

(چھٹا فائدہ) اہلسنت کے دو امام ایک امام[1] علامہ خازن بغدادی اپنی تفسیر لباب التاویل میں۔ اور دوسرے[2] امام جلیل بغوی معالم التنزیل میں لفظ متقی کے معنی میں لکھتے ہیں کہ وہ اتقا سے بنایا گیا ہے۔ اور اصلی معنی اس کا دو چیزوں کے درمیان روک قرار دینا ہے اس لئے اِتَّقَاہُ بِتُرْسِہٖ کہا کرتے ہیں یعنی دشمن کے وار کو اپنی سپر سے روکا۔ اور حدیث میں ہے کہ صحابہ کہا کرتے تھے کُنَّا اِذَا اشْتَدَّ الْبَاسُ اِتَّقَیْنَا بِرَسُوْلِ اللہِ اور اِذَا اشْتَدَّ الْحَرْبُ جَعَلْنَاہُ حَاجِزًا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْعَدُوِّ یعنی جب گھمسان کی لڑائی ہونے لگتی تھی تو ہم لوگ ہمیشہ حضرت رسول اللہ کو اپنی جان بچانے کیلئے سپر بنا لیا کرتے تھے۔ اور لوئیس عیسائی نے منجد لغت دقی میں اِتَّقَیْنَا بِہٖ کا معنی جَعَلْنَاہُ قُدَّامَنَا وِقَایَۃً لَنَا مِنَ الْعَدُوِّ لکھا ہے یعنی دشمن سے اپنی جان بچانے کیلئے اوس کو اپنے آگے کر لیا۔

یہ بیان اس بات کو بہت صراحت سے بتا رہا ہے کہ صحابہ کی عادت تھی کہ جب لڑائی خوب گرماتی تھی اور جان جوکھم کا وقت آپہونچتا تھا تو وہ اپنی جان بچانے کیلئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کو آگے کر دیا کرتے تھے اور حضرت کے پیچھے چھپ جایا کرتے تھے یا بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ آفرین صد آفرین (حاشیہ برصفحہ)

لفظ متقی کے معنی سے صحابہ کا فرار و تقیہ ثابت ہے۔ [1] صفحہ ۲۴ - چھاپہ مصر ۱۳۲۳ھ [2] صفحہ ۲۳ برحاشیہ لباب التاویل - ۱۲ منہ

(حاشیہ متعلق ص ۶۹)

**عہ (اہلسنت)** حضرات اہلسنت صحابہ کرام کو بترتیب فضیلت شجاع وبہادر اور جان نثار بتاتے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر کو اشجع صحابہ یعنی صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر کہتے ہیں اور حضرت عمر کو اُن کے بعد۔ اور لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے ایمان لانے کے بعد قریش سر بلند نہ کر سکے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا کلام پروردگار اشداء علی الکفار کا معنی جان چورانا اور بھاگ جانا ہے۔ کیا بہادری اور حضرت رسولؐ کے قدموں پر جان نثاری اسی کو کہتے ہیں۔ صاحبانِ انصاف غور کریں۔ **اہلسنت** کے امام عالم علامہ اور حبر بحر فہامہ علی بن برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ حنین کی لڑائی سے جب صحابہ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو حضرت کے پاس صرف چار آدمی باقی رہ گئے تھے۔ تین بنو ہاشم اور ایک انصاری۔ بنو ہاشم سے حضرت علی (علیہ السلام) اور جناب عباس یعنی حضرت کے چچا حضرت رسول اللہؐ کے آگے تھے (پیچھے دبکے ہوئے نہ تھے) اور تیسرے ابو سفیان بن حارث تھے جو حضرت کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ اور انصار سے عبد اللہ بن مسعود تھے جو حضرت کے بائیں طرف تھے۔ اور جو مشرک حضرت رسولؐ کی طرف رُخ کرتا تھا وہ قتل کیا جاتا تھا"[1]۔ میں پوچھتا ہوں کہ آیا جان نثار کا فریضہ آگے رہنا ہے یا پیچھے دبکنا یا چھوڑ کر بھاگ جانا۔ **ائمہ جماعت و پیشوایانِ اہلسنت** لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ جب احد سے سب لوگ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو میں سب سے پہلے واپس آیا[2]۔ **حضرت عمر** بھی بھاگ گئے تھے[3]۔ **بلکہ وہ خود بیان کرتے ہیں** کہ جنگِ احد سے مسلمانوں کو میں نے بھگایا اور خود بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑی بکری کی طرح کودنے لگا[4]۔ **محدث علامہ** صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ احد سے صحابہ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور سوائے علی علیہ السلام کے کوئی باقی نہ رہا[5]۔ اور بھگدڑ بھی ایسی شاندار تھی کہ حضرت سرورِ عالم پکارتے رہے لیکن کسی نے مڑ کر تاکا بھی نہیں جسکو خداوند عالم نے بھی خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر کیا ہے ارشاد فرماتا ہے اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ[6] یعنی یاد کرو جنگ احد کے دن کے اُس وقت کو جبکہ تم لوگ بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے حالانکہ رسولؐ تم لوگوں کو پکار رہے تھے

(بقیہ حاشیہ بر ص ۷۱)

[1] انسان العیون حلبی جلد ۳ ص ۱۲۵ ذکر جنگ حنین ۱۲۔ [2] منہ تاریخ خمیس۔ ومستدرک حاکم وکنز العمال جلد ۵ ص ۲۷۴ وتاریخ الخلفاء بیان شجاعت ابوبکر وازالۃ الخفاء ذکر مآثر ابوبکر وقرۃ العینین یہ دونوں مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی پدر شاہ عبد العزیز صاحب محدث ۱۲ منہ [3] تفسیر کبیر ذکر آیت اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا ودر منثور جلد ۲ ص ۸۸ ومنتخب کنز العمال وکنز العمال ذکر جنگ احد وترجمہ ازالۃ الخفاء فصل ۶ آیت ۱۷ حصہ اول ص ۴۴۱ - ۱۲ منہ۔ [4] کنز العمال و منتخب کنز العمال ذکر جنگ احد ودر منثور جلد ۲ ص ۸۹ - ۱۲ منہ [5] روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۱۷۷ - ذکر کارزار علی ۱۲ منہ [6]

محدث کامل شاہ عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہ لکھتے ہیں کہ احد میں حضرت سرور عالم کی طرف ایک
جماعتِ کفار نے رُخ کیا تو حضرتؐ نے علی علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھکو اس جماعت سے بچاؤ اور حمایت
و نصرت بجالاؤ کہ نصرت کا وقت ہے۔ علی علیہ السلام اُس قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو ہلاکت کے گھاٹ
اُتار دیا بہتیروں کو مار ڈالا اور ایک جماعت بھاگ گئی۔ علیؑ نے جنگ و جدال اور دلیری و بہادری کا حق ایسا ادا کیا جس سے
زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔ حضرت علی (علیہ السلام) سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں سولہ ضربیں
تلوار کی مجھے لگیں اُن میں سے چار ضربوں میں میں زمین پر گرا اور ہر بار ایک مرد خوبصورت نیک سیرت میرا بازو
پکڑتا تھا اور کہتا تھا کہ کافروں کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ تم خدا و رسولؐ کی اطاعت میں ہو اور وہ دونوں تم سے
راضی ہیں۔ لڑائی ختم ہونے پر حضرت رسول اللہ صؐ سے اس واقعہ کو بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ علیؑ خدا تمہاری
آنکھوں کو روشن کرے وہ جبرئیل تھے [۱] حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضرت رسول اللہؐ نے ذوالفقار
عطا کی جس وقت حضرت علیؑ نے یہ مردانگی دکھائی اور حضرت رسول اللہؐ کی اس طرح مدد کی تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ
اپنی تعریف سنتے ہو کہ رضوانِ جنت آسمان پر پکار رہا ہے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار [۲]
یہ روایت صحیح ہے اور یہ آواز جبرئیلؑ یا رضوانِ بہشت کی تھی [۳] ملا جامی وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب علیؑ کے کان
میں یہ آواز پہونچی کہ محمدؐ مارے گئے تو اونھوں نے حضرت کو تلاش کیا جب مقتولوں میں نہ پایا..... تو کہا جب رسول اللہؐ
دنیا میں نہ رہے تو میں زندہ رہکر کیا کروں گا دنیا کو بغیر اون کے دیکھ نہیں سکتا۔ تلوار کی نیام توڑکر پھینکدی اور شہادت پر
آمادہ ہو گئے۔ کفار کے ایک مجمع پر حملہ کیا اور اس قدر لڑے کہ کفار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور حضرت رسولؐ کو اونھیں کے
درمیان پایا۔ فرشتے حضرت کی حفاظت کر رہے تھے [۴] حضرات اہلسنت انصاف سے بتائیں کہ جان نثاری اسکو
کہتے ہیں یا دبکنے اور بھاگنے کو۔ اور کلام پروردگار اشداء علے الکفار کے مصداق حضرت علی علیہ السلام تھے یا بھاگنے والے
سچ ہے جگر جگر است و دگر دگر است۔ نفیس نکتہ صحابہ کرام نے کُنَّا نَتَّقِیْنَا فرمایا ہے اور اتقینا جمع متکلم کا
صیغہ ہے جو واحد مذکر غائب یعنی اِتَّقٰی سے بنایا گیا ہے۔ اور امام اہلسنت فیومی لکھتے ہیں کہ تقیہ لفظ اتقا کا اسم مصدر ہے
(مصباح المنیر لغت وقی) اس بنا بر صحابہ کرام کے کلام کا معنی یہ ہوا کہ وہ حضرات لڑائیوں میں ہمیشہ تقیہ کیا کرتے تھے۔
شیعہ جو ہلاکت کے مقام میں بحکم خدا و رسولؐ تقیہ کرتے ہیں جسکا جائز ہونا قرآن اور قرآن کے بعد صحیح ترین کتب یعنی صحیح بخاری سے بھی ثابت ہے
تو حضرات اہلسنت اُن پر اعتراض کرتے ہیں لیکن صحابہ کرام جو جان نثاری کے مقام میں تقیہ کیا کرتے تھے اور تقیہ بھی ایسا کہ حضرت
سرور عالمؐ کے پیچھے دبک جایا کرتے تھے یا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو حضرات اہلسنت اس عجیب و غریب تقیہ کو تعجب کی نگاہ سے بھی نہیں دیکھتے بلکہ عین شجاعت
سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جنگ احد سے حضرت ابوبکر کے فرار کرنے کو سیوطی صاحب نے تاریخ الخلفاء میں باب شجاعت ابوبکر میں ذکر کیا ہے۔ اگر اسی کا نام شجاعت ہے
تو دنیا میں کوئی بودا نہ نکلیگا۔ اور لفظ جبان اور بودا بے معنی ٹھہریگا۔ شاید سیوطی صاحب نے سب سے پہلے اُنکے واپس آنے کو بہادری سمجھا ہو۔ عقلاء بتائیں
کہ کیا پہلے پلٹ آنا بہادری ہے - ۱۲ منہ

(ساتواں فائدہ) امام اہلسنت ابوالبقاء نے متقی کے معنی کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ تقوی کا معنی گناہ پر اصرار نہ کرنا اور اطاعت خدا پر گھمنڈ نہ کرنا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے انسان جہنم سے بچتا اور آخرت میں فائدہ اوٹھاتا ہے۔ اور تقوی کی آخری حد کل چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرکے خدا کا ہو رہنا ہے۔ ابتدا اس کی شرک سے بچنا ہے۔ اور بیچ کی حالت حرام سے بچنا۔ اور آخری حد انتہا درجہ کی اطاعت خدا کرنا۔ اسی آخری حد کا نام تقوی ہے۔ اور خوف خدا اس کی ابتدائی حد ہے[1]۔

اس کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ متقی وہی ہے جو سوا خدا کے کسی سے دل نہ لگائے[2]۔

(دانش عبد) ایسے ہی شخص کو ہندو سنیاسی کہتے ہیں۔ اور آریہ جماعت پنڈت دیانند جی کو سنیاسی بھی بہت اونچے مرتبہ کا آدمی سمجھتی ہے لیکن پنڈت جی کی سوانح عمریوں کے مضامین آریوں کے اس عقیدہ کی تصدیق نہیں کرتے۔ بلکہ بعوض اس کے سنیاسیوں سے بھی گرا ہوا بتاتے ہیں۔ کیونکہ یہ مضامین پنڈت جی کی مدت حیات کی دو تصویریں ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں ایک[1] ننگے سادھو کی۔ دوسری[2] فاخرہ لباس میں دولتمند سیاسی کی۔ پہلی تصویر کے متعلق بابو رام گوپال صاحب سپرد وائزر ساکن سہارنپور نے یہ جملہ تجویز کیا ہے۔ کسی نے دیکھ لیا تو سادھو ورنہ ڈاکو[3]۔ اور اس کے بہت سے ثبوت[4] بھی لکھے ہیں۔ اور دوسری[2] تصویر کا آدمی سنیاسی نہیں ہوسکتا۔ یہاں پر دو چیزیں لکھی جائیں گی۔ ایک[1] یہ کہ پنڈت جی سنیاسی نہ تھے۔ دوسرے[2] یہ کہ وہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی آدمی تھے۔ اور محض سیاسی شخص مذہبی سردار نہیں ہوسکتا۔ پہلی چیز پنڈت جی نے سنیاسی کی دس ضروری پہچانیں اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے مستند اردو ترجمہ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۱ میں لکھی ہیں جو خود اُن میں نہ تھیں۔ وہ پہچانیں یہ ہیں۔ پہچان[1] ہمیشہ سچ ہی بولے۔ ہمیشہ دل سے سوچ کر سچائی کو قبول اور جھوٹ کو ترک کرے۔ ...... تین سطروں کے بعد ...... کسی باعث سے بھی جھوٹ کبھی نہ بولے صفحہ ۱۶۹ لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ[1] خود کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میری پوزیشن (ویدوں کو الہامی ماننے کے متعلق) غلط ہے مگر مصلحت یہی ہے کہ سماج کی ترقی کیلئے ایسے خیالات کی اشاعت کیجائے[4]۔ صفحہ ۳ اور کہا کہ وید کو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۴)

[1] کلیات ابوالبقاء صفحہ ۱۱۲ حرف تا لغت تقوی ۱۲ منہ [2] ذوالفقار حیدری جلد اول صفحہ ۲۳۶ - یہ کتاب شبلی کتبخانہ وزیر گنج لکھنؤ میں عمر کو ملتی ہے تفصیل اس میں ملاحظہ ہو ۱۲ منہ [3] سورہ فاتحہ کی تفسیر میں میں بھی کسی قدر ان ثبوتوں میں سے نقل کر آیا ہوں ۱۲ منہ [4] کتاب سوامی دیانند اور اُن کی تعلیم صفحہ ۲۴۵ بحوالہ خط پنڈت سورج مل ۱۲ منہ

متقی اور پنڈت دیانند جی میں فرق۔ پنڈت دیانند جی سنیاسی نہ تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲)

بیخطا رہنما یعنی غلطی سے پاک اور الہامی مان لینا مقتضائے مصلحت ہے [1]۔ [2] راؤ بہادر بھولا ناتھ نے پنڈت جی سے کہا کہ سوامی جی آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ وید ایشور کا کلام ہے سو عقلمند لوگوں کے سامنے تو یہ بات بے معنی ہے تو پنڈت جی نے جواب دیا کہ یہ سب بات تو سچ ہے لیکن بھولا ناتھ جی ایسا سمجھائے بغیر سب لوگ ہمارے ساتھ کیسے شامل ہوں گے اور اپنی گاڑی چلے کیسے [3]۔ مسٹر کرشن لکھتے ہیں کہ اسی مصلحت کے خیال سے سوامی دیانند جی اس مسئلہ کی تائید کیلئے کھڑے ہوئے تھے کہ وید غلطی اور خطا سے بری ہیں [4]۔ مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ آریہ سماجی اپنا مطلب نکالنے کیلئے اِس بات کو صحیح اور جائز سمجھتے ہیں کہ موقع اور ضرورت کے مطابق جس قسم کے وسائل سے کام نکلتا دیکھیں اُن کو اختیار کرلیں خواہ وہ وسائل جائز ہوں یا ناجائز۔ معقول ہوں یا غیر معقول [5] اور اپنا اور اپنے باپ کا نام اور اُن کا عہدہ اور مکان ہمیشہ غلط بتاتے رہے تاکہ گرفتار نہ کرلئے جائیں۔ (کتاب سوامی دیانند ص۱۱ فصل ۲) **پہچان**[2]۔ جب کہیں وعظ یا بات چیت وغیرہ میں کوئی شخص سنیاسی پر غصہ کرے یا اوس کی مذمت کرے تو سنیاسی کو لازم ہے کہ اوس پر غصہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ اوس کی بھلائی کیلئے نصیحت ہی کرے [۱۶۹]۔ لیکن خود پنڈت جی نے ڈپٹی کلکٹر پر صرف اوس کے اعتراض کرنے سے غصہ کیا اور توہینی کلمات کہے۔ چنانچہ ایک دفعہ اجمیر میں سوامی جی کہیں لکچر دے رہے تھے وہاں اعلیٰ عہدہ دار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اعتراض کرنے پر سوامی جی نے کہا "او آدمی سُن! تو سنسکرت زبان سے بالکل جاہل ہے تو شاستروں کا مطلب کچھ نہیں سمجھتا۔ تیرے دل میں یہ جھوٹا خیال ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی صرف ایک فقیر ہے اور تو ایک بڑا آدمی یعنی ڈپٹی یا اسسٹنٹ کلکٹر۔ مگر یاد رکھ میں تجھکو ایک کیڑے کی ٹانگ کے ہزارویں حصے کے برابر بھی نہیں سمجھتا ہوں تجھ جیسے گرے ہوئے (دھرم بھرشٹ) آدمی کی صورت دیکھنی بھی مناسب نہیں ہے" [6]۔ اس واقعہ میں پنڈت جی نے (۱) غصہ (۲) بدزبانی (۳) توہین۔ تین اخلاقی جرم میں مبتلا ہوئے۔ جو سنیاسیوں کیا عام لوگوں کیلئے بھی جائز نہیں ہیں۔ **پہچان**[3]۔ منشی اشیاء (نشہ پیدا کرنے والی چیزیں) یا عقل کو ضائع کرنے والی دیگر اشیاء (دوسری چیزیں) بُرُوں کی صحبت۔ کاہلی۔ اور غفلت وغیرہ کو چھوڑ کر عمدہ اشیاء کا استعمال کرنا [۱۷۱]۔ لیکن خود پنڈت جی بھنگ پینے کے عادی تھے اور اکثر اوس کے نشہ میں مدہوش ہو جایا کرتے تھے [7]۔ اور بدچلن بیراگیوں کے ساتھ تین مہینے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۴)

---

[1] سوامی دیانند اور اُن کی تعلیم ص۲۴۵ بحوالہ خط پنڈت نویں چندرائے۔ ۱۲ منہ [2] کتاب سوامی دیانند ص۲۴۳ بحوالہ سوانح عمری بھولا ناتھ حصہ گجراتی ص۱۱۷ و ۱۱۸۔ ۱۲ منہ [3] کتاب سوامی دیانند ص۲۳۹ بحوالہ سوانح عمری بھولا ناتھ حصہ انگریزی ص۷۔ ۱۲ منہ [4] کتاب سوامی دیانند ص۲۴۱ بحوالہ سوانح عمری مذکور حصہ گجراتی ص۱۱۷ و ۱۱۸۔ ۱۲ منہ [5] کتاب سوامی دیانند ص۲۴۲ بحوالہ اخبار آریہ گزٹ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۸۹۶ء۔ ۱۲ منہ [6] ذوالفقار حیدری ص۲۴۳ بحوالہ جیون چرتر ص۱۶۱ و ۱۶۲

[7] ایضاً [illegible] ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ ص ۷۳)

کوٹ کام گڑھ میں رہے۔ (ذوالفقار حیدری ص ۲۳ بحوالہ جیون چرتر ص ۱۵۱-۱۵۲) اور ابرک کا کشتہ کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم کبھی کبھی ابرق کا کشتہ کھایا کرتے ہیں۔ [۱] پہچان۔ چوری کا چھوڑ دینا یعنی بدون اجازت۔ یا مکر و فریب۔ عہد شکنی۔ یا کسی بیوہار (دنیوی قاعدہ) اور وید کے حکم کے خلاف دعظ کر کے بیگانے مال کو لے لینا چوری اور اوس کو چھوڑ دینا سادھوکاری کہلاتی ہے ص ۱۸۷ لیکن خود ہمیشہ اس کے خلاف عمل کرتے رہے۔ بائیس [۲۲] سال کی عمر میں اپنی بستی سے۔ روپیہ اور سونے چاندی کے زیورات انگوٹھی چھلّے وغیرہ اور ریشمی دھوتیاں لیکر بھاگ گئے [۲] اور سنیاسی لباس اس واسطے اختیار کیا تھا تاکہ اپنے پکڑے جانے کا خوف جاتا رہے [۳] اور ان کے باپ نے ان کو مادر کُش کہکر خطاب کیا۔ اور بغاوت و سرکشی ان کی پیدائشی صفت تھی [۴]۔ ریاست کے سپاہی ان کو گرفتار کرنے کیلئے ان کے باپ کو (پہچاننے کی غرض سے) ساتھ لیکر سدھ پور کے میلہ میں پہونچ گئے۔ اُس وقت خوف کے مارے ان کا دم نکلا جاتا تھا [۵] گرفتار کئے گئے لیکن رات کے وقت سپاہیوں کے پہرے سے بھاگ نکلے [۶] اور ایک سپاہی کا لوٹا بھی لے گئے۔ اور ایک مندر کی چوٹی پر بے سہارا چڑھکر چھپ گئے [۷]۔ صاحب کتاب سوامی دیانندنے دیانندجی کی خود لکھی ہوئی اور دوسرے آریوں کی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے تفصیلی مضامین جو تینتیس [۳۳] صفحوں میں لکھے ہیں۔ اور غیر آریوں کے تحقیقات کو بھی نقل کیا ہے اُن سب کا خلاصہ جن دس نمبروں میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ ۱۔ پنڈت دیانندجی کے باپ ایک غریب کاشتکار تھے۔ ۲۔ جس وقت دیانندجی گھر سے نکلے تھے روپیہ۔ سونا۔ چاندی۔ زیورات۔ اور ریشمی دھوتیاں لیکر بھاگے تھے۔ ۳۔ پولیس نے ان کا پیچھا کیا۔ ۴۔ ان کے باپ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ تو نے مجھکو ہمیشہ کے لئے ذلیل اور بدنام کر دیا اور ہمارے خاندان پر کلنگ کا ٹیکا لگا دیا۔ ۵۔ ان کے باپ نے ان کو مادر کُش (ماں کی جان مارنے والا) کہا۔ ۶۔ انھوں نے اقرار کیا کہ میں بُری صلاح و مشورہ سے یعنی بڑے لوگوں کے بہکانے سکھانے سے بھاگا تھا۔ ۷۔ گرفتاری کے بعد پولیس کے پہرے سے نکل بھاگے۔ ۸۔ سنیاسیوں کی منڈلی میں داخل ہو گئے۔ اور سنیاس کا لباس پہن لیا۔ ۹۔ سنیاسی اس لئے بنے تاکہ ان کی

(بقیہ حاشیہ بر ص ۷۵)

عہ مادر کُش، ماں کو مارنے والا

---

[۱] کتاب سوامی دیانند بحوالہ سوانحعمری دیانندجی مرتبہ لیکھرام و آتمارام حصہ دوم باب اول صفحہ ۲۷۹ ۱۳۱-۱۲ امنہ [۲] کتاب سوامی دیانند ص ۲۵ باب ۲ بحوالہ خود نوشت سوانح عمری ص ۵ و سوانحعمری مصنفہ باوا چھجو سنگھ ص ۲۷-۱۲ منہ [۳] سوامی دیانند ص ۲۹ بحوالہ خود نوشت سوانحعمری -۱۲ منہ [۴] سوامی دیانند ص ۲۷ و ۳۱ بحوالہ خود نوشت سوانحعمری ص ۱۱ و لالہ لاجپت رائے ۱۲

[۵] سوامی دیانند ص ۲۸ بحوالہ خود نوشتہ سوانحعمری حصہ اول باب اول ص ۱۱ و سوانحعمری مرتبہ باوا چھجو سنگھ ص ۲۸-۱۲

[۶] سوامی دیانند ص ۲۸ بحوالہ خود نوشتہ سوانحعمری -۱۲ منہ [۷] ذوالفقار حیدری ص ۲۴ بحوالہ سوانحعمری ص ۱۵-۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴)
صورت۔ حلیہ۔ نام بدل جائے اور پہچانے نہ جائیں مثلاً مرتے دم تک مہلک خوف میں مبتلا رہے۔ اور اپنے نام ونسب و رصحیح جائے ولادت تک کو اسی لئے پوشیدہ رکھا تاکہ کسی کو ان کا سراغ نہ مل سکے اور کوئی نہ جانے کہ وہ کون ہیں۔ اِن واقعات کو پڑھکر ہر شخص کے دل میں یہ خیال خود بخود پختہ ہو جاتا ہے کہ سوامی جی کے گھر سے نکلنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ اُن کو اپنی مکتی (نجاتِ اُخروی) یا دنیا کی ہدایت کی دُھن لگی ہوئی تھی بلکہ اُن کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں اُن کا پتہ نہ چل جائے اور پکڑے نہ جائیں۔ اور اس خوف نے جو مثل کابوس کے ہمیشہ اُن کو دُکھ دیتا رہا اُن کے لبوں پر ایسی مُہرِ سکوت لگا دی کہ انھوں نے اپنے خاندان کے صحیح حالات تو کجا اپنے باپ کا نام تک کبھی کسی کو نہیں بتایا[۱] اور بابو رام گوپال صاحب نے جن سات نمبروں میں خلاصہ کیا وہ یہ ہیں۔ ۱۔ دیانند جی نے بیراگی اور اپنے باپ کی لعنت ملامت سُنی۔ ۲۔ دیانند جی نے اپنے باپ کے حکم کی کچھ عزت نہ کی اور ہمیشہ نافرمانی کرتے رہے۔ ۳۔ دیانند جی اپنی اصلی ماں کو قتل کر کے گھر سے بھاگے اور اسی سبب سے اپنے باپ سے ماتا گھاتک یعنی مادر کُش کا خطاب پایا ۴۔ دیانند جی نے اپنے باپ کو دھوکا دینے کی غرض سے اور مجرم ہونے کی وجہ سے فقیرانہ لباس پہنا اور سر مُنڈوایا تاکہ کوئی پہچان کر گرفتار نہ کرے۔ ۵۔ دیانند جی پر اول تو کچھ مصیبت ہی نہیں پڑی بطبع دنیا فریب و دغا کرتے رہے۔ جب اپنے والدین سے فریب و مکر کیا تو دوسرے کی کیا ہستی ہے۔ ۶۔ دیانند جی جب پہلی دفعہ گھر سے بھاگے تو زر و زیور چرا کر بھاگے جسکو راستہ میں ٹھگوں نے لے لیا۔ اور نظر بندی کے وقت حراست کے سپاہی کا لوٹا لیکر بھاگے۔ ۷۔ سوامی جی نے بخوفِ گرفتاری و بجرم ماتا گھاتک یعنی مادر کُشی دو مرتبہ اپنا نام تبدیل کیا پہلے اُوما شنکر سے شُدھ چیتن۔ پھر دیانند سرسوتی بنے۔ مندر کی چوٹی پر بلا مدد رسی سیڑھی کے لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے چڑھ گئے اور سپاہیوں کی نظروں سے چھپے رہے یہ باتیں شہرت سے پہلے کی ہیں اور شہرت کے بعد بھی وعظ وغیرہ مختلف طریقوں سے بیگانوں کے مال پر قبضہ کرتے رہے منجملہ ان کے منشی اندرمن صاحب کے مقدمہ کا چندہ ہے جس میں سے چھ ہزار روپوں سے جو میرٹھ میں ایک دوکان پر جمع تھے صاف انکار کر گئے۔ اور پندرہ سو چودہ روپیوں کا جو اقرار کیا ان میں سے صرف نو سو ترسٹھ چودہ آنے نو پائی منشی اندرمن کو مقدمہ کے خرچہ کے لئے دیا اور باقی پانچ سو باون روپیئے ایک آنہ تین پائی کے متعلق یہ ظاہر کیا کہ چندہ دینے والوں کو واپس کئے گئے۔ اس واقعہ کے متعلق منشی بختاور سنگھ سابق پریسیڈنٹ آریہ سماج شاہ جہاں پور نے نہایت رنج والم کے ساتھ لکھا تھا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۶)

[۱] کتاب سوامی دیانند اور اُن کی تعلیم صفحہ ۳۰-۳۱- ۱۲ منہ سے ذوالفقار حیدری صفحہ ۷۱-۷۲ - ۱۲ منہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵) ماسوائے اس کے سوامی جی نے جو سلوک منشی اندرمن صاحب مرادآبادی کے ساتھ کیے بلتت ازبام ہیں۔
ہائے افسوس۔ افسوس! اللہ۔ پہچان[۱] اگر (سنیاسی روپیہ پیسہ) صرف اتنا ہی اپنے پاس رکھے جو روح کو جسم
میں قائم رکھنے کے لئے کافی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مگر جو اس سے زیادہ رکھیگا اوس کو مکتی یعنی نجات نہیں ملیگی[۲]
لیکن خود نقد روپیہ جمع کر کے بمبئی میں سیٹھ کے یہاں آٹھ فی سیکڑہ سود پر دیتے تھے اور جنس غلہ گھی۔ دودھ
وغیرہ جو رئیسوں کے یہاں سے ملا کرتا تھا اوس کو کھاتے تھے[۳] ان کے مرنے کے بعد ان کے نقدی اور جائداد کا
جو تخمینہ کیا گیا تو اوس کی مقدار ایک لاکھ پچیس ہزار تک پہونچی تھی[۴] پہچان ۶ و ۷ و ۹ [۶] صرف ایک کاسۂ
گدائی یعنی بھیک مانگنے کا پیالہ اپنے پاس رکھنا۔ [۷] درخت کی جڑ میں قیام کرنا (زندگی بسر کرنا) [۸] ادنی درجہ
کا (بہت معمولی) کپڑا پہننا[۵] لیکن خود تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دریائے گنگ کے کنارے تین دن تک
بھوکے پھرتے رہے اس کے بعد ایک کسان سے کچھ بینگن مانگ کر کھائے اور اپنی بھوک کو رفع کیا۔ رات
کو ریتلی زمین پر جہاں جگہ مل گئی بغیر بستر کے پڑ رہے[۶] سخت سردی کی راتوں میں بھی پھوس پیال کے سوا کسی
بستر کے خواہاں نہیں ہوئے[۷] مگر رفتہ رفتہ جب پنڈت جی کو پوری عزت اور شہرت حاصل ہوگئی اور وہ
ریفارمر (رئیس قوم) بن گئے اور آریہ سماج کی بنیاد قائم کر چکے تو اس نام نہاد عبادت اور نفس کشی کو
چھوڑ بیٹھے[۸] رئیسوں اور دولتمندوں کی طرح عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ملازم رکھنے لگے
جن میں رسوئیا (کھانا پکانے والا) کہار۔ اور دوسرے نوکر چاکر بھی تھے[۹] چمڑے کا جوتا پہنتے تھے۔ گھی
دودھ۔ بالائی۔ شکر وغیرہ لذیذ کھانے کھاتے تھے۔ اور وسیع اور اونچی کوٹھیوں۔ بنگلے۔ باغات پر فضا
میں رہتے۔ اور اچھی اچھی مسہریوں۔ چھپر کھٹوں۔ نواڑی کے پلنگوں۔ مخملی اور اونی نرم قالینوں کے بچھونوں
پر سوتے تھے۔ بمبئی سے ایک بائی جی بھی بلوا کر مہاراج کی خلوتگاہ میں ٹھہرا دی گئی[۱۰] پنڈت جی جب
پہلے پہل لاہور آئے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ فی ہفتہ بارہ روپے یعنی تقریباً دو روپے روزانہ لیا کرتے تھے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۷)

---

[۱] ملاحظہ ہو تفصیل کتاب سوامی دیانند اور انکی تعلیم ص۴۷ تا ۵۱ - ۱۲ منہ [۲] اعلان۔ یہ کتاب دفتر رہبر قرول باغ نئی دہلی
میں دو روپیہ کو ملتی ہے۔ کتاب بہت اچھی ہے جلدیں اس کی بہت کم رہ گئی ہیں جو صاحب شوق رکھتے ہوں جلد منگالیں ۱۲ منہ
[۲] کتاب سوامی دیانند ص۴۶ بحوالہ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء کا مستند اردو ایڈیشن باب ۵ ص۱۸۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء - ۱۲ منہ [۳] ذوالفقار حیدری
ص۱۴۲ - ۱۲ منہ [۴] کتاب سوامی دیانند ص۴۶ بحوالہ سوانح عمری مرتبہ باوا چھجو سنگھ ص۶۲۳ - ۱۲ منہ [۵] کتاب سوامی دیانند ص۴۲ بحوالہ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء
[۶] سوامی دیانند ص۵۵ بحوالہ سوانح عمری مصنفہ باوا چھجو سنگھ ص۹۹ - ۱۲ منہ [۷] سوامی دیانند ص۵۵ بحوالہ سوانح عمری مذکور ص۱۱۳ - ۱۲ منہ
[۸] سوامی دیانند ص۵۵ بحوالہ بالا ص۱۱۳ - ۱۲ منہ [۹] کتاب سوامی دیانند ص۵۵ - ۱۲ منہ [۱۰] ذوالفقار حیدری ص۲۱۸ بحوالہ جیون چرتر

پنڈت جی رسوئیے (کھانا پکانے والے) کے سوا اپنے دوسرے ملازموں کو خوراک نہیں دیتے تھے مگر اپنے میزبانوں سے سب ملازموں کے نام سے خوراک کے نقد دام لے لیتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص غلہ بھیجدیتا تھا تو اوس کو ملازموں کے حوالہ کرکے اُن کی تنخواہ میں سے روپئے کاٹ لیتے تھے[1]

جس مہمان کو اپنی پوزیشن (عزت حیثیت۔ شان) کا خیال ہوتا ہے وہ اپنی خوراک کے نقد دام نہیں مانگا کرتا۔ اور سنیاسی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اُس کا دھرم تو یہی سکھاتا ہے کہ بھیک کے ٹکڑوں پر گذارہ کرے۔ روپیہ پیسہ کو ہاتھ نہ لگائے[2] سوامی جی پہلے ایک لنگوٹہ باندھے اِدھر اُدھر گھوما کرتے تھے مگر اب پالکی۔ لینڈو۔ وغیرہ میں سوار ہو کر سیر کرنے اور ریل کے فرسٹ (اول درجہ) اور سکنڈ (دوم درجہ) میں سفر کرنے لگے۔ دوشالے۔ پشمینے۔ رنگ برنگ کے ریشمی۔ اور بھڑک دار لباس بھی پہننے لگے۔ ان کے لباسوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست جو اُن کے انتقال کے بعد آریہ سماچار میرٹھ میں چھپی تھی اُس میں سے چند چیزوں کے نام نیچے لکھے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ سوامی جی کیسے بیراگی اور نمونہ کے سنیاسی تھے۔

## سوامی جی کے لباسوں کی مختصر فہرست

| | |
|---|---|
| سُرخ دوشالہ کامدار | ایک عدد |
| زرد دوشالہ (شال) | ایک جوڑی |
| سُرخ دوشالہ | ایک عدد |
| چادر پشمینہ | ایک عدد |
| پشمینہ کا چوغہ | ایک عدد |
| سفید بانات کا چوغہ | ایک عدد |
| ریشمی دوشالہ | ایک جوڑی |
| ریشمی ڈوپٹہ دھوپ چھاؤں | ایک عدد |
| ریشمی زرد چوغہ | ایک عدد |
| ریشمی چوغہ اکہرا | ایک عادد |
| سبز چوغہ | ایک عدد |
| ریشمی کوٹ | دو عدد |
| سُرخ پٹکا | |
| ریشمی کنارے کی دھوتیاں | |
| کلابتو کا ڈوپٹہ | ایک عدد |

کلابتو کا ڈوپٹہ وغیرہ وغیرہ۔ کیا ترک دنیا اور ویراگ (ترک لذات) اور سنیاس اسی کا نام ہے[1] ہے؟ ایک عدد پہچان۔ سنیاسی کو ہر روز صرف ایک وقت بھیک مانگنا چاہیئے اس سے زیادہ نہیں۔ اور بھیک مانگنے اوس وقت نکلے جب گرہست کھانا کھا کر پتّلیں اور سکورے یعنی کوزے باہر پھینک دیں۔ جو سنیاسی اُس وقت سے پہلے بھیک مانگنے کیلئے جائے وہ پاکھنڈی یعنی جھوٹا اور مکار ہے ..... جو لوگ دنیا

---

[1] کتاب سوامی دیانند صفحہ ۵۵ بحوالہ دیانند چرت حصہ اول مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۹۱۰ء رفاہ عام سٹیم پریس لاہور صفحہ ۵۷-۵۸-۱۲ آنہ

[2] سوامی دیانند صفحہ ۵۵-۵۶-۱۲ آنہ [3] کتاب سوامی دیانند صفحہ ۵۶ و ۵۷ - ۱۲ آنہ۔

کو ترک کر کے کھانا خود پکاتے ہیں وہ بڑے پاکھنڈی (یعنی جھوٹے اور مکار) ہیں سلہ۔ جو بچپن میں تارک الدنیا ہو کر لذاتِ نفسانی میں پھنسے وہ سخت پاپی (گنہگار) ہوتا ہے اور جو نہ پھنسے وہ نہایت نیک نہاد اور سچا آدمی ہوتا ہے سلہ لیکن خود پنڈت جی نے تینتالیس سال کی عمر تک ترک دنیا و لذاتِ نفسانی کی اوس کے بعد پوری طرح سے ان لذتوں میں پھنس گئے جیسا کہ پہچان سلہ کے ذیل میں لکھا گیا۔ اور بعوض بھیک مانگنے کے اچھے خاصے رئیس یا راجہ کی سی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ پہچان سنیاسی کو صرف ایک برتن اور گرو کا دبا ہوا ایک ڈنڈا رکھنا چاہیے سلہ اس کے سوا دوسری کوئی چیز آلات حفاظت میں سے اپنے پاس نہ رکھے سلہ اور مطابق قاعدہ سنیاس کے کسی ہتھیار یا چاقو کو پاس رکھنا اور لاش کو چھونا جائز نہیں لیکن پنڈت جی کے پاس (گرو کے ڈنڈے کے علاوہ) ایک لمبا سا سونٹا (لٹھ) اور (دالیسا) تیز چاقو بھی رہتا تھا (جس سے آدمی ذبح کیا جاسکے اور اوس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاسکیں) جس سے پنڈت جی نے نعش کو کاٹا تھا سلہ بابو رام گوپال صاحب سپروائزر سہارنپوری لکھتے ہیں کہ گنگا میں تازہ لاش کا ملنا غیر ممکن ہے کیونکہ میرا چشم دید (خود دیکھا ہوا) واقعہ ہے کہ اوس میں جو لاش ڈالی جاتی ہے دریائی جانور جیسے گھڑیال وغیرہ فوراً کھا لیتے ہیں۔ چونکہ پنڈت جی کی چال چلن اوس زمانہ میں قابلِ اطمینان نہ تھی اور اُن کے جیون چرتر سے بات گھاتک (دادرکش) ہونا اور گھر سے نقد و مال لیکر بھاگنا بخوبی ثابت ہے اس وجہ سے اِس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ کھتیر کے میلہ میں کوئی عورت آئی ہو مہاراج نے خدانخواستہ زیور کی لالچ میں جلدی میں اوس کا گلا کاٹ کر ہنسلی وغیرہ اوتار لی ہو سلہ پنڈت جی کی اخلاق سوز تعلیم چونکہ ان کے مادری گھرانے میں نیوگ عہ کا دستور قدیم زمانہ سے جاری تھا اور ان کے باپ نے ان کی ماں کے ساتھ اس مسئلہ پر عمل کیا تھا بلکہ اوس کے شوہر کے ہوتے ہوئے اوس کو اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔ اور ذات برادری سے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۹)

---

عہ شوہر دار یا بیوہ عورت کا بغیر شادی کے دس مردوں سے اولاد پیدا کرانا نیوگ کہلاتا ہے۔ ۱۲ منہ ۲ عہ دیانند جی نے بیاہ اور نیوگ میں پانچ فرق لکھے ہیں۔ ۱ عورت نیوگ کے بعد بھی اپنے بیاہتا شوہر ہی کے گھر رہے ۲ نیوگی اولاد اُس کے بیاہتا شوہر کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ اُسی کے اختیار میں رہتی ہے اُسی کی وارث ہوتی ہے۔ نیوگی مرد سے اُن کو کسی طرح کا تعلق نہیں ہوتا ۳ نیوگ کے بعد نیوگی مرد سے اُس عورت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ۴ بیاہتا شوہر سے اس عورت کا تعلق دونوں کی موت تک باقی رہتا ہے مگر نیوگی مرد سے اُس کا تعلق نیوگ کے بعد چھوٹ جاتا ہے ۵ بیاہتا عورت مرد دونوں مل کر گھر کے کاموں کو انجام دیتے ہیں اور نیوگ شدہ عورت۔ مرد اپنے اپنے گھر کا کام کیا کرتے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش کا مستند ترجمہ ب دفعہ ۱۱۱ - جواب سوال ۱۴۷ مطبوعہ نول کشور پریس ۱۸۹۹ء۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۹)

۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۲ - ۱۲ منہ

عہ ملاحظہ ہو تفصیل ذوالفقار حیدری صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۶ میں - ۱۲ منہ

چھانٹ دیئے گئے تھے ۔ (کیونکہ غیرت دار انسان بلکہ اکثر جانور بھی اس کو گوارا نہیں کرتے) اس لئے پنڈت جی نے اس کے رواج دینے میں بہت زور دیا ہے۔ اس کے علاوہ نسل بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ شوہر کی سیر کے لئے پنڈت جی کا حکم غیرت داروں کے لئے نہایت درجہ تعجب خیز ہے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کا شوہر طوائف (کنجری) کے پاس جائے وہ عورت کیا کرے۔ جواب دیا کہ وہ عورت بھی ایک اور مضبوط آدمی رکھ لے ۔ باقی رہی دوسری چیز یعنی مہاراج کا سیاسی زمانہ تو کلام پروردگار ذالک الکتاب کی تفسیر میں لکھ آیا ہوں کہ پنڈت جی مہاراج چکرورتی راج یعنی تمام دنیا سے مسلمان۔ انگریز۔ یہودی غیر آریہ ہندو وغیرہ کو نکال کر آریہ راج قائم کرنے کی فکر محال میں پڑے ہوئے تھے۔ اور ہندو مسلمان کے درمیان فساد کا بیج انہیں نے بویا۔ اور کچھ شاہد بھی لکھ آیا ہوں۔ اب یہاں پر صرف دو تین مضمون آریوں کے اس کی تصدیق میں لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ یہ یاد رہے کہ پنڈت جی مہاراج مذہبی آدمی نہ تھے اور نہ اپنی مقدس کتابوں کی عزت کرتے تھے (ملاحظہ ہو تفسیر ذالک الکتاب کا حاشیہ)

مسٹر شیام جی کرشن ورما۔ جو پنڈت جی کی زندگی میں ان کے شریک کار تھے لکھتے ہیں کہ ان کی زندگی کا بڑا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہم وطنوں کے دل میں کامل اور عالمگیر حکومت یعنی چکرورتی راج قائم کرنے کی پرجوش خواہش پیدا کر دی جائے جو مہابھارت کے زمانہ تک رائج تھا جس کی تشریح انہوں نے اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش کے گیارہویں باب میں کی ہے۔ انہوں نے اپنے سیاسی خیال کو کھلم کھلا پیش نہیں کیا تھا جس کے وجوہات صاف ظاہر ہیں ۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں کہ جو باتیں پہلے بند دروازوں میں کہی جاتی تھیں اب برسر بازار کہی جاتی ہیں۔ آریہ سماجیوں نے سودیشی اور نان کواپریشن (یعنی ترک موالات) کے اصول مہاتما گاندھی کے میدان میں آنے سے بہت پہلے سوامی جی سے سیکھ لئے تھے۔

باوا چھجو سنگھ لکھتے ہیں کہ گذشتہ صد سال سے آریہ ورت (جماعت) بنانے والوں سے بڑھ کر کوئی محب وطن پیدا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۸۰)

لیکن پنڈت جی کے باپ نے جس شوہر دار کاپڑی عورت سے تعلق کر لیا تھا وہ (۱) انہیں کے گھر رہتی تھی۔ (۲) اس کا لڑکا یعنی پنڈت جی مہاراج انہیں کے گھر رہتے۔ انہیں کے فرزند کہلاتے۔ اور انہیں کے اختیار میں تھے جیسا کہ پہچان (۴) کے متعلق جو مضامین لکھے گئے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ (۳) ان سے اس عورت کو پورا تعلق تھا (۴) بیاہتا شوہر سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا بلکہ پنڈت جی کے مات گھاتک (مادر کش) بننے تک وہ انکے باپ ہی سے تعلق رکھتی تھی (۵) وہ اپنے بیاہتا شوہر سے بالکل بے تعلق تھی اور انہیں کے گھر کا کام کاج کرتی تھی اگرچہ نیوگ بھی انسانی بلکہ حیوانی فطرت کے خلاف اور حیا سوز ہے لیکن پنڈت جی کی ماں اور باپ کے تعلقات میں قواعد نیوگ کا نہ پایا جانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ تعلق انکے

(آٹھواں فائدہ) علم کلام یا اصول دین الٓمٓ ذَالِکَ الْکِتَابُ سے یُنْفِقُوْنَ تک
خداوند حکیم نے دینِ اسلام کے کُل ارکان اور احکام یعنی اصولِ دین اور فروع دین اور اخلاق
اور باطل مذاہب کا بطلان سب کو صرف ان دو آیتوں میں جمع کر دیا ہے۔

باطل مذاہب کے بطلان کو ذالک الکتاب لا ریب فیہ کے ظاہری معنی کے
مفہوم سے ظاہر کیا ہے جو علم معانی بیان کے ذیل میں ذکر کیا گیا۔ کیونکہ ہر مذہب کی
بیخ و بنیاد اوس مذہب کی آسمانی کتاب ہے۔ جب وہی بے اعتبار ہو گئی تو مذہب بھی
بے حقیقت ہو گیا۔ اور فروع دین وغیرہ کا بیان آگے آئے گا۔

**اصول دین کا بیان**

اور اصول دین کا بیان یہ ہے کہ دین اسلام جسکے متعلق خداوند عالم نے رَضِیْتُ
لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی میں نے پسند کیا تم لوگوں کیلئے اسلام کو دین۔ اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لئے کامل اور پورا کر دیا۔ فرمایا ہے
اوس کی اصلیں یعنی جڑیں پانچ ہیں۔ ۱؎ خدا کی وحدانیت۔ ۲؎ اوس کی عدالت۔ ۳؎ حضرت
سرور عالمؐ کی رسالت۔ ۴؎ ائمہ معصومین علیہم السلام کی امامت۔ ۵؎ قیامت۔

اِن پانچ کے علاوہ دو چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید اور وجوب بھی بہت سی
آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک ۱؎ کتاب خدا یعنی قرآن۔ دوسرے ۲؎ فرشتے۔ چنانچہ ارشاد
فرماتا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (سورہ
بقرہ پ۳ آیت ۲۸۵) یعنی مومن سب کے سب ایمان لا چکے ہیں خدا اور اوس کے فرشتوں
اور اوس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر اگرچہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنی یعنی خبر پر باقی
رکھنے میں بھی مقصود حاصل ہے یعنی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مومن کا فریضہ اور اوس کی شان اور
صفت یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کے ساتھ فرشتوں کے موجود اور مخلوق ہونے اور کتابِ خدا کے
اوترنے اور برحق ہونے پر ایمان لائے۔ لیکن چونکہ قرآنِ مجید میں ایسی آیتیں بھی ہیں جو صورت

نہیں کیا اور آئندہ قرنوں میں بھی ہم ایسے شخص کو نہیں دیکھیں گے۱؎ ان تحریروں سے خوب ثابت ہو گیا کہ پنڈت جی
دیکھنے میں سنیاسی اور واقع میں سیاسی۔ اور ایسے سیاسی تھے جنکا مثل نہ سو برس پہلے کوئی ہوا نہ آئندہ ہو گا۔ اور دنیا میں
اس وقت جو کچھ اندھیر مچی ہوئی ہے انھیں کی لائی ہوئی ہے۔ اور یہ کل باتیں سنیاسی اور مذہبی رئیس کے شرائط
اور اخلاق اور پہچانوں کے خلاف ہیں۔ ۱۲ منہ۔

۱؎ کتاب سوانح عمری [illegible] صفحہ ۲۹۰ [illegible] ۱۳ منہ

ہیں خبر ہیں لیکن مقصود اُن سے انشا یعنی امر یا نہی (حکم یا منع) ہے۔ حکم جیسے وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ یعنی مائیں دودھ پلاتی ہیں یعنی پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے۔ اور منع جیسے لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی نہیں چھوتے ہیں یعنی نہ چھوئیں قرآن کو مگر وہی لوگ جو وضو یا غسل یا مجبوری کی صورت میں تیمم کئے ہوئے ہوں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت بھی اگرچہ صورت میں خبر ہے لیکن مقصود اس سے حکم ہے یعنی مومن پر فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ اور یہ طریقہ ہر زبان میں جاری ہے اور اس کو فنِ بدیع میں حُسنِ طلب کہتے ہیں۔

خدا نے اس آیت میں مطلوبیت کو بیان کیا ہے۔ اور ان پر ایمان نہ لانے والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (سورہ نساء پ۵ آیت ۱۳۵) یعنی جو شخص خدا اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لائے وہ بہت دور کی گمراہی میں پڑ گیا یعنی راہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کی راہ پر بہت دور چلا گیا۔

اور چونکہ خدا پر لطف یعنی بندوں کی تعلیم اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دینا عقلاً واجب ہے اس لئے اوس نے ان دونوں آیتوں میں کل اسلامی احکام تعلیم کر کے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔ بیان اُس کا یہ ہے کہ الٓمّٓ سے اپنی ذات اور صفات کو اس طرح بتایا اَللّٰهُ الْمَلِكُ الْعَظِيْمُ الْقَاهِرُ لِلْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ الْمَجِيْدُ الْمَحْمُوْدُ فِيْ كُلِّ اَفْعَالِهٖ یعنی اللہ بادشاہ عظیم الشان کل مخلوقات پر غالب اور بزرگ جس کے کل افعال اچھے ہیں۔ لفظ "اللہ" سے اپنی ہستی اور جامع صفات کمال ہونے کو بیان کیا کیونکہ معنی اُس کا ذات جامع صفاتِ کمال ہے۔ جیسا کہ بسم اللہ کی تفسیر میں گذرا۔ اور لفظ مَلِک سے اپنی برحق بادشاہت اور حکومت کو۔ اور کامل بادشاہت علم کو چاہتی ہے کیونکہ بادشاہ کے لئے انتظام مملکت کو درست رکھنے اور رعایا کے حق میں نافع اور مضر چیزوں کو جاننے اور اُنکی ہر حاجت کو پوری کرنے کیلئے اُن کی حالتوں کو جاننا ضروری ہے۔ اور چونکہ اُن کی حالتیں اور نیتیں اور ارادے اور افعال کچھ تو ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ پوشیدہ اس واسطے بادشاہ مطلق اور مالک الملوک کیلئے لازم ہے کہ اُن کے ظاہر اور پوشیدہ کل حالتوں کو جانے یعنی علمِ غیب رکھتا ہو۔ پس اس لفظ مَلِک نے اوس کی بادشاہت کو بھی بتایا اور علم بلکہ عالم الغیب ہونے کو بھی

اور لفظ عظیم عہ سے اپنی ایسی عظمت اور بزرگی کو بیان کیا ہے جو اُس کی ذات وصفات کے لئے
دوسروں پر حاصل ہے اور عقل اور سمجھ سے باہر ہے۔ اور لفظ قاہر سے اپنے غلبہ اور جبروت
یعنی کل موجودات پر کامل قدرت کو۔ اور چونکہ قاہر اور غالب بادشاہ ایک سے زیادہ نہیں
ہوسکتا اس واسطے یہ لفظ اوس کی وحدانیت کو بھی بتاتا ہے۔

بیان اس کا یہ ہے کہ اگر کامل قدرت رکھنے والے دو خدا فرض کئے جائیں تو چاہیے کہ
کسی شخص کو پیدا کرنے کے لئے صرف اون کا ارادہ کافی ہو کیونکہ خدا کے محتاج نہ ہونے اور
اوس کی کامل قدرت کا معنی یہی ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنے میں آلہ اور ہتھیار کا محتاج نہ ہو۔ تو
یہاں پر تین صورتیں نکلتی ہیں۔ ایک یہ کہ اوس شخص کو ایک ہی پیدا کرے اور دوسرے کو
اوس میں کوئی دخل نہ ہو تو اس صورت میں خدا اوس کا وہی ہوگا جو اوس کا خالق ہے اور دوسرے
سے اوس کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ دوسری صورت یہ کہ دونوں مل کر پیدا کریں تو یہ صورت
ممکن نہیں ہے کیونکہ ایک معلول یعنی پیدا اور حاصل ہونے والے میں دو کامل علتوں یعنی
پیدا اور حاصل کرنے والوں کا اثر کرنا محال ہے جیسے ایک طمانچہ دو مارنے والوں کا اور ایک کاٹے
دو تلوار کا اثر نہیں ہوسکتے۔ اور اسی طرح ایک بچہ دو باپ کے نطفہ سے اور ایک پھل دو درختوں
کے ثمر نہیں ہوسکتے۔ اور جس دلیل سے دونوں مل کر کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے اوسی دلیل سے
دونوں مل کر کسی چیز کو فنا بھی نہیں کرسکتے۔ **تیسری صورت** یہ کہ ایک خدا پیدا کرنا چاہے اور
دوسرا حالت عدم پر باقی رکھنا۔ پس چونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی چیز اپنے سابق عدم پر
باقی بھی رہے اور پیدا بھی ہو جائے اس لئے ان دو میں سے ایک ہی بات ہوگی۔ پس جس کا
ارادہ پورا ہوگا وہی غالب سمجھا جائیگا اور خدا اور دوسرا مغلوب اور غیر خدا۔

---

عہ جلیل اور کبیر اور عظیم میں فرق یہ ہے کہ جلیل اوسکو کہتے ہیں جسکی صفتیں کامل ہوں اور کبیر اوسکو جسکی ذات کامل ہو۔ اور عظیم
اوس کو کہتے ہیں جسکی ذات اور صفات دونوں کامل ہوں اور اُس کی عظمت اور بزرگی حد عقل اور تصور سے باہر ہو۔
(مجمع البحرین) میں کہتا ہوں کہ مجید کبیر کے معنی میں ہے یعنی کامل الذات لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لفظ کبیر میں
نسبت ملحوظ ہے یعنی دوسروں سے بڑا۔ اور مقابل اوس کا صغیر یعنی دوسروں سے چھوٹا۔ اور مجید میں نسبت ملحوظ نہیں ہے
یعنی محض اپنی ذات کے لحاظ سے بزرگ اور عظیم و مجید میں فرق یہ ہے کہ مجید وہ ہے جس میں صرف ذات کا کمال ملحوظ ہو اور
عظیم میں ذات اور صفات دونوں کا بہ نسبت دوسروں کے اور کمال بھی ایسا جو تصور سے باہر ہو۔ ۱۲ منہ.

حاصل کلام یہ کہ اس سے ثابت ہوا کہ قاہر و غالب ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہی خدا ہے
اس واسطے اُس کی وحدانیت بھی ثابت ہوگئی۔ اس لئے ایک لفظ قاہر سے اوس حکیم نے اپنی
وحدانیت اور قدرت مطلقہ دونوں کو بیان کیا۔ اور سورۃ الحمد کی تفسیر میں صفات ثبوتیہ کے بیان
میں گذر چکا کہ اوس کے کل صفات کمال کی جامع یہی دو صفتیں یعنی علم اور قدرت ہیں جنکو لفظ حکمت
اور قاہر سے اوس نے بیان فرمایا۔ اور لفظ مجید سے اپنی ذاتی بزرگی کو بیان فرمایا۔ اور لفظ
محمود فی کل افعالہ سے اپنی عدالت کو۔ کیونکہ لفظ ظلم اور عدل ایک دوسرے کے مقابل
میں بولے جاتے ہیں۔ اور ظلم بُری چیز ہے اور عدالت اچھی۔ یہاں تک کہ حضرت سرور عالم ارشاد
فرماتے ہیں کہ نوشیرواں جو کافر تھا باوجود کفر کے اوس کی عدالت و انصاف کی وجہ سے اوس کے
عذاب میں تخفیف کر دیجائیگی۔ اور ایک گھنٹہ انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل قرار
دیا گیا ہے[1] اور خداوند عالم جملہ اَلْمَحْمُوْدُ فِیْ کُلِّ اَفْعَالِہٖ سے اپنی کل فعلوں کی بھلائی کو ظاہر
کر رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اوس کے کل افعال عدالت و انصاف کے مطابق ہوتے ہیں
اور ایک کام بھی اوس کا ظالمانہ نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ اوس کی عدالت بھی اوس کے صفات
کمال میں داخل ہے۔ اور لفظ "اللہ" کا معنی (یعنی ذات جامع صفات کمال) اوس کو بھی بتا رہا ہے
لیکن علم معنی بیان میں بیان کیا گیا ہے کہ جس چیز کے لئے تاکید مقصود ہوتی ہے اور اوس میں اہتمام
اور اوس کی زیادتی عظمت و بزرگی کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوس کو عام سے نکال کر جدا بیان
کر دیتے ہیں۔ چونکہ خدا کی اس اعلیٰ اور بزرگترین و شریف ترین صفت سے مسلمانوں
کی ایک جماعت اپنی خاص مصلحتوں یعنی کچھ لوگوں کے عیوب کو بے عیب ثابت کرنے کی غرض
سے انکار کرنے والی اور اوس کی مقدس ذات پر ظلم جیسے بدترین صفات کا دھبہ ڈالنے والی تھی
اس لئے خداوند حکیم نے اہتمام و تاکید اور اُن کی خطا و غلطی بلکہ خود غرضی کو ظاہر کر دینے کیلئے اسکو
عام سے نکال کر جدا بیان کر دیا۔
خلاصہ یہ کہ خداوند حکیم نے تین حرفوں یعنی ا۔ ل۔ م۔ سے اپنی ذات اور کل صفات کمال کو
اجمالاً بیان فرمایا۔ اور علم و قدرت کو جو اوس کے کل صفات ثبوتیہ کے جامع ہیں اور عدالت کو
جو اصول دین میں سے ایک اصل اور رکن ہے تفصیلاً بیان فرمایا۔

[1] لآلی الاخبار جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ - ۱۲ منہ۔

اور ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ کے ظاہری معنی سے قرآن کے برحق ہونے کو بیان فرمایا جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اُس کے باطنی معنی سے حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے برحق ہونے کو جس سے ایک جماعت مسلمانوں کی مثل عدالت پروردگار کے انکار اور کنارہ کشی کرنے والی تھی۔

اور ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کے ظاہری معنی سے خوفِ خدا رکھنے والوں کی سرشت کی خوبی اور قابلیتِ ہدایت کو بیان کیا ہے۔ اور اوس کے مفہوم سے بدتر اور مثل سرسوں کے حضرت رسولؐ اللہؐ و اوصیاءِ کرام کی صحبت اور انفاسِ قدسیہ کی عطریت سے بوباس نہ لینے والوں کی سرشت کی بُرائی اور عدم قابلیت کو۔ اور اس کے باطنی معنی سے شیعیانِ اہلبیتِ طاہرینؑ کی طینت کی خوبی اور قابلِ قبول ہدایت اور متقی و پرہیزگار ہونے کو۔

اور لفظِ الغیب کے ظاہری معنی سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کی رسالت اور فرشتوں اور بہشت و دوزخ و لوح و قلم اور قیامت وغیرہ پر ایمان لانے کو ابتداءً ذکر کیا ہے۔ اور اپنی ذاتِ اقدس اور حضرت آخرالزمان علیہ السلام کی امامت پر ایمان لانے کو دوبارہ۔ اور اوس کے باطنی معنی سے خاص حضرت آخرالزمانؑ کی امامت پر ایمان لانے کو تیسری دفعہ۔ اپنی ذات پر ایمان لانے کو دوبارہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ خالق و منعم وہی ہے۔ اور اُس کے حقوق سب کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ اور حضرت آخرالزمانؑ پر ایمان لانے کو کئی دفعہ اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ ایک اولؔ تو اوس کے دین کو حضرت ہی اس طرح رواج دینے والے ہیں جس طرح حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کے زمانہ سے اِس وقت تک کبھی رواج نہ پایا یعنی مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک۔ کیونکہ حضرت سرورِ عالمؐ کی زندگی ہی نے وفا نہ کی اور ائمہ اطہار سے اہلِ دنیا نے دشمنی کر کے اُن کو مجبور کر رکھا تھا۔ دوسرےؔ اس وجہ سے کہ حضرت ہی کی شمشیرِ آبدار کی برکت سے دشمنوں کا دَور ختم ہو جائیگا اور زور ٹوٹ جائیگا۔ اور حضرت سرورِ عالمؐ اور کل ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی عمر طبعی تک اس دنیا میں سلطنت اور حکومت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

تیسرےؔ اس وجہ سے کہ حضرت خضر و الیاس و عیسٰی علیہ السلام کے زندہ موجود اور غائب ہونے کا اقرار و اعتقاد رکھتے ہوئے صرف اس غرض سے کہ حضرت کی امامت کو ماننا نہ پڑے حضرت کے موجود اور غائب اور طویل العمر ہونے سے بہت سے مسلمان انکار کرنے والے

اِس واسطے خداوندِ عالم نے لفظِ غیب سے حضرت کو مراد لینا اور حضرت کو زندہ وغائب ظاہر کر دینا ضروری سمجھا۔

**تنبیہ** ۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کے ذکر سے پہلے حضرت علیؑ کی امامت کو لفظِ ذالک الکتاب سے خداوندِ عالم نے اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کیا ہے کیونکہ حضرت رسول اللہؐ کی رسالت کا اقرار کرنے والے حضرت علیؑ کی بلافصل امامت سے جو جزوِ مذہب ہے انکار کرنے والے تھے۔

**خلاصۂ کلام** یہ ہے کہ آلٓمٓ سے اپنی وحدانیت اور عدالت کو مع صفاتِ ثبوتیہ یعنی علم و قدرت کے بیان کیا ہے۔ جو اوس کے کل صفاتِ ثبوتیہ کو شامل ہیں۔ اور ذالک الکتاب سے دونوں قرآن۔ ایک صامت (چپ) یعنی کتابِ خدا۔ اور دوسرا ناطق (بولنے والا) یعنی علی علیہ السلام کی امامت کی حقیقت کو۔ اور الغیب سے رسالت وقیامت وبہشت وغیرہ اور فرشتوں کے وجود کو۔ اور یقیمون الصلوٰۃ کے باطنی معنی سے باقی کل ائمہ علیہم السلام کی امامت کو۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن پر ایمان لانا واجب ہے جن میں پانچوں اصولِ دین یعنی وحدانیت۔ عدالت۔ رسالت۔ امامت۔ قیامت بھی داخل ہیں۔

**دسواں فائدہ) فقہ و اخلاق۔ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ** ۔ مِمّا میں مِن بعض کے معنی میں ہے اور ما۔ اسم موصول عموم کے لئے جو دنیا کی کل چیزوں کو شامل ہے۔ اور اس آیت میں مرادِ پروردگار یہ ہے کہ اپنے متقی بندوں کو جو کچھ دیا وہ سب میں سے کچھ حصہ میری راہ میں صرف کرتے ہیں کیونکہ اصل میں یہ آیت ینفقون مما رزقناہم تھی سجع اور قافیہ کے خیال سے ینفقون کو آخر میں ذکر فرمایا ہے۔ اور جو چیزیں خداوندِ عالم نے دی ہیں اُن کی تقسیم پانچ چیزوں کی طرف ہوتی ہے۔ ۱۔ بدن اپنا یا اولاد وعیال کا یا نوکر چاکر کا۔ ۲۔ مال خواہ نقد ہو یا زیورات یا لباس یا کھانے پینے کی چیز وغیرہ ۳۔ قوت ۴۔ عزت ۵۔ علم اور ہر شخص سے اپنی ذات کے اور کل موجودات کے حقوق انھیں پانچوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ **اپنی ذات میں** روح۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ مُنہ۔ ہاتھ۔ پانوں۔ جسم کا باقی حصہ۔ غرض پورے بدن کا ہر جزو داخل ہے۔ اور اُس کو راہِ خدا میں صرف کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک سے وہی کام لیا جائے۔ جو خدا کے حکم اور مرضی کے مطابق اور دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرنے والا ہو۔ اور ہر اوس کام سے روکا جائے جو

فروعِ دین اور اخلاق کا بیان

خدا کے حکم اور مرضی کے خلاف اور دنیا و آخرت میں نقصان پہونچانے والا ہو۔
ان اعضاء کو اس طرح صرف کرنے والوں کے لئے کل واجبات اور کل مستحبات حاصل ہو جائیں گے۔ خواہ وہ اعتقاد سے تعلق رکھتے ہوں۔ جیسے اصول دین کا اعتقاد اور خدا اور خلق خدا کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ یا اعمال سے۔ جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ جہاد۔ خمس۔ زکوٰۃ۔ یا اخلاق سے۔ جیسے عدالت و خوش خلقی و سخاوت وغیرہ۔ اور کل حرام اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچ جائیں گے خواہ وہ اعتقاد سے تعلق رکھتی ہوں جیسے اصول دین سے انکار یا غفلت اور خدا و خلق خدا کے ساتھ بدگمانی وغیرہ۔ یا اعمال سے جیسے نماز و روزہ وغیرہ کو چھوڑنا۔ یا اخلاق سے۔ جیسے بخل اور بد خلقی وغیرہ۔
اور موجودات میں خدا اور اوس کی کل مخلوقات داخل ہیں جنمیں انبیاء۔ اوصیاء۔ اولیا۔ علماء دین۔ عزیز۔ غیر۔ مومنین۔ کفار۔ جانور۔ درخت و گھانس۔ ڈھیلے۔ پتھر۔ جواہرات مٹی وغیرہ سب داخل ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے حقوق کا ہر شخص سے تعلق ہوتا ہے۔ جنکو ادا کرنا ضروری ہے۔ خدا کے حقوق کی ادا کاری اوس کی کامل فرمانبرداری کرنی ہے اور خلق خدا کے حقوق کو معین کرنا ممکن نہیں ہے۔ اُن کے حقوق کی ادا کاری کا مختصر بیان یہ ہے کہ اون میں سے ہر ایک کی شان اور قدر و منزلت کے مطابق اوس کے ساتھ روش اور برتاؤ کیا جائے۔ اور اُن میں سے جو جس چیز کا محتاج ہو بقدر اپنی طاقت او قدرت کے اوس کی حاجت کو پوری کیجائے۔ خواہ اون کی حاجت جان سے متعلق ہو یا مال یا قوت یا عزت یا علم سے۔ اور مثالیں اس کی ظاہری تفسیر کے آخر میں ذکر کی گئی ہیں اور حدیثیں باطنی تفسیر کے آخر میں۔ اور چاہیئے کہ ہر حقدار کیلئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ ایک لقمہ کتّے کو بھی اس خیال سے دینا عبادت ہے کہ یہ مخلوقات خدا میں سے ایک مخلوق ہے۔ شائد خدا کی نگاہ میں یہ ایک لقمہ تمہارا جو خالص نیت سے ہو تمہاری عمر بھر کی عبادت سے بہتر ہیں

---

ع حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص بنو اسرائیل میں سے روز و شب گناہوں میں مبتلا تھا۔ ایک مرتبہ ایک کنوئیں پر پہونچا ایک کتّے کو دیکھا کہ پیاس سے اوس کی زبان باہر نکل آئی ہے اوس کو اوس کے حال پر رحم آیا اپنے عمامہ میں موزہ باندھ کر پانی نکالا اور اُس کتّے کو پیٹ بھر پلایا

بہتر ہو۔ معصوم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے کھانے کے وقت کوئی ایسا جانور آجائے
جو تمہاری غذا سے کھا سکتا ہو تو کم سے کم ایک لقمہ پہلے اوس کو دے لو تب خود کھاؤ۔
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص پیاسے جانور یا غیر جانور کو پانی
پلائے تو خدا اوس کے سر پر اوس دن سایہ کریگا جس دن خدا کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی
دوسرا سایہ نہ ہوگا[لہ] حضرت امام زین العابدین علیہ السلام غذا نوش فرما رہے تھے
کہ ایک ہرن آتا ہوا دکھائی دیا حضرت نے اوس سے فرمایا کہ آ اور میرے ساتھ کھا۔ وہ آیا
اور حضرت کے ساتھ دستر خوان پر کھایا[ملہ]
اور چھوٹے پودھوں اور پھلدار درختوں کو بے وجہ اور بے ضرورت اوکھاڑنا اور کاٹنا
اخلاقی جرم اور ظلم ہے جس سے بروز قیامت سوال کیا جائے گا۔ اور دنیاوی آثار بھی اُس کے
بُرے دیکھے گئے ہیں[عہ] اسی طرح ڈھیلے اور پتھر اور جواہرات وغیرہ کے ساتھ بے موقع
اور بے ضرورت برتاؤ کرنا اخلاقی جرم ہے[٭٭]۔ زمین کے حقوق سے یہ بھی ہے کہ اُس پر خدا کا
گناہ نہ کیا جائے۔ بروز قیامت اوس گناہ پر وہ بھی گواہی دیگی۔ اور جو لوگ بے ضرورت
ننگے رہتے ہیں زمین اون کی برہنگی کے بارے میں بروز قیامت فریاد کریگی[عہ]

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶)
خداوند عالم نے اوس زمانہ کے نبی پر وحی نازل کی کہ مجھے اُس کا یہ فعل بہت پسند آیا اور میں نے اوس کے کل
گناہوں کو بخش دیا کیونکہ اوس نے میری مخلوقات میں سے ایک مخلوق پر بہت رحم کھایا ہے یہ سنکر اوس
شخص نے اپنے گناہوں سے توبہ کیا[لہ] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دریا کے کنارہ
جب جاتے تھے تو اپنے کھانے میں سے ایک روٹی اوس میں ڈال دیا کرتے تھے۔ پس کسی حواری نے پوچھا کہ آپ اپنے
کھانے کی روٹی دریا میں کیوں ڈال دیا کرتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ دریائی جانوروں کیلئے۔ اور ثواب اس کا خدا کے نزدیک بہت زیادہ ہے[۱۲]
عہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ پھل (دار درختوں) کو نہ کاٹو جسکی وجہ سے خدا تم پر عذاب کی
بھرمار کردے (وسائل الشیعہ کتاب المزارعۃ باب حکم قطع شجر الفواکہ)۔[۱۲] منہ عہ حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند
عالم نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل کی کہ تمہاری شرمگاہوں کو دیکھنے سے زمین مجھ سے شکایت کر رہی ہے۔
پس اپنی شرمگاہوں اور زمین کے درمیان پردہ ڈالو اوس وقت حضرت ابراہیمؑ نے گھٹنوں تک کا پائجامہ بنایا اور پہنا (حلیۃ المتقین
باب فصل ۷ صفحہ) [۱۲] منہ ٭٭ حلیۃ المتقین باب فصل ۳ وہ میں متعدد حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ عقیق نے کل پتھروں
سے پہلے خدا کی وحدانیت رسولؐ کی رسالت ائمہؑ کی امامت کا اقرار کیا اور جزع یمانی تسبیح اور استغفار کرتا ہے۔ اور ثواب اسکا پہننے والوں

خلاصہ یہ کہ یہ چار لفظوں کی فرمائش اعتقادی چیزوں اور فقہی مسئلوں اور اخلاقی صفتوں سب کو شامل ہے۔ چونکہ خداوند عالم کا مقصود یہ تھا کہ یہ فرمائش کل چیزوں سے عام رہے اس واسطے جس طرح قرآن مجید میں کئی جگہ یقیمون الصلٰوۃ کے بعد یوتون الزکوۃ فرمایا ہے یہاں پر بعوض اُس کے مما رزقناہم ینفقون فرمایا۔ جو اس بات کو صاف صاف بتا رہا ہے کہ اس فرمائش سے صرف زکوٰۃ دینا مقصود نہیں ہے جیساکہ ابن عباس کی حدیث میں مذکور ہے اور نہ صرف اہل و عیال کا نفقہ مقصود ہے جیساکہ ابن مسعود کی حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے۔ اور نہ اس کا تعلق صرف مالیات سے ہے جیساکہ قتادہ کی حدیث نمبر ۲ میں مذکور ہے۔ بلکہ مقصود ہر خیر و بھلائی ہے جو خدا کی خوشی کے لئے کیجائے جیساکہ ضحاک کی حدیث نمبر ۱ میں مذکور ہے۔

(دسواں فائدہ) مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں خداوند عالم نے دو چیزیں ذکر کی ہیں ایک یہ کہ نعمتیں اوس کی دی ہوئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ خدا کی نعمتوں میں سے اُس کی راہ میں صرف کرنا مدح و تعریف اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اور خدا کا خزانہ مالِ حرام سے خالی ہے۔ اور مالِ حرام کو وہ عداوت اور دشمنی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اوس میں تصرف کرنا عذاب کا سبب ہے۔ اس لئے ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا مال یا اولاد نہ تو نعمتِ خدا ہیں۔ اور نہ اُن کو کارِ خیر میں خرچ کرنا مدح و تعریف و اجر و ثواب کا باعث ہے بلکہ جس طرح چوری یا غصب وغیرہ سے مال۔ اور زنا سے اولاد حاصل کرنا سببِ عذاب ہے۔ اوسی طرح اُن کو کارِ خیر میں خرچ کرنا اور لگانا بھی سبب عذاب ہے۔

ناجائز مال خرچ کرنا سبب عذاب ہے

---

ع حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص روٹیاں چرا کر فقیروں کو تقسیم کیا کرتا تھا ایک مرتبہ حضرت نے اوس کو ایسی حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیا اور ملامت کی تو اوس نے جواب دیا کہ گناہ کا بدلا ایک ہوگا اور کارِ خیر کا بدلا دس۔ پس ان روٹیوں کو فقراء کو دینے سے جو مجھے دس ثواب ملیں گے۔ اُن میں سے ایک ثواب ایک گناہ یعنی چرانے کے بدلے میں کٹ جائے گا اور نو میرے لئے باقی رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا اے جاہل اپنا مال دینے سے ثواب ملتا ہے۔ غیر کا مال دینے سے نہیں ملتا۔ اس لئے تیری چوری کا عذاب تیرے سر پر برقرار رہیگا۔ اور روٹیاں دینے کا ثواب تجھ کو کچھ نہ ملیگا بلکہ اس تصرف کا عذاب جدا ہوگا۔ ۱۲ منہ۔

maablib.org

**گیارہواں فائدہ** | هدى للمتقين میں لفظ هدی بے قید ہے۔ اسمیں نہ تو جگہ کی قید ہے نہ زمانہ کی۔ اس واسطے معنی اس کا یہ ہے کہ قرآن مجید سے متقی (یعنی شیعے)، ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ہدایت پاتے رہیں گے۔ دنیا میں دینِ حق اور احکام و اطاعت خدا کی طرف قرآن اور اہلبیت ان کو راہ بتائیں گے اور آخرت میں بہشت تک پہونچائیں گے انشاء اللہ تعالے۔ اور لفظ متقین الذین یومنون بالغیب سے مقید ہے۔ اس لئے اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ امام غائب علیہ السلام کی امامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اگرچہ اپنے آپکو متقی اور خدا ترس سمجھتے ہوں لیکن قرآن مجید سے ہدایت نہیں پاسکتے۔ کیونکہ قرآن مفسر اور بیان کرنے والے کا محتاج ہے۔ اور اس کا مفسر اہلبیت عصمت و طہارت کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا[ع] اور یہ بات کسی شخص سے چھپی ہوئی نہیں ہے کہ جو لوگ امام غائب کی امامت کو نہیں مانتے وہ باقی ائمہ کی امامت کو بھی نہیں مانتے۔ اس واسطے قرآن کے حقیقی معنی سے وہ محروم ہیں۔ اور جب علم قرآن سے محروم رہے تو دین حق اور احکام خدا اور

---

ع اگرچہ علماء علم اصول میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ وصف مفہوم رکھتا ہے یا نہیں۔ یعنی صفت ذکر کرنے سے متکلم یعنی بولنے والے کی غرض یہ ہوتی ہے یا نہیں کہ جس میں یہ صفت پائی نہ جائے اوس کو وہ حکم شامل نہ ہوگا جو اوس صفت کے رکھنے والے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر مفہوم نہ رکھنا مان بھی لیا جائے جب بھی حق یہ ہے کہ یہ حکم اکثریت کی بنا پر ہوگا جس کا مقابل کثرت ہے۔ نہ کثرت کی بنا پر جس کا مقابل قلت اور ندرت ہے تاکہ وہ قلیل اور نادر افراد کثیر یعنی زیادہ کے حکم میں قرار دے دیئے جائیں اور مفہوم نہ رکھنے کا حکم سب پر جاری کر دیا جائے۔ اور اکثریت کی بنا پر کثیر یعنی زیادہ فردیں ایسی نکلیں گی جو مفہوم رکھتی ہوں اور یہی واقع کے مطابق بھی ہے اور ایسا کلام بہت زیادہ دیکھا جا رہا ہے۔ جس میں متکلم نے ذکر صفت سے مفہوم کو لحاظ رکھا ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص اپنے محکوم کو حکم دیتا ہے کہ اَکْرِمْ زَيْدَنِ الْعَالِمَ یعنی زید عالم کا اکرام کرنا تو اوسکی غرض یقیناً یہی ہوتی ہے کہ زید جاہل کا اکرام نہ کرنا۔ یہ آیت بھی اوسی قسم سے ہے جس میں مفہوم کا لحاظ رکھا گیا ہے اور خداوند عالم کی غرض یہ ہے کہ جو لوگ امام غائب حضرت آخر الزمان علیہ السلام کی امامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ قرآن سے وہ ہدایت نہیں پاسکتے۔ اور سبب اس کا متن میں ذکر کیا گیا۔ اسی وجہ سے باطنی تفسیر کی تینوں حدیثوں میں معصوم نے متقین کی تفسیر شیعوں سے کی ہے ۱۲

ملاحظہ ہو تیسواں مقدمہ صفحہ ۱۱۷ میں اور اکتیسواں مقدمہ صفحہ ۱۱۸ میں

طریقہ اطاعتِ خدا سے بھی محروم رہے اس لئے دنیاوی ہدایت سے محروم ہوئے۔ اور جب خدا کے سچے دین اور سچی عبادت و اطاعت سے محروم ہوئے تو اخروی ہدایت یعنی راہ بہشت سے بھی کنارے ہی رہیں گے۔ بلکہ ایسے لوگ اپنے آپ کو ہزار متقی اور خداترس سمجھیں اور ڈیڑھ گز کا کنٹھہ گلے میں ڈال کر مراقبہ میں ھُو حق کریں لیکن سچے متقی اور خداترس نہیں سمجھے جا سکتے۔ کیونکہ سچی خداترسی خدا کی کامل فرمانبرداری کو چاہتی ہے اور کامل فرمانبرداری کا ایک بڑا جز جو حدیث ثقلین سے ثابت ہے بارہوں ائمہ طاہرین کی امامت کو ماننا اور اونکی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے جس پر بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں جن میں سے ایک آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ اور ایک حدیث حدیث ثقلین ہے جو باقرار علماء اہلسنت متواتر ہے اور بقول امام اہلسنت فخر الاسلام بزدوی کے حدیث متواتر سے انکار کرنا سبب کفر ہے [۱]

**بارہواں فائدہ** یقیمون الصلوٰۃ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ صلوٰۃ یعنی نماز خاص خاص ارکان کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور یقیمون فعل ہے باب افعال سے اور مصدر اس کا اقامت یعنی کھڑا کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ارکان مخصوصہ کھڑا کرنے کی چیزیں نہیں ہیں اسی طرح کلام پروردگار اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (کھڑا کرو اپنے منہوں کو ہر نماز کے وقت) میں بھی معلوم ہے کہ منہ کھڑا کرنیکی چیز نہیں ہے۔ علاوہ اس کے پہلی آیت میں صرف ایک لفظ یعنی یصلون سے اور دوسری آیت میں صرف ایک لفظ یعنی توجھوا سے باوجود مختصر ہونے کے مطلب ادا ہو جا رہا تھا پس ایسی صورت میں خداوند حکیم و فصیح و بلیغ کا مختصر عبارت کو چھوڑ کر زائد الفاظ کو اختیار کرنا حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا وہ مصلحت یہ ہے کہ خداوند عالم یہاں پر تین مطلب کو ظاہر کرنا چاہتا ہے ایک خداترس لوگوں کے نماز پڑھنے کو دوسرے پابندی سے ہمیشہ پڑھنے کو تیسرے کھڑے ہو کر پڑھنے کو جو ارکانِ نماز میں سے پہلا رکن ہے۔ اگر خداوند حکیم یصلون فرماتا تو پابندی اور قیام یعنی کھڑے ہو کر پڑھنا ظاہر نہ ہوتا اور اگر یدیمون الصلوٰۃ فرماتا تو پابندی معلوم ہوتی لیکن کھڑے ہو کر بجا لانا معلوم نہ ہوتا۔ اور اس آیت کی باطنی تفسیر علماء لغت میں سے لویس اور صاحب قاموس اور فیومی اور طریحی علیہ الرحمہ کا کلام نقل کیا گیا کہ اقامت کا معنی ادامت

[۱] ملاحظہ ہو بائیسواں مقدمہ ص ۱۴۹ میں حدیث نمبر ۲ بطریق اہلسنت ۱۲

یعنی ہمیشہ کرنا بھی ہے۔ **اس لیئے** یہی لفظ اس امر کی قابلیت رکھتا تھا کہ تینوں مطلب کو ادا کرسکے۔ **اپنے ضمنی** ع۵ **معنی** یعنی یدیمون سے ہمیشہ بجالانے کو اور **اپنے لغوی و اصلی معنی** یعنی کھڑا کرنے سے پڑھنے اور اس حال میں کھڑے رہنے کو کیونکہ اس فعل کا مصدر لازم یعنی قیام کھڑا ہونے کو بتاتا ہے۔ اور مصدر متعدی یعنی اقامہ کھڑا کرنے یعنی کسی مفعول پر فعل واقع کرنے کو **اور جب کہ** مفعول یعنی لفظ صلوۃ کے موجود ہوتے ہوئے فعل متعدی یعنی اقامہ کا معنی کھڑا ہونا مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ اور ارکان مخصوصہ میں کھڑے ہونے کی قابلیت ہی نہیں ہے تو عقل یہ حکم کرتی ہے کہ مقصود پروردگار اِتْیَانُ الصَّلٰوۃِ قَائِمًا یعنی نماز کو کھڑے ہو کر بجالانا ہے۔ جو اس پر طاقت اور قدرت رکھنے والوں کا پہلا فریضہ ہے۔ اور آیت یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا اھ اور بہت سی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ میں بجائے یُزَکُّوْنَ (زکوۃ نکالتے ہیں) کے یُؤْتُوْنَ کو بڑھانا اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ محض زکوۃ نکال دینے سے ذمہ پاک نہیں ہوتا بلکہ فقیر کو دے دینے کے بعد پاک ہوتا ہے۔ **اور یقیمون** مطلق ہے یعنی اسمیں کھڑے ہونے کی ہیئت اور صورت بیان نہیں کی گئی ہے۔ یعنی نہ تو اسمیں قَابِضِیِ الْیَدَیْنِ (دونوں ہاتھوں کو باندھ کر) کی قید ذکر کی گئی ہے نہ بَاسِطِی الْیَدَیْنِ (دونوں ہاتھوں کو کھول کر) کی۔ **اور مطلق** سے کسی خاص فرد کے مراد ہونے پر جب تک کوئی روشن قرینہ موجود نہ ہو وہ اپنے شائع متعارف افراد پر محمول کیا جاتا ہے یعنی اوس سے وہی فردیں مراد لی جاتی ہیں جو زیادہ پائی جاتی ہیں اور وہ لفظ زیادہ تر اونہیں استعمال ہوتا اور اون پر بولا جاتا ہے **اور** قائمین یعنی کھڑے ہونے والوں میں زیادہ فردیں وہی ہیں جو اپنے ہاتھوں کو لٹکا ہوا رکھتی ہیں اور فطرت اور اصلی خلقت کے مطابق بھی یہی ہے **پس یقیمون الصلوۃ** کا معنی یہ ہوگا کہ خدا ترس لوگ امام غائب علیہ السلام پر ایمان رکھتے اور اصلی خلقت اور فطرت کے مطابق ہاتھوں کو

---

ع۵ ضمن کا معنی لغت میں شمول ہے یعنی کسی چیز کو اپنے اندر لے لینا۔ اور علم بدیع میں تضمین کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کی جگہ پر رکھا جائے اور اس کا معنی اوس سے مراد لیا جائے اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ چند معنی کو ایک لفظ ادا کرے ایک اپنے اصلی معنی کو اور دوسرے اوس لفظ کے معنی کو جسکی جگہ پر رکھا گیا ہے اور یہ استعمال مجازی ہے ۱۲

لٹکائے ہوئے کھڑے ہوکر ہمیشہ پابندی سے نمازیں پڑھتے ہیں اور اقیموا وجوھکم عند کل مسجد کا معنی یہ ہوگا کہ کھڑے ہو کر خدا کی طرف توجہ کرو ہر نماز کے وقت۔

**حضرات اہلسنت نے** ہاتھوں کو لٹکائے رہنے پر بہت سی قوی دلیلوں کے ہوتے ہوئے بغیر کسی معتبر ثبوت کے صرف شیعوں کی مخالفت کے لئے ہاتھوں کو باندھنے کا حکم دیا ہے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ میں دونوں فریق کے کلام اور دلیلوں کو تفصیل سے ذکر کرتا ہوں۔ جن سے میرے بیان کی صداقت اور حقیقت ظاہر ہو جائیگی قبل اس کے کہ میں فریقین کے دعوے اور دلیلوں کو لکھوں مناسب ہے کہ بطور مثال کے بعض مخالفتوں کو لکھ دوں۔

**واضح ہو** کہ مذہب شیعہ تمام تر کتاب خدا اور سنت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ اور فطرت کے مطابق ہے۔ اور مذہب اہلسنت زیادہ تر سنت شیخین کے مطابق ہے۔ سب سے پہلے مخالفین حضرت علی علیہ السلام اور پیروان دشمنان اہلبیت کا نام خلیفہ سوم کے وقت میں عثمانیہ رکھا گیا (تاریخ امام طبری و مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۷۸) اس کے بعد سنہ ۴۱ ہجری میں امیر شام نے اس جماعت کا نام جماعت رکھا (سنن ابوداؤد کتاب الفقہ) لیکن یہ فرقہ بندی صرف اسمی تھی۔ اصولی یا فقہی تغیر نہیں ہوا تھا۔ یہ تغیر کسی قدر امام ابوحنیفہ کے وقت میں اور پورا پورا ابو الحسن اشعری کے وقت میں ہوا اور یہ مذہب جدا اور مستقل مذہب بن گیا۔ جس میں مذہب اہلبیت سے بالکل جدائی ملحوظ رکھی گئی اور نام اس کا اہلسنت والجماعت رکھا گیا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قرۃ العینین ص ۱۸۵ چھاپہ مجتبائی دہلی مطبوعہ سنہ ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں کہ مشہور فرقے تین ہیں حنفی۔ شافعی۔ مالکی اور ان تینوں مذہب کی بنیاد فاروق (عمر) کے اجماعی مسئلے ہیں۔ اور ان تینوں مذہب کی بڑی اور معتبر کتابوں میں مرتضی (علیہ السلام) کی حدیثیں نہیں ہیں مگر تھوڑی۔ پھر ص ۱۸۶ میں لکھتے ہیں کہ "ترتیب کتاب سنت و اجماع و قیاس کے اصول سب شیخین کے کلام سے لئے گئے ہیں"۔ اور ص ۲۰۹ میں لکھا ہے کہ "مالکی حنفی۔ شافعی کے اصل مذہب کا اعتماد مسائل اجماعیہ فاروق (عمر) پر ہے اور بجز چند مسئلوں کے یہ لوگ مرتضی (علیہ السلام) کی حدیثوں پر عمل نہیں رکھتے"۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص ۶۴ میں لکھتے ہیں کہ ابو الحسن[له] اشعری کے ترتیب دادہ اصول و فروع پر علماء چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس مذہب

[له] سنہ ۳۲۴ ہجری میں مرے ۱۲ منہ

کا نام اہلسنت والجماعت قرار پا گیا"۔ الجماعۃ معاویہ سے لیا گیا۔ اور اہلسنت سنت شیخین کی پیروی سے ۔ اور شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی تکمیل الایمان میں اور شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین ص۲۵۲ چھاپہ مجتبائی دہلی میں لکھتے ہیں کہ مذہب اہلسنت کے امام اور رائس و رئیس ابوالحسن مذکور ہیں"۔ اور شاہ صاحب مذکور شرح مشکوۃ فارسی میں لکھتے ہیں "کہ لقب اہلسنت والجماعۃ حادث (یعنی تازہ) ہے"۔ اسی وجہ سے اکثر اہلسنت اپنے کو اشعری مذہب کہتے ہیں۔ کیونکہ ابوالحسن اشعری کے ساختہ و پرداختہ دین پر چلتے ہیں۔ ان تفصیلوں سے معلوم ہوا کہ سنی اور شیعہ میں علی تفرقہ کو انھیں نے پیدا کیا۔ اور کرابیسی لکھتے ہیں کہ یزید نے عام حکم دیا تھا کہ جس دروازہ سے امام حسینؑ کا سر داخل کیا گیا تھا لوگ اسی دروازے سے داخل ہوں۔ پس جو لوگ اس دروازہ سے داخل ہوتے تھے وہ سنی کہے جاتے تھے (وسیلہ بحوالہ کرابیسی) یہ بھی واضح رہے کہ یہ تفرقہ محض حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے پیرو یعنی شیعوں کی مخالفت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بغداد کی جامع مسجدوں میں نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے کہنا اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا کہ علویین مصر (یعنی سادات جو بادشاہ مصر گزرے ہیں) بلند آواز سے بسم اللہ کہا کرتے تھے۔ پس امام احمد بن حنبل کی پیروی کے ارادہ سے نہیں۔ بلکہ علویین مصر کی مخالفت کی غرض سے بسم اللہ کو بلند آواز سے کہنا ترک کر دیا گیا (تاریخ کامل ابن اثیر جو معتبر ترین کتب تاریخ اہل سنت ہے جلد ۱۰ ص ۱۱۳ ذکر عدہ حوادث)" ۲ امام نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ اور بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے۔ لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ افضل کون ہے۔ اور صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ کیونکہ انگوٹھی زینت ہے اور داہنا ہاتھ اشرف اور زینت و اکرام کا زیادہ حقدار ہے (صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الزینتہ باب تحریم خاتم ذہب ص۱۹۷ حاشیہ سطر ۱۲ چھاپہ کشوری) لیکن صاحب در مختار لکھتے ہیں کہ چونکہ شیعوں نے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی عادت کرلی ہے اس لئے اس ہاتھ میں پہننے سے پرہیز کرنا واجب ہے (جامع ترمذی حاشیہ نمبر ۱۰ چھاپہ اصح المطابع ص۲۶۶ باب ماجاء فی لبس الخاتم فی الیمین) علامہ شیخ ابوالطیب سندھی مدنی حنفی محشی جامع ترمذی لکھتے

ہیں کہ قہستانی وغیرہ کا فتوےٰ بھی یہی ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں نے داہنے ہاتھ سے کھانے
اور بائیں ہاتھ سے آبدست کرنے میں اور سیدھے غسل کرنے میں شیعوں کی مخالفت کیوں نہ
کی بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے داہنے ہاتھ سے آبدست کرتے اور الٹا غسل کرتے
وضو کرنے میں تو مخالفت کر ہی چکے ہیں ۔۳ ملا علی قاری صاحب امام ابوحنیفہ کی شرح
فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ سلام مسلمانوں کا تحفہ ہے اور السلام علیہ اور علیہ السلام
میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ لیکن علی علیہ السلام
کہنا چونکہ شیعوں کی عادت میں داخل ہے۔ اس لئے اس طرح کہنا اچھا نہیں ہے (شرح
فقہ اکبر چھاپہ مصر ص۱۵۲) غالباً اسی وجہ سے اہلسنت کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں ۴ علامہ
زمخشری لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان پر درود بھیجنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن علماء کہتے ہیں کہ صرف
اہلبیت رسولؐ پر درود بھیجنا دو وجہوں سے مکروہ ہے۔ ایک یہ کہ ہم لوگ صرف حضرت
رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں دوسرے یہ کہ صرف اہلبیت پر درود بھیجنا رافضیوں کی عادت
ہے۔ اس لئے رافضیوں کی تشبہ سے بچنا چاہیے (تفسیر کشاف آخر سورہ احزاب) اس
قسم کی مخالفتیں بہت ہیں منجملہ انھیں مخالفتوں کے خلاف فطرت انسانی ہاتھ باندھکر
نماز پڑھنا بھی ہے۔ چنانچہ علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ چونکہ روافض
کے مذہب میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہے اس لیے اُنکی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ
ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں (شرح وقایہ برجندی جلد ا ص۱۰۳ سطر ۴ چھاپہ نولکشور
کتاب الصلوٰۃ) اگرچہ اسلامی دنیا میں اوسی دن پھوٹ پڑی اور اعتقادی تفرقہ پیدا ہوا
جس دن قلم و دوات اور کاغذ کی فرمایش میں حضرت سرورِ عالم کے حکم پر اعتناء نہ کی گئی
اور آپکی سنت سے برخلاف حکم پروردگار استغناء ظاہر کی گئی۔ اور کتاب خدا کی واجب التعمیل
آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور آیۃ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ
اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ کو لائق توجہ نہ سمجھا گیا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کی نازیبا آواز بلند کی گئی۔
اور کچھ جہالت سے اور کچھ خود غرضی سے خدا و رسولؐ کے حکم کی مخالفت میں بہت سے شرعی احکام
جاری کیے گئے جو آج مخالفت کرنے والے یعنی خلیفہ دوم صاحب کے لئے مایۂ فضیلت و
افتخار سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ حسبنا کتاب اللہ کہنے والے درحقیقت کتاب خدا و سنت
رسولؐ کے علم سے بالکل محروم تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفا مقصد ۲

ص۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ انکی فقہی غلطیاں شمار سے باہر ہیں۔ لیکن یہ مخالفتیں صحابہ کی نگاہ میں چنداں وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ خود ان کے بیٹے عبد اللہ ان کی اکثر مخالف رایوں کے مخالف تھے جیسا کہ اس امر کو میں نے اپنی کتاب **مرشد امت** میں بتفصیل لکھدیا ہے اور کسی مناسب مقام میں لکھوں گا کہ حی علی خیر العمل اور الصلوٰۃ خیر من النوم میں وہ انکی رائے کے مخالف تھے۔ اگرچہ امیر شام نے بصرف زر کثیر چند صحابہ سے جہاں فضائل خلفا ثلثہ میں حدیثیں بنوائیں وہاں خلیفہ دوم صاحب کی ذاتی فقہی رایوں کی مؤید بھی حدیثیں بنائی گئیں۔ کچھ دنیا پسند صحابہ نے بنایا اور کچھ بے اعتبار راویوں نے جن کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال کی تین جلدوں میں نام بنام ذکر کیا ہے اور تعداد اُنکی چار ہزار سے زائد پہونچ گئی ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ چودہ ہزار حدیثیں بنائی گئیں۔ خود عبد الکریم نے اقرار کیا کہ چار ہزار حدیثیں اُس نے بنائیں۔ بنانے والوں کی وثاقت کی وجہ سے یہ روایتیں مشہور ہو گئیں (سیرت نعمان شبلی ص۴۳) باوجود ان کاوشوں کے شیخین کی مخالفِ کتاب و سنت رائیں مذہبی لباس میں نہیں آتی تھیں یہاں تک کہ تیسری صدی میں شیخ ابو الحسن اشعری نے بقول شاہ ولی اللہ صاحب کے ان مخالف رایوں کو مذہب اہلسنت کا جزء قرار دیکر نام اس کا اہلسنت والجماعۃ رکھا۔" اور اسلام میں کل تفرقہ پیدا ہو کر مذہب اہلسنت ایک اچھا خاصہ مذہب بن گیا۔ جس کے بانی شیخ ابو الحسن اشعری ہوئے اور علماء اہلسنت اپنی خواہشوں سے شیعوں کی مخالفت میں وقتاً فوقتاً اضافہ بھی کرتے رہے جن میں سے ایک اضافہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا ہے **اس کے بعد** تین امروں کو پیش نظر رکھتے ہوئے میری دلیلوں کو دیکھنا چاہیے ایک یہ کہ دین حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ یعنی دین اسلام کل سابق دینوں کا ناسخ ہے۔ دوسرے یہ کہ دین اسلام کے دنیا میں آنے یا یوں کہو کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے مبعوث برسالت ہونے سے پہلے دنیا کے لوگ دو قسم کے تھے یا کسی دین کے پیرو یا لامذہب اور مذہب والوں کا عمل درآمد تین طرح پر تھا۔ ایک مذہب کے مطابق۔ دوسرے عرفی رسم و رواج کے مطابق۔ تیسرے فطرت کے مطابق اور لامذہبوں کا عملدرآمد صرف آخری دو قسموں کے مطابق تھا۔ تیسرے یہ کہ یہ امر لائق انکار نہیں ہے کہ دین اسلام نے جہاں سابق دین کے جزئی یا کلی احکام کو بدلا ہے وہاں زمانہ بعثت کے موجودہ فی رسم و رواج میں سے کچھ کو تو بدلا ہے اور کچھ کو اپنی حالت پر چھوڑ رکھا ہے۔ مثلاً اُس زمانہ

میں بیع سودی اور غیر سودی دونوں رائج تھا ان میں سے سودی کو منع فرما کر اور غیر سودی کو جائز رکھ کر فرما دیا احل اللہ البیع وحرم الربا یعنی خدا نے بیع غیر سودی کو جائز رکھا اور سودی کو حرام کر دیا۔ اسی طرح اُس زمانہ میں عورتوں میں تصرف کے چار طریقے رائج تھے۔ دو آزاد عورتوں کے متعلق اور دو لونڈیوں کے متعلق۔ آزاد کے متعلق ایک نکاح سنت (یعنی نکاح شرعی مہردار) جو آج کل رائج ہے۔ دوسرے نکاح شغار یعنی وہ نکاح جسمیں بعوض مال کے دو عورتوں میں سے ہر ایک کا عضو خاص دوسری کا مہر قرار دیا جاتا تھا۔ اور لونڈیوں کے متعلق ایک ملکیت ہے دوسرے حلال کر دینا مالک کا کسی دوسرے کے لئے اپنے لونڈی میں تصرف کرنے کو۔ دین اسلام نے نکاح شغار کو روک دیا اور تین طریقوں کو باقی رکھا۔ اور متعہ کو کچھ دنوں کے لئے جیسا کہ اہلسنت کہتے ہیں یا ہمیشہ کے لئے جیسا کہ شیعے کہتے ہیں شارع حکیم نے اضافہ کیا۔

باقی رہے **فطری حرکات و سکنات** جیسے آنکھوں سے دیکھنا۔ کانوں سے سُننا ناک سے سونگھنا۔ مُنہ سے کھانا۔ زبان سے بولنا۔ دونوں ہاتھوں سے کام کرنا دونوں پاؤں سے چلنا۔ سر کی طرف سے پانی ڈال کر نہانا۔ اوپر سے نیچے کی طرف کو اعضاء کو دھونا وغیرہ وغیرہ تو جہاں تک دیکھا جاتا ہے اسلام نے فطری امور میں بالکل دخل اندازی نہیں کی ہے۔ ہمارے بھائی اہلسنت جو خلاف فطرت اُلٹا وضو کرتے ہیں تو علاوہ اس کے کہ اس سے گفتگو کرنا ہمارے اس بحث سے باہر ہے۔ ہم کو کچھ لکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے فخر قوم و خاندان جناب فخر الحکماء مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ ساکن کجھوا ضلع سارن بحث وضو میں ایک مستقل اور بے نظیر کتاب لکھ چکے ہیں جس کا جی چاہے وہاں سے منگا کر دیکھے۔ امور ثلثہ کے بعد اب دلیلیں ملاحظہ ہوں۔

## نماز میں ہاتھ کھولے رہنے کی دلیلیں

**پہلی دلیل فطرت کا اقتضا ہے** حکیم علے الاطلاق نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کے ہاتھ کو لٹکا ہوا پیدا کیا اور بغیر کسی خاص ضرورت کے لٹکا رہنا قانون فطرت کے مطابق ہے اس کے لئے قانون فطرت خود دلیل ہے کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ دونوں پاؤں پر چلنے والے سے دلیل طلب کرنا مضحکہ خیز ہے اور ایک پاؤں پر چلنے والے سے سبب پوچھنا مقتضائے عقل اور ثبوت ہمدردی ہے۔ اور

مذہبی اعمال کو بجالانے کے وقت برخلاف اقتضائے فطرت ہاتھوں کو اوٹھانے یا باندھنے کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ثبوت نہ ہو تو عقلاً قبیح اور مخالف فطرت اور شرعاً بدعۃ سمجھا جاتا ہے۔ اگر اذان یا تکبیر کہنے کے وقت ہاتھوں کے اوٹھانے پر دلیل نہ ہوتی تو ہم اوسیں بھی نہ اوٹھاتے۔ رکوع کی حد تک جھک کر کھڑے ہونے میں چونکہ کمر پر بوجھ پڑتا ہے اور باختلاف حالات کسی کو کم کسی کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور کسی کو مطلق تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لئے تکلیف اوٹھانے والے آسانی اور رفع تکلیف کے لئے فطرۃً گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں تو شریعت نے بھی اوسکی اجازت دیدی بلکہ اس واسطے کہ آرام پاکر خضوع وخشوع اور اوسکی طرف پوری توجہ اور حضور قلب حاصل ہو رکھنا مستحب قرار دیا۔ اور چونکہ بعض لوگ بے زحمت جھک سکتے ہیں اس لئے اونکو ہاتھ نہ رکھنے کی بھی اجازت دے دی اور رکھنے کو واجب نہیں کیا۔ اگر فطرت نہ چاہتی اور شارع حکیم تجویز نہ کرتا تو ہم ہرگز نہ رکھتے۔ جیسے کھڑے ہونے کی حالت میں کسی عضو پر نہیں رکھتے۔ اسی طرح بیٹھنے کی حالت میں چونکہ کوئی زحمت نہیں ہوتی لیکن ہاتھوں کو کہیں رکھنا چاہئے اور بہتر طریقہ زانو پر رکھنا ہے۔ اس لئے شرعاً کسی خاص جگہ پر رکھنا لازم نہیں کیا گیا بلکہ زانو پر رکھنا مستحب کیا گیا اور چونکہ گردن کمر سے بھی زیادہ نازک ہے اور سجدہ میں اوس پر بوجھ زیادہ پڑتا ہے جس سے حضور قلب اور توجہ میں خلل پڑتا ہے اور عبادت میں توجہ ضروری چیز ہے اس لئے سجدہ کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھنے کو ضروری سمجھکر شرع میں لازم قرار دیا گیا جو قانون فطرت کے مطابق ہے۔ اگر ہاتھ باندھنا خضوع وخشوع کی دلیل ہے تو ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی اسکی دلیل ہے تو کیا ہاتھ باندھنے والے حضرات اس کو بھی اختیار کرلیں گے بخلاف ہمارے کہ مخالف فطرت امر کے لئے ثبوت و دلیل کی ضرورت ہے اور علاوہ اس کے کہ نماز میں ہاتھ کھولے رہنے پر قانون فطرت بہتر دلیل ہے۔ متعدد دلیلیں شرعی بھی موجود ہیں اور باندھنے پر کوئی دلیل اعتبار کے لائق پائی نہیں جاتی جیسا کہ آیندہ مفصلاً معلوم ہوگا اور مخالف فطرت امر پر جب تک کوئی ثبوت نہ ہو تو اب اوس کے کرنا عقل پسند نہیں کرتی۔ کیا بے ضرورت اپنے ہاتھوں کو برابر باندھے رہنا کس بردار بندہ اور کریگا۔ ایسے باندھنے والے کو عقلاء کس زمرے میں داخل سمجھیں گے ذلت کی حالت ہے۔

دوسری دلیل اجماع مسلمین | جہاں یہ معلوم ہے کہ شیعے کل پسند نہ کرکے ارشاد فرماتا ہے:۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں تو بجز موں کی طرح بنادیں۔

کہ مالکی بھی ہاتھ کھول ہی کر نماز پڑھتے ہیں (میزان الکبریٰ امام شعرانی باب صفۃ الصلوٰۃ ص۱۳۵ جلد ا و شرح کنز الدقائق باب صفۃ الصلوٰۃ ص۳۱ جلد ا و رحمۃ الامۃ بر حاشیہ میزان کبریٰ جلد ا ص۴۱) اور علامہ محمد معین لاہوری جو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے اپنی کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ سب کے سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور اجماع اہل مدینہ حجت ہے اور امام مالک کی دلیل یہی اجماع ہے (دراسات ص۳۴۲) پھر لکھتے ہیں کہ بمقابل عمل اہل مدینہ کے غیر اہل مدینہ کی صحیح حدیثیں چھوڑ دی جائینگی کیونکہ اونکا عمل بتاتا ہے کہ ان حدیثوں سے زیادہ قوی حدیثیں[۱] اون کے پاس موجود ہیں اس وجہ سے وہ ان حدیثوں پر عمل نہیں کرتے ورنہ ان حدیثوں کو وہ ہرگز نہ چھوڑتے اور امام شافعی بھی اون کے عمل کو غیروں کی صحیح حدیثوں پر ترجیح دیتے تھے (دراسات اللبیب ص۳۴۲) بلکہ امام شافعی نے بھی اپنی کتاب الاُم میں ہاتھ کھول کر پڑھنے کو جائز لکھا ہے (میزان کبریٰ جلد ا ص۱۳۵) اور باتفاق کل ائمہ کے خاص علماء اور اولیاء کے لئے ہاتھ باندھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے) اور عام لوگوں کے لئے ہاتھ کھول کر پڑھنا اولیٰ و انسب ہے (میزان کبریٰ ص۱۳۵ جلد ا) اس تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک[۱] یہ کہ کل شیعے اور کل مالکی اور اہل مدینہ علماء اور غیر علماء اولیاء اور غیر اولیاء سب کے لئے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے وجوب کا فتوے بھی دیتے ہیں۔ اور خود اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ دوسری[۲] یہ کہ امام مالک کے علاوہ باقی کل ائمہ غیر علماء اور غیر اولیاء کے لئے ہاتھ کھول ہی کر پڑھنے کو اولیٰ و انسب جانتے ہیں۔ یہی علماء و اولیاء تو اونکے لئے بھی ہاتھ باندھنے کو واجب نہیں جانتے بلکہ مستحب جانتے ہیں اور مستحب اوس کو کہتے ہیں جس کو چھوڑنا جائز ہے اس لئے ہاتھ کھولے رہنے کے جواز پر دنیا کے کل مسلمانوں کا اجماع حاصل ہو گیا باوجود اس کے حنفی حضرات ہاتھ باندھنے پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اسکی وجہ میں علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ چونکہ روافض (شیعے) شروع سے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس لئے اونکی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھکر پڑھتے ہیں (شرح وقایہ علامہ برجندی جلد ا ص۱۰۳ سطر ۴ اچھا پہ نول کشور)

**تیسری دلیل کتاب خدا ہے** | خداوند عالم نے یہودیوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:۔

غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتَانِ (سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت ۶۹ رکوع ۱۳) یعنی اون کا ہاتھ بندھے اور اُن پر لعنت ہو بسبب اس جرم کے کہ اونھوں نے خدا

[۱] آیندہ معلوم ہوگا کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں کل غیر معتبر ہیں ۱۲ منہ

اہلسنت کیوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں

کے ہاتھوں کو بندھا ہوا کہا بلکہ خدا کے ہاتھ کھُلے ہوئے ہیں۔ امام بیضاوی اور علامہ زمخشری اپنی اپنی تفسیروں میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں خدا نے یہودیوں کے حق میں بد دعا کی ہے کہ اونکے جرم کی سزا میں اون کے ہاتھ بندھیں دنیا میں قیدی ہو کر اور آخرت میں جہنم میں جانے کے وقت اور ماضی کا صیغہ قربِ زمانۂ سزا کی طرف اشارہ کے لئے لایا گیا ہے جیسے دعا میں کہتے ہیں:۔ رَحِمَكَ اللّٰهُ رَزَقَكَ اللّٰهُ یعنی خدا تم پر جلد رحم کرے۔ خدا تم کو جلد رزق عطا کرے۔

**بیان استدلال** یہ ہے کہ ہاتھ کھُلا رہنا خدا کے نزدیک عزت کی حالت ہے اور کھُلے رہنے کی حالت میں ہر امر پر قدرت حاصل رہتی ہے اور بندھا رہنا ذلت کی حالت ہے اور ہر امر کے انجام دینے سے مجبوری ہو جاتی ہے اور یہ وہ سزا ہے جو مجرموں کے لئے تجویز کی جاتی ہے۔ جیسا کہ خدا نے یہودیوں کے جرم کی سزا میں تجویز کیا اور یہ سزا قرآن میں کئی جگہ تجویز کی گئی ہے منجملہ اون کے ایک سورۂ الحاقہ پارہ ۲۹۔ آیت ۳۰ لغایت ۳۳ میں خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ یعنی پکڑو اوس کو اور اوسے باندھ دو۔ اور دوسرے سورۂ دہر پارہ ۲۹ میں اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ہم نے کافروں کے لئے زنجیر و بیڑی اور جہنم مہیا کر دیا ہے اور خداوند عالم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح ذلت کی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ خود فرماتا ہے:۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (پارہ ۲۹ سورہ قلم آیت ۳۵) یعنی کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں۔ کیا ہو گیا ہے تم کو کیسی بات کہتے ہو۔ اور نماز پڑھنا خدا کی اطاعۃ اور فرماں برداری اور بھلائی اور کار خیر ہے نہ کہ نافرمانی اور گناہ اور برا کام۔ چنانچہ خود اوس نے ارشاد فرمایا ہے:۔ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورۂ بقر پارہ ۱۔ آیت ۱۱۲) اَسْلَمَ فعل ماضی ہے۔ مصدر اوس کا اسلام اور اسم فاعل اس کا مُسْلِم ہے اور جمع مسلم کی مسلموں اور مسلمین ہے اور یہاں پر اسلام کا معنی پھیر دینا ہے پس معنی آیت کا یہ ہوا کہ ہاں جو شخص پھیر دے اپنے منہ کو خدا کی طرف ایسی حالت میں کہ وہ اچھا کام کرنے والا ہو تو اوس کا اجر و ثواب اوس کے پروردگار کے پاس ہے اور ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے والا خدا کا مطیع و فرماں بردار بندہ اور مستحق عزت ہے نہ کہ مجرم اور مستحق ذلت۔ اور چونکہ ہاتھ بندھا ہونا ذلت کی حالت ہے۔ اس لئے اطاعۃ و فرماں برداری کرنے والوں کے لئے وہ اس کو پسند نہ کر کے ارشاد فرماتا ہے:۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں۔

**چوتھی دلیل حدیثیں ہیں** ۱ ابن ابی شیبہ ہشیم سے ہشیم یونس سے وہ حسن سے وہ مغیرہ اور ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں نماز میں ہاتھوں کو کھلا رکھتے تھے ۲ ابن ابی شیبہ عفان سے وہ یزید بن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ اونھوں نے کہا کہ ہم نے عمرو بن دینار کو کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن زبیر[1] ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے" اور علامۂ زماں اور بحر العلوم اور صحابی مشہور یعنی عبداللہ بن عباس چچازاد بھائی حضرت سرور عالم کے بیان کرتے ہیں کہ اگر تم حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ کی نماز دیکھنا چاہو تو عبداللہ بن زبیر کی نماز کو دیکھ لو (تیسیر الوصول جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ باب خامس بیان کیفیت نماز) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سرور عالم بھی ہاتھ کھول ہی کر نماز پڑھا کرتے تھے ۳ ابن ابی شیبہ ابن علیہ سے وہ ابن عون سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے کسی نے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ اوس نے ہاتھ باندھکر نماز پڑھی تو اونھوں نے جواب دیا کہ اوس نے خون کی وجہ سے ایسا کیا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے وقت تک ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے سائل کو مسئول عنہ کے ہاتھ باندھکر پڑھنے سے تعجب ہوا اور ابن سیرین سے جو فقیہ وقت تھے اس کا حکم پوچھا اور انھوں نے عذر بیان کیا ۴ ابن ابی شیبہ عمر بن ہارون سے وہ عبداللہ بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ اونھوں نے کہا کہ ہم نے ابن مسیب کو کبھی ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ وہ ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے ۵ ابن ابی شیبہ یحیی بن سعید سے وہ عبداللہ بن غرار سے نقل کرتے ہیں کہ ہم سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کر رہے تھے کہ اونھوں نے ایک شخص کو ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ گئے اور اوس کے ہاتھوں کو جدا کرکے واپس آئے"

ان کل حدیثوں کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے

---

[1] عبداللہ بن زبیر خود صحابی اور صحابی کے بیٹے اور خلیفہ اول کے نواسے اور بی بی عائشہ کی گود میں پرورش پائے ہوئے اور مشہور عابد و زاہد تھے۔ حضرت رسول اور اپنے باپ اور اپنے نانا کی نماز بھی دیکھے ہوئے تھے۔ زہد و عبادت مخالفت حکم خدا اور رسول سے روکنے والی چیز موجود تھی۔ اسی وجہ سے ابن عباس نے اونکی نماز کو حضرت رسول کی نماز کا فوٹو قرار دیا اس لئے صرف یہی ایک حدیث ہمارے مدعا کے ثبوت کے لئے کافی ہے ۱۲ منہ

مشہور ہے اپنے سند سے لکھا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابو بکر عثمان ابن ابی شیبہ کوفی ثقہ اور حافظ تھے اور سنہ ۲۳۵ھ میں مرے (تقریب التہذیب)

**پہلی حدیث** میں ہشیم بغدادی معتبر ثقہ تھے ۸۰ سالہ ہو کر سنہ ۱۸۳ھ میں مرے۔ اور یونس بن خباب کوفی ثقہ تھے۔ سنہ ۱۰۰ھ کے بعد مرے اور ابراہیم بن محمد کوفی ثقہ تھے سنہ ۱۰۰ ہجری کے بعد مرے اور حسن بصری مشہور امام اہلسنت تھے عمر ۹۰ سال سنہ ۱۱۰ ہجری میں مرے۔ اور لفظ حسن جب بے قید بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے ہیں اور حسن کے بعد اگرچہ روایت میں مصرہ لکھا ہوا ہے لیکن یہ لفظ غلط ہے۔ کیونکہ کتابوں میں اس نام کا نہ کوئی راوی ہے نہ عالم۔ یہ نام درحقیقت مغیرہ ہے جو بگاڑ کر مصرہ لکھا گیا ہے اور طبقہ کی مطابقت بتاتی ہے کہ یہ مغیرہ بن شبل کوفی ہیں جو ثقہ تھے اور سنہ ۱۰۰ھ کے بعد مرے۔ اور اگر صحیح مصرہ ہی ہو جب بھی انکی جلالت قدر ظاہر ہے کیونکہ ایسے ہی جلیل القدر تھے کہ ان کے عمل کو حسن بصری جیسے بزرگ نے مذہبی حکم کی سند قرار دی ہے۔ **دوسری حدیث میں** عفان بصری ثقہ تھے سنہ ۲۱۹ ہجری کے تھوڑا ہی بعد مرے اور یزید بن ابراہیم بصری ثقہ ہیں سنہ ۱۶۳ ہجری میں مرے۔ اور عمرو بن دینار مکی ثقہ ہیں۔ عمر ۷۰ سے زائد سنہ ۱۲۶ ہجری میں مرے اور عبد اللہ بن زبیر صحابی جلیل ہیں۔ سنہ ۷۳ ہجری میں مرے۔ **تیسری حدیث میں** ابن علیہ یعنی اسمعیل بن ابراہیم بن مقسم ثقہ حافظ تھے۔ عمر ۸۳ سال سنہ ۱۹۳ ہجری میں مرے۔ اور ابن عون فقیہ مشہور ثقہ اور جلیل القدر تھے۔ سنہ ۱۵۰ ہجری میں مرے۔ اور محمد بن سیرین مشہور امام زمانہ اور تابعی شاگرد صحابہ اور جلیل القدر تھے۔ سنہ ۱۱۰ ہجری میں مرے۔ **چوتھی روایت میں** عمر بن ہارون حافظ اور بزرگان اہلسنت سے تھے۔ سنہ ۱۹۴ ہجری میں مرے اور عبد اللہ بن یزید مقری اوستاد امام بخاری ثقہ فاضل تھے۔ سنہ ۲۱۳ ہجری میں مرے۔ اور سعید بن مسیب امام زمانہ پیشوائے اہلسنت تابعی مشہور شاگرد صحابہ تھے۔ سنہ ۹۳ ہجری میں مرے۔

**پانچویں حدیث میں** یحیٰی بن سعید بن فروخ ثقہ اور پیشوائے اہلسنت سے تھے۔ سنہ ۱۹۸ ہجری میں مرے اور عبد اللہ بن غرار یا عرار یا عزار کسی نام سے کوئی راوی کتابوں میں نہیں ہے۔ یہ نام غلط لکھا گیا ہے۔ صحیح عبد اللہ بن عیسےٰ ہے۔ کیونکہ سعید بن جبیر سے یہی روایت کرتے ہیں اور یہ ثقہ تھے۔ سنہ ۱۳۰ ہجری میں مرے۔ اور سعید بن جبیر تابعی مشہور اور شاگرد صحابہ اور فقیہ و پیشوائے اہلسنت تھے۔ سنہ ۹۵ ہجری میں مرے۔

تنبیہ | ان روایتوں میں ایک صحابی یعنی عبداللہ بن زبیر اور پانچ تابعی یعنی حسن بصری اور مصرہ یا مغیرہ اور محمد بن سیرین اور سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا عمل ذکر کیا گیا ہے واضح ہو کہ رجال کی توثیقیں امام ابن حجر کی تقریب التہذیب سے لی گئی ہیں۔

**پانچویں دلیل سیرۃ صحابہ و تابعین و تبع تابعین ہے** | بیان حصول سیرت یہ ہے کہ ایک صحابی ابن زبیر اور پانچ تابعی کا عمل بیان کیا جا چکا اور بیان اجماع میں ذکر کیا گیا کہ کل اہل مدینہ ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ جو امام مالک سے پہلے گزرے اور اون کے زمانہ میں موجود تھے جن کے فعل اور اجماع کو یہ اپنی دلیل قرار دیتے تھے۔ اور یہ خود اور ان کے ہمعصر تبع تابعین تھے جو تابعین کے عمل کو اپنے عمل کا شاہد قرار دیتے تھے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ تابعین بھی ہاتھ کھول ہی کر پڑھا کرتے تھے اور تابعین نے عمل کو صحابہ سے لیا تھا۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ صحابہ کا عمل بھی ایسا ہی رہا ہو۔ چنانچہ علامہ لاہوری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل مدینہ کا ہاتھ کھول کر پڑھنے پر اجماع ہے جنمیں صحابہ بھی یقیناً داخل ہیں۔ علاوہ اس کے کہ تابعی اپنے بزرگان دین اور اوستادوں یعنی صحابہ کی پوری پوری پیروی کرتے تھے۔ کیونکہ وہ صحابہ کو حضرت سرور عالم کے عمل اور فرمائشوں کا آئینہ سمجھتے تھے اس لئے کہ باعتقاد اہلسنت صحابہ دیدہ و دانستہ حضرت رسول کی قول یا فعل میں مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ کا عمل و اجماع بے دغدغہ حجت سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ محمد معین صاحب نے لکھا ہے۔ اس لئے بفضل خدا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی سیرت بھی ثابت ہو گئی اور عام مسلمانوں کی سیرت اجماع سے قوی تر سمجھی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی سیرت جو عام مسلمانوں سے یقیناً کوئی نسبت نہیں رکھتے اور اونکی جلالت قدر میں مسلمانوں کو کوئی کلام نہیں ہے۔

## ہاتھ باندھکر پڑھنے کی دلیلیں

**پہلی دلیل مسلمانوں کا عمل ہی سا** | بیان اس کا یہ ہے کہ تین جماعتوں کے علماء اور عوام الناس ہاتھ باندھکر پڑھتے ہیں۔ ایک حنفی دوسرے شافعی تیسرے حنبلی۔ اور مسلمانوں کا عمل بغیر کسی دلیل کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ عمل صحیح ہے۔ اور امام مالک نے بھی موطا میں ہاتھ باندھکر پڑھنے کو لکھا ہے۔ **جواب** : پہلا جواب یہ ہے

کہ مسلمانوں کے عمل کی دلیل غیر معتبر حدیثیں ہیں جو آگے ذکر کی جائینگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ باندھنے کا حکم باجماع کل ائمہ مستحبی ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا واجب نہیں ہے اور گفتگو واجب ہونے میں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا صرف علماء اور اولیاء کے لئے مستحب ہے اور عوام الناس کے لئے کھولنا اولیٰ اور انسب ہے اور گفتگو اس میں ہے کہ عام مسلمانوں پر کیا لازم ہے باندھنا یا کھولنا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ کسی امر کے ثبوت میں اوس کے دعویداروں یا گواہوں کا اختلاف اوسکی بے اعتباری کا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ اور ہاتھ باندھنے کے دعویداروں میں باہمی شدید اختلاف ہے۔ اس لئے یہ دعوے کمزور اور بے اعتبار سمجھا جائیگا۔

# اختلافات ملاحظہ ہوں

## پہلا اختلاف ہاتھ باندھنے اور کھولنے میں

| نام مفتی | حوالہ کتاب | فتوے |
|---|---|---|
| ابوحنیفہ۔ احمد بن حنبل۔ شافعی | شرح کنز الدقائق جلد ١ ص٣١ | ١۔ ہر شخص ہاتھ باندھکر پڑھے |
| ابوحنیفہ۔ شافعی | میزان الکبریٰ جلد اول ص١٣٨ | ٢۔ علماء اور اولیاء باندھیں عوام کھولیں |
| امام مالک و شافعی (میزان کبریٰ ص١٣٨) | میزان کبریٰ ص١٣٨ و شرح کنز الدقایق ص٣١ | ٣۔ ہر شخص کھول کر پڑھے |
| امام ابویوسف حنفی۔ فقیہ ابوجعفر | شرح وقایہ برجندی کشوری ص١٠٢ | ٤۔ داہنا باندھے بایاں کھولے |
| اوزاعی۔ ابن منذر | میزان کبریٰ ص١٣٨ و حاشیہ سنن ابوداؤد | ٥۔ چاہے باندھے چاہے کھولے |

## دوسرا اختلاف کہاں باندھے

| نام مفتی | حوالہ کتاب | فتوے |
|---|---|---|
| ابوحنیفہ۔ احمد بن حنبل (میزان کبریٰ ص١٣٨) | شرح کنز الدقائق جلد ١ ص٣١ | ١۔ ناف کے نیچے باندھے |
| شافعی۔ احمد بن حنبل | شرح کنز الدقائق جلد ١ ص٣١ | ٢۔ سینہ پر باندھے |
| شافعی | میزان کبریٰ ص١٣٨ | ٣۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھے |

## تیسرا اختلاف کیونکر باندھے

| نام مفتی | حوالہ کتاب | فتوے |
|---|---|---|
| کچھ علماء | شرح وقایہ علامہ برجندی ص١٠٣ | ١۔ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر |
| " | " | ٢۔ داہنی ہتھیلی بائیں کلائی سے اوپر |

| فتوے | حوالہ کتاب | نام مفتی |
|---|---|---|
| داہنی ہتھیلی خود بائیں کلائی پر | شرح وقایہ علامہ برجندی ص۱۰۳ | کچھ علماء |

## چوتھا اختلاف کب باندھے کب کھولے

| | | |
|---|---|---|
| ۱- جس قیام میں کوئی ذکر ہو اوسمیں باندھے جس میں ذکر نہ ہو اوسمیں کھولے رہے۔ | شرح وقایہ برجندی جلد ۱ ص ۱۰۳ | ابوحنیفہ۔ ابویوسف |
| ۲- قرائت کے وقت باندھے اور اسکے پہلے کھولے رہے | " | امام محمد |
| ۳- تکبیرۃ الاحرام کے بعد فوراً باندھے | " | ابوحنیفہ۔ ابویوسف |
| ۴- تکبیرہ کے بعد اور قرائت کے قبل کھولے رہے | " | امام محمد |
| ۵- رکوع اور سجدہ کے درمیان باندھے رہے | " | صاحب کتاب ملتقط |
| ۶- رکوع اور سجدہ کے درمیان کھولے رہے | " | ابوبکر بن سعید۔ ابوجعفر۔ ابولیث |

## پانچواں اختلاف باندھنے اور نہ باندھنے میں قنوت وتر و تکبیر عیدین میں

| | | |
|---|---|---|
| ۱- قنوت وتر میں بعض حنفی باندھنے کو کہتے ہیں۔ بعض کھولنے کو | شرح وقایہ برجندی جلد ۱ ص ۱۰۳ | جماعت حنفیہ |
| ۲- عیدین کی تکبیروں کے درمیان کھولے رہے | " | صاحب وقایہ وغیرہ |
| ۳- عیدین کی تکبیروں کے درمیان باندھے رہے | " | امام ابوعلی نسفی وغیرہ |

**پانچواں جواب یہ ہے** کہ عمل وہ معتبر ہے جسکی بنا دین و مذہب کے حکم پر ہو۔ اور سبب اوس کا حکم خدا اور رسولؐ ہو نہ وہ عمل جس کا دار و مدار۔ ضد۔ زبردستی۔ غصہ تعصب۔ مخالفت پر ہو اور علامہ برجندی کا کلام نقل کیا گیا کہ شیعوں کی مخالفت میں یہ عمل سختی سے اختیار کیا گیا ہے (دیکھو شروع بحث میں منافقوں کا بیان) رہی امام مالک کی

تحریر تو آنکھ کھول کر دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اوّلاً امام مالک نے اپنا فتوے نہیں لکھا ہو بلکہ روایت لکھی ہے اور علامہ محمد معین لکھتے ہیں کہ اہل علم جانتے ہیں کہ امام مالک موطا میں ایسی روایتیں بھی ذکر کرتے ہیں جو اونکے مذہب کے مخالف ہیں۔ جیسے قنوت صبح کے متعلق عبداللہ بن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ جائز نہیں ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ امام مالک کا مذہب قنوت نماز صبح کے جائز ہونے کے متعلق ثابت ہے۔ دوسرا[۲] جواب یہ ہے کہ امام مالک نے اس روایت میں نماز نافلہ میں ہاتھ باندھنا مراد لیا ہے۔ وہ بھی اوس وقت جب ہاتھ لٹکائے ہوئے تھک جائے جیسا کہ زرقانی نے شرح موطا میں لکھا ہے اور واجب نماز میں ہاتھ باندھنے کو وہ مکروہ جانتے تھے۔ تیسرا جواب[۳] یہ ہے کہ قاسم نے امام مالک سے ارسال یدین ہی کی روایت نقل کی ہے۔ چوتھا[۴] جواب یہ ہے کہ علامہ محدث عبدالقادر قرشی حنفی لکھتے ہیں کہ جب راوی کا عمل اوسکی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ روایت (جواہر مضیئہ جلد ۲ ص ۴۲۷ چھاپہ دکن) اور امام مالک کا عمل اس روایت کے مخالف تھا اس لئے معتبر اون کا عمل ہے نہ کہ یہ روایت پانچواں[۵] جواب یہ ہے کہ یہ روایت جو موطا میں منقول ہے غیر معتبر ہے جیسا کہ بیان احادیث میں آئیگا۔ محشی سنن ابوداؤد لکھتے ہیں کہ امام ابن منذر[لہ] نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ سے کوئی حدیث منقول نہیں ہوئی (حاشیہ سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ ص ۶۷ چھاپہ اصح المطابع لکھنؤ)

**دوسری دلیلیں حدیثیں ہیں** حدیثوں کو ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ امر واضح رہے کہ روایات ذیل کے بعض راوی ایسے بھی ہیں جن کی کتب رجال میں جرح اور تعدیل دونوں نقل کی گئی ہے لیکن علماء حدیث جرح کو تعدیل پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ تعدیل کا دار و مدار خلاف شریعت فعل نہ دیکھنے پر ہے اور نہ دیکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ نہ کرتا ہو اور جرح بغیر دیکھے نہیں کی جاتی۔ اسی وجہ سے امام علامہ فخرالاسلام بزدوی کی شرح اصول میں یہ عبارت بصراحت مذکور ہے مسئلہ:۔ اذا تعارض الجرح والتعدیل بان اخبر مزکّی انہ عدل واخبر آخر انہ مجروح یرجح الجارح ۔ یعنی جب جرح و

---

[لہ] امام ابن منذر کی جلالت قدر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ یہ امام بخاری کے استاد حدیث اور صحیح بخاری کے راوی ہیں (کتاب الجمع بین الصحیحین ص ۲۰ چھاپہ دکن) ۱۲ منہ

تعدیل متعارض ہو اس عنوان سے کہ ایک صفائی کے بیان کرنے والے نے بیان کیا کہ وہ راوی عادل ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مجروح ہے تو ایسی صورت میں جرح کرنے والے کو ترجیح دیجائیگی (شرح اصول فخر الاسلام بزدوی جلد ۳ صفحہ ۱۵ در بیان معارضہ چھاپہ مصر)

## ہاتھ باندھکر پڑھنے کی حدیثیں

۱ قتیبہ نے ابو الاحوص سے اوس نے سماک بن حرب سے اوس نے قبیصہ بن ہلب سے۔ اوس نے اپنے باپ ہُلب سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ہم لوگوں کی امامت کرتے تھے پس بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے (ترمذی باب ما جاء فی وضع الیمین صفحہ ۶۴ سطر ۱ چھاپہ اصح المطابع) اس کے راوی سماک بن حرب کو سفیان ثوری اور جزرہ نے غیر معتبر کہا ہے اور جریر ضبی ان سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مضطرب الحدیث تھے اور امام نسائی تنہا انکی اوس حدیث کو جسکی مؤید کسی دوسرے کی حدیث نہ ہو غیر معتبر جانتے تھے (میزان الاعتدال بیان سماک بن حرب)

۲ محمد بن قدامہ نے ابو بدر سے اوس نے ابو طالوت سے اوس نے ابن جریر ضبی سے اوس نے اپنے باپ جریر سے روایت کیا ہے کہ میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کو داہنے سے پکڑا کرتے تھے (سنن ابو داؤد باب وضع الیمین صفحہ ۱۱۷ سطر ۱۳ چھاپہ اصح المطابع)۔ اس کے راوی ابو بدر شجاع بن ولید کو ابو حاتم نے لین الحدیث کہا ہے یعنی انکی حدیثیں ضعیف ہوتی تھیں۔ اور کہا ہے کہ یہ اچھے آدمی نہ تھے ان پر اعتبار نہ کرنا چاہئے (میزان الاعتدال بیان شجاع بن ولید) نصر بن علی نے ابو احمد سے اوس نے علاء بن صالح سے اوس نے زرعہ بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ اوس نے کہا کہ ہم نے عبد اللہ بن زبیر کو کہتے سنا کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (سنن ابو داؤد باب وضع الیمنی صفحہ ۱۱۷) اس کا راوی نصر بن علی متہم ہے اور ابو احمد مجہول ہے اور ناپسندیدہ حدیثیں بیان کیا کرتا تھا اور علاء بن صالح ناپسندیدہ حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔ اور زرعہ سے لوگ حدیثیں نہیں لیتے تھے اور اسکی حدیثیں باطل ہوتی تھیں (میزان الاعتدال بیان حال ہر یک) علاوہ اس کے یہ روایت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کی نہیں ہے بلکہ ابن زبیر کی رائے ہے اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ اس لئے یا تو یہ نسبت ابن زبیر کی طرف غلط ہے یا یہ روایت چھوڑ دینے کے لائق ہے۔ کیونکہ بسند صحیح

اوپر اس مضمون کی روایت گزر چکی ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے اور علامہ عبدالقادر کی تحریر اوپر ذکر کی گئی کہ جب راوی کا عمل اوسکی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ کہ روایت (دیکھو جواہر مضیئہ جلد ۲ صہ۴۲۷ چھاپہ دکن)

۴۔ محمد بن بکار بن ریان نے ہشیم بن بشیر سے اوس نے حجاج بن ابی زینب سے اوس نے ابو عثمان نہدی سے روایت کیا ہے کہ کہا اوس نے کہ ابن مسعود بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر رکھکر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت سرور عالم نے اون کا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھ دیا (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی محمد بن بکار مجہول ہے۔ اور ہشیم بہت تدلیس کیا کرتے تھے سفیان ثوری نے کہا کہ ان سے حدیثیں نہ لی جائیں یہ لوگوں کی طرف غلط نسبت دیکر حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اور حجاج کو امام احمد بن حنبل اور ابن مدینی اور امام نسائی اور دارقطنی نے غیر معتبر کہا ہے (میزان بیان حال ہر یکے)

۵۔ محمد بن محبوب نے حفص بن غیاث سے اوس نے عبدالرحمن بن اسحاق سے اوس نے زیاد بن زید سے اوس نے ابو جحیفہ سے روایت کیا ہے کہ علیؓ نے فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی محمد بن محبوب قدری مذہب تھا۔ اور حفص حدیثوں میں غلطی بہت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمان بن اسحاق کو سب نے غیر معتبر کہا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہ تھے۔ انکی حدیثیں بیہودہ ہوتی تھیں۔ لوگ ان سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ ان کے غیر معتبر ہونے پر سب نے اتفاق کیا ہے (میزان بیان حال ہر یک حاشیہ سنن ابن ماجہ صہ۵۹)

۶۔ مسدد نے عبدالواحد بن زیاد سے اوس نے عبدالرحمان بن اسحاق سے اوس نے سیار ابوالحکم سے اوس نے ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا چاہیے (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی مسدد حدیثوں میں برائی کیا کرتا تھا اور عبدالواحد تدلیس کیا کرتا تھا۔ یحیی کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ یعنی بے وقعت ہے اور عبدالرحمن بن اسحاق کی بے اعتباری کا بیان اوپر گزر چکا ہے (میزان الاعتدال) علاوہ اس کے یہ حدیث حضرت سرور عالم کی نہیں ہے بلکہ ابو ہریرہ کی رائے ہے۔ جو حجت نہیں ہے۔

۷۔ ابو توبہ نے ہیثم (ابن حمید) سے اوس نے (محمد) ابن حمید سے اوس نے ثور سے

اوس نے سلیمان بن موسیٰ سے اوس نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالمؐ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر رکھتے تھے (سنن ابوداؤد بحوالۂ بالا) اس کے راوی ہیثم کو خود ابوداؤد نے قدری مذہب کہا ہے اور ابومسہر غسانی نے قدری اور غیر معتبر کہا ہے اور محمد بن حمید کو امام ابن حجر نے تقریب میں غیر معتبر لکھا ہے۔ اور امام ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ غیر معتبر اور نہایت درجہ جھوٹے تھے اور حدیثوں میں تصرف کیا کرتے تھے اور حدیثیں چرایا کرتے تھے ان سے بڑھکر جھوٹا کسی کو نہیں پایا (میزان حال محمد بن حمید)

۸۔ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے (شرح ہدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ صـ۹۶ جلد ا چھاپہ یوسفیہ) اس حدیث کو صاحب ہدایہ نے بغیر سند کے لکھا ہے۔ لیکن مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام نووی نے کہا کہ اسکی بے اعتباری پر کل علماء نے اتفاق کیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ حدیث حدیث ۷ کے مخالف ہے کیونکہ اوسمیں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے اور اس میں ناف کے نیچے۔

۹۔ عبداللہ بن مسلمہ قعبنی نے امام مالک سے اونھوں نے ابوحازم سے اونھوں نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نمازی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا کریں۔ ابوحازم کہتے ہیں کہ جہاں تک ہم جانتے ہیں اسمیں حضرت رسولؐ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وضع الیمنیٰ علے الیسریٰ جلد ا صـ۹۵ مصری) یہ روایت ایک تو اس وجہ سے بے اعتبار ہے کہ امام مالک جو اس کے راوی ہیں خود اس کے خلاف عمل کرتے تھے [۱] اور بظاہر وجہ اسکی یہ تھی کہ یہ روایت حضرت سرور عالمؐ کی نہیں ہے بلکہ دوسروں کا فتوےٰ سہل بن سعد نے بیان کیا ہے اور یہ امر اسکی بے اعتباری کی دوسری وجہ ہے۔ رہی ابوحازم کی حدس و تخمین کہ سہل نے غالباً حضرت سرور عالمؐ کی طرف نسبت دی ہے تو یہ حدس حجت نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو حدیث کو یقینی ہونا چاہئیے۔ نہ حدسی۔ دوسرے اس روایت سے حضرت کی طرف اشارہ ہونا بصراحت معلوم نہیں ہوتا اور نہ اس پر کوئی قرینہ موجود ہے۔

**یہی وہ روایتیں ہیں** جن پر ہاتھ باندھنے کا دارومدار ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھنے کا سبب نہ تو کوئی آیت ہے نہ روایت حضرت سرور عالمؐ بلکہ اصل سبب

---

[۱] امام علامہ محدث عبدالقادر قرشی حنفی لکھتے ہیں کہ جب راوی کا عمل اوس کے روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ روایت (جواہر مضیئہ جلد ۲ صـ۴۲۷ چھاپہ دکن) ۱۲ منہ

اس کا مخالفت شیعہ ہے جسکو علامہ برجندی نے شرح وقایہ میں لکھا ہے جو گزشتہ تحریر میں مذکور ہوا اور اوسی کے لئے یہ جھوٹی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ قال ابن المنذر[۱] فی بعض تصانیفہ لم یثبت علی النبیؐ فی ذالک شئ فھو مخیر (حاشیہ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ص ۲۶) یعنی ابن منذر نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت رسولؐ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی۔ اسلئے نمازی کو اختیار رہے چاہے باندھے چاہے کھولے"۔ ہماری غرض اس کلام کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ حضرت رسولؐ سے اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے بلکہ یہ حدیثیں سب بنائی ہوئی ہیں۔

**خلاصہ کلام** ان کل تفصیلوں سے واضح ہوگیا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے جواز پر بعد خمسہ نجباء علیہم السلام پانچ قوی دلیلیں قائم ہیں۔ پہلے اقتضاء فطرت۔ دوسرے دنیا کے کل مسلمانوں کا اجماع جس میں اجماع عترت طاہرہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ بھی شامل ہے جو بہترین اجماعات عالم ہے۔ تیسرے کتاب مقدس خداوند متعال و حکیم مفضال چوتھے پانچ معتبر حدیثیں۔ پانچویں سیرت صحابہ و تابعین و تبع تابعین۔ جن میں حسنؒ بصری اور مصرہ یا مغیرہ اور محمد بن سیرینؒ اور سعید بن مسیب اور سعیدؒ بن جبیر۔ جیسے پانچ تابعی اور عبداللہ بن زبیر جیسے صحابی جلیل القدر اور جملہ اہل مدینہ بھی داخل ہیں جن کا عمل غیر اہل مدینہ کی صحیح حدیثوں پر ترجیح دیا جاتا ہے۔ **علاوہ ان پانچ کے** چھٹی چیز امام عبدالوہاب شعرانی کی تحریر کے مطابق امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی یہ تجویز ہے کہ ہاتھ باندھنا صرف علماء اور اولیاء کے لئے مستحب ہے اور عام لوگوں کے لئے ہاتھ کھول کر پڑھنا اولی اور انسب ہے اور ساتویں یہ کہ ہاتھ باندھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں اون کے نزدیک چونکہ یہ فعل مستحب ہے اس لئے ہاتھ باندھکر پڑھنے سے ثواب زیادہ ہوگا اور کھول کر پڑھنے سے کم لیکن نماز باطل نہ ہوگی۔ اور جو لوگ ہاتھ کھولنے کا حکم دیتے ہیں اون کے نزدیک چونکہ ہاتھ کھولنا واجب ہے جس کو چھوڑنا حرام ہے اس واسطے اون کے نزدیک ہاتھ باندھنے سے نماز باطل ہوجائیگی۔ **اس بیان سے دو نتیجے نکلے** ایکؔ یہ کہ ابوحنیفہ وغیرہ کے نزدیک ہاتھ کھول کر پڑھنے سے امام مالک وغیرہ کی نماز باطل نہ تھی بلکہ صحیح تھی صرف ثواب کم ملا۔ اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک ہاتھ باندھکر پڑھنے سے امام ابوحنیفہ

---

[۱] ابن منذر کی جلالت قدر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ یہ امام بخاری کے اوستاد حدیث اور صحیح بخاری کے راوی ہیں (کتاب الجمع بین الصحیحین ص ۲ چھاپہ دکن) ۱۲ منہ

وغیرہ کی نماز باطل تھی ۔ دوسرے یہ کہ ہاتھ باندھکر پڑھنے سے یا تو ثواب زیادہ ملے گا یا اکدم نماز ہی باطل ہو جائیگی اور کھول کر پڑھنے سے یا تو ثواب پورا پورا ملیگا یا کم لیکن نماز ہرگز باطل نہ ہوگی اور ایسے موقع پر حکم عقل اور قاعدۂ اصول فقہ یہ ہے کہ جس صورت میں نماز باطل ہونے کا شبہہ ہو اوس کو چھوڑے اور وہ صورت ہاتھ باندھکر پڑھنا ہے جس کو امام ابوحنیفہ کہتے ہیں ۔ اور جس صورت میں نماز کی صحت بے شبہہ ہو اوس کو اختیار کرے اور وہ صورت ہاتھ کھول کر پڑھنا ہے جس کو شیعے اور امام مالک کہتے ہیں **اور ہاتھ باندھنے** پر صرف دو دلیلیں ذکر کی جاتی ہیں اور دونوں کمزور ۔ ایک[1] مسلمانوں کا تعصب آمیز عمل ۔ دوسرے[2] غیر معتبر حدیثیں جو مذکور ہوئیں **علاوہ ان دونوں دلیلوں کی کمزوری کے ہاتھ باندھنے کی بے اعتباری کے وجوہ اور بھی ہیں** ۔ ایک[1] ہاتھ باندھنے کے دعویداروں کا باہمی اختلاف شدید ۔ دوسرے[2] اکثر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور علماء و فقہاء بلکہ خود ہاتھ باندھنے کے دعویداروں کا فتوے کہ عام مسلمانوں کو ہاتھ کھول کر پڑھنا چاہئے ۔ تیسرے[3] اس بارہ میں صحیح حدیث کا موجود نہ ہونا ۔ چوتھے یا تو خدا نے نمازیوں کو اختیار دیا ہے ۔ چاہے کھولیں چاہے باندھیں ۔ جیساکہ امام اوزاعی اور امام ابراہیم بن منذر کہتے تو اس صورت میں شیعوں اور امام مالک کا ہاتھ کھولنا نہ تو حرام فعل ہے نہ مکروہ بلکہ جائز ہے یا خدا نے ہاتھ باندھنے کو مستحب کیا ہے ۔ جیساکہ باندھنے والے کہتے ہیں ۔ جب بھی کھولنا جائز ہے ۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ثواب کم ملے گا ۔ لیکن نماز صحیح رہیگی **یا ہاتھ کھولنے** کو خدا نے واجب کیا ہے اور ہاتھ باندھنے کو حرام ۔ جیساکہ شیعے اور امام مالک اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ کا فتوے اور عمل ہے تو اس صورت میں ہاتھ باندھنے والوں کی نماز ہی باطل ہوگی ۔ عقلاء غور کریں ۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

**الفاظ کے معانی** و + اور ۔ الذین + ایسے ۔ یومنون + ایمان لاتے یا رکھتے ہیں ب + ساتھ اور پر ۔ ما + اوس چیز یا جو چیز ۔ انزل + اوتاری گئی ۔ الی + طرف ۔ ک + تیرے ۔ من + سے ۔ قبل + پہلے ۔ ک + تجھ ۔ اخرت + قیامت ھم + وہ لوگ ۔ یوقنون + یقین لاتے

یار کھتے ہیں۔ اولٰئک + وہی لوگ ۔ علےٰ + پر۔ ھدی + ہدایت یا راہ حق ۔ رب + پروردگار۔
ھم + اون کے ۔ **؟ بامحاورہ معنی** ۔ اور ایسے متقی (جنکی دوسری صفت یہ ہے کہ) ایمان لاتے
اور رکھتے ہیں اوس چیز یعنی کتاب پر جو تم پر اوتاری گئی ۔ اور اوس چیز یعنی کتاب پر جو تم سے
پہلے اُتاری گئی ۔ اور (انکی تیسری صفت یہ ہے کہ) آخرت کا یہی لوگ یقین رکھتے ہیں ۔ یہی
لوگ اوس راہِ حق پر ہیں جو انکے پروردگار کی طرف سے (انکو بتائی گئی) ہے ۔ اور یہی لوگ (دنیا
اور آخرت میں) بھلائی اور نجات پانے والے ہیں ۔ **صرف** یُؤْمِنُوْنَ صیغہ جمع مذکر غائب
فعل مضارع ہے باب افعال سے ۔ مصدر اس کا ایمان ۔ اور فعل ماضی اٰمَنَ اور فعل
مضارع یُؤَامِنُ ہے اور جمع اسکی یُؤَامِنُوْنَ ۔ چونکہ کلام عرب میں دو ہمزوں کا ایک جگہ جمع ہونا
پسند نہیں کیا گیا ہے کیونکہ پڑھنے میں زبان پر بوجھ معلوم ہوتے ہیں ۔ اور علاوہ اس کے صیغہ
واحد متکلم یعنی اُءَامِنُ میں تین ہمزے جمع ہوجاتے ہیں جو پڑھنے میں دو ہمزوں سے بھی زیادہ
بوجھ معلوم ہوتے ہیں ۔ اس لئے یُؤَامِنُ میں سے پہلے ہمزہ کو جس کے پہلے ضمہ یعنی پیش
ہے ۔ اس ضمہ کی مناسبت سے واو سے بدل دیا جو لکھا تو جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا ۔
یعنی صورت میں تو لکھا جاتا ہے یُؤْمِنُ لیکن پڑھا جاتا ہے یُوْمِنُ **اسی طرح** یُوْقِنُوْنَ
بھی صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع ہے باب افعال سے ۔ مصدر اس کا ایقان اور فعل
ماضی اَیْقَنَ اور فعل مضارع یُؤَیْقِنُ ہے اور جمع اسکی یُؤَیْقِنُوْنَ ۔ چونکہ اس کے صیغہ واحد متکلم
یعنی اُءَیْقِنُ میں دو ہمزے جمع ہوجاتے تھے جو پڑھنے میں گراں معلوم ہوتے تھے اس لئے
مثل یُؤْمِنُ کے اسمیں سے بھی ہمزہ افعال کو گرا دیا اب صیغہ یُیْقِنُ بوجھ ہوگیا ۔ چونکہ اس کا
پڑھنا بھی زبان پر گراں معلوم ہوتا ہے اور پہلی ی پر ضمہ یعنی پیش ہے اس لئے اوسکی مناسبت
سے دوسری ی کو جس پر جزم ہے واو سے بدل دیا یُوْقِنُ ہو گیا **نحو** واو حرف عطف
الذین اسم موصول یؤمنون فعل ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی ۔ جو اُسمیں پوشیدہ ہے اوس کا فاعل
ب حرف جر ما اسم موصول ۔ انزل فعل ھو ضمیر واحد مذکر غائب کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل الی
حرف جر ک ضمیر واحد مذکر حاضر کی مجرور جار و مجرور ملکر متعلق انزل کے انزل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر صلہ
ہوا موصول کا ۔ موصول اور صلہ ملکر معطوف علیہ ۔ واو حرف عطف ما اسم موصول انزل فعل ھو جو
پوشیدہ ہے اوس کا فاعل من حرف جر قبل مضاف ک ضمیر واحد مذکر حاضر کی مضاف الیہ مضاف
اور مضاف الیہ ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق انزل کے ۔ انزل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر معطوف

م مفلحون + نجات پانے والے

معطوف علیہ اور معطوف ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق یومنون کا ۔ یومنون فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر معطوف علیہ ۔ واؤ حرف عطف ب حرف جر آخرۃ مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق یوقنون کا ھم مبتدا یوقنون فعل ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی پوشیدہ فاعل ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر معطوف ۔ معطوف علیہ اور معطوف ملکر صلہ الذین اسم موصول کا موصول اور صلہ ملکر دوسری صفت متقین کی ۔ اولئک مبتدا علےٰ حرف جر ھدی موصوف حاصل صفت جو پوشیدہ ہے من حرف جر ب رب مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق حاصل صفت کا ۔ موصوف اور صفت ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق ثابتون خبر کا جو پوشیدہ ہے اولئک مبتدا اپنے خبر سے ملکر جملہ خبریہ ہوا ۔ واؤ حرف عطف اولئک مبتدا ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مبتدا مفلحون اوسکی خبر ۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ خبریہ ہوکر خبر اولئک مبتدا کی ۔ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ خبریہ ۔ **معانی بیان** ذالک الکتاب کی تفسیر میں لکھ آیا ہوں کہ جب فعل کو منحصر کردینا مقصود ہوتا ہے تو فاعل یا مفعول یا متعلق جسمیں منحصر کرنا چاہتے ہیں اوس کو فعل سے پہلے ذکر کردیتے ہیں جسکی تاکید مقصود ہوتی ہے یا اوسکی عظمت اور بزرگی مرتبہ کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ خداوند عالم نے ان دونوں آیتوں کے تینوں جملوں یعنی و بالاخرۃ ھم یوقنون اور اولئک علےٰ ھدی من ربھم اور اولئک ھم المفلحون میں سے پہلے جملہ میں دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا ہے یعنی بالاخرۃ کو پہلے ذکر کرکے اوسکی عظمت کو ظاہر کیا ہے اور ضمیر فصل یعنی ھم کو پہلے ذکر کرکے اس بات کو ظاہر کیا ہے کہ آخرت پر یقین رکھنے والے متقین ہی ہیں ۔ اور اس کے بعد والے دونوں جملوں میں اولئک اور ھم ضمیر فصل کو پہلے ذکر کرکے صرف حصر کو ظاہر کیا ہے ۔ یعنی ہدایت اور نجات انھیں لوگوں میں منحصر اور خاص انھیں لوگوں کے حصے میں ہے ۔ اور متقین کی تفسیر میں گذر چکا کہ اس سے شیعے مقصود ہیں ۔

[illegible] اور اسی طرح اور

## ظاہری تفسیر وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ سے یُوۡقِنُوۡنَ تک

متقین کی بعض صفتوں کو خداوند عالم نے اس سے پہلے ذکر کیا اور بعض کو اب بیان فرما رہا ہے ۔ وہ یہ کہ وہ لوگ قرآن اور اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے اور رکھتے ہیں اور آخرت سے دار آخرت یعنی مکان آخرت مقصود ہے ۔ کیونکہ لفظ آخرت صفت ہے جس کے لئے موصوف کی ضرورت ہے ۔ اور موصوف اس کا لفظ دار ہے اور مقابل اس کا دار دنیا ہے ۔ لفظ دنیا یا تو دُنُوّ سے بنایا گیا ہے جس کا معنی نزدیکی ہے ۔ یعنی

خلق سے نزدیک۔ یا دنائت سے بنایا گیا ہے جس کا معنی پستی ہے۔ یعنی پست جگہ۔ اور آخرت کو آخرت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ دنیا سے متاخر ہے یعنی اس کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور یقین اوس علم کو کہتے ہیں جس سے اطمینان حاصل ہو جائے اور شک شبہ باقی نہ رہے۔ پس علم عام ہے اور یقین خاص۔ کیونکہ علم کی بعض فردوں میں شک و شبہ باقی رہتا ہے۔ اور بعض میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اطمینانی علم کو یقین کہتے ہیں۔ اور غیر اطمینانی کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جسمیں ایک طرف قوی ہو اور دوسرا کمزور۔ قوی کو گمان کہتے ہیں اور کمزور کو وہم۔ اور تیسرا وہ جسمیں دونوں طرف کا پلہ برابر ہو۔ بعض علماء اسمیں سے دونوں طرف کو جدا جدا شک کہتے ہیں اور بعض دونوں کے مجموعہ کو ایک شک **اور آخرت** پر ایمان لانا اگرچہ یومنون بالغیب میں داخل تھا لیکن چونکہ مشرک اور کافر اس کا یقین نہیں رکھتے اور اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيٰى۔ یعنی جو کچھ ہے وہ یہی ہماری دنیاوی حیات ہے زندگی کے بعد مرینگے اور (بقاعدہ) تناسخ[ع] پھر زندہ ہونگے (قیامت کوئی چیز نہیں ہے) اس لئے اسکی تاکید[ا] اور متقین کی تعریف کی غرض سے خداوند عالم نے اس کو جدا کرکے دوبارہ بیان کیا۔

ع جیسا کہ آریہ جماعت کا عقیدہ ہے ۱۲ منہ

ا ملاحظہ ہو الٓمٓ اور الغیب کی تفسیر آٹھویں فائدہ میں ۱۲ منہ

**اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى سے مُفْلِحُوْنَ تک** متقین کی صفتوں کو بیان کرنے کے بعد اب اپنی نعمتوں اور احسانوں اور اون کے ایمان کے بدلوں کو ذکر فرما رہا ہے کہ انکی ہدایت کرنا یعنی دنیا میں راہِ حق بتانا اور دینی احکام و آداب و اخلاق وغیرہ سیکھانا اور آخرت میں بہشت کی راہ دیکھانا اور اوسکی نعمتوں سے بہرہ مند کرنا یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے اور اُخروی فائدے اور نعمتیں خاص انھیں کے لئے ہیں جنہیں غیروں کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے لفظ اخرۃ آخر کا مونث ہے اور دنیا کے مقابل میں بولا جاتا ہے۔ اور معنی اس کا عام ہے۔ جو وقت موت سے لیکر بہشت میں داخل ہونے کے بعد کے حالات اور زمانوں تک کو شامل ہے۔ اور اسمیں موت۔ غسل۔ کفن۔ دفن۔ قبر۔ برزخ حشر۔ قیامت۔ دخول بہشت یا دوزخ اور اُس کے بعد کے حالات جیسے مومنوں کے لئے حور۔ غلمان۔ بہشت کی نعمتیں وغیرہ۔ اور کفار کے لئے جہنم کا عذاب یعنی کوڑا۔ آگ۔ سانپ۔ بچھو وغیرہ سب داخل ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کل حالتوں کے متعلق مختصر مختصر حدیثیں ذکر کردی جائیں۔

# حدیثیں

## (بطریق شیعہ) ۱۔ مومن اور غیر مومن کے ساتھ خداوند عالم کا عام برتاؤ

مشہور محدث عبداللہ[ع۱] بن عمر بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کے متعلق میں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے کچھ پوچھا۔ تو حضرت کو غصہ[ع۲] آگیا اور فرمایا کہ کیا ہوگیا ہے اوس قوم کو جو ایسے شخص کا ذکر چھیڑتی ہے جسکی قدر ومنزلت خدا کے نزدیک ویسی ہی ہے جیسی میری۔ بجز مرتبہ نبوت کے آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے اوس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اوس سے خدا راضی رہیگا اور جس سے خدا راضی رہے گا اوس کو بہشت میں داخل کرے گا آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص علیؑ سے محبت رکھے خداوند عالم اوسکی نماز اور روزہ اور کل عبادتوں کو قبول فرمائے گا اور دعاؤں کو قبول کرے گا۔

آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے جب تک طوبےٰ کا پھل نہ کھالے اور حوض کوثر سے پانی نہ پی لے اور بہشت میں اپنی جگہ دیکھ نہ لے اس دنیا سے نہ جائیگا۔ آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے فرشتے اوس کے لئے طلب مغفرت کرینگے اور اوس کے لئے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ جس دروازہ سے چاہے بغیر حساب کے داخل ہوجائے آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خدا اوس کے نامۂ عمل کو اوس کے

---

ع۱ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں ایک عمر بن سعد قاتل فرزند رسولؐ کے باپ سعد بن ابی وقاص نے اور دوسرے عبداللہ بن عمر نے حضرت سے بیعت نہیں کی۔ لیکن عبداللہ صاحب نے۔ یزید کے ہاتھوں پر اس سختی سے بیعت کی کہ اوس سے بیعت نہ کرنے والوں سے برائت کا اعلان کردیا تھا (صحیح بخاری جلد ۴ کتاب الفتن ص ۱۵۳ و مسند احمد حنبل جلد ۲ در مسند عبداللہ بن عمر ص ۹۶ چھاپہ مصر) ۱۲ منہ

ع۲ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کا غصہ اس امر کو بتا رہا ہے کہ عبداللہ صاحب کا سوال حضرت علی علیہ السلام کے متعلق اونکی شان سے ہٹا ہوا یا اون کے حقوق کا پامال کرنے والا یا توہین آمیز تھا۔ کیونکہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم رکھنے والے اور معصوم کا غصہ بے محل نہیں ہوسکتا ۱۲ منہ

داہنے ہاتھ میں دیگا اور اوس سے اوس طرح حساب لیگا جس طرح انبیاء سے لیگا آگاہ ہو جاؤ
کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خدا اوس پر جان کنی کو آسان کر دیگا اور اوسکی قبر کو بہشت کے
باغوں میں سے ایک باغ بنا دیگا آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے بعدد ہر رگ کے
جو اوس کے بدن میں ہے خدا اوسکو حوریہ عطا کریگا اور اوس کے اہل قرابت میں سے اسی آدمیوں کے
حق میں اوسکی شفاعت (سفارش) قبول کریگا اور بعدد ہر بال اور روئیں کے جو اوس کے بدن میں ہیں ایک
شہر بہشت میں اوسکو عطا کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خدا اوس کے پاس
ملک الموت کو اوس صورت میں بھیجے گا جس صورت میں انبیاء کے پاس بھیجا کرتا ہے اور منکر و نکیر کے خوف
کو اوس کے دل سے نکال دیگا اور اوسکی قبر کو نورانی کر دیگا اور ستر سال کی راہ تک پھیلا دیگا اور قیامت
کے دن اوسکی صورت کو نورانی کر دیگا اور سردار شہداء (احد) یعنی حضرت حمزہ کے ساتھ اوسکو
رکھے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خدا اوس کو صدیقوں اور شہیدوں
اور نیکوں کے ساتھ عرش کے سایہ میں رکھیگا اور قیامت کی سختیوں کے خوف سے مطمئن اور بے پرواہ
کر دے گا آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خدا اوس کے دل میں حکمت (علم) کو برقرار
کر دے گا اور اوسکی زبان پر حق کو جاری کرے گا اور رحمت کے دروازے اوس پر کھول دیگا۔
آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے آسمانوں اور زمین پر اوس کا نام اَسِیْرُاللّٰہِ یعنی خدا
کا قیدی ہوگا (نہ دنیا کا قیدی) یعنی اوس پر عاشق فریفتہ اور جان دینے والا اور اس کے خدا پر فریفتہ
ہونے سے خدا آسمان کے فرشتوں اور عرش کے اوٹھانے والوں پر فخر کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو
شخص علیؑ کو دوست رکھے عرش کے نیچے سے ایک فرشتہ اوس کو پکار کر کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا
اب آج سے عمل نیک اختیار کر تیرے کل پچھلے گناہوں کو خدا نے بخش دیا آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص
علیؑ کو دوست رکھے وہ جب قیامت میں آئیگا تو اوسکی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن
ہوگی آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خداوند عالم اوس کے سر پر بادشاہت کا تاج
اور بدن میں عزت اور کرامت کا کپڑا (حُلّہ) پہنائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست
رکھے وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گذر جائیگا اور اوسکی موت باطل پرستوں کی موت کی سی نہ ہوگی۔
آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کو دوست رکھے خداوند عالم اوس کے لئے جہنم سے نجات کا اور پل
صراط سے گذر جانے کا اور عذاب سے محفوظ رہنے کا پروانہ لکھدے گا اور نامۂ عمل اوس کا کھولا
نہ جائیگا اور نہ ترازو (عدالت) اوس کے لئے قائم کی جائیگی اور اوس سے کہا جائیگا کہ بغیر

حساب کے بہشت میں داخل ہو جا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص علیؑ کی محبت پر مرے اوس سے فرشتے مصافحہ کرینگے اور انبیاء اوسکو دیکھنے آئیں گے اور خدا اوسکی کل حاجتیں پوری کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آلِ محمدؐ سے محبت رکھتا ہو وہ حساب اور ترازو (وعدات) اور پل صراط سے مطمئن رہیگا آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے اوسکو بہشت دلوانیکا میں ضامن ہوں اور میرے ساتھ کل انبیاء آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی دشمنی پر مرے قیامت کے دن ایسی صورت سے آئیگا کہ اوس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ رحمت خدا سے محروم ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی دشمنی پر مرے اوسکی موت کفر پر ہو گی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی دشمنی پر مرے وہ بہشت کی بو بھی نہیں سونگھیگا (۱)۔ (۲) ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہلبیت سے محبت کرنے والوں کے لئے بیس باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دس دنیا میں اور دس آخرت میں۔

**دنیا میں** (۱) زہد یعنی ناجائز لذتوں سے پرہیز (۲) عمل نیک پر حرص (۳) دین میں پرہیزگاری (۴) عبادت کی رغبت (۵) مرنے سے پہلے توبہ کرنا (۶) نماز شب کو خوش خوش بجالانا (۷) لوگوں کے مال کی طرف سے بے توجہی (۸) خدا کے حکموں پر عمل کرنا اور ناجائز چیزوں سے بچنا (۹) دنیا سے نفرت (۱۰) بندگان خدا کو فائدہ پہونچانا۔ **اور آخرت میں** (۱) نامۂ عمل اوس کا کھولا نہ جائیگا (۲) اعمال اوس کے تولے نہ جائیں گے (۳) نامۂ عمل اوس کا اوس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا (۴) اوس کے لئے جہنم سے برائت کا پروانہ لکھدیا جائیگا (۵) صورت اوسکی نورانی ہوگی۔ (۶) بہشت کے حُلّے پہنایا جائیگا (۷) اپنے خاندان سے سو آدمیوں کی شفاعت کرے گا (۸) خدا اوس پر رحمت کی نظر ڈالیگا (۹) بہشتی تاج اوس کے سر پر رکھا جائیگا (۱۰) بہشت میں بغیر حساب کے داخل کیا جائیگا (۲)۔

**دار آخرت کی خاص خاص حالتیں** (۱) بسند معتبر حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ انسان کے لئے جب دنیا کا آخر اور آخرت کا پہلا دن آتا (یعنی مرنے لگتا) ہے تو تین چیزیں اوس کے سامنے لائی جاتی ہیں (۱) اولاد (۲) مال (۳) اعمال پس مرنے والا مال سے پوچھتا ہے کہ میں تیرے جمع اور حاصل کرنے پر بہت حریص تھا اور تجھکو خرچ کرنے میں بخل کرتا تھا اس وقت تو میری کس طرح کی مدد کر سکتا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ مجھ سے کفن لے لو۔ پھر اولاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم کو میں بہت دوست رکھتا تھا اور تمہارے

(۱) لآلی الاخبار جلد ۳ صفحہ ۳۷۲ باب ۹ ۱۲ منہ

(۲) لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۹ صفحہ ۳۷۵ ۱۲ منہ

مرنے والوں کے سامنے تین چیزیں لائی جاتی ہیں

ساتھ ہر طرح کی بھلائی کرتا تھا مجھ کو کس طرح کا فائدہ پہونچا سکتے ہو۔ وہ جواب دیتے ہیں
کہ قبر تک پہونچا دینگے اور قبر میں چھپا دینگے۔ پھر اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے اور کہتا ہے
کہ میں تجھکو نہیں چاہتا تھا اور تجھکو بجالانا مجھ پر کھل جاتا تھا آج میری کیا مدد کرسکتا ہے
وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم قبر میں تیرے ساتھ ہیں اور قبر سے اوٹھنے کے وقت تیرے ساتھ
رہیں گے یہاں تک کہ ہم کو اور تجھ کو بارگاہ پروردگار کے سامنے پیش کریں پس مرنے
والا اگر خدا کا دوست ہے تو ایک شخص اوس کے پاس آتا ہے جو نہایت درجہ خوشبو اور خوبصورت
اور فاخرہ لباس پہنے ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھکو خوشخبری ہو بہشت کی ٹھنڈی ہوا اور
پھولوں اور نعمتوں کی جو ہمیشہ کے لئے ہونگی۔ مرنے والا پوچھتا ہے کہ تو کون ہے۔ وہ جواب
دیتا ہے کہ میں تیرا عمل نیک ہوں۔ تو جب دنیا سے جائیگا تو تیری جگہ بہشت میں ہوگی [1]
۲ حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن دنیا سے نہیں جاتا لیکن اپنی خوشی
سے۔ کیونکہ خداوند عالم اوسکی آنکھوں سے پردہ اوٹھا دیتا ہے تاکہ وہ بہشت میں اپنی جگہ
اور اون نعمتوں کو دیکھ لے جو اوس کے لئے مہیا کی گئی ہیں اور دنیا بھی اچھی طرح زینت دیکر
دکھائی جاتی ہے اور اوس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے دنیا میں رہے یا آخرت میں آئے
پس وہ آخرت کو اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دنیا اور اوسکی بلاؤں میں رہ کر کیا
کروں گا۔ اور ملک الموت اور اون کے ساتھی اوس کے سامنے اوس طرح کھڑے ہوتے
ہیں جس طرح غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور جب تک اوس پر سلام نہیں کرلیتے
اور بہشت کی خوشخبری نہیں دے لیتے اوس کے نزدیک نہیں جاتے اور جب قبض روح کرنے
لگتے ہیں اور (جان کنی کی تکلیف سے) وہ بیچین ہونے لگتا ہے تو اوس سے کہتے
ہیں کہ اے دوست خدا بےچین نہ ہو قسم ہے اوس مقدس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ کو برحق نبی بنایا کہ میں تجھ پر تیرے مہربان ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہوں
اپنے اوپر نگاہ کر پس وہ نظر اوٹھا کر بہشت کے درجوں اور قصروں کو دیکھتا ہے
تو ملک الموت اوس سے کہتے ہیں کہ تیری جگہ یہیں ہوگی اور تیرے لئے نعمتیں اور تیرے
مال (جن کو راہ خدا میں خرچ کیا تھا) اور تیرے اہل وعیال اور تیرے خاندان کے لوگ
جو نیکوکار تھے سب یہیں موجود ہیں اور تیرے ساتھ رہیں گے۔ کیا دنیا کی چیزوں کے بدلے
میں تو ان کو پسند کرتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ ہاں پسند کرتا ہوں۔ پھر کہتے ہیں کہ

[1] عین الحیوٰۃ مقصد اول ص۸۶ ۱۲ منہ

پھر نگاہ کر اب وہ دیکھتا ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین اعلا علیین میں تشریف رکھتے ہیں پس ملک الموت اوس سے کہتے ہیں کہ یہی حضرات تیرے سردار اور پیشوا ہیں اور تو انھیں کی خدمت میں رہیگا اور انھیں سے تیری دل لستگی رہیگی کیا دنیا کی چیزوں کے بدلے میں انکو پسند کرتا ہے ۔ وہ جواب دیتا ہے کہ ہاں پسند کرتا ہوں ۔ **پھر یہ حضرات** اوس کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اوس کے سرہانے ایک طرف حضرت سرورؐ عالم اور دوسری طرف حضرت امیر المومنینؑ اور دونوں بزرگوار اوس مومن کو بہشت اور اپنی شفاعت کی خوش خبری دیتے ہیں اور پائینتی ایک طرف حضرت امام حسنؑ اور دوسری طرف حضرت امام حسینؑ اور دونوں پہلوؤں میں باقی ائمہ علیہم السلام تشریف رکھتے ہیں اور وہ مومن ان حضراتؑ کی زیارت کرتا ہے اور ان سے باتیں کرتا ہے ۔ لیکن دوسرے جس طرح ائمہ علیہم السلام کو نہیں دیکھتے اوسی طرح مرنے والے کی باتوں کو بھی نہیں سنتے ۔ وہ ان حضراتؑ سے عرض کرتا ہے کہ میں آپ حضراتؑ کی زیارت کا بہت مشتاق تھا اور آج زیارت سے بہت خوش ہوں ۔ یہ ملک الموت آئے ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپکی اور آپ کے بھائی علیؑ کی تشریف آوری سے ان کے دل میں میری وقعت ہوگی تو حضرت سرورؐ عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہے ۔ **پھر حضرت** سرورؐ عالم ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میں بحکم خدا تم سے وصیت کرتا ہوں کہ میرے دوست اور خادم اور مخلص کے ساتھ احسان کرنا ۔ تو ملک الموت کہتے ہیں کہ یا رسولؐ اللہ اس مومن سے فرمائیے کہ جو کچھ خدا نے اس کے لئے بہشت میں مہیا کیا ہے اوس کو دیکھے پس حضرتؐ اوس کو حکم دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اس قدر نعمتیں مہیا کی گئی ہیں جن کو عقل شمار نہیں کرسکتی ۔ پھر ملک الموت کہتے ہیں کہ جس کے لئے خدا نے ایسا ثواب مقرر کیا ہو اور اوس کو دیکھنے کے لئے آپ اور آپکی ذریت طاہرین تشریف لائے ہوں اوس کے ساتھ کیونکر ہوسکتا ہے کہ میں نرمی نہ کروں ۔ **پھر یہ حضرات** تشریف لے جاتے ہیں اور اس مومن کی آنکھوں سے پردہ اوٹھالیا جاتا ہے اور وہ ان حضراتؑ کو بہشت میں دیکھتا ہے اور ملک الموت سے کہتا ہے کہ مجھکو ان حضراتؑ کی خدمت میں جلد پہونچادو ۔ لہ ۲ ملک الموت مومن کے پاس اچھی صورت اور نفیس کپڑوں میں نہایت درجہ خوشبو کے ساتھ آتے ہیں اور کرام کاتبین جو ہر شخص کے ساتھ رہتے ہیں ملک الموت سے کہتے ہیں کہ میرے ساتھی پر مہربانی اور نرمی کرو یہ میرا اچھا بھائی اور اچھا ساتھی تھا اس نے کبھی ایسا کام نہ کیا جو خدا کی مرضی کے خلاف

چہاردہ معصومینؑ کا تشریف لانا

خلاصہ روایات متعددہ از کتاب لآلی الاخبار جلد ۳ صفحہ ۳۳۵ و ۳۴۶ و فصول المہمہ باب ۳۲ صفحہ ۲۷ ۱۲

حضرت رسولؐ کی سفارش

کرام کاتبین کی سفارش

ملک الموت اوسی خوشبو کو اوکی ٹھڈھی پر رکھ دیتے ہیں جب وہ اوکی روح تک پہونچتی ہے تو روح آہستہ آہستہ نکلنے لگتی ہے یہاں تک کہ پوری روح نکل آتی ہے۔ ملک الموت کے ساتھ پانچ سو فرشتے اون کے مددگار ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں خوشبو پھولوں کا دستہ اور سفید ریشمی کپڑے اور بے حد خوشبو دار مشک ہوتا ہے۔ وہ مرنے والے مومن سے کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَلِیَّ اللهِ اے دوست خدا تم پر سلام ہو تم کو بشارت (خوشخبری) ہو کہ خداوند جلیل تم کو سلام کہتا ہے اور تم سے خوش ہے۔ پھر رضوان خازنِ بہشت آتے ہیں اور اوس کو بہشتی پانی پلاتے ہیں جس سے وہ نہ تو قبر میں پیاسا ہوتا ہے نہ قیامت میں ہوگا۔ یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جائیگا۔[۱] بہ سند صحیح حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ (اگلی امتوں میں سے) ایک قوم اپنے نبی ؑ کے پاس آئی اور کہا کہ خدا سے دعا کیجئے کہ ہم لوگوں سے موت کو اوٹھالے۔ پس خدا نے اوٹھالیا۔ اور اوس قوم میں نسلیں بڑھیں اور لوگ اس قدر ہو گئے کہ جگہ تنگ ہو گئی۔ رہنے کا ٹھکانا نہ ملتا تھا۔ اور ہر شخص کی یہ حالت تھی کہ صبح ہوتے باپ۔ ماں۔ دادا۔ دادی۔ پردادا۔ پردادی کو کھلانے پلانے نہلانے۔ دُھلانے اور خدمت کرنے میں مشغول ہو جاتا تھا یہاں تک کہ روزی حاصل کرنے کا وقت بھی نہ ملتا تھا۔ مجبوراً پھر پہونچے اور نبی ؑ سے کہا کہ دعا کیجئے کہ جس طرح موت کا سلسلہ پہلے جاری تھا پھر جاری کر دے پس خدا نے جاری کر دیا۔[۲] بہ سند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو مر کر خود آرام پاتے ہیں اور دوسرے وہ جو مر کر دوسروں کو آرام دیتے ہیں۔ آرام پانے والے مومن ہیں کہ مرنے کے بعد دنیا اور اوسکی بلاؤں سے اونکو نجات ہو جاتی ہے۔ آرام دینے والے کافر ہیں جن کے مرنے سے درخت اور جانور اور بہت سے آدمی اُنکی بُرائیوں سے چھٹکارا پاتے ہیں۔[۳]

[۴] حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ملک الموت سے کسی نے پوچھا کہ ایک ہی وقت میں بہت سے لوگوں کی روحیں کیونکر نکالتے ہو۔ حالانکہ بعض آدمی مغرب میں ہوتے ہیں اور بعض مشرق میں۔ تو جواب دیا کہ دنیا کی مثال میرے نزدیک ویسی ہے جیسے تمہارے ہاتھ میں ایک درہم ہو جس کو جس طرف چاہو پھیر سکتے ہو۔[۵] بسند صحیح حضرت سرورِ عالم سے

---

[۱] فصول المہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ باب ۶۲ ص ۳۳ ۱۲ منہ [۲] فصول المہمہ باب ۶۲ ص ۳۳ ۱۲ منہ [۳] فصول المہمہ باب ۶۶ ص ۳۴ ۱۲ منہ [۴] [illegible] [۵] چاندی کا سکہ جو چوّنی کے برابر تھا ۱۲ منہ

منقول ہے کہ غیر مومن کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت نہایت بُری اور بے انتہا خوفناک صورت میں آتے ہیں اور نہایت سختی سے روح نکال لیتے ہیں لہ ۵ ۔ بسند معتبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ مردہ کافر ہو یا مومن اپنے غسل دینے والوں اور جنازہ اوٹھانیوالوں کو پہچانتا ہے مومن جنازہ اوٹھانیوالوں کو قسم دیکر کہتا ہے کہ مجھکو جلد لے چلو جب اوس کو دفن کر دیتے ہیں تو دو فرشتے (مبشر و بشیر) آتے ہیں جن کے (سر کے) بال زمین پر لٹکتے ہوتے ہیں اور زمین کو چیرتے چلتے ہیں۔ آوازیں اونکی سخت گرج کی سی (دہشت ناک) اور آنکھیں بجلی کی سی روشن ہوتی ہیں مُردہ سے پوچھتے ہیں کہ خدا تیرا کون ہے اور دین تیرا کیا ہے اور پیغمبر تیرے کون ہیں اور امام تیرے کون ہیں۔ جب وہ جواب دے لیتا ہے تو اوس سے کہتے ہیں کہ خدا تجھکو اون لوگوں (خدا و رسولؐ و ائمہؑ و دین حق) کی محبت پر برقرار رکھے جنکو تو دوست رکھتا اور پسند کرتا ہے۔ پھر اوسکی قبر کو اس قدر وسیع (لمبی چوڑی) کرتے ہیں جس قدر نگاہ پہونچ سکتی ہے۔ اور بہشت کا ایک دروازہ اوسکی قبر کی طرف کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوش خوش آرام کی نیند سورہ۔ عہ

عہ مولانا سید نعمۃ اللہ جزائری علیہ الرحمہ انوار نعمانیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو دعائیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے نقل کی گئی ہیں اون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دو فرشتے جن کے نام مبشر اور بشیر ہیں اور مومن سے سوال کرنے کے لئے آتے ہیں اور اس قدر خوبصورت اور خوش خلق ہوتے ہیں کہ مومن اونکو دیکھکر خوش ہو جاتا ہے "جدا ہیں"۔ اور منکر و نکیر دو فرشتے جدا ہیں جو کافروں اور فاسقوں سے سوال کرنے کے لئے آتے ہیں جنکی صورتیں خوفناک ہوتی ہیں اور آواز دل دہلانے والی۔ اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں لیکن صورت بدلنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ مومن کے پاس اچھی صورت میں آتے اور نرمی اور دلجوئی کرتے ہیں اور مبشر و بشیر کہے جاتے ہیں۔ اور کافر و فاسق کے پاس بُری صورت میں اور سختی سے سوال کرتے ہیں اور منکر و نکیر کہے جاتے ہیں۔ اور یہی اقوی ہے اور دعاؤں کا مضمون ان کے مخالف نہیں ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ متن میں جو اونکی شکل و صورت بیان کی گئی ہے وہ منکر و نکیر کی شکل ہے جو کافروں کے لئے خاص ہے۔

۱۲ منہ

عہ سنہ ۱۳۲۳ ہجری میں اپنے چچیا سسر جناب سید نجات حسین صاحب مرحوم اور سیر کے ساتھ شیر شاہ کی سڑک پر بنارس سے مغلسرائے آ رہا تھا۔ ایک وسیع میدان میں اوس سڑک کو بے قرینہ مڑی ہوئی دیکھکر اون سے اس کا سبب پوچھا تو اونھوں نے ایک پختہ قبر کیطرف اشارہ کرکے بیان کیا کہ انگریز انجینیر نے میدان کو صاف اور سڑک کو بے قرینہ کج دیکھکر سیدھا کرنے کا حکم دیا۔ بیلداروں نے مٹی ہٹائی تو یہ قبر کُھل گئی اور خوشبو پھیلی۔ دیکھا گیا کہ اوس سیکڑوں برس کی پرانی قبر میں تازہ نعش پڑی ہوئی ہے اور اوسکے آگے گلاب کا درخت ہے جسمیں بڑے بڑے دو خوشبودار پھول اوس کے ناک کے پاس کھلے ہوئے ہیں۔ اوس انگریز نے یہ دیکھکر قبر کو پختہ کرا دیا ۱۲ منہ

لہ فصول المہمہ باب ۲۳ ص ۲۳۹ ۱۲ منہ

غیر مومن کے پاس ملک الموت کس صورت میں آتے ہیں — مومن اور غیر مومن مردہ کی لوگوں سے خواہش — منکر و نکیر کا ان دونوں کے ساتھ برتاؤ۔

اور اگر مردہ دشمنِ خدا ہوتا ہے تو ایک فرشتہ نہایت درجہ بدبو اور بدصورت اوس کے پاس
آتا اور اوس سے کہتا ہے کہ تجھکو خوشخبری ہو آتشِ جہنم اور اوس کے کھولتے ہوئے پانی کی
وہ اپنا جنازہ اوٹھانے والوں کو قسم دیکر کہتا ہے کہ مجھکو قبر میں نہ لے جاؤ۔ جب اوس کو دفن
کردیتے ہیں تو دو فرشتے (منکر و نکیر) اوس کے پاس آتے ہیں اور خدا اور پیغمبر اور دین اور
امام کو اوس سے پوچھتے ہیں جب وہ کہتا ہے کہ نہیں جانتا (یا سب کو یا کسی ایک کو) تو
کہتے ہیں کہ تو نے ہرگز نہ سیکھا اور نہ ہدایت پائی پس ایک گرز اوس کے سر پر مارتے ہیں
جسکی آواز سوا انسان اور جن کے کل جانور سنتے اور ڈر جاتے ہیں اور جہنم کا ایک دروازہ
اوسکی قبر میں کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہایت بُری حالت سے سو رہو اور قبر کو اوس پر
اس طرح تنگ کرتے اور فشار دیتے (دباتے) ہیں کہ اوس کے سر کا گودا (بھیجا) ناخونوں
(کے نیچے) سے بہہ جاتا ہے۔ اور بچھو اور سانپ اور زمین کے کیڑوں کو خدا اوس پر مسلط
کردیتا ہے۔ جو حشر یعنی قبر سے اوٹھنے کے وقت تک کاٹتے رہتے ہیں اور بے انتہا سختی
کی وجہ سے وہ آرزو کرتا ہے کہ قیامت جلد برپا ہو[1] واضح ہو کہ خداوند عزیز کی

[1] عین الحیوٰۃ مقصد اول صفحہ ۸۶ ۱۲ منہ

**نصیحت آمیز حکایتیں** ۱ جناب شاہ محمد ہاشم صاحب مرحوم حسین آبادی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک
فقیر کو میں نے الہ آباد میں دریا کے کنارے ریت پر بیٹھا ہوا دیکھا جسکو گیا میں داروغائی کے عہدہ پر دیکھا تھا۔
اوس سے فقیری اختیار کرنے کا سبب پوچھا۔ بہت اصرار کے بعد اوس نے بیان کیا کہ گیا میں ایک فقیر آیا لوگوں کی
آمد و رفت اوس کے پاس بہت ہونے لگی۔ میں بھی جانے آنے لگا۔ ایک مرتبہ اوس سے خواہش کی کہ کچھ فرمائش
کیجیے۔ مکرر خواہش کے بعد اوس نے پاؤ بھر بچھو مانگے۔ میں نے کہا شاہ صاحب سیروں حاضر کرسکتا ہوں
کیونکہ بچھوؤں کے ملنے کی فصل تھی لیکن سیکڑوں چوکیداروں کی بے انتہا کوششوں پر صرف ایک چھٹانک بچھو
مل سکے میں بہزار شرمندگی اون بچھوؤں کو اوس کے پاس لے گیا اور معذرت کی۔ لوگوں کے چلے جانے کے
بعد وہ مجھکو ایک تازہ قبر کے پاس لے گیا اور مجھ سے پوچھا کہ اس قبر کے مردہ کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں
یہ مجھ سے پہلے یہاں داروغہ تھا۔ اوس قبر میں ایک سوراخ تھا اوس نے کہا کہ قبر کے اندر نگاہ کرو۔ میں نے
دیکھا کہ بے شمار بچھو اوسکے اندر موجود ہیں اوس سے بیان کیا تو اوس نے کہا کہ کُل بچھو تو یہاں آگئے ہیں تم کو
کیونکر ملتے۔ مجھکو بچھوؤں کی کوئی ضرورت نہ تھی صرف تم کو یہ واقعہ دکھانے کے لیے فرمائش کی تھی۔
اوس دن سے میں نے استعفا دیکر فقیری اختیار کرلی ۲ جناب نواب سید محمد باقر صاحب مرحوم ساکن بڈھن پور

جلیل بارگاہ میں شیعیان حضرت امیرالمومنینؑ اور دوستداران اہلبیت طاہرین علیہم الصلوۃ
والسلام کی جو عزت و شرافت ہے اور جس عالی منزلت سے اوس صاحب فضل و کرم نے اونکو
سرفراز کیا ہے اوس کو ظاہر کردینے کی غرض سے میں نے یہاں تک حدیثوں کے پورے پورے
مضامین نقل کردیئے ہیں۔ لیکن چونکہ حدیثوں کے پورے مضامین کو نقل کرنا طوالت کا سبب
ہے اس لئے جو مطالب باقی رہ گئے ہیں اون کے متعلق یہاں سے غوّاص بحار احادیث
و اخبار و سبّاح دریائے فرمائشات اہلبیت اطہار علیہم الصلوۃ والسلام یعنی مولانا محمد باقر
مجلسی علیہ الرحمہ کی کتاب اعتقادات کا ترجمہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ اُن مرحوم نے حدیثوں
کو دیکھ بھال کر پوری تحقیق کے بعد ان مطالب کو نہایت استقامت اور اعتدال سے تحریر
فرمایا ہے۔ خداوند رحیم اونکو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے اولیاء کرام کے جوار رحمت میں جگہ
دے۔ روح تحریر فرماتے ہیں کہ اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ بدن سے جُدا ہونیکے
بعد روح باقی رہتی ہے۔ اور ایسے جسم سے اوس کا تعلق ہوجاتا ہے جو دنیاوی جسم کے مانند ہوتا
ہے اور وہ اپنے جنازہ کے ساتھ رہتی اور جنازہ اوٹھانے والوں کو پہچانتی ہے۔ اگر مومن کی
روح ہے تو اوٹھانے والوں سے کہتی ہے کہ اوس کو جلد دفن کردیں تاکہ اون بلند درجوں اور
بزرگ نعمتوں تک جلد پہونچ جائے جن کو خدا نے اوس کے لئے مہیا کیا ہے۔ اور اگر منافق (یا
کافر) کی روح ہے تو اوٹھانے والوں سے کہتی ہے کہ دفن کرنے میں دیر کریں تاکہ آخرت کے
عذابوں سے (کچھ ہی زمانہ تک) بچی رہے۔ اور غسل دینے والوں اور (غسل کے وقت)
کروٹ کرنے والوں اور قبر پر لے جانے والوں کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ جب لوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱) ضلع مظفرپور نے مجھ سے بیان کیا کہ پٹنہ میں دریا کا کنارہ پانی سے کٹ گیا اور
ایک بہت پُرانی قبر جس کا نشان تک مٹ چکا تھا کھل گئی اوسمیں پورے قد کی نعش موجود تھی اوس کے پانوں کے
انگوٹھے کے پاس ایک سیاہ رنگ کا بہت بڑا بچھو بیٹھا ہوا تھا جو تھوڑی دیر پر اوس پر ڈنک مارتا
تھا جس سے پوری نعش تڑپ جاتی تھی۔ شہر کے مومنین کو خبر ہوئی آئے اور قرآن پڑھنا شروع
کیا کچھ دیر کے بعد وہ بچھو پانی میں اوتر گیا اور نعش خاک ہوگئی۔ لوگوں نے اوس قبر کو بند
کروادیا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا ۱۲ منہ

اوسکو دفن کرکے واپس ہوتے ہیں تو اپنے اصلی بدن میں داخل کی جاتی ہے اور دو فرشتے اوسکے پاس آتے ہیں اگر وہ مردہ عذاب کا مستحق ہے تو دونوں فرشتے خوفناک صورت میں آتے ہیں اور اونکو منکر و نکیر کہتے ہیں ۔ اور اگر مردہ نیکوکار ہے تو فرشتے اچھی صورت میں آتے ہیں اور اونکو بشیر و بشیر کہتے ہیں پس وہ فرشتے اوس سے اوسکی اعتقادی باتوں کو ایک ایک کرکے پوچھتے ہیں (کہ تیرا خدا کون ہے تیری کتاب کیا ہے تیرا دین کیا ہے ۔ تیرے نبی کون ہیں تیرے ائمہ کون ہیں ) اگر وہ جواب نہیں دیتا تو آگ عہ کے سونٹے سے مارتے ہیں (جس سے چنگاریاں یا انگارے جھڑتے ہیں) ۔ اور قبر آگ سے بھر عہ جاتی ہے اور قیامت تک بھری رہیگی ۔ اور اگر جواب دیتا ہے تو خدا کی بخششوں کی اوسکو خوشخبری دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چین سے سورہ ۔

---

عہ خلیفہ اول صاحب کے زمانہ میں ایک یہودی ایک یہودی کی کھوپری لایا اور دربار خلافت میں سوال کیا کہ تم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کفار کے مُردے ہر وقت جلتے رہتے ہیں ۔ حالانکہ میں اس کھوپری کو سروپا رہا ہوں جلنا تو درکنار گرم تک نہیں ہے ۔ دربار سے جواب نہ پاسکا ۔ علاّل مشکلات و مولائے کائنات جو مجبوریوں میں یاد پڑتے تھے بلائے گئے ۔ آپ نے چقماق کا پتھر یہودی کو دیکر پوچھا کہ سرد ہے یا گرم کہا سرد ۔ پھر آپنے دوسرا پتھر اوس پر پٹکا چنگاری نکلی ۔ فرمایا جس طرح اس میں آگ بھری ہوئی ہے اوسی طرح اس ہڈی میں بھی ہے جس کو انسان نہیں سمجھ سکتے ۔ تنبیہ :۔ مُردوں کے ساتھ اچھا یا بُرا جو برتاؤ قبر میں کیا جاتا ہے اوسمیں سے عذاب کی آواز جانور سُنتے اور سمجھتے ہیں ۔ لیکن یہ واقعات جن اور انسان سے دو وجہوں سے چھپائے گئے ہیں ۔ ایک اس وجہ سے کہ خداوند عالم نے حجت تمام کرنے کا کامل ذریعہ حضرت سرور عالمؐ اور اہلبیت اطہار علیہم الصلوۃ والسّلام کے قول اور فعل کو قرار دیا ہے ۔ پس اگر عذاب کو بھی حجت قرار دیدیتا تو ان حضرات کا قول اور فعل کامل حجت باقی نہ رہتا اور انکی حجیت ادھوری ہوجاتی جو ان حضرات کی فضیلتوں کے لئے عیب ہے ۔ دوسرے اس وجہ سے کہ خداوند عالم نے جو ایمان بہ غیب میں فضیلت اور ثواب رکھا ہے بندے اوس سے محروم رہ جاتے کیونکہ عذاب کو دیکھکر خوف سے ایمان لانا کوئی تعریف کی بات نہیں ہے ۔ اور کبھی جو ثواب یا عذاب ظاہر ہو جاتا ہے وہ حجت تمام کرنے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ اوس مُردے کا عمل اوسکو جلد ظاہر کردینے کا سبب ہوتا ہے ۔ جیسے میرٹھ میں اوس شخص کی قبر سے شعلہ نکلا جس نے عداوت کی وجہ سے شب عاشور میں اپنے لڑکے کی شادی کی تھی ۱۲ منہ

عہ **عبرتناک واقعہ** ۔ استاد معظم العالم العلام جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ بھیکپوری مدظلہ العالی کے سالے عزیز محترم سید محمد اسمعیل صاحب نے مجھ سے مظفر نگر میں بیان کیا تھا کہ حسین آباد ضلع بلیا میں مولانائے موصوف

جیسے دولہا سوتا ہے۔ اور ان دونوں فرشتوں اور ان کے سوال کو دوسرے معنی پر ہرگز ہرگز نہ ڈھالنا کیونکہ اون کا موجود ہونا اور ان کا سوال کرنا جو اوپر ذکر کیا گیا دین اسلام میں یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے جس کو ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور بے دین و لامذہب لوگ جو

(بقیہ حاشیہ ص۱۲۳) قبرستان میں فاتحہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک مسلمان کی قبر سے آہ آہ کی آواز آرہی تھی۔ میں نے مولانا صاحب کو متوجہ کیا۔ مولانا صاحب نے جب اوس قبر پر فاتحہ پڑھا تو آواز موقوف ہوگئی ۱۲ منہ **دوسرا واقعہ**:۔ شریف العلماء علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ایک قبر کی طرف سے گزرے جس سے شعلہ نکل رہا تھا اوس مردہ کو زندہ کردینے کے لئے دعا کی۔ اوسمیں سے ایک عورت نکلی جسکے گلے میں آگ کا طوق اور ہاتھوں میں آگ کی زنجیر اور پانوں میں آگ کی بیڑی پڑی ہوئی تھی اوس سے پوچھا کہ کس گناہ کی وجہ سے اسمیں مبتلا ہے جواب دیا کہ ہمسایہ کے ایک گھر میں ایک دن گئی۔ مالک مکان شراب پی رہا تھا اور عورت اوسکی اوس کے لئے روٹی پکا رہی تھی میں نے اوس کے بچے کو دودھ پلا کر اس قدر بہلایا کہ اوس عورت کو روٹی پکانے سے فرصت ہوگئی۔ اسی مدد دینے کی وجہ سے ستر برس سے اس عذاب میں مبتلا ہوں سلہ تاڑی شراب پینے والے غور کریں **اور یہ وسوسہ** نہ ہو کہ ۱ خفیف جرم یعنی گناہ میں مدد دینی ایسی سخت سزا کا سبب نہیں ہو سکتا ۲ جب کہ شراب خواری میں مدد دینے والے کی قبر سے شعلہ نکلا تو شراب پینے والے کی قبر سے بدرجہ اولےٰ نکلنا چاہیئے۔ حالانکہ بہت سے شراب خواروں کو ہم دیکھ رہے ہیں جنکی قبروں سے شعلہ نکلنا تو درکنار کوئی نشان گرمی کا بھی پایا نہیں جاتا۔ **کیونکہ** پہلا خیال اس وجہ سے غلط ہے کہ خداوند عالم نے ہر جرم کے لئے معین سزا مقرر نہیں کی ہے بلکہ کچھ جرم ایسے بھی ہیں جنکی سزا کو دنیا میں حاکم شرع کی اور آخرت میں اپنی تجویز پر چھوڑی ہے۔ اور علم اور جہالت اور خاندان اور تعلقات وغیرہ کی وجہ سے لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں۔ ایک ہی جرم ایسے شخص کے لئے لائق بخشائش سمجھا جاتا ہے جو اوس کے جرم ہونے کو نہ جانتا ہو۔ اور اوس شخص کے لئے خفیف سزا کا سبب ہوتا ہے جو جرم ہونے کو جانتا ہو لیکن پہلے پہل مبتلا ہوا ہو یا دیہاتی گنوار ہو۔ اور اوس شخص کے لئے سخت سزا کا سبب ہوتا ہے جو قانون داں اور کامل معرفت کا شخص یا ایسے گھرانے کا ہو جس گھرانے کے لوگوں کا احکام خداوندی کی معرفت سے جاہل رہنا عادۃً ممکن نہ ہو۔ خداوند عالم آخر پارہ ۲۱ سورہ احزاب میں ازواج حضرت سرور عالم سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ تم میں سے جو بی بی ایسا گناہ کریگی جسکی برائی کھلی ہوئی ہو اوس پر بہ نسبت عام عورتوں کے تین گنا عذاب کیا جائیگا۔ اسی لئے ممکن ہے کہ وہ عورت کسی نبی یا عالم دین کے گھرانے کی رہی ہو اور شراب خواری کی برائی کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے۔ پس اوسکی رضامندی اور اوسمیں مدد دینی

سلہ کتاب صدف جلد ۱ ص۸۷ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

ملئکہ کا معنی عقول عشرہ اور نفوس فلکیہ بیان کرتے ہیں اوسکی طرف ہرگز توجہ نہ کرنا۔ کیونکہ بہت سی آیتوں اور متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ جسم اونکے لطیف ہیں۔ مختلف شکلیں بدلنے پر قدرت رکھتے ہیں اور انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اونکو دیکھا کئے ہیں۔ اور اونہیں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴) اگر ایسے عذاب کا سبب قرار دیگی تو کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے کیونکہ خدا حجت تمام کر چکا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کا ہر نبی سے وعدہ لیا گیا تھا۔ ایک وحدانیت۔ دوسرے مسئلہ بدا۔ تیسرے شراب تاڑی کا حرام ہونا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شراب تاڑی ہر امت پر حرام کیگئی تھی علاوہ اسکے حدیث میں ہے کہ الراضی بالظلم احد من الظلمۃ یعنی جو شخص کسی کے ظلم کرنے پر راضی ہو وہ بھی ظالم ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے شراب۔ تاڑی پینے پر راضی رہنا گویا کہ خود ہی پینا ہے۔ پس عوام الناس کے شراب پینے پر با معرفت شخص کا راضی ہونا یقیناً تین گنا عذاب کا سبب ہوگا۔ اور دوسرا خیال ایک تو اس وجہ سے غلط ہے کہ میں حاشیہ نمبر ۵ صفحہ ۱۲۳ میں بھی لکھ آیا ہوں کہ خداوند عالم نے عام طور سے عذاب کو چھپانا مناسب سمجھا ہے جس کا سبب یا تو وہ دونوں وجہیں ہوں جن کو میں ذکر کر آیا ہوں یا کوئی ایسی مصلحت ہو جس تک ہماری ناقص عقلیں نہیں پہونچ رہی ہیں۔ اور کسی ایسی ہی غیر معلوم وجہ سے بعض گنہگاروں کے عذاب کو ظاہر کر دیتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے غلط ہے کہ وہ عورت یا خود با معرفت رہی ہو یا با معرفت گھرانے کی ہو اور حجت اوس پر تمام ہو چکی ہو جسکی وجہ سے غضب خدا اوس پر زیادہ ہو گیا یہاں تک ایسے عذاب کی مستحق ہو گئی جس کا ظاہر ہو جانا ایک قہری بات ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود شراب پینے والے کا عذاب اس سے بھی زیادہ خدا نے قرار دیا ہو جسکو اپنے عام دستور اور تجویز کی بنا پر ظاہر نہیں فرمایا۔ اور اس مدد دینے والی کے عذاب کو اسی غرض سے ظاہر کر دیا کہ ایک تو دوسرے سمجھ لیں کہ جب مدد دینے والا ایسے عذاب کا مستحق ہوا تو خود پینے والا سخت تر عذاب کا مستحق ہوگا۔ دوسرے ایک نبی کی دعا سے اس کا عذاب اوٹھا دیا جائے ۱۲ منہ

۵ حکماء کہتے ہیں کہ آسمان گول دائرہ پر حرکت کر رہے ہیں۔ اور گول دائرہ پر حرکت کرنے والی چیز جس مقام سے حرکت کرتی ہے گھوم کر پھر وہیں پہونچتی ہے۔ اور ایک چیز کو چھوڑ کر پھر اوسکو چاہنا بے شعور طبیعت سے نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی خواہش اوسکی شان سے ہے جو ارادہ اور شعور رکھتی ہو۔ پس آسمانوں کی حرکت طبعی نہیں ہے بلکہ ارادی ہے۔ اسی واسطے ضرور ہے کہ ہر آسمان کے لئے ایک نفس ہو۔ اور آسمانوں کا ارادہ عقلی ہوگا نہ حیوانی۔ کیونکہ حیوانی ارادہ شہوت اور غضب سے ہوتا ہے جو آسمانوں میں نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ضرور ہے کہ ہر آسمان کے لئے ایک عقل ہو۔ اور چونکہ خدا ایک سے زیادہ کو پیدا نہیں کر سکتا اس لئے ضرور ہے کہ ان آسمانوں اور اونکے

بعض کے دو پر ہیں اور بعض کے تین اور بعض کے چار۔ اور مخلوقاتِ خدا میں تعداد اونکی زیادہ اور مرتبہ اون کا بزرگ ہے اور ائمہ علیہم السلام میں سے ہر بزرگ سے بہت سی حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں اونکی حالتیں اور بزرگیاں اور عجیب خلقت اور کام اور طور و طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ **آسمان** اور واجب ہے کہ تم اس امر کا اعتقاد کرو کہ آسمان ایک دوسرے سے (پیاز کی پرتوں کیطرح) سٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ہر آسمان کو دوسرے آسمان سے پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے اور ہر دو آسمان کے درمیان فرشتے بھرے ہوئے ہیں اور بہت سی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں میں ہر قدم پر ایک فرشتہ ہے جو خدا کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے۔ **عصمت ملٰئکہ** اور واجب ہے یہ کہ اعتقاد کرو کہ فرشتے کل معصوم ہیں اور ہاروت و ماروت (کے جادو سیکھانے) کا قصہ اور انبیاء کے گناہ کرنے کا چرچا جو عوام الناس میں مشہور ہے اور تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اوسکی طرف اعتنا نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ اہلسنت کی کتابوں سے لیا گیا ہے اور اون لوگوں نے یہودیوں کی تاریخوں سے لیا ہے اور ہماری حدیثوں میں اوسکی رد کی گئی ہے۔ اور جن آیتوں کا ظاہری معنی ان قصوں کو بتا رہا ہے اونکی تفسیر اس طرح کیگئی ہے جو اونکے فسق اور خطا کو شامل نہیں ہے۔ **قبر کا فشار**۔ پھر یہ سمجھو کہ تم کو اس بات پر ایمان لانا اور اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ قبر میں فشار ہوگا یعنی قبر دبائیگی۔ رہا یہ امر کہ آیا فشار سب کے لئے ہے یا خاص اون لوگوں کے لئے جن کا ایمان کامل نہیں ہے۔ تو بہت سی حدیثوں سے دوسری شق ظاہر ہو رہی ہے (یعنی اون لوگوں کے ساتھ خاص ہونا جن کا ایمان کامل نہیں ہے)۔ اور یہ **اعتقاد** بھی ضروری ہے کہ فشار اسی اصلی (دنیاوی) بدن پر ہوتا ہے۔ مثالی بدن پر نہیں ہوتا۔ اور منکر و نکیر کے سوال اور فشار قبر کے بعد روحیں

آسمان کے طبق - فرشتے معصوم ہیں - فشار قبر (دباؤ)

(بقیہ حاشیہ ص۱۲۵) نفسوں اور نو عقلوں کو پیدا کرنے والا کوئی دوسرا ہو۔ اوس کو عقل فعّال کہتے ہیں۔ پس آسمان نو ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک نفس اور ایک عقل اور دسویں عقل یعنی عقل فعّال ان سب کو پیدا کرنے والی۔ انھیں نفسوں اور عقلوں کو حکمار کی اصطلاح میں نفوس اور عقول کہتے ہیں۔ اور شریعت میں ملٰئکہ یعنی فرشتے۔ **یہ خیالات** باطل ہیں اور خدا کو ایک سے زیادہ پیدا کر سکنے سے عاجز سمجھنا کفر اور زندقہ ہے اسی لئے انکی طرف توجہ نہ کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ۱۲ منہ

maablib.org

برزخ میں روحوں کا حال اور مقام

جسم مثالی یعنی ایسے بدن میں داخل کی جاتی ہیں جو دنیاوی بدن کے ایسا ہوتا ہے۔
**برزخ** پھر اگر وہ روحیں مومنوں کی ہیں تو وہ آزاد ہیں کبھی اپنی قبروں پر آتی۔ اور اپنی زیارت کرنے والوں کو پہچانتی اور اون سے مانوس ہوتی اور اونکی زیارت سے فائدہ اوٹھاتی ہیں۔ اور کبھی اپنے بی بی بچوں عزیزوں کو دیکھنے کے لئے گھروں پر آتی ہیں اور کبھی وادی السلام میں جاتی ہیں اور وہ نجف اشرف ہے اور کبھی بہشت دنیا میں جاتی ہیں اور اوسکی نعمتوں سے فائدہ اوٹھاتی اور اوس کے پھل کھاتی اور اوسکی نہروں سے پانی پیتی ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں اونکو مُردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ درحالیکہ جو کچھ خدا نے اپنی بخشش سے اونکو دیا ہے اوس پر خوش ہیں۔ اور اگر وہ **روحیں کافروں** اور دشمنان (اہلبیت علیہم السلام) کی ہیں تو وہ دنیاوی دوزخ میں داخل کی جاتی ہیں جس میں اون پر قیامت تک عذاب ہوتا رہیگا (اور قیامت کے بعد آخرت کے جہنم میں) **اور اگر وہ روحیں مستضعفون** یعنی اون عوام الناس کی ہیں جو دین و مذہب سے پوری آگاہی نہیں رکھتے تھے اور اہلبیت طاہرین علیہم السّلام کے دشمن بھی نہ تھے۔ تو بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیامت تک چھوڑ دیئے جاتے ہیں نہ تو اونکو نعمتیں دی جاتی ہیں اور نہ عذاب کیا جاتا ہے (اور قیامت میں اونکا اور اونکے اور کافروں کے بچوں اور کُل دیوانوں اور پیدائشی گونگوں بہروں کا اس طرح امتحان لیا جائیگا کہ آگ روشن کی جائیگی اور ایک پیغمبر اون کے پاس بھیجا جائیگا اور اون سے کہیگا کہ تمہارے پروردگار کا حکم ہے کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ جو اوسمیں داخل ہوگا اوس پر سرد ہو جائیگی اور معلوم ہو جائیگا کہ وہ دنیا میں فرمانبردار ہوتا۔ اور جو انکار کریگا معلوم ہوگا کہ وہ سرکش ہوتا اور جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔ **اور مومنوں** عہ **کے بچے** بغیر امتحان کے اپنے ماں باپ کے ساتھ بہشت میں داخل کئے جائینگے۔ ان کے متعلق ہمارے علماء میں اختلاف نہیں ہے۔ حق الیقین مجلسی علیہ الرحمہ)

عہ مومنوں کے بچے جو مرجاتے ہیں اون کے متعلق بعض حدیثوں میں ہے کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اونکی پرورش کرتی ہیں اور بعض میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا نام ہے۔ اور بعض میں جناب سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا۔ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بعض کو حضرت فاطمہ علیہا السّلام

بہشت و دوزخ

**بہشت و دوزخ** اور واجب ہے اعتقاد کرنا کہ ایک بہشت اور دوزخ دنیا میں ہے اور ایک آخرت میں بلکہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیاوی ہی بہشت میں تھے اور واجب ہے اعتقاد کرنا کہ بہشت اور دوزخ اوسی طرح کے اس وقت موجود ہیں جس طرح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور یہ کہنا کفر اور الحاد ہے کہ بہشت سے مقصود حق باتوں کا علم اور اچھے اخلاق ہیں اور دوزخ سے مقصود باطل باتوں کا علم اور برے اخلاق۔ حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بہشت و دوزخ کے اس وقت موجود ہونے سے انکار کرے اور کہے کہ بعد پیدا کئے جائیں گے اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی معراج سے انکار کرے اوس نے قرآن کی آیتوں سے انکار کیا اور وہ کافر ہے۔

رجعت

**رجعت** اور رجعت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اور یہ مسئلہ خاص مذہب شیعہ کی چیز ہے۔ اور اس کا ثبوت ائمہ علیہم السلام کی فرمایشوں سے شیعہ اور سنی دونوں فرقوں میں مشہور ہے۔ اور اون حضراتؑ سے منقول ہے کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہ لائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور رجعت کا معنی جو کچھ حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام آخر الزمان علیہ السلام کے ظاہر ہونے کے بعد یا اوس سے پہلے مومنوں کی ایک جماعت قبروں سے اوٹھائی جائیگی تاکہ اپنے ائمہ علیہم السلام اور اونکی بادشاہت کو دیکھکر اونکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور ایک جماعت کافروں اور منافقوں کی اوٹھائی جائیگی تاکہ اپنی بداعمالیوں کی سزا دنیا میں بھی پالیں لیکن دونوں فرقوں یعنی مومن اور غیر مومن کے مستضعف (جن کا ایمان یا کفر کامل نہ تھا) تو وہ قیامت ہی کے دن اوٹھائے جائیں گے۔ باقی رہا ائمہ علیہم السلام کا دنیا میں تشریف لانا تو بہت سی حدیثوں سے حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسین علیہما السلام کا اور بعض حدیثوں سے حضرت سرور عالم اور باقی ائمہ علیہم الصلوۃ والسلام کا تشریف لانا بھی ثابت ہے۔ **رہ گیا یہ** کہ حضرت امام آخر الزمان علیہ السلام کے زمانہ میں تشریف لائیں گے یا اوس سے

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۲۷) پرورش کرتی ہوں۔ اور بعض کو حضرت ابراہیم۔ اور بعض کو جناب سارہ۔ یا کل بچے پہلے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خدمت میں بھیجے جاتے ہوں۔ اور وہ حضرت ابراہیمؑ اور جناب سارہ علیہا السلام کو دے دیتی ہوں ۱۲ منہ (حق الیقین)

mablib.org

پہلے یا اوس کے بعد تو اس بارہ میں حدیثوں میں اختلاف ہے اس لئے تم پر واجب ہے کہ اجمالی طور پر صرف اس کا اقرار (اور اعتقاد) کرو کہ کچھ لوگ (یعنی کچھ مومن اور کچھ کافر و منافق) اور ائمہ علیہم السلام تشریف لائیں گے اور تفصیل کو ائمہ علیہم السلام کے علم پر چھوڑ دو اوس میں رائے زنی نہ کرو۔

**حشر** (حشر) - اور واجب ہے یہ کہ اعتقاد کرو کہ قیامت کے دن خداوند عالم سب لوگوں کو اوٹھائیگا اور اونکی روحیں اون کے اصلی بدنوں میں ڈالی جائینگی اور اس سے انکار کرنا یا تاویل کرنا یعنی ایسا معنی بیان کرنا جو اس کے ظاہری معنی کے خلاف ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں بعض ملحدوں سے سُنا جا رہا ہے۔ اوس کے کفر اور الحاد ہونے پر ہمارے علماء کا اجماع ہے۔ اور قرآن کی بہت سی آیتیں اس کے ثبوت اور اس سے انکار کرنے والوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہیں۔ اور حکماء جو اسمیں شبہہ پیدا کرتے ہیں کہ معدوم چیز پلٹ کر نہیں آسکتی اور آیتوں اور حدیثوں کی توجیہ روحانی معاد کے ساتھ کرتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ قیامت میں صرف روحیں جمع کیجائیں گی۔ اوسکی طرف ہرگز توجہ نہ کرنا۔

**حساب و کتاب** (حساب و کتاب) - اور واجب ہے کہ ایک اس بات کا اعتقاد کرو کہ اعمال کا حساب لیا جانا اور کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال کا دیا جانا حق ہے۔ اور دوسرے اس کا اعتقاد کرو کہ خدا نے ہر شخص کے ساتھ دو دو فرشتے مقرر کئے ہیں۔ ایک داہنے کندھے پر رہتا ہے اور دوسرا بائیں کندھے پر داہنے کندھے والا اچھے اعمال کو لکھتا ہے اور بائیں کندھے والا بُرے اعمال کو۔ پس دن کے دونوں فرشتے دن بھر کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ اور شام کے وقت اعمال کو لیکر چلے جاتے ہیں اور رات کے دو فرشتے آتے ہیں جو رات بھر کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ اسکی توجیہ ہرگز اوس طرح نہ کرنا جو اس زمانہ میں سُنی جا رہی ہے۔ کیونکہ یہ توجیہ کفر ہے۔

**شفاعت وغیرہ** (شفاعت) - اور واجب ہے کہ ایمان لاؤ اس پر کہ حضرت سرورِ عالم اور ائمہ طاہرین علیہم الصلوۃ والسلام (مومنوں کے حق میں) شفاعت یعنی سفارش فرمائیں گے۔ اور اس پر کہ خداوند عالم نے جو فرمانبردار مومنوں۔ کو ثواب دینے کا وعدہ کیا ہے اوس کے خلاف نہ کرے گا۔ اور گناہگار مومنوں پر جو عذاب کرنے کا وعدہ کیا ہے اور بغیر توبہ کے مر گئے ہیں ممکن ہے کہ اوس سے درگذر کرے اور اس پر کہ توبہ قبول کریگا کیونکہ اس کا وعدہ کر چکا ہے۔ اور اس پر کہ کفار اور دشمنانِ اہلبیت طاہرین جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور مخالفوں میں جو

مستضعف ہیں اون کا امر خدا کے حکم پر اوٹھا رکھا گیا ہے۔ احتمال ہے کہ اپنے فضل وکرم سے اونکو بھی جہنم سے نجات دے دے۔ اور تین قسم کے لوگ مستضعف کہلاتے ہیں۔ ایک ۱ وہ جنکی عقلیں ضعیف ہیں (جن کو سفیہہ اور اَبلہ کہتے ہیں)۔ دوسرے ۲ وہ جنکی عقلیں بچوں اور عورتوں کی عقلوں کی سی ہیں۔ تیسرے ۳ وہ جن پر جس طرح چاہئے حجت تمام نہ ہوئی ہو۔ اور اس پر کہ مومن بہشت میں ضرور داخل ہوں گے اور اوسمیں ہمیشہ رہیں گے یا بغیر عذاب کے (اگر نیکوکار ہوں یا توبہ کر چکے ہوں یا شفاعت نصیب ہوئی ہو) یا عذاب کے بعد (اگر بدکار ہوں اور توبہ نہ کیا ہو اور شفاعت سے محروم رہے ہوں) اور اون پر عذاب یا تو برزخ میں ہوگا یا جہنم میں (بہشت میں ضرور داخل ہونا اور اوسمیں ہمیشہ رہنا اونکے ایمان کا اثر اور بدلا ہے اور عذاب میں بتلا ہونا اونکی بداعمالیوں کا اثر اور بدلا کیونکہ خدا انصاف ور ہے) اور سمجھو کہ شفاعت مومنوں کے ساتھ خاص ہے اس میں غیروں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور سمجھو کہ احباط اور تکفیر اپنے بعض معانی سے ہم شیعوں کے نزدیک ثابت ہے اور اس پر

(کفار و نواصب و مستضعفوں کا انجام۔ مومن بہشت میں ضرور جائینگے۔ شفاعت خاص مومنوں کے لئے ہے (احباط و تکفیر کا بیان))

عـــه احباط کا معنی لغت میں باطل اور بے اثر کردینا ہے۔ اور تکفیر کا معنی مٹادینا اور چھپادینا۔ اور علمائے دین اور متکلموں کی اصطلاح میں خداوند عالم کا کسی بندے کے کسی اچھے کام کو پسند کرکے اوسکے کل اگلے گناہوں کو بخشدینا تکفیر کہلاتا ہے۔ اور کسی بُرے کام کی وجہ سے اوسکی کل اگلی عبادتوں کو رد کردینا اور قبول نہ کرنا حبط۔ ان دونوں کے ثبوت پر بے شمار آیتیں موجود ہیں اور حدیثیں معنوی عـــه تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (پ ۲۴ سورہ زمر آیت ۶۵) یعنی حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کی امامت اور وصایت میں اگر کسی غیر حقدار کو شریک کروگے تو تمہارا عمل نیک بے اثر اور بے ثمر ہو جائیگا اور تم نقصان اوٹھانے والوں میں داخل ہو جاؤ گے (تفسیر صافی و برہان) اور معصوم ہماری تعلیم کے لئے

عـــه تواتر اوس حد کو کہتے ہیں جس تک کسی خبر کے پہونچنے سے یقین حاصل ہو جایا کرتا ہو۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک لفظی دوسرے معنوی۔ لفظی تواتر یہ ہے کہ اوس خبر کے بعینہ الفاظ کو اتنے لوگ بیان کریں جن کے بیان سے یقین حاصل ہو جائے کہ متکلم کے بعینہ الفاظ یہی ہیں اور معنوی تواتر یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے ایک ہی مطلب کو مختلف الفاظ سے بیان کیا ہو جس سے یقین حاصل ہو جائے کہ اصل مطلب ضرور واقع ہوا ہے جس کو مختلف الفاظ ادا کر رہے ہیں ۱۲ منہ

صراط - میزان - قیامت

دلالت کرنے والی آیتیں بے شمار اور حدیثیں بے انتہا ہیں۔ اور جو دلیلیں اس سے انکار کے متعلق ذکر کی گئی ہیں وہ کمزور ہیں۔ پھر اون چیزوں پر بھی ایمان لانا ضرور ہے جنکو شارع نے بیان کیا ہے جیسے پُل صراط۔ اور میزان (ترازوے عدالت) اور قیامت کی کل حالتیں اور اوس کا خوفناک ہونا۔ اور ان چیزوں کی تاویل ہرگز نہ کرنی چاہئے مگر اوس چیز کی جسکی تاویل خود صاحب شریعت نے کی ہے۔ کیونکہ پہلا کفر اور الحاد یہی ہے کہ اپنی کمزور عقلوں کو دخل دیکر شرعی باتوں میں تصرف کیا جائے۔ خدا ہم کو اور کل مومنوں کو اس سے بچائے رکھے۔

## حدیثیں بطریق اہلسنت | مومن اور غیر مومن کے ساتھ خداوند عالم کا عام برتاؤ

(۱) عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے حضرت علی علیہ السلام کو بُلانے کے لئے بھیجا جب وہ تشریف لائے تو حضرت نے اون سے فرمایا کہ اے علیؑ تم سردار ہو دنیا میں اور سردار ہو آخرت میں جس نے تم سے محبت کی اوس نے مجھ سے محبت کی اور تمہارا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست خدا کا دوست ہے اور تمہارا دشمن (صحابی ہو یا غیر) میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اچھا حال

---

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۳۰) دعا میں ارشاد فرماتے ہیں اَعُوذُ بِکَ مِنَ الذُّنُوبِ المُحبِطِ لِلاَعمَالِ خداوندا میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں ایسے گناہ سے جو اعمال نیک کے فائدوں کو مٹا دیتا ہے اور ہم شیعوں کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ ہر گناہ ہر عبادت کو بیکار کر دیتا ہے یا ہر عبادت ہر گناہ کو بے اثر کر دیتی ہے یہ عقیدہ معتزلہ کا ہے ہم لوگ اس بارہ میں بھی شرعی ہی دلیلوں کی پیروی کرتے ہیں۔ پس اوسی عبادت یا گناہ کو حبط اور تکفیر کا سبب سمجھتے ہیں جس کا سبب ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت ہو جائے۔ خواہ اوس کو اگلے کل اعمال کو بے اثر کر دینا ثابت ہو یا بعض اعمال کو۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ نے جو "بعض معانی" فرمایا ہے اوس سے غالباً مقصود اونکا یہ ہے کہ کسی عبادت کا اگلے گناہوں کو بے اثر کر دینا خداوند رحیم و کریم و غفور کی رحمت اور کرم اور بخشش ہے۔ اور کسی گناہ کا اگلی عبادتوں کو بیکار کر دینا ممکن ہے اس وجہ سے ہو کہ ان عبادتوں کے ثواب کی شرط خداوند عالم نے اس گناہ کے نہ کرنے کو قرار دی ہو۔ جس طرح ایمان کے فائدہ پہونچانیکی شرط اس بات کو قرار دی ہے کہ مومن ایمان پر مرے جیسا کہ ہمارے علمار کا مذہب اس مسئلہ میں یہی ہے اور اس کو موافاۃ کہتے ہیں۔ اور زائد کا کم کو بالکل باطل کر دینا جس کو ابو علی نے کہا ہے اور زائد میں سے بقدر کم کے باطل ہو کر فاضل کا باقی رہ جانا جس کو ابو ہاشم نے کہا ہے یہ دونوں کلام باطل ہیں ۱۲ منہ

ہوگا اوس کا جو تم سے محبت کرے اور جہنم ہے اوس کے لئے جو تم سے دشمنی کرے لہ ۲ انس
بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے ستر
ہزار آدمی بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہونگے۔ پھر حضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام
کی طرف رُخ کرکے ارشاد فرمایا کہ بغیر حساب داخل ہونے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے (مذہب
حق کی تلاش اور اوس پر باقی رہنے میں نفسانی) جہاد کیا اور اون کے امام یہ (علیؑ) ہیں
۳ حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد
فرمایا کہ اے علیؑ جو شخص تمہاری امامت کے اعتقاد پر مرے وہ شہید مریگا (یعنی شہید کا
ثواب پائیگا) اور جو شخص تمہارے بعد تمہاری محبت میں مرے اوس کا خاتمہ سلامتی اور ایمان
پر ہوگا ۳ اور اسی مقام پر جناب ابوذر کی ایک حدیث مناقب سے نقل کی ہے جس میں
یہ مضمون زائد ہے کہ "جو شخص تمہاری دشمنی پر مرے اوس کے لئے اسلام سے کوئی حصہ نہیں
ہے (یعنی وہ مسلمان نہیں ہے) ۴ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے
ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تمہاری مثال لوگوں میں مثل سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ کے ہے کہ جس نے
اوس کو ایک دفعہ پڑھا گویا اوس نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی اور جس نے دو مرتبہ پڑھا
گویا اوس نے دو تہائی کی تلاوت کی اور جس نے تین مرتبہ پڑھا گویا اوس نے پورے قرآن
کی تلاوت کی۔ اسی طرح تم ہو اے علیؑ کہ جس نے تم سے دل سے محبت کی اوس نے ایک
تہائی ایمان حاصل کیا اور جس نے دل سے محبت کی اور زبان سے اقرار کیا اوس نے
دو تہائی ایمان حاصل کیا اور جس نے دل سے محبت کی اور زبان سے اقرار کیا اور ہاتھوں
(یعنی بدن) سے تمہاری پیروی کی اوس نے پورا ایمان حاصل کیا۔ قسم ہے اوس مقدس
ذات کی جس نے مجھے نبی بنایا کہ جس طرح کل اہل آسمان تم سے محبت رکھتے ہیں اگر اوسی طرح
کل اہل زمین بھی محبت رکھتے تو خدا کسی کو جہنم میں نہ ڈالتا ۵ ابن عباس بیان کرتے
ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پسند کرتا ہو کہ اوسکی حیات اور موت مثل میری
حیات و موت کے ہو اور بہشت برین میں رہے جسمیں خدا نے درخت لگائے ہیں اوس کو
چاہئے کہ علیؑ اور اونکے دوستوں سے محبت کرے اور اونکی اولاد کی جو اون کے بعد امام ہونگے
پیروی کرے کیونکہ وہ لوگ میری ذریت ہیں اور میری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں اور سمجھ
اور علم اونکو دیا گیا ہے اور جہنم ہے اوس کے لئے جو ان لوگوں کی بزرگیوں سے انکار کرے

لہ ینابیع المودۃ باب ۲ صفحہ ۱۰۲ شروع بحوالہ مسند احمد بن حنبل جنکو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے باپ اور استاد شاہ ولی اللہ صاحب محدث صحاح ستہ میں داخل سمجھتے ہیں (عجالہ نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب مطبع جونپور) ۱۲ منہ
۲ ینابیع باب ۴۲ صفحہ ۱۰۲ شروع بحوالہ ابن مغازلی ۱۲
۳ ینابیع باب ۴۲ صفحہ ۱۰۲ بحوالہ مسند احمد بن حنبل و الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ۱۲
۵ ینابیع باب ۴۲ صفحہ ۱۰۲ آخر بحوالہ علامہ خوارزمی ۱۲ منہ

اور (انکے ساتھ بدسلوکی کرکے) اُن کے بارے میں میرے حقوق کو ضائع کرے۔ خدا ایسے لوگوں
کو میری شفاعت نصیب نہ کرے سلہ بلہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں
کہ جس دن میں نے خیبر فتح کیا حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر
میری امت کی کچھ جماعتیں تمہارے حق میں وہ بات نہ کہتیں جو نصاریٰ نے حضرت عیسےٰ
کے حق میں کہا تو میں تمہارے حق میں ایسی بات کہتا کہ تم مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس
سے گذرتے وہ لوگ تمہارے پانوں کے نیچے کی خاک اور تمہارے وضو کا پانی برکت
اور استشفا (یعنی بیماری سے صحت) کے لئے اٹھا لیتے سلہ (علامہ خوارزمی کی حدیث
میں اس کے بعد یہ ہے) لیکن تمہارے لئے اسی قدر کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے
ہوں۔ تم میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں اور تمہاری منزلت مجھ سے ویسی ہی
ہے جیسی ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اے علیؑ
میرا دین (قرض) تم ادا کروگے اور میری سنت پر جہاد کروگے اور آخرت میں سب سے
زیادہ مجھ سے نزدیک تم ہی ہوگے اور کل حوض کوثر پر میرے جانشین ہوگے اور سب سے
پہلے حوض کوثر پر میرے پاس تم ہی آؤگے اور میرے حوض کوثر سے منافقوں کو تم ہی
ہٹاؤگے اور میری امت میں سب سے پہلے بہشت میں تم ہی داخل ہوگے۔ اور تمہارے
دوست اور پیرو (قیامت کے دن) نور کے منبر پر ہونگے (حوض کوثر کے پانی سے
سیراب ہوں گے۔ چہرے اونکے نورانی ہونگے۔ میرے چاروں طرف ہونگے۔ میں اونکی
شفاعت کرونگا۔ اور میرے ہمسایہ میں اونکو جگہ ملیگی۔ اور تمہارے دشمن کل کے دن
(قیامت میں) پیاسے ہونگے اور چہرے اون کے سیاہ ہونگے اور آگ کے کوڑوں سے
مارے جائیں گے۔ تم سے لڑنا مجھ سے لڑنا ہے اور تم سے میل رکھنا مجھ سے میل رکھنا ہے
تمہارا راز (باطن۔ بھید) میرا راز ہے اور تمہاری ظاہری باتیں میری ظاہری باتیں
ہیں۔ اور تمہارے دل کی باتیں میرے دل کی باتیں ہیں۔ تم میرے علم کے دروازہ ہو۔
تمہاری اولاد میری اولاد ہے۔ تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے
اور حق تمہارے ساتھ اور تمہاری زبان اور دل پر اور تمہاری آنکھوں کے سامنے
ہے۔ اور ایمان تمہارے گوشت اور خون میں اوسی طرح مخلوط (ملا ہوا) ہے جس طرح میرے
گوشت اور خون میں۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو اس بات کی خوشخبری دوں کہ تم اور

ینابیع باب ۴۳ صفحہ ۱۰۱ بحوالہ ابونعیم و حموینی

ینابیع باب ۴۳ صفحہ ۱۳۰ بحوالہ اخطب خوارزمی بروایت علیؑ و مناقب بروایت جابر انصاری و مسند احمد بن حنبل بروایت علیؑ و عبداللہ بن مسعود و مناقب بروایت علیؑ و سلمان فارسی ۱۲ منہ

علیؑ یعنی فرائض کو ادا کرنے والا ہو۔ ۱۲ منہ

تمہاری اولاد اور تمہارے دوست بہشت میں رہیں گے اور تمہارے دشمن جہنم میں۔ تمہارے دشمن حوض کوثر پر نہ پہونچیں گے اور تمہارے دوست تم سے جدا نہ ہونگے۔ حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر میں سجدۂ شکر کے لئے جُھک گیا اور ان نعمتوں پر خدا کا شکریہ ادا کیا کہ اوس نے دین اسلام سے مجھے سرفراز کیا اور قرآن (جیسی بزرگ کتاب) عطا کی اور خاتم النبیین اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ کے نزدیک مجھے عزیز اور محبوب بنایا ك١ ۷ ام المومنین ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن علیؑ اور اونکے شیعے ہی فائدہ اوٹھائیں گے ك٢ ۸ عبداللہ (بن عمر) بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کے دوستوں سے کہو کہ بہشت میں جانے کے لئے تیار رہیں ك٣ ۹ حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت رکھنے والے بہشت میں میرے ساتھ ہونگے اور (جبکہ) اون سے (صرف) عداوت رکھنے والے (صحابی ہوں یا غیر) جہنم میں جائینگے (تو اونکو طرح طرح سے ستانے والے بدرجہ اولےٰ) اے سلمان فاطمہؑ سے محبت رکھنا سو مقاموں میں فائدہ دے گا جنمیں سے معمولی مقام قبر اور میزان اور پل صراط اور حساب ہے۔ پس جس سے فاطمہؑ راضی ہونگی اوس سے میں راضی ہونگا اور جس سے میں راضی ہونگا اوس سے خدا راضی ہوگا۔ اور جس پر فاطمہؑ غضبناک عہ ہونگی اوس پر میں غضبناک ہونگا اور جس پر میں غضبناک ہونگا اوس پر خدا غضبناک ہوگا۔ اے سلمان جہنم ہے اون لوگوں کے لئے جو علیؑ اور فاطمہؑ پر ظلم کرینگے۔ اور جہنم ہے اون کے لئے جو علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد اور شیعوں پر ظلم کرینگے ك٤ ۱۰ جناب مقداد بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ (کے حقوق) کو پہچاننا جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہے اور آل محمدؐ سے محبت عہ رکھنا پل صراط سے (بآسانی) گذر جانے کا

---

عہ محبت کی پہچان اور اچھی کسوٹی محبوب اور دوست کی پیروی اور اوس کے دشمن سے بیزاری ہے جیسا کہ بامعرفت شخص نے کہا ہے ؎ تَعْصِی الْاِلٰہَ وَتُظْھِرُ حُبَّہٗ + ھٰذَا مُحَالٌ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ خدا کی مخالفت کرتا ہے اور اوس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ بات محال اور عجیب طرح کی ہے۔

ك١ ینابیع المودۃ باب ۴۴ صفحہ ۱۰۷ بحوالہ علامہ خوارزمی ۱۲ منہ

ك٢ ینابیع باب ۵۶ صفحہ ۱۹۶ بحوالہ ذخائر العقبیٰ مصنفہ امام محب الدین طبری امام الحرمین ۱۲ منہ

ك٣ ینابیع باب ۵۶ صفحہ ۱۹۶ بحوالہ ذخائر العقبیٰ ۱۲ منہ

عہ مومنین تفسیر سورہ فاتحہ صفحہ ۱۲۸ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ

ك٤ ینابیع باب ۵۶ صفحہ ۲۱۹ بحوالہ المودۃ القربیٰ مصنفہ سید علی ہمدانی جن کو شاہ عبدالحق صاحب محدث

وسیلہ ہے اور آل محمدؐ کی امامت کا اعتقاد رکھنا عذاب سے بچنے کا سبب ہے لہ پ۱۱
عنہ جریر بن عبد اللہ بجلی صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد
فرمایا کہ جو شخص محبت آل محمدؐ پر مرے اوسکی موت ایسی حالت میں ہوگی کہ اوس کے گناہ بخش
دیئے گئے ہونگے آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے وہ شہید مریگا (یعنی شہید کا درجہ اور ثواب پائیگا) آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے اوسکی قبر
میں بہشت سے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔
آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے اوسکو ملک الموت اور منکر و نکیر بہشت
کی خوشخبری دیں گے آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے اوس کو بہشت
کی طرف اوس طرح زینت دیکر لیجائیں گے جس طرح دولھن کو اوس کے شوہر کے گھر زینت
دیکر لیجاتے ہیں۔ آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے خداوند عالم ملائکہ
رحمت کو اوسکی قبر کا زوار (زیارت کرنے والا) بنائیگا آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ

له ینابیع [المودۃ] باب ۵۶ صفحہ ۲۱۸ بحوالہ [تفسیر] سورۃ البقرۃ ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۴)

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ + اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ یُطِیْعُ

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اوسکی فرماں برداری کرتا۔ کیونکہ دوست دوست کا فرماں بردار ہوتا ہے

اور دوسرے شخص نے کہا ہے ؎

تَوَدُّ عَدُوِّیْ ثُمَّ تَزْعَمُ اَنَّنِیْ + صَدِیْقُکَ اِنَّ الرَّاْیَ عَنْکَ لَعَازِبٌ

میرے دشمن سے محبت رکھتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں۔ عقل تجھ میں نہیں ہے۔
اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مالکی۔ حنفی۔ شافعی کے اصل مذہب کا اعتماد فاروق (حضرت عمر) کے اجماعی مسئلوں پر ہے اور بجز چند مسئلوں کے یہ لوگ مرتضیٰ (حضرت علی علیہ السلام) کی حدیثوں پر عمل نہیں رکھتے (قرۃ العینین ص۱۸۵ و ۲۰۹ چھاپہ مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۸۹۳ء) ۱۲ منہ

عہ مذہب اہلسنت میں صحابہ کل عدول سمجھے جاتے ہیں اور روایتوں میں ضعف راویوں کی طرف سے آتا ہے (دیباچہ میزان الاعتدال جلد ۱) لیکن ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جریر مذکور نے حضرت علیؑ کے ساتھ ایسی کجروی اختیار کی تھی کہ حضرتؑ نے انکا مکان جو کوفہ میں تھا گروا دیا۔ پس بلحاظ عدالت و وثاقت کے حدیث ان کی معتبر ہے۔ اور بلحاظ کجروی کے معتبر تر اور ممدوح تر۔ کیونکہ دشمن کا بیان ہے ۱۲ منہ

کی محبت پر مرے اوسکی موت سنت و جماعت (دین اسلام) پر ہوگی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے وہ کامل الایمان مرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرے توبہ کی حالت پر مریگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی دشمنی پر مرے وہ قیامت میں اس صورت سے آئیگا کہ اوسکی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ شخص رحمت خدا سے محروم ہے آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص جو آل محمدؐ کی دشمنی پر مرے وہ بہشت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص آل محمدؐ کی دشمنی پر مرے وہ کافر مریگا ۱۵ ۔ ۱۲ کتاب ینابیع المودۃ باب ۶۵ صفحہ ۲۰۹ میں مولانا سلیمان بلخی قندوزی حنفی نے بعینہ اسی حدیث ۱۲ کو اپنے امام ابو اسحاق ثعلبی کی تفسیر سے نقل کیا ہے اور راوی اوس کے محمد بن اسلم طوسی ہیں یعلی بن عبید سے اور یعلی نے اسماعیل بن ابی خالد سے۔ اور ابو خالد نے قیس بن ابی حازم سے۔ اور ابو حازم نے جریر بن عبد اللہ بجلی صحابی سے۔ محمد بن اسلم کو امام اہلسنت ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۰۲ میں۔ امام ربانی اور ثقات حفاظ اور اولیاء ابدال سے شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ محمد بن رافع نے بیان کیا کہ میں نے اون کو اصحاب رسول اللہؐ کا مشابہ پایا۔ اور باقی راویوں کو امام اہلسنت ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں ثقہ یعنی معتبر لکھا ہے۔ اور ابو اسحاق ثعلبی احمد بن محمد بن ابراہیم کے حق میں قاضی احمد بن خلکان کتاب وفیات الاعیان کے صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ علم تفسیر میں اپنے زمانہ میں یکتا اور بے مثل تھے اور انکی تفسیر کل تفسیروں سے بہتر ہے۔ اور ابو القاسم قشیری کہتے ہیں کہ میں خواب میں خدا ؑ سے باتیں کر رہا تھا کہ اوس نے فرمایا کہ اَقْبَلَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ (نیکوکار شخص آرہا ہے) میں نے مڑ کر دیکھا تو ابو اسحاق ثعلبی تھے۔ اور عبد الغافر کہتے ہیں کہ ابو اسحاق معتبر تھے اور صحیح حدیثیں نقل کیا کرتے تھے

## دار آخرت کی خاص خاص حالتیں

ان حالتوں کو کسی قدر تفصیل سے بطریق شیعہ میں لکھ آیا ہوں۔ جن حالتوں میں دونوں فرقوں

سلہ ینابیع باب ۵۶ صفحہ ۲۱۸ بحوالہ مودۃ القربیٰ ۱۲ منہ

ع ۵ خدا کو دیکھنے کا عقیدہ خاص مذہب اہلسنت کی چیز ہے۔ ہم شیعہ اس کو باطل سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ اونھیں کے عقیدہ سے اون پر حجت تمام کرنا مناظرہ کے اصول سے ہے۔ اس لئے میں نے ابو القاسم کے خواب کا واقعہ نقل کرنے میں مضائقہ نہ سمجھا ۱۲ منہ

میں اختلاف نہیں ہے اون کو دُہرانا بے فائدہ مضمون کو بڑھانا ہے اس لئے صرف اونھیں چیزوں کو لکھوں گا جنہیں دونوں فرقوں میں اختلاف ہے اور حدیثوں کے پورے ترجمہ کو چھوڑ کر کتاب مشارق الانوار مصنفۂ علامہ نحریر شیخ حسن عدوی (عمری) حمزاوی کی عبارت کو نقل کروں گا جس میں اونھوں نے حدیثوں کا خلاصہ لکھا ہے۔

عہ مشارق ۲۴۵ چھاپہ مصر باب ۲ فصل ۱ ۱۲ منہ

منکر و نکیر کا سوال

**۱ سوال منکر و نکیر** دونوں فرشتے صرف چار چیزوں سے سوال کرینگے ۱ خدا ۲ دین ۳ رسول ۴ کتاب عہ اور امام کی امامت سے سوال کرنے کو ان لوگوں نے ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ (اکثر خطا کار اور دین و مذہب سے تعلق نہ رکھنے والے پیروں کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والے اور اون گم گشتگان بادیۂ ضلالت کو ذریعہ نجات و بخشائش سمجھنے والے) بہت سے مسلمانوں کو ائمہ معصومین و مفسرین و معلم و شریک قرآن مبین کے حق پرست ہاتھوں پر بیعت کرنا اور اونکو اپنا پیشوا اور ذریعہ نجات بنا ناگوارا نہیں ہے اور باوجودیکہ خلافت شیخین سے انکار کرنے والوں کا خون بہانا جائز جانتے ہیں مسئلہ امامت و وصایت کو دین اسلام کا جزو نہیں جانتے اور جزو نہ جاننے کا ثبوت یہ ہے کہ فروع دین کا تعلق اعمال سے ہے اور امامت اعتقادی چیز ہے اس لئے یہ اعتقادی مسئلہ اونمیں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اصول دین میں وہ لوگ اس کو خود ہی داخل نہیں سمجھتے۔

عہ مشارق الانوار باب ۲ فصل ۱ ص۲۴ چھاپہ مصر ۱۲ منہ

فشار قبر

**۲ فشار قبر** قبر کے دباؤ سے سوائے چار بزرگوں کے کوئی نہ بچیگا ۱ حضرت فاطمہ بنت محمد صلے اللہ علیہا ۲ جناب فاطمہ بنت اسد یعنی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ عہ ۳ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کیونکہ وہ لوگ معصوم ہیں۔ ۴ وہ شخص جو اپنے مرض موت میں ایک مرتبہ بھی سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ چکا ہو لیکن مومن کامل کو اوس طرح دبائیگی جیسے کوئی شخص کسی کو محبتانہ بغل میں دباتا ہے عہ اور ہمارے مذہب شیعہ کی زیادہ حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومن کامل کے لئے فشار بالکل نہیں ہے۔

رجعت

**۳ رجعت** حضرت آخر الزمان علیہ السلام کی رجعت اور حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کا آسمان سے

---

عہ فشار نہ ہونے کا سبب عصمت کو قرار دیا ہے اور یہ لوگ ائمہ علیہم السلام کو بھی معصوم جانتے اور بلفظ محفوظ تعبیر کرتے ہیں اس لئے اس سبب کے عموم میں وہ حضرات بھی داخل ہیں بلکہ وہ شفیع المذنبین ہیں ۱۲ منہ

ادتر نا مذہب اہلسنت میں بھی ثابت ہے اور اس بارہ میں حدیثیں حد تواتر سے زائد ہیں۔
لیکن باقی ائمہ علیہم السلام یا حضرت سرور عالم یا کامل مومنوں کی رجعت کا کوئی ذکر ان کے یہاں نہیں ہے۔

**۴ مقام ارواح** انبیاء کی روحیں اعلےٰ علیین میں رکھی جاتی ہیں اور ہر نبی کی جگہ اونکی قدر و منزلت کے لحاظ سے جداگانہ ہوتی ہے۔

**شہداء** بعض شہداء کی روحیں سبز چڑیوں کے حوصلہ (یعنی گھوگھ۔ پوٹوں) میں رکھی جاتی ہیں اور بہشت میں جہاں چاہتی ہیں چلتی پھرتی ہیں۔ اور بعض کی روحیں دین (قرضہ) وغیرہ کی وجہ سے بہشت میں داخل ہونے سے روک دی جاتی ہیں۔

**نیکوکار مومن** نیکوکار مومنوں کی روحوں کی جگہوں کے متعلق کئی باتیں لکھی ہیں ۱ چڑیوں کی صورت میں بہشتی درخت پر رہتی ہیں ۲ سبز چڑیوں کے گھوگھ (پوٹوں) میں رہتی ہیں ۳ سفید چڑیوں کے پوٹوں (گھوگھ) میں رہتی ہیں ۴ مینا۔ سرگٹ وغیرہ کے پوٹوں میں رکھی جاتی ہیں ۵ اپنی قبروں کے کنارے رکھی جاتی ہیں ۶ ساتویں آسمان پر رکھی جاتی ہیں ۷ چاہ زمزم میں رہتی ہیں ۸ جابیہ میں چلی جاتی ہیں ۹ اریحا میں چلی جاتی ہیں جو سرزمین شام میں ہے ۱۰ جابیہ اہلسنت کے امام علامہ یاقوت حموی مراصد الاطلاع ص۱۰۶ میں لکھتے ہیں کہ جابیہ دمشق کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے اریحاء اور ص۲۷ میں لکھتے ہیں کہ اریحا ظالموں کا ایک شہر ہے (میدان) غور میں۔ اور غور کے متعلق ص۲۹۵ میں لکھا ہے کہ شام کی زمین میں غور ایک وادی (میدان) ہے جو دمشق اور بیت المقدس کے درمیان میں واقع ہے۔ اور جابیہ و اریحاء والی حدیثوں

ع۵ مذہب شیعہ کی حدیثوں میں متعدد حدیثیں ایسی ہیں جنمیں ائمہ علیہم السلام کے اصحاب نے اون حضرات سے عرض کیا ہے کہ مخالفین کہتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں چڑیوں کے پوٹوں میں رکھی جاتی ہیں تو اون حضرات نے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومن (شیعہ اثنا عشری) کی عزت خدا کی نگاہ میں اس سے بہت بلند اور زیادہ ہے کہ اون کی روحوں کو چڑیوں کے پوٹوں میں رکھے۔ بلکہ وہ ایسے جسم میں ڈالی جاتی ہیں جو دنیاوی جسم کے مانند ہوتا ہے اور بہشت بریں اونکو جگہ دی جاتی ہے ۱۲ منہ

ل
مشارق
باب ۲
فصل ۴
خلاصہ
ص۳۶ تا ۴۰ چھاپ
معرفۃ
مقام ارواح انبیاء ۔ شہداء ۔ مومنین

کے راوی مقبول و مشہور محدث عبد اللہ بن عمر یعنی خلیفہ دوم کے صاحبزادے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی روحیں شام اور دمشق کی سرزمین میں ظالموں کے شہر کو تلاش کرلینگی۔ اور شیعوں کی روحیں وادی السلام یعنی نجف اشرف[له] کی سرزمین کو یعنی ہر ایک روح اپنے پیشوا کے زیر سایہ پہونچ جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ اونھیں کے ساتھ محشور ہونا ہے۔ جیسا کہ خداوند عادل ارشاد فرماتا ہے:۔ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵ - آیت ۷۳) یعنی یاد کرو اوس دن (یعنی قیامت) کو جس دن ہر شخص کو اوس کے پیشوا کے ساتھ بلاؤں گا۔ اور حضرت سرور عالم[۲] ارشاد فرماتے ہیں کہ كُلُّ نَفْسٍ مَحْشُوْرَةٌ عَلٰى هَوَاهَا یعنی جو شخص جس کو دوست رکھتا تھا وہ اوسی کے ساتھ محشور ہوگا۔

**۵ خدا کی دیدار** **شیعہ** خدا کی دیدار کو محال جانتے ہیں نہ دنیا میں اوس کی دیدار کو جائز جانتے ہیں نہ آخرت میں لیکن **اہلسنت** اپنے خیال میں صرف یہ کہ جائز جانتے ہیں بلکہ دیکھا بھی کرتے ہیں دنیا میں خواب اور مراقبہ کی حالت میں انہیں سے بعض بعض لوگ اوس کو دیکھتے اور اوس سے خوش گپی اور دل بستگی کرتے ہیں جیسا کہ حدیث ۱۲

**عہ (قادیانی خدا)** قادیانی جماعت کے نبی مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین (یعنی خدا) ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے (کھنکھجورا کی طرح) بے شمار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا۔ طول (لمبائی) اور عرض (چوڑائی) رکھتا ہے۔ اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں (بدن میں بال) بھی ہیں[۳] **اور** رَبُّنَا عَاجٌ اور ہمارا پروردگار ہاتھی کی طرح دانت رکھتا ہے[۴] **اور** بڑے ادب سے خدا نے مجھکو پکارا ہے کہ "مرزا" نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب کہا ہے۔ اور نام ظاہر کرنے کی خواہش کرنے پر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوئی اور شرم کے غلبہ سے نام لینے سے زبان روک لی[۵] **لیکن حضرت سردار انبیاء** کو محمد اور احمد کے نام سے پکارا ہے ۱۲ راحت حسین) **اور** تمثیل کے طور پر میں نے خدائے تعالےٰ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھدیا کہ اُس پر دستخط کردیں۔ سو خدا نے سرخی کی سیاہی (سرخی کی سیاہی نرالی زبان ہے) سے دستخط کردیئے۔ اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اوسکو جھاڑا اور فوراً جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبد اللہ کے کپڑوں پر پڑے (کہاں وہ ادب کہ نام لینے سے شرمایا اور کہاں یہ بے ادبی اور بے تمیزی کہ کپڑے کو داغدار کردیا۔ وہ بھی سرخی

[له] ملاحظہ ہو بیان برزخ بطریق شیعہ صفحہ ۱۲ تفسیر سورۃ البقرۃ
[۲] مشارق باب ۵ فصل ... ۱۲ ... بقدر حاجت ۱۲ منہ
[۳] قادیانی مذہب صفحہ ۱۵۳ بحوالہ توضیح مرام صفحہ ۷۵ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب نبی قادیانی ۱۲ منہ
[۴] براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ مصنفہ مرزا صاحب نبی قادیانی ۱۲ منہ
[۵] قادیانی مذہب صفحہ ۱۵۰ بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵

کی سند کی توثیق میں ابو القاسم قشیری کا کلام ابو اسحاق ثعلبی کے متعلق قبل اس کے گذر چکا۔[عہ] اور آخرت میں باعتقاد اون کے مجسم ہو کر سب کو دیکھائی دے گا۔ اور بقدر اپنے اپنے قرب و منزلت کے کل مسلمان تھوڑا یا زیادہ اوس کو ضرور دیکھیں گے اور اونمیں سے بعض اوس سے باتیں بھی کرینگے [سلہ] اور ایک ایک گروہ کو جہنم میں ڈالتا جائیگا اور اوس سے پوچھتا جائیگا کہ تیرا پیٹ بھر گیا نہیں اور وہ کہتی جائیگی کہ اور چاہیئے۔ آخر میں خدا اپنی ٹانگ اوسمیں ڈال دیگا اور پوچھیگا کہ اب کافی ہوا یا نہیں اوس وقت جہنم کہیگی کہ بس کافی ہے[سلہ]

مقام حشر۔ حضرت امام حسن علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مقام حشر (یعنی وہ میدان جس میں حساب و کتاب کے لئے روحیں جمع کی جائینگی) بیت المقدس کی سرزمین ہے [سلہ] اور اسکی مؤید سمرہ بن جندب صحابی کی حدیث ہے حضرت سرور عالم سے جسکو مشارق الانوار باب ۶ فصل ۱ ص۱۲۷ میں نقل کیا ہے لیکن اہلسنت کی حدیثوں میں جو متعدد سندوں سے مشارق الانوار باب ۶ فصل ۱ ص۱۲۷ اور کنز العمال ذکر قیامت بیان حشر ص۲۰۷ نمبر حدیث ۲۲۰۶۔ اور نہایہ ابن اثیر لغت حشر میں نقل کی گئی ہیں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ مقام حشر شام کی زمین قرار دیجائیگی اور بلحاظ اس کے کہ زمین شام میں شائد ہی کوئی ایسا ٹکڑا مل سکے جہاں قتل نفس محترم یا دوسری قسم کی بد اعمالیوں میں سے کوئی بد اعمالی واقع نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ بادشاہ وہاں کے قریب قریب کل ظالم اور فاسق اور بدکار گذرے ہیں جیسا کہ

---

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۹) سے جو یقینا پختہ رہی ہوگی کیونکہ خدائی روشنائی تھی) اب تک بعض کپڑے میاں عبد اللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی [سلہ] (اور پہننے کے لائق باقی نہ رہے تھے اس لئے اُتار کر لوگوں کو دیکھانے کے لئے رکھ دیئے گئے)

اس خدا کے ڈھول ڈول کا خلاصہ [سلہ] برہما جی کے چار سر ہیں اور اس کے بے شمار [سلہ] برہما جی کے چار ہاتھ اور چار پیر ہیں اور اس کے بے شمار [سلہ] لمبائی اور چوڑائی ہاتھی سے بھی بہت زیادہ [سلہ] تیندوے کی طرح پورے بدن میں بڑے بڑے بال [سلہ] ہاتھی کی طرح دو دانت رہ گیا ہا بیرجی کی طرح سونڈ تو اگرچہ مرزا صاحب نے اسکی تصریح نہیں کی ہے لیکن ہاتھی کے دانت چاہتے ہیں کہ سونڈ بھی ہو اگر مرزا صاحب اس عجیب الخلقت خدا کا مجسمہ تیار کراتے تو دنیا کے عجائبات میں غیر معمولی تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور بمبئی کے عجائب خانہ سے ہزاروں روپئے قیمت میں مل جاتے۔ موقع اب بھی ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔ بہر تمام کند ۱۲ منہ

[سلہ] مشارق باب ۹ فصل ۳ ص۱۳۲ چھاپہ مصر ۱۲ منہ
[سلہ] کنز العمال جلد ۷ ذکر قیامت بیان ازارت خدا ط ۲۲۴ نمبر حدیث ۲۴۸۶ بروایت ابو ہریرہ و ص۲۴۲ نمبر حدیث ۲۴۷۶ بروایت انس بن مالک صحابی ۱۲ منہ
[سلہ] دیلمی ... ترغیب ص۱۵۶ بحار الانوار ... القلوب ص۳۳
[سلہ] حقیقۃ الوحی ص۲۵۵ مصنفہ مرزا صاحب نبی قادیان ۱۲ منہ
[سلہ] تفسیر صافی تحت آیہ ... چھاپہ ایران ص۵۲۷ ۱۲ منہ
[سلہ] حشر بیت المقدس اور ... شام ...

شہر اریحا کے بیان میں ذکر کیا گیا اور بلحاظ اس کے کہ بہ نسبت دوسری جگہوں کے حق شناسی کے ساتھ ارکین و مربیان اسلام کو تباہ و برباد کرنے والے ظالموں کی تعداد وہاں بہت زیادہ گذری ہے۔ **ان حدیثوں** کے مضمون کو دو وجہوں سے عقل بھی تجویز کر رہی ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ سرزمین کی تحقیقات مجرم کی زبان بندی میں زیادہ دخل رکھتی اور اوس کے عذر کو قطع کر دیتی ہے۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ حضرت سرور عالمؐ اور اہلبیت اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعدد حدیثیں اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں کہ اولاد حضرت آدمؑ کے اچھے اور برے اعمال پر جہاں اون کے کندھوں کے فرشتے اور اعضاء بدن گواہی دینگے وہاں زمین کا وہ حصہ بھی گواہی دیگا جس پر عمل کیا تھا۔ اور سرزمین **شام** کے محشر قرار پانے کی تائید وہ حدیث بھی کر رہی ہے جس میں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند عالم آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے لپیٹیگا اور زمین کو بائیں ہاتھ سے اوس کے بعد فرمائیگا کہ اَنَا الْمَلِکُ (آج کے دن میں بادشاہ ہوں اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ آج کہاں ہیں ظالم بادشاہ آج کہاں ہیں غرور اور (حقداروں پر) بڑائی کرنے والے بادشاہ (جو اس سرزمین پر متمردانہ اور سرکشانہ چالیں چل رہے تھے) لیکن چونکہ دونوں جگہوں کے محشر قرار پانے کے متعلق حدیثیں بسند متعدد نقل کی گئی ہیں۔ اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ اَلْجَمْعُ مَھْمَا اَمْکَنَ اَوْلٰی مِنَ الطَّرْحِ یعنی جب تک دونوں دلیلوں کے مضمون کو قبول کرنا ممکن ہو اون کو قبول کرنا ایک کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور یہاں جمع کرنا ممکن بھی ہے اسلئے دونوں ہی کو قبول کر لینا مناسب ہے **بیان جمع** یہ ہے کہ بیت المقدس انبیاء اور اوصیاء کی جگہ تھی اور شام ظالم پیشواؤں کی پس انبیاء اور اوصیاء اپنے تابعین اور پیرووں کے ساتھ بیت المقدس میں جمع کیے جائینگے اور فاسق و بدکار پیشوا اپنے ماننے والوں کے ساتھ شام میں۔

**باطنی تفسیر وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ** مولانا ابو الحسن شریف نجفی اور مولانا محمد باقر مجلسی علیہما الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ذیل کی آیتوں میں مَا اُنْزِلَ اور اَلَّذِیْ اُنْزِلَ اور مَا اَنْزَلْنَا اور مَا نَزَّلْنَا وغیرہ سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت و امامت مقصود ہے وہ آیتیں یہ ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ اور اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا

نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا اور سورہ نسار کی آیت اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا اور سورہ مائدہ کی آیت بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور سورہ مائدہ کی آیت لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ اور وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ اور یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ لہ مولانا ابوالحسن شریف اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح ان آیتوں میں مَاۤ اُنْزِلَ وغیرہ سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت اور امامت مقصود ہے اوسی طرح کل اون آیتوں میں بھی جو اسکی مثل ہیں یہی معنی مقصود ہے اور یہی چیز حضرت سرورعالم اور کل اون انبیاء پر اتاری گئی جو حضرت سے پہلے گذرے ہیں۔ پس اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ میں جس آیت کی تفسیر میں مشغول ہوں یعنی وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ میں بھی حضرت علیؑ کی ولایت و امامت ہی مقصود ہے۔ **تنبیہ** :۔ حدیث صحیح میں (جو اس کے بعد بالآخرۃ کی تفسیر میں ذکر کی جائیگی) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی نبی کو خدا نے نبی نہیں بنایا جب تک کہ حضرت سرورعالم کی رسالت اور حضرت علیؑ کی وصایت کے برحق ہونے کا اقرار نہ لے لیا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا عطف[لہ] تفسیر ہے اور اصل اوسکی وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَی الْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ كَانُوْا قَبْلَكَ ہے (تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۱۶۹ مسئلہ ثالثہ) اور مقصود پروردگار یہ ہے کہ متقی ایمان رکھتے ہیں وصایت علیؑ پر جو تم پر اور تم سے اگلے انبیاء پر نازل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) ع بری ہے وہ چیز جس سے اونھوں نے اپنے نفسوں کو خریدا ہے وہ یہ کہ کفر کریں اوس چیز کے ساتھ جسکو خدا نے اُتارا ہے ۱۲ منہ عہ اگر تم کو شک ہے اوسمیں جسکو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا ۱۲ سہ اوس پر ایمان لاؤ جسکو میں نے اُتارا ۱۲ منہ لعہ اے رسول پہونچادو اوس کو جس کو میں نے تم پر اُتارا ۱۲ صہ تم کسی دین پر نہیں ہو جب تک کہ (اصلی) توریت اور انجیل کو اور اوسکو اختیار نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی ۱۲ منہ ہے اگر وہ لوگ (اصلی) توریت اور انجیل کو اور اوسکو اختیار کرتے جو اونکے پروردگار کی طرف سے اونکی طرف اُتاری گئی ۱۲ منہ معہ اس نمبر کا ترجمہ نمبر لعہ میں گذرا ۱۲ منہ

لہ جب ایک حکم میں چند چیزوں کی شرکت اور برابری ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے تو اون کے درمیان میں عربی اور فارسی زبان میں (و) لاتے ہیں اور اردو زبان میں (اور) اور اس حرف کو حرفِ عطف کہتے ہیں اور جو لفظ یا جملہ اس سے پہلے ہوتا ہے اوسکو معطوف علیہ کہتے ہیں اور اس کے بعد کے لفظ یا جملہ کو معطوف۔ اور عطف کی ایک قسم عطف تفسیر ہے جسمیں معطوف اُسی معنی کو بیان کرتا ہے جسکو معطوف علیہ بیان کرتا ہو۔ اسی وجہ سے اس عطف کو عطف تفسیر کہتے ہیں کیونکہ تفسیر کا معنی بیان کرنا ہے ۱۲ منہ

لہ مقدمہ تفسیر مشکوۃ الانوار صفحہ ۲۱۴ حرف نون بعنت منزل ۱۲ منہ
[۵۲] بحارالانوار جلد ۷ صفحہ ۲۴۲ باب جوامع تاویل ۱۲ منہ

کی گئی اس بنا پر اقامت توریت و انجیل سے بھی مقصود اسی وصایت کا اعتقاد اور
اقرار کرنا اور اوس پر باقی رہنا ہوگا کیونکہ توریت اور انجیل کے کل احکام پر عمل کرنا یقیناً ۵۱ مقدمہ تفسیر مشکوۃ الانوار منظوم الف رجعت الآخرۃ
مقصود نہیں ہے اس لئے کہ دین اسلام ادن دینوں کا ناسخ ہے اور دین کے منسوخ ہونے
سے بجز امر ولایت و وصایت کے باقی احکام بھی منسوخ ہوگئے اور ولایت کے منسوخ نہ ہونے کو
یہ آیت صاف بتا رہی ہے۔ **وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ** مولانا ابوالحسن شریف
تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ **آخرۃ** سے تین معنی مراد لئے گئے ہیں ۱ امام اول حضرت علیؑ کے
بعد کے گیارہ ائمہ علیہم السلام ۲ حضرت سرور عالم اور (گیارہ) ائمہ علیہم السلام کی امامت یعنی
عام یعنی پیشوائی خلق ۳ ان حضرات علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رجعت اور بادشاہت لہٰذا
اس بنا پر اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ متقین کی اون تین صفتوں کے علاوہ جو اوپر ذکر کی گئیں
یعنی ۱ غیب پر ایمان رکھنا ۲ نماز پڑھنی ۳ راہ خدا میں خرچ کرنا) اونکی چوتھی صفت یہ ہے
کہ حضرت سرور عالم اور امیر المومنین علی بن ابی طالب اور باقی گیارہ ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی امامت اور پیشوائی خلق اور ان حضرات کی رجعت اور رجعت کے بعد ظاہری بادشاہت
کا یہ لوگ یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اوس راہ حق پر ہیں جس کو ان کے پروردگار نے انکو بتایا
ہے اور آخرت میں انھیں کے لئے نجات اور بھلائی ہے۔ **تنبیہ** **لفظ آخرت** جو
لفظ آخر کا مونث ہے اوس کے رجعت اور امامت کی صفت قرار پانے میں کوئی اعتراض
نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں لفظ بھی مونث ہی ہیں رہ گیا لفظ ائمہ کی صفت قرار پانا تو وہ
بھی اعتراض سے پاک ہے کیونکہ لفظ ائمہ علاوہ اس کے کہ لفظاً مونث ہے لفظ امام کی جمع
ہے اور جمع مونث کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس لئے لفظ آخرت اسکی بھی صفت ہو سکتی ہے

## حدیثین

**بطریق شیعہ** | **يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ** ۱ بسند صحیح محمد بن مسلم بیان
کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کلام پروردگار وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ
وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم

۵ اگرچہ کل وہ چیزیں جو حضرت سرور عالم پر اُتاری گئیں لفظ مَا أُنزِلَ وغیرہ کے عموم میں داخل
ہیں لیکن ایک ۱ تو اصول دین (جس کا ایک جز اہلبیتؑ کی امامت ہے) فروع دین پر مقدم ہے کیونکہ بغیر

(سورہ مائدہ آیت ۷۰) میں ما انزل سے مقصود ولایت یعنی امامت ہے له مراد پروردگار یہ ہے کہ اگر مسلمان (اصلی) توریت اور انجیل کی حقیت اور اہلبیت اطہار کی امامت کے اعتقاد اور اقرار پر جو اونکے پروردگار کی طرف سے ہے قائم ہوتے تو نعمتیں اس قدر پھٹ پڑتیں کہ وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی یعنی آسمان اپنی نعمتوں کو برساتا اور زمین اپنی نعمتوں کو اوگل دیتی (جیسا کہ حضرت امام آخرالزمان علیہ السلام کے ظہور اور زمین پر ایک ملت و مذہب حق کے جاری و ساری ہو جانیکے بعد ہوگا) ۵۲ ﷺ بسند معتبر فضیل حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کلام پروردگار لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ اور یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۷۱) میں ما انزل سے مقصود ولایت یعنی امامت ہے ۵ مراد پروردگار یہ ہے کہ تم لوگ کسی دین پر نہیں ہو جب تک کہ (اصلی) توریت اور انجیل کی حقیت اور اہلبیت اطہار کی امامت کا اعتقاد نہ کرو اور اوس پر قائم نہ ہو جاؤ جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور اے رسولؐ وصایت علیؑ جس کے اعلان کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اوسکو مسلمانوں تک پہونچا دو ۳ ﷺ بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے آیت اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا کی تفسیر میں اور ۵ وہ بسند معتبر اونھیں حضرتؑ سے آیت اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا کی تفسیر میں اور ۶ ع بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کلام پروردگار اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا اور كَرِهُوْا

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۳) اصول دین کو مانے ہوئے کل اعمال بیکار ہیں اور اصول دین کا معتقد فاسق یعنی بد اعمال بھی بداعمالی کی سزا جھیلنے کے بعد یقیناً بخشا جائیگا اور دوسرے امت محمدی نے مایۂ نجات یعنی قرآن اور اہلبیت میں سے ایک کو اختیار کیا اور دوسرے کو نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اونکی دشمن ہوگئی اور مذہب حق کے کنارے پہونچکر رک گئی اس لئے خدا و رسولؐ کو ائمہ کی امامت کے بیان میں تاکید اور اہتمام کرنیکی ضرورت پڑی اور بے شمار آیتیں اور حدیثیں ونکے درمیان میں ڈال دی گئیں۔ یہی تاکید اور اہتمام اس کا سبب ہوئے کہ خدا نے الفاظ ما انزل وغیرہ کا باطنی معنی صرف امامت اہلبیت علیہم السلام کو قرار دیا اور لفظ عام کو خاص معنی میں خصوصیت کے ساتھ مجازاً استعمال کیا ۱۲ منہ

عـه ناپسند کیا لوگوں نے اوس چیز (یعنی ولایت اور امامت علیؑ) کو جس کو خدا نے اتارا ہے **اوپر کی آیتوں** کا ترجمہ قبل اس کے ذکر کیا جاچکا ہے۔ اس وجہ سے یہاں چھوڑ دیا گیا ۱۲ منہ

له بحار الانوار جلد ۷ باب جوامع تاویل ما نزل ص ۲۳۲ بحوالہ البصائر الدرجات ۱۲ منہ

ﷺ ملاحظہ ہو یومنون بالغیب کی تفسیر میں حدیث نمبر ۵ بطرق اہلسنت اور اس مضمون کی حدیثیں بکثرت ہیں جو کسی مناسب مقام پر انشاء اللہ نقل کی جائیں گی

سه بحار الانوار جلد ۷ باب جوامع تاویل ما نزل ص ۲۳۲ بحوالہ بصائر ۱۲ منہ

مَا نَزَّلَ اللّٰہُ کی تفسیر میں مَا اُنْزِلَ اور مَا اُنْزِلَ اور مَا نَزَّلْنَا اور مَا نَزَّلَ سے مقصود
ائمہ علیہم السّلام کی ولایت اور امامت ہے لہ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۲ہ بسند صحیح
ابان بن تغلب بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے کلام پروردگار وَیْلٌ
لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کَافِرُوْنَ ۵ہ
(پ ۲۴ سورہ فصلت آیت ۵ و ۶) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ ہلاکت ہے اون لوگوں کے لئے
جنہوں نے غیر حقداروں کو امامت میں امام اوّل (حضرت علی علیہ السّلام) کا شریک بنایا اور
ان کے بعد کے گیارہ ائمہ علیہم السّلام کی امامت کو نہ مانا لہ زکوۃ نہ دینے سے مقصود ائمہ
برحق کی امامت کو جیسا کہ چاہیے نہ ماننا اور اونکی اطاعت و فرمان برداری نہ کرنی ہے جو
شرک و نفاق سے نفس کو پاک کرتی اور اعمال کے مقبول اور فائدہ مند ہونے کا ذریعہ ہے ۲ہ
بسند معتبر مفضل بن عمر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اور ۳ہ بسند صحیح محمد بن فضیل حضرت
امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگواروں نے کلام پروردگار
وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ۵ہ
(پ ۳۰ سورہ اعلےٰ آیت ۱۷ و ۱۸ و ۱۹) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام
کی ولایت و وصایت اگلے کل انبیاء اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں لکھی ہوئی
ہے اور کسی ۵ہ نبی کو خدا نے نبی نہیں بنایا جب تک کہ اس امر کا اقرار نہ لے لیا کہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ و آلہ کی نبوت اور حضرت علی علیہ السلام کی وصایت برحق ہے ۶ہ **اس آیت میں**

---

لہ شرک کا معنی غیر حقدار کو حقدار کا کسی امر میں شریک کر دینا ہے اور چار طرح کا ہوتا ہے ۱ شرک فی الالوہیہ یعنی خدا
کی خدائی میں غیر خدا کو شریک کرنا یعنی خدا کہنا ۲ شرک فی الرسالۃ یعنی حضرت رسولؐ کی رسالت میں غیر رسول کو
شریک کرنا یعنی رسول کہنا ۳ شرک فی الامامۃ یعنی ائمہ برحق کی امامت میں غیر حقدار کو شریک کرنا یعنی پیشوا
سمجھنا ۴ شرک فی العبادۃ یعنی خدا کی اطاعت و عبادت میں غیر خدا کو شریک کرنا یعنی اوسکی اطاعت کرنی یا
اوسکو دیکھانے سنانے یا خوش کرنے کی غرض سے عبادت کرنی اور اس آیت میں مقصود تیسرا معنی ہے۔ پہلی دو
قسموں کے مشرک کافر کہلاتے ہیں اور نجس ہیں اور آخری دونوں قسموں کے مسلمان کہلاتے ہیں اور پاک ہیں بجز ناصبی اور خارجی
اور غالی اور مرتد کے **معنی اس آیت** کا یہ ہے کہ جہنم ہے اون مشرکوں کے لئے جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت
کے ساتھ کافر ہیں یعنی اوسکو نہیں مانتے ۱۲ ۵ہ اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی چیز ہے بتحقیق کہ یہ اگلے صحیفوں یعنی

لہ اصول کافی باب آیات ولایت ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ چھاپہ کشوری ۱۲ منہ
۲ہ بحار الانوار جلد ۷ باب وجوب معرفت امام ۲۶
بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ در باب انہم الصلوۃ والزکوۃ ۲۱۲ بحوالہ کنز جامع الفوائد ۱۲ منہ
۵ہ اس مضمون کی حدیث بطریق اہلسنت اس کے بعد آئیگی ۱۲
۶ہ تفسیر برہان جلد ۲ صفحہ ۱۱۸۵ در تفسیر سورہ اعلیٰ بحوالہ الکافی ۱۲ منہ

لفظ آخرت سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی وصایت اس وجہ سے مراد لی گئی ہے کہ کل احکام کے بیان کے بعد حضرت سرورِ عالم نے مقام غدیر خم میں حضرت کی وصایت کا اعلان کیا اور کل صحابہ سے بیعت لی اور سب کو حکم دیا کہ حضرت کو امیر المومنین کہکر سلام کریں۔ اس کے قبل حضرتؐ نے اعلان نہیں کیا تھا اور نہ بیعت لی تھی بلکہ صرف قابلیت اور استحقاقِ خلافت کو بیان فرماتے تھے چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے جب زندیق نے پوچھا ہے کہ کلامِ خدا قُل إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ عبہ سے کیا مراد ہے (پ ۲۲ سورہ سبا آیت ۴۵) تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ جب لوگوں سے خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اقرار لے چکے اور نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ کا وجوب بیان فرما چکے تو منافقوں نے حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے خدا کا کوئی حکم اس کے علاوہ بھی باقی رہ گیا ہو تو بیان کر دیجیے تاکہ ہم لوگ مطمئن ہو جائیں کہ اب کچھ باقی نہیں رہا۔ تو حضرتؐ پر وحی ہوئی کہ ان سے کہو کہ اب صرف ایک چیز کی تم کو ہدایت کرتا ہوں اور وہ میرے بھائی علی بن ابیطالب کی وصایت و خلافت ہے۔ پھر آیت عہ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ عسہ نازل کی (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۶۰) اگر خداوند عالم واحدۃ کی جگہ پر لآیۃ علیٍّ فرماتا تو جہاں قرآن

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۵) حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسےٰ کے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے ۱۲ منہ

عبہ ان سے کہو کہ تم کو صرف ایک چیز کی ہدایت کرتا ہوں ۱۲ منہ عہ تمہارے مالک اور سردار صرف خدا ہے اور اسکے رسولؐ اور وہ (علیؑ) جو ایمان لائے اور نماز پڑھتے اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ (صدقہ) دیتے ہیں
تنبیہ:- اس آیت میں حصر ان لوگوں کے مقابل میں ہے جنہیں دینی سرداری کی قابلیت نہ تھی اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ایک شخص کے لئے جمع کے الفاظ کا استعمال کثرت سے جاری ہے قرآن اور حدیث اور عام اہل زبان کے محاوروں میں اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اسی دستور کے مطابق خداوند عزیز نے بھی حضرت علی علیہ السّلام کی بزرگی ظاہر کرنے کی غرض سے اس آیت میں الذین امنوا وغیرہ جمع کے الفاظ استعمال کیا ہے اور یہ آیت حضرتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس طرح سے صدقہ کسی نے نہیں دیا ۱۲ منہ

عسہ یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ سورہ سبا میں ہے جو مکی ہے اور إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ سورہ مائدہ کی ساٹھویں آیت ہے اور بَلِّغْ مَا أُنزِلَ اکھترویں اور اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ پانچویں لیس کیونکر ہو سکتا ہے کہ أَعِظُكُم کل احکام کے بعد نازل ہوا ہو اوس کے بعد إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ اوس کے بعد بَلِّغْ مَا أُنزِلَ

ارجح المطالب ص ۱۵ مطبوعہ ۱۳۲۱ھ اور اس مضمون کی حدیث بطریق اہلسنت امرتسری سے ۱۲ منہ

بہت سی آیتیں (فضائل اہلبیت کی) نکال دیگئیں یہ بھی نکال دی جاتی۔ اس واسطے خدا نے اشارہ میں اس کو ادا فرمایا تاکہ تم تک پہونچ جائے اور اس کے بیان کے بعد خداوند عالم نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ارشاد فرمایا[له] (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۵) یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کردیا اور اپنی (دینی) نعمت تم پر ختم کردی اور اسلام (بمعنی خاص یعنی ایمان) کو تمہارے لئے دین پسند کیا[۲ے] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کلام پروردگار اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ کی تفسیر میں اور[۵ے] حضرت امام محمد باقر ع یا حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کلام پروردگار مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖۤ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آخرت سے رجعت یعنی حضرت سرور عالم اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں تشریف لانا مقصود ہے[۶ے] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کلام پروردگار وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آخرت سے حضرت سرور عالم ص کا دنیا میں پھر تشریف لانا مقصود ہے[۵ے][۷ے] بسند معتبر جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آیہ کریمہ کَلَّا بَلْ لَا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَۃَ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ آخرۃ سے امام آخر الزمان قائم آل محمد صلے اللہ علیہم اجمعین کی سلطنت و بادشاہت مقصود ہے[۵ے][۳] مقبول ثمالی علی بن ابی حمزہ بیں آیہ کریمہ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق

---

(بقیہ حاشیہ ص ١٤٦) اوس کے بعد اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ ہے کیونکہ آخری تینوں آیتیں ایک ہی سورہ میں واقع ہیں جو مدنی ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ استحقاق اور نامزد ہونے کو بیان کرتی ہے اور بلغ ما انزل قائم مقام کردینے کو جس کو چار صحابی اور ایک معصوم نے بیان کیا ہے[۵ے] رہ گئی ترتیب تو میں ستائیسویں مقدمہ میں لکھ آیا ہوں کہ قرآن مجید کے نزول سورے نزولی ترتیب پر باقی ہیں آیتیں اور جب بلغ اور اکملت غدیر خم میں آخر میں نازل ہوئی تو یقیناً الیوم اعظکم بواحدۃ سے اس کے سوا دوسری چیز مراد نہیں ہوسکتی ۱۲ منہ

**اٰیتوں کے معانی** [۱ے] جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر ۱۲ [۲ے][۵] جو شخص اس دنیا میں (مذہب کے بارے میں) اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہیگا ۱۲ [۶ے] آخرت والی (دوبارہ) زندگی تمہاری اس پہلی زندگی سے بہتر ہوگی ۱۲ منہ [۷ے] ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب آخرت سے ڈرتے نہیں ہیں ۱۲ منہ [۸ے] اس شخص کے لئے آخرت سے کوئی حصہ نہیں ہے ۱۲ منہ

[۵ے] چونکہ اس حدیث کے راوی یعنی ابو بصیر دونوں بزرگواروں کے شاگرد تھے اس لئے جس حدیث کے متعلق ان کو معین طور سے یاد نہ تھا کہ کس امام سے لیا ہے اوس کو خود ابو بصیر نے دونوں بزرگواروں میں مردد کردیا ہے پس حدیث جس امام سے بھی لیگئی ہو بہرحال حجت ہے کیونکہ ابو بصیر خود بھی معتبر اور جلیل القدر رکھتے اور حدیث کو معصوم سے لینا بھی معلوم ہے ۱۲ منہ

کو ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔

له احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ ۱۲۸۹ چھاپہ ایران ۲ے مقدمہ تفسیر مرآۃ الانوار حرف ۵ درلغت آخرۃ بحوالہ تفسیر عیاشی وتفسیر قمی وکتاب ... چونکہ یہ کتابیں موجود نہیں ہیں اس لئے ان تینوں حدیثوں کی سندیں معلوم نہ ہوسکیں کہ کیسی ہیں ۳ے بحار الانوار جلد ۱۳ باب ۴ ... تاویل الآیات بحوالہ کنز جامع الفوائد ۱۲ منہ ۴ے تفسیر اتقان جلد ۱ ص ۲۸ چھاپہ مصر نوع ثامن بیان آخر ما نزل ۱۲ منہ

علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آخرۃ سے قائم آل محمدؐ امام آخرالزمان کی برحق بادشاہت مقصود ہے [۱]

تنبیہ ان آیتوں میں لفظ آخرۃ سے تین معنی مراد لئے گئے ہیں اور قرآن مقدس میں اس قسم کی آیتیں بہت ہیں جنمیں ایک لفظ سے متعدد معانی مراد لئے گئے ہیں اور یہ اوسکی خوبیوں سے ہے اور اسی وجہ سے وہ جوامع الکلم کہلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو چوبیسواں اور پچیسواں مقدمہ صفحہ ۱۷۲ سے ۱۷۸ تک۔

**بطریق اہلسنت** [۲] امام اہلسنت فاضل نیشاپوری حسن بن محمد لکھتے ہیں کہ ابو سعید خدری صحابی نے بیان کیا کہ آیت کریمہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۷۱) یعنی اے رسولؐ پہونچادو اوس چیز (ولایت و امامت علیؑ) کو جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں (یعنی امامت کے بارے میں جو بہترین فضائل ہے) غدیر خم کے دن آتاری گئی پس حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے اونکا ہاتھ پکڑکر (اونکو اوٹھایا) اور ارشاد فرمایا کہ میں جس کا مولا (آقا اور سردار) ہوں یہ علی (علیہ السلام) بھی اوس کے مولا ہیں پروردگارا دوست رکھ اوسکو جو انکو دوست رکھے اور دشمن رکھ اوسکو جو ان سے دشمنی رکھے پس حضرت عمر اون کے پاس آئے اور کہا کہ اے علیؑ مبارک ہو تم کو کہ آج تم میرے اور کل مومن اور مومنہ کے مولا (آقا اور سردار) ہو گئے [۳]۔ اور (بحر العلوم) ابن عباس صحابی جلیل اور براء بن عازب صحابی جلیل اور (حضرت امام) محمد بن علی (الباقر علیہ السلام) نے بھی یہی بیان فرمایا ہے [۴] اور ملا سلیمان بلخی حنفی قندوزی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابو اسحاق ثعلبی نے (جنکی جلالت قدر اور اعتبار لفظ آخرت کی تفسیر میں بطریق اہلسنت

[۳] یہ لفظ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اوس روز حضرت کے لئے وہ چیز حاصل ہوئی جو اوس سے پہلے حاصل نہ تھی پس اگر مولا کا معنی دوست لیا جائے تو بہت بڑی بات جو لازم آئیگی وہ یہ ہے کہ کل صحابہ عموماً اور حضرت عمر خصوصاً اوس دن سے مومن نہ تھے کیونکہ بہت سی معتبر حدیثیں اس مضمون کی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں کہ صحابہ کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ مومن کو علیؑ کی محبت سے پہچانا کرتے ہیں پس اگر آج دوست ہو جانا مراد لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اوس دن تک صحابہ حضرت کے دوست نہ تھے اور جب دوست نہ تھے تو مومن بھی نہ تھے اور یہ ایسی بات ہے جس کو مسلمان مان نہیں سکتے

[۱] بحار الانوار جلد ۷ باب جوامع تاویل صفحہ ۲۲۸ بحوالہ اصول کافی ۱۲ منہ

[۲] تفسیر غرائب القرآن مصنفہ فاضل نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۳۳ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

حدیث نمبر ۱۲ کے ذیل میں تھوڑا قبل اس کے گذر چکی)، عبد اللہ بن عباس اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور ابن صباغ مالکی نے ابو سعید خدری سے اور علامہ حموینی نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے ۱ لیں حاصل یہ ہوا کہ اس آیت کے غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے پر جابر جلیل القدر صحابی ۱ ابو سعید خدری ۲ عبد اللہ بن عباس ۳ براء بن عازب ۴ ابو ہریرہ - اور ایک معصوم یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ۵ پانچ بزرگوں کا اتفاق ہے فاضل نیشاپوری نے اس آیت کے نازل ہونے کے چند سبب اور بھی لکھے ہیں - لیکن سب کو رُوِیَ اور قِیلَ کر کے ذکر کیا ہے اور یہ قاعدہ مشہور ہے کہ جس کلام کی کمزوری کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوسکو فعل مجہول یعنی رُوِیَ یا قِیلَ (نقل کیا گیا ہے - کہا گیا ہے) کے ساتھ ذکر کرتے ہیں انھیں کمزور سببوں میں سے ایک سبب تو بی بی عائشہ نے بیان کیا ہے - اور ایک حسن بصری نے (ان سببوں کو میں انشاء اللہ تعالےٰ اس آیت کی تفسیر میں سورہ مائدہ میں لکھوں گا) لیکن ان لوگوں کا حضرت علی علیہ السلام کی فضیلتوں کو چھپانا اور جو آیتیں حضرت سے تعلق رکھتی ہیں انکو دوسرے معانی پر ڈھالنا تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ حضرتؑ سے بی بی عائشہ کی عداوت چھپی ہوئی چیز نہیں ہے - ان کے دلمیں حضرت کی طرف سے اس قدر خلش تھی کہ حضرتؑ کا نام لینا بھی انکو گوارا نہ تھا ۳ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے لڑیں ۴ معصومہ نے اپنے جنازہ کی شرکت سے انکو روک دیا اس وجہ سے شرکت سے روک دی گئیں ۵ جناب خدیجہ علیہا السلام کی بھلائیوں کا ذکر دیر جیا ان کو پسند نہ تھا ۶ حضرت امام حسن علیہ السلام کے جنازہ پر تیر برسوائے ۷ اور حسن بصری کے متعلق ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے منحرف تھے اور اہل سنت کے دو امام ایک ابن حجر عسقلانی دوسرے ذہبی لکھتے ہیں کہ بہت تدلیس کیا کرتے تھے اور بعض لوگوں کو دیکھا

---

۳ صحیح بخاری جلد ۱ کتاب الصلوۃ باب اذا اقیمت الصلوۃ ص۶۳ سطر ۱۰ چھاپہ بمبئی ۱۲ منہ امام ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ عائشہ حضرت علیؑ کا ذکر خیر پسند نہیں کرتی تھیں (التشدید المطاعن جلد ۲ ص۲۳۹ بحوالہ فتح الباری وغیرہ) ۱۲ منہ ۴ کلید مناظرہ ص۲۸۰ بحوالہ جذب القلوب مصنفہ محدث دہلوی شاہ عبد الحق ۱۲ منہ ۵ کنز العمال جلد ۷ ذکر موت فاطمہ علیہا السلام ص۱۱۴ ۱۲ منہ ۶ صحیح بخاری جلد ۲ باب تزویج نبی با خدیجہ ص۸ ۱۲ منہ ۷ روضۃ الاحباب حال وفات امام حسنؑ ۱۲ منہ

ك ینابیع المودۃ باب ۳۹ ص۹۶ چھاپہ بمبئی بحوالہ تفسیر ثعلبی و فرائد السمطین و فصول المہمہ محی الدین نووی ۱۲ منہ ۲ امام سنت ابن حجر مکی صواعق

بھی نہ تھا اونکی طرف نسبت دیکر بغیر واسطہ کے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے - اور تدلیس کی یہ بدتر صورت ہے جو راوی کی بے اعتباری اور روایت کی کمزوری کا بہت بڑا سبب ہے پس ترجیح اوسی کو ہے جسکو چار جلیل القدر صحابی اور ایک معصوم نے بیان کیا ہے - اور اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت غدیر میں مَا اُنْزِلَ سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور امامت مقصود ہے اور اس آیت میں اور آیہ کریمہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ میں (جسکی تفسیر میں میں مشغول ہوں) دو چیزیں ذکر کی گئی ہیں ایک بَلِّغْ جو حکم ہے اور یُؤْمِنُوْنَ جو متقین کی صفت ہے دوسرے مَا اُنْزِلَ - بَلِّغْ اور یُؤْمِنُوْنَ دو جملے مستقل ہیں جنکے نہ تو مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے ساتھ رکھنے سے اوس کے معنی میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ جدا کر دینے سے اس لئے ان لفظوں کو ہماری غرض یعنی مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے معانی سے کوئی تعلق نہیں ہے - اور ہماری بحث میں جو چیز فائدہ دینے والی ہے وہ مَا اُنْزِلَ وغیرہ کے معانی ہیں - اور اس کے قبل جن آیتوں کو میں لکھ آیا ہوں اون میں سے بعض میں مَا اُنْزِلَ ہے اور بعض میں مَا نُزِّلَ اور بعض میں مَا اَنْزَلْنَا اور بعض میں مَا نَزَّلْنَا اگرچہ ان تعبیروں میں صیغے بدلے ہوئے ہیں لیکن معنی سب کا ایک ہی ہے یعنی جو چیز اُتاری گئی یا جس چیز کو اُتارا - اور یہ الفاظ قرآن مجید کے اکثر سوروں کی - مدنی حضری سفری سب میں موجود ہیں اور مولانا ابو الحسن شریف کی تحریر گذر چکی کہ یہ الفاظ قرآن میں جس قدر ہیں سب کا باطنی معنی ولایت و امامت اہلبیت ہے اور ان کل الفاظ کو بصیغہ ماضی عہ ذکر کرنا اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ جو چیز اُتاری گئی تھی اوس کے اُتارے جانے کا زمانہ ان الفاظ کے اُترنے سے پہلے تھا اور اہلسنت کی حدیثوں اور مذہبی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء نزول وحی کے بعد تین سال تک نزول قرآن کا سلسلہ بند رہا چوتھے سال کے شروع میں تبلیغ کا حکم ہوا فَاصْدَعْ عہ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (پ ۱۴ سورہ حجر آیت ۹۴)

---

عہ جو گذرے ہوئے زمانہ کو بتاتا ہے ۱۲ منہ

عہ یہ وسوسہ نہ ہو کہ یہ سورے جن میں یہ تینوں آیتیں مذکور ہیں قرآن کے درمیان میں واقع ہیں اور یہ آیتیں اون سوروں کے درمیان میں - اس لئے نزول القرآن کی ابتدا ان سے نہیں ہوسکتی - کیونکہ قرآن مجید کے نہ تو سورے نزولی ترتیب پر باقی ہیں نہ آیتیں (ملاحظہ ہو ستائیسواں مقدمہ صفحہ ۱۸۰ سے ۱۹۳ تک) ۱۲ منہ

یعنی خلق کو دعوت دینے کا حکم جیسے میں نے تم کو دیا ہے اوس کو ظاہر کرو اور مشرکوں کی طرف توجہ نہ کرو۔ پس حضرتؐ نے اسلام کی طرف کفار کو بلانا شروع کیا۔ اوس کے بعد کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور کفار قریش کو بلایا اور اپنی رسالت کو ظاہر فرمایا اور اس آیت کی تلاوت کی

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الخ (پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

اس کے بعد انھیں دنوں میں یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ الخ (پ ۱۹ سورہ شعرا آیت ۲۱۴) [1] پس حضرتؐ نے اولاد عبد المطلبؑ کو جمع کرکے تین دن اونکی دعوتیں کیں کھانے سے فرصت کرکے ہر روز جو بات حضرت نے اون سے فرمائی وہ یہ تھی کہ تبلیغ رسالت میں مددگار کا محتاج ہوں تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا ہاتھ بٹائے

---

[1] روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۸۱ تا ۸۴ و معارج النبوۃ رکن ۳ ص ۱۸ روضۃ الاحباب کو شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں صحیح ترین کتب تواریخ سے شمار کیا ہے۔ اور معارج کے اعتبار کے لئے یہی کافی ہے کہ شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اس سے مضامین نقل کئے ہیں ۱۲ منہ

[2] **لطیف اشارہ** (۱) واقعہ انذار عشیرہ کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ خدا کی غرض یہ تھی کہ جو شخص امر تبلیغ میں مدد دینے کا وعدہ کرے حضرت رسولؐ منصب وصایت و ولیعہدی پر اوسکو نامزد کردیں (۲) اس واقعہ کے پہلے اکثر مورخوں کی رائے کے مطابق ۳۹ آدمی مسلمان ہوچکے تھے جن میں سے بچوں میں حضرت علیؑ اور سن رسیدہ مردوں میں باعتقادِ اہلسنت حضرت ابوبکر کا نمبر پہلا ہے (۳) ۳۹ مسلمانوں میں سے کسی کو اس واقعہ میں شریک کرنے کا خدا نے حکم نہ دیا (۴) اس شرکت کے لئے صرف اولاد عبد المطلب کو تجویز کیا۔ ان چاروں نمبروں کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علم پروردگار میں اس بزرگ خدمت کو انجام دینے کی قابلیت سوا اولاد عبد المطلب کے کسی دوسرے میں نہ تھی۔ ورنہ بہ نسبت اون اولاد عبد المطلب کے جو اوس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھی، اس واقعہ میں شرکت کے زیادہ حقدار وہ لوگ تھے جو مسلمان ہوچکے تھے خاص کرکے حضرت ابوبکر جو باعتقاد اہلسنت کے سب سے پہلے مسلمان اور حضرت رسولؐ کے خالص دوست تھے۔ اور اسلامی جوش سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ اور فریقین کی حدیثیں اور تاریخیں بھی باواز بلند گواہی دے رہی ہیں کہ اسلامی لڑائیوں سے صحابہ کے بھاگنے کے وقت بنو ہاشم اور خاص کرکے حضرت علی علیہ السلام ہی ثابت قدم رہتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ بھگوڑے تبلیغ و ترویج اسلام میں مددگار نہیں ہوسکتے تھے عالم الغیب نے اسی وجہ سے اس جماعت میں سے کسی کو شریک کرنے کا حکم نہ دیا ۱۲ منہ

بیعت کرے اور تبلیغ رسالت میں میرا مددگار رہے اور میں اوس کو اپنا بھائی اور وصی اور وزیر اور خلیفہ بناؤں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام ہر روز اوٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم اگرچہ میں سن میں سب سے چھوٹا ہوں لیکن اس مہم کو انجام دینے کے لئے حاضر ہوں۔ دو دن تو حضرتؐ نے (دوسروں پر حجت تمام کرنے کی غرض سے) فرمایا بیٹھ جاؤ۔ لیکن تیسرے دن حضرت علی علیہ السّلام نے جب پھر عرض کیا کہ "اس بزرگ خدمت کے لئے میں حاضر ہوں" تو حضرتؐ نے بکمال محبت اون کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے وصی اور میرے خلیفہ تم ہو سلہ **نتیجہ کلام** اِس پوری تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ پہلا دن جس میں حضرت امیرؑ منصب وصایت وولیعہدی پر نامزد ہوئے وہ روز انذار عشیرہ ہے۔ اور اوس کے قبل کوئی ایسا سورہ نازل نہیں ہوا جس میں الفاظ مَا اُنزِلَ وغیرہ مذکور ہوں بلکہ وہ کل سورے جن میں یہ الفاظ واقع ہیں اس واقعہ کے بعد نازل کیئے گئے اور اون سوروں میں ان الفاظ سے اوسی منصب وصایت وولیعہدی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس پر حضرت اوس روز نامزد کیئے گئے کیونکہ ان کل الفاظ کی صورت اور معنی ایک ہے۔ اور آیت غدیر میں مَا اُنزِلَ سے ولایت اور وصایت کے مراد ہونے کو حق پسند علمائے اہلسنت بھی مانتے ہیں اس لئے دوسرے الفاظ سے جو لفظ اور معنی دونوں میں اس کے مشابہ اور مطابق ہیں وصایت وولایت امیر المومنین علیہ السّلام کے مراد ہونے سے انکار کرنا صاف مکابرہ اور آفتاب پر خاک ڈالنا ہے رہ گیا یہ شبہ کہ آیت غدیریہ کی تفسیر میں بعض مفسرون نے لکھا ہے کہ مَا اُنزِلَ سے جمیع مَا اُنزِلَ مقصود ہے۔ اس واسطے اس سے خاص وصایت وولایت امیر المومنین علیہ السلام کو مراد لینا درست نہیں ہے۔ **تو اس کا جواب یہ ہے**

۱۔ فاضل نیشاپوری نے اس کے معنی کو جَمِیعُ مَا اُنزِلَ (کل چیزیں جو اُتاری گئیں) اور اَیَّ شَیئٍ اُنزِلَ (جو چیز اُتاری گئی) میں مُردَّد کیا ہے۔ **اور واقعہ غدیر کے** متعلق صحاح ستہ اور غیر صحاح سے بے شمار حدیثیں نقل کی گئی ہیں اون سب کا مضمون صرف اس قدر ہے کہ حضرت سرور عالم نے صحابہ سے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ۔ فرمایا اور حضرتؑ کو اوٹھا کر سب کو دکھا دیا تاکہ کسی کو یہ حیلہ کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ علی نام کے دنیا میں ہزاروں ہو گئے ہیں۔ کیا معلوم حضرت صلعم نے کس علی کو مراد لیا تھا۔ انکے

سلہ ملاحظہ ہو ستر ہواں مقدمہ ۶۳ صـ مع حوالہ کتب اور معارج النبوۃ رکن سیوم واقعہ ہشتم صـ ۱۹ و تاریخ اسلام سید ذاکر حسین صاحب جلد ۲ نمبر ۳ صـ ۱۲۵ و ۱۲۶

سو احضرتؐ نے نہ تو اصول دین کے باقی ارکان کو بیان فرمایا نہ فروع دین کو نہ اخلاق و آداب وغیرہ کو پس دو حال سے خالی نہیں یا تو خدا نے مَآ اُنْزِلَ سے جَمِیْعُ مَآ اُنْزِلَ مراد لیا تھا لیکن حضرت سرورِ عالم جیسے معصوم نے جنکی مصدق آیت مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کر رہی ہے خدا کے بندوں تک اوس کا حکم پہونچانے میں کوتاہی اور خدا کی مخالفت کی۔ یا خدا نے مَآ اُنْزِلَ سے اَیُّ شَیْءٍ اُنْزِلَ مراد لیا ہے جس سے صرف وصایت امیر المومنین مقصود ہے جس کو حضرتؐ نے مسلمانوں تک پہونچا دیا۔ **اب مسلمانوں کو اختیار** ہے کہ بیسویں اور اکیسویں مقدموں کو ص ۱۰۶ سے ۱۲۲ تک دیکھنے کے بعد حضرت سرورِ عالم جیسے معصوم اور برگزیدہ خلق کو خطا کار اور خدا کی مخالفت کرنے والا سمجھیں۔ یا اس کا اقرار کریں کہ مَآ اُنْزِلَ سے جَمِیْعُ مَآ اُنْزِلَ مقصود خدا نہیں ہے بلکہ اَیُّ شَیْءٍ اُنْزِلَ یعنی صرف وصایت و ولایت علی علیہ السلام مقصود ہے جس کو حضرتؐ نے پہونچا دیا۔ **جواب ۲** اگر مان بھی لیا جائے کہ مَآ اُنْزِلَ کا معنی جَمِیْعُ مَآ اُنْزِلَ ہے جب بھی چونکہ وصایت و ولایت علیؑ بھی اوسمیں داخل ہے۔ اور یہ بزرگترین مَآ اُنْزِلَ اور بشہادت حدیث ثقلین (جو متواتر ہے) مایۂ نجات مسلمین ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ غلبہ کی وجہ سے بطور مبالغہ کے عام لفظ کو خاص معنی یعنی وصایت میں خود خدا ہی نے مجازاً استعمال کیا ہو اور صرف اسی کی تبلیغ کا حضرتؐ کو حکم دیا ہو۔[ف] جس کو حضرتؐ نے انجام دیا۔ اگر عام معنی مراد لیتا تو حضرتؐ کل چیزوں کی تبلیغ فرماتے پس حضرتؐ کا صرف وصایت کی تبلیغ کرنا بدلیل اِنّی[ع] اس کو ظاہر کر رہا ہے کہ خدا نے اسی کو مراد لیا ہے۔

ف ملاحظہ ہو اسی بحث میں حدیث غیر الطریق شیعہ کا حاشیہ ۱۲ منہ

---

ع دلیل دو طرح کی ہوتی ہے ایک لِمّی دوسری اِنّی۔ لمی اوس کو کہتے ہیں جسمیں علت اور موثر سے معلول اور اثر کو سمجھائیں جیسے کہیں کہ اس شخص کے اخلاط (صفرا۔ بلغم وغیرہ) سڑ گئے ہیں۔ اور جس کے اخلاط سڑ جاتے ہیں اوس کو تپ ہوتی ہے۔ اس واسطے اس کو تپ ہے۔ اور اِنّی اوس کو کہتے ہیں جس میں معلول اور اثر سے علت اور موثر کو بتائیں جیسے کہیں کہ اس کو تپ ہے اور تپ اوسی کو ہوتی ہے جس کے اخلاط سڑ جاتے ہیں اس واسطے اس کے اخلاط سڑے ہوئے ہیں۔ **اس مقام** میں دلیل کی تقریر یہ ہے کہ حضرت رسولؐ بدلیل عصمت اور آیہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی خدا کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے تھے اور نہ بات اوسی قدر بولتے تھے جتنا خدا حکم دیتا تھا۔ اور مقام غدیر خم میں حضرتؐ نے صرف وصایت و ولایت علی علیہ السلام کی تبلیغ کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اون کو اسی قدر حکم دیا تھا۔ **واضح ہو** کہ دونوں دلیلوں

اور جن لوگوں نے مَآ اُنْزِلَ سے قرآن مراد لیا ہے اون کا جواب بھی یہی ہے جو نمبر ۲ میں ذکر کیا گیا۔ کیونکہ اونھیں جمیع مَآ اُنْزِلَ کے مجموعہ کا نام کتابی صورت میں قرآن ہے علاوہ اس کے میں تیسرے مقدمہ میں لکھ آیا ہوں کہ لفظ قرآن جس طرح پوری کتاب پر بولا جاتا ہے اوسی طرح ایک سورہ اور ایک آیت پر بھی بولا جاتا ہے پس ان لوگوں کے خیال کے مطابق مَآ اُنْزِلَ قرآن ہے۔ اور قرآن ! آیہ کریمہ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ یعنی وصایت علیؑ پس منطقی شکل اول سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مَآ اُنْزِلَ وصایت علیؑ ہے جس کو آیت بَلِّغْ بیان کر رہی ہے ع۲ ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج آسمان پر کل انبیاء میرے گرد جمع ہوئے تو حکم خدا ہوا کہ اے محمدؐ ان لوگوں سے پوچھو کہ کس بات پر تم لوگ نبی بنائے گئے تو سب نے جواب دیا کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ کی شہادت اور آپکی نبوت اور علی بن ابی طالبؑ کی ولایت (امامت) کے اقرار پر ( ینابیع باب ۵۶ ص۱۹۷ بحوالہ ذخائر العقبیٰ و باب ۵ ص۶۷ بحوالہ متعدد بروایت ابن مسعود و ابن عباس و ص۶۸ بروایت امیر المومنین علیہ السلام ) ع۳ بریدہ کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ علیؑ کو یا امیر المومنین کہکر سلام کرو ع۴ سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور عمر نے حضرت علی علیہ السلام کو یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہکر سلام کیا تو اون لوگوں سے پوچھا گیا کہ حضرت سرور عالمؐ کی زندگی میں بھی اس طرح سلام کیا تھا تو عمر نے جواب دیا کہ حضرتؐ ہی نے ہم لوگوں کو حکم دیا ہے (ارجح المطالب ص۱۵ بحوالہ ابن مردویہ)

## چند فائدے

**پہلا فائدہ** علماء میں اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا ہر شیعہ اور مومن متقی ہے اگرچہ گناہ بھی کرتا ہو۔ یا صرف وہی لوگ متقی ہیں جو خدا کے پورے فرماں بردار ہیں اور اوسکی مخالفت نہیں کرتے۔ جن لوگوں نے ہر شیعہ اور مومن کو متقی کہا ہے اونکی دلیل **بطریق شیعہ** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی فرمائش ہے روایت یحیٰی بن ابوالقاسم

(بقیہ حاشیہ ص۱۵۳) میں جو مثالیں ذکر کی گئی ہیں اونمیں کلیت نہیں ہے۔ لیکن مثال مناقشہ کی چیز نہیں ہے اس لئے اونمیں کبھی مسامحہ بھی کیا جاتا ہے ۱۲ منہ

اور حسنۂ ابو بصیر ہیں جس میں حضرت نے متقین کی تفسیر شیعتنا اور شیعہ علیؑ سے کی ہے [۱]
اور **بطریق اہلسنت** حدیث ابن مسعود ہے جس میں اونھوں نے متقین کی تفسیر مومنین
سے کی ہے [۲] اور ان دونوں حدیثوں میں لفظ شیعہ اور مومن بے قید رکھا گیا ہے جس سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بداعمال شیعہ اور مومن بھی متقی کہا جاسکتا ہے۔ اور جن لوگوں نے
کامل فرماں بردار کو متقی کہا ہے اونکی دلیل **بطریق شیعہ** فرمائش حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
ہے معتبرۂ ابو بصیر میں جس میں حضرت نے متقین کی تفسیر شیعتنا سے کی ہے اور اوسکو
چند صفتوں سے مقید کیا ہے ۱۔ غیب پر ایمان لانا ۲۔ نماز (پابندی سے[۵]) پڑھنی ۳۔ خدا
کی دی ہوئی کل چیزوں (مال۔ علم۔ قوت۔ جسم) کو راہ خدا میں صرف کرنا۔ [۳] اور **بطریق
اہلسنت** فرمائشِ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ و آلہ ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندۂ
مومن اوس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ یقینی ناجائز چیزوں سے بچنے کے لئے
حلال چیزوں کو بھی نہ چھوڑے[۴] (جنکی حلیت مشکوک ہو اور حرمت ثابت نہ ہونیکی وجہ سے
ظاہری حکم اونکا حلیت ہو) **ان دونوں** حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ متقی وہی شخص ہے
جو خدا کا اعلےٰ درجہ کا فرماں بردار ہو اور اوس کے کل حرکات اور سکنات (یعنی کام
اور بیکاری) خدا کی مرضی کے مطابق ہوں۔ **لیکن تحقیق** یہ ہے
کہ لفظ متقی (جس کا معنی ! ڈرنے والا۔ ہے) اگرچہ مطلق (بے قید) ہے اور اوس شخص
پر بھی بولا جاسکتا ہے جو کچھ بھی خوفِ خدا رکھتا ہو۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس لفظ کی فردوں
میں سے اون فردوں کو غلبہ حاصل ہوگیا ہے جن پر خوفِ خدا غالب ہے اور .... اُنہیں
انصراف حاصل ہوگیا ہے۔ یعنی جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو عام طور سے اوس سے وہی
سمجھی جاتی ہیں نہ وہ فردیں جو زیادہ تر گناہوں میں مبتلا رہتی ہیں اور نہ وہ فردیں جو عصمت
کے مرتبہ سے نزدیک ہیں اور **تقوے** کے لئے درجے ہیں کسی میں خوفِ خدا کم ہے
کسی میں زیادہ **شاہد** اس پر ایک تو کلام پروردگار اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ہے
جس میں لفظ اتقیٰ اسم تفضیل واقع ہوا ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ اعلےٰ درجہ کے فرماں بردار

لفظ متقی عام طور سے ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

---

۱ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳ و ۳۴ [۲] ۱۲ منہ ۲ درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۴ ۳ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۴۴ ۴ درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۴
۵ پابندی کی قید اس لئے بڑھائی گئی کہ یقیمون کا معنی یداومون بھی لغت میں لکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذکر کیا گیا ۱۲ منہ

کو اتقی کہتے ہیں اور اوس سے کم درجہ کے شخص کو متقی مؤید اس کی صحیح شدہ تر صیرفی ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے جناب سلمان فارسی اور غیروں کے درمیان محاکمہ اور فیصلہ میں اس آیتؑ کی تلاوت کی اوس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے سلمان لَیْسَ لِاَحَدٍ مِنْ ھٰؤُلَاءِ فَضْلٌ اِلَّا بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنْ کَانَ التَّقْوٰی لَکَ عَلَیْہِمْ فَاَنْتَ اَفْضَلُ ۱ه یعنی انمیں سے کسی شخص کے لئے فضیلت نہیں ہے مگر خوفِ خدا کی وجہ سے پس اگر تمہارا خوف ان لوگوں کے خوف سے بڑھا ہوا ہو تو تم اون سے افضل ہو گے۔ یہ حدیث صاف صاف بتا رہی ہے کہ کم خوف رکھنے والے صاحب فضل ہیں اور زیادہ رکھنے والے افضل۔

**اور دوسرا شاہد۔ بطریق شیعہ** فرمائش حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہے حدیث حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام میں یہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں ھٰذَا بَیَانٌ وَشِفَاءٌ لِلْمُتَّقِیْنَ مِنْ شِیْعَۃِ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ اِنَّھُمُ اتَّقُوْا یعنی قرآن مجید بیان اور شفاء ہے پرہیزگاروں کے لئے جو محمدؐ اور علی علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شیعے ہیں اونکی صفت یہ ہے کہ اقسام کفر سے ڈر کر اونکو چھوڑا اور مہلک (یعنی عذاب میں مبتلا کرنے والے) گناہوں سے ڈر کر اونکو چھوڑا اور خدا اور اولیاء خدا اور حضرت محمدؐ کے بعد اون کے جانشینوں کے بھیدوں کے ظاہر کرنے سے ڈر کر ظاہر کرنے سے پرہیز کیا اور دینی علوم کو اون کے قابل اور مستحقوں سے چھپانے سے ڈر کر اونکو اونمیں پھیلایا ۲ه **اس حدیث میں** حضرت نے گناہوں کو موبق یعنی مہلک کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور مہلک گناہ ! گناہ کبیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا جو اصرار یعنی کئی دفعہ کرنے پر کبیرہ ہو جاتا ہے۔ یہ قید بتا رہی ہے کہ مومن کا اتفاقاً گناہ صغیرہ میں مبتلا ہو جانا اوس کو متقین کی جماعت سے نہیں نکالتا اور وہ متقی باقی رہتا ہے۔

**اور بطریق اہلسنت**۔ معاذ بن جبل کی حدیث ہے جس میں کسی نے پوچھا ہے کہ مَنِ الْمُتَّقُوْنَ یعنی متقی کون لوگ ہیں تو جواب دیا ہے کہ وہ جماعت جو شرک اور بت پرستی سے بچی اور خدا کے لئے عبادت کو خالص کیا یہی جماعت بہشت میں جائیگی ۳ه

**اس حدیث میں** بھی کامل فرمانبرداری کرنی اور کبیرہ اور صغیرہ کل گناہوں سے بچنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ گناہ صغیرہ میں اتفاقاً مبتلا ہو جانے

۱ه تفسیر برہان جلد ۲ ص ۱۰۳۱ سورہ حجرات ۱۲ منہ

ع ه علے غلبہ اور برتری کے معنی میں ہے ۱۲ منہ

۲ه برہان جلد ۱ ص ۳۵ ۱۲ منہ

۳ه درمنثور جلد ۱ ص ۲۴ ۱۲ منہ

سے مومن متقیوں سے نہیں نکلتا۔ پس جس طرح متقی ہونے کے لئے کامل فرمانبردار ہونا ضروری نہیں ہے اوسی طرح محض شیعہ اور مومن ہونا بھی کافی نہیں ہے اور جن حدیثوں میں متقی کی تفسیر محض شیعہ اور مومن سے کی گئی ہے وہ مطلق ہیں اور باقی حدیثیں مقید۔ پس اصول فقہ کے قاعدے سے جو تفسیر بسم اللہ ص۴۵ سطر ۱۲ میں لکھا گیا ہے مطلق حدیثیں بھی مقید ہی سمجھی جائینگی۔ ان مقید حدیثوں میں سے جو حدیثیں کامل فرمانبرداری کو ظاہر کررہی ہیں اونکو اون حدیثوں کے ساتھ جمع کرنے سے جو صغیرہ کرنے والے کو بھی متقی ٹھہراتی ہیں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلی حدیثوں میں اعلےٰ درجہ کے متقیوں کی صفت بیان کی گئی ہے اور دوسری حدیثوں میں اون سے پست درجہ کے متقیوں کی۔

**حاصل کلام** اس پورے بیان کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائی درجہ کے متقی وہ لوگ ہیں جو کفر اور گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے سے اگرچہ ایک ہی دفعہ ہو اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے بچتے رہتے ہیں۔ اور انتہائی درجہ کے متقی وہ لوگ ہیں جو خداوند مالک الملوک کے کامل فرمانبردار اور مرتبہ عصمت سے نزدیک ہیں۔ اور اَتقیٰ حضرت سرور عالم اور اہلبیت اطہار ہیں جو متقیوں کے سردار اور پیشوا ہیں سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے حضرت فاطمہؑ سے بیان فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم لوگوں کو بہترین قبیلہ بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ[1] اور ابن عباس کی حدیث میں اس کے بعد یہ ہے کہ اَتْقَاءِ اَوْلَادِ آدَم اور اون میں بزرگتر خدا کے نزدیک ہم ہیں اور باوجود اس کے کوئی فخر نہیں ہے[2]

**دوسرا فائدہ**۔ امام اہلسنت فخر الدین رازی نے کلام پروردگار وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک کی تفسیر میں تین باتیں لکھی ہیں (۱) لفظ ایمان کو جب حرف ب کے ساتھ متعدی کرتے یعنی اوس کے مفعول پر ب لاتے ہیں تو معتزلہ اور اشاعرہ سب کے نزدیک وہ تصدیق کے معنی میں ہوتا ہے (۲) اولئک ہم المفلحون سے ثابت ہے کہ جو شخص ما انزل پر ایمان رکھتا ہو (یعنی اوسکی تصدیق کرے) فلاح اور نجات اوسی کے لئے ہے۔ اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو اوس کیلئے فلاح اور نجات نہیں ہے۔

[1] تفسیر برہان جلد ۲ سورہ حجرات ص۱۰۳۱ بحوالہ مجالس شیخ طوسی علیہ الرحمہ ۱۲ منہ [2] تفسیر برہان جلد ۲ سورہ حجرات ص۱۰۳۱ بحوالہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ ۱۲ منہ

مراد بما انزل سے ائمہ اہلبیت کی امامت ... مقصود ... المتقی کا ... اور اعلےٰ درجہ

۳۲ جب ثابت ہو گیا کہ فلاح حاصل کرنے کے لئے ما انزل پر ایمان لانا واجب ہے تو اس ما انزل (یعنی احکامِ خدا) کا تفصیل سے علم حاصل کرنا بھی واجب ہو گا کیونکہ جب تفصیل سے علم حاصل نہ کریگا علم اور عمل جو اوس پر واجب ہے اوس کو پورا نہ کر سکے گا؟ لیکن اس علم کی تحصیل واجب کفائی[عٰ] ہے کیونکہ جو احکام حضرت پر اُتارے گئے سب کو تفصیل سے حاصل کرنا ہر شخص پر واجب نہیں ہے[لہ] میں عرض کرتا ہوں کہ انکی تینوں باتیں اپنی اپنی جگہوں پر درست ہیں لیکن یہاں پر تینوں کو اکٹھا کر دینا غلط ہے کیونکہ ایک تو تصدیق اعتقادی چیز ہے اور آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ ہدایت یعنی راہ راست پر پہونچنے اور فلاح اور نجات حاصل ہونے کے لئے ما انزل پر صرف ایمان لانا یعنی اونکی تصدیق کرنا اور آخرت پر اعتقاد رکھنا کافی ہے (اگر چہ بد اعمال ہو اور فروع دین کا پابند نہ ہو) پس ایسی صورت میں تفصیلی علم اور عمل کو اوس پر متفرع کرنا یعنی اوس کے واجب ہونے کی وجہ سے اس کو واجب کہنا غلط ہے کیونکہ اس کا تعلق اعضاء سے ہے نہ تصدیق اور اعتقاد سے۔

دوسرے آیت بتا رہی ہے کہ ما انزل پر ایمان لانا نجات کا ذریعہ ہے اگر کوئی شخص اس پر ایمان نہ رکھتا ہو تو اوس کے لئے نجات حاصل نہ ہوگی۔ اور رازی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اس ایمان کے واجب ہونے کو تفصیلی علم کے واجب ہونے کا سبب قرار دیتے اور مثل طلوع[عٰ] شمس اور وجود نہار کے لازم و ملزوم جانتے ہیں اور چونکہ ما انزل پر ایمان لانا واجب عینی ہے کیونکہ ذریعۂ نجات ہے۔ اس لئے اوس کے مسبب اور لازم یعنی تفصیلی علم کے وجوب کو بھی عینی ہی ہونا چاہئے کیونکہ مسبب سبب سے اور لازم ملزوم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ رازی صاحب اس وجوب کو کفائی بتاتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ عام لوگوں کو ذریعۂ نجات حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ یا یوں کہئے کہ واجب عینی ہونے کے لحاظ سے ہمیشہ اور ہر حال میں واجب ہے۔ اور کفائی ہونے کے لحاظ سے کسی وقت یا کسی

---

عٰ جس واجب کو انجام دینا ہر شخص پر لازم ہے اوسکو واجب عینی کہتے ہیں۔ جیسے نماز پنجگانہ کہ چند آدمیوں کے پڑھ لینے سے دوسروں کی برائت نہیں ہوتی۔ اور جو واجب بعض لوگوں کے بجالانے سے دوسروں کے سروں سے اوٹھ جاتا ہے اوسکو واجب کفائی کہتے ہیں جیسے مردہ کو غسل دینا۔ کفن پہنانا۔ دفن کرنا۔ کہ یہ چیزیں واجب تو سب پر ہیں لیکن کچھ لوگوں کے انجام دیدینے سے انکا وجوب دوسروں کے سروں سے ٹل جاتا ہے ۱۲ منہ

لہ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹ مسئلہ اولیٰ و مسئلہ ثالثہ ۱۲ منہ عٰ آفتاب نکلنے سے دن موجود ہونے ۱۲ منہ

حال میں غیر واجب۔ حالانکہ یہ محال ہے کہ ایک ہی چیز ایک وقت میں واجب بھی ہو اور غیر واجب بھی اور اس کا بطلان ایسا روشن ہے جو بیان کا محتاج نہیں ہے اور یہ خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں کہ انھوں نے ما انزل سے فرعی احکام مراد لئے ہیں جیسا کہ اون کے کلام "علم و عمل" سے معلوم ہوتا ہے۔ اور فساد اور خرابیوں کا سبب وہی چیز ہوتی ہے جو خود ہی فاسد اور خراب ہو۔ اس لئے ما انزل سے فرعی احکام مراد لینا خود ہی غلط اور فاسد ہے۔ اور صحیح وصایت و ولایت علی بن ابیطالب علیہ السلام کو مراد لینا ہے۔ کیونکہ وہی ایسی چیز ہے جس کا تعلق اعتقاد و تصدیق سے بھی ہے۔ اور واجب عینی بھی ہے۔ اور بداعمالوں کے لئے بھی ذریعۂ فلاح و نجات ہے۔ اور فرعی احکام کے وجوب کفائی کے ساتھ جمع ہونے والا لہ تیسرے ما انزل سے فرعی احکام مراد لینا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ فرعی احکام کی صرف تصدیق کر لینا (اگرچہ اصول اعتقادیہ کا معتقد نہ ہو یا اوسمیں خامی ہو اور فرعی احکام کا پابند نہ ہو) فلاح اور نجات کے لئے کافی ہے۔ اور اسکا بطلان بھی روشن ہے۔ رازی صاحب لکھتے ہیں کہ وعیدیہ اور مرجئہ دونوں نے اپنے اپنے مطلب کے ثبوت میں ان دونوں آیتوں کو پیش کیا ہے۔ وعیدیہ[ع] کہتے ہیں کہ ھم المفلحون کے حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز۔ روزہ وغیرہ چھوڑنے والوں کے لئے نجات نہیں ہے۔ اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات کے لئے ما انزل پر صرف ایمان لانا کافی ہے اور گناہ نقصان نہیں پہونچا سکتا اس کے بعد دونوں کا جواب دیا ہے میں کہتا ہوں کہ دعوے دونوں کا درست ہے اور دلیل بھی دعوے کے مطابق ہے لیکن ما انزل کا معنی غلط لینے کی وجہ سے دعوے دونوں کا غلط سمجھا گیا۔ ما انزل سے ائمہ اہلبیتؑ کی امامت مقصود ہے اس لئے

---

سلہ ملاحظہ ہوں حدیثیں بطریق اہلسنت امومن اور غیر مومن کے ساتھ عام برتاؤ کے متعلق ظاہری تفسیر میں۔ اور حدیثیں بطریق اہلسنت ما انزل کی باطنی تفسیر میں جو تھوڑا ہی قبل اس کے ذکر کیگئیں ۱۲ منہ

ع وعیدیہ اور مرجئہ اہلسنت میں دو فرقے ہیں وعیدیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا جہنم میں ہمیشہ رہینگے اور مرجئہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کوئی ضرر نہیں رکھتا اور کفر کے ساتھ عبادت فائدہ نہ دیگی ۱۲ منہ

وعیدیہ کا یہ بیان بھی صحیح ہے کہ ان حضرات کی امامت کو نہ ماننے والوں کے لیے نجات نہیں ہے۔ اور مرجئہ کا بیان بھی صحیح ہے کہ انکی امامت کے معتقدوں کو گناہ نقصان نہ پہونچائیگا یعنی اس اعتقاد کی برکت سے بخش دیا جائیگا (ملاحظہ ہو آخرۃ کی تفسیر میں حدیث جریر بن عبداللہ بجلی کی ۱۱ و ۱۲) نہ یہ کہ گناہ کوئی اثر ہی نہیں رکھتا جیسا کہ مرجئہ کہتے ہیں۔

**تیسرا فائدہ** عَلٰی ھُدًی یہاں پر لفظ "عَلٰی" بلندی اور غلبہ اور برقرار رہنے کے معنی میں ہے اور مراد پروردگار یہ ہے کہ ما انزل (یعنی وصایت و امامت علیؑ) اور آخرۃ (یعنی باقی گیارہ ائمہ اہلبیتؑ کی امامت) پر ایمان رکھنے والوں کا ہدایت (یعنی خدا کی بتائی ہوئی راہ) پر پورا پورا قبضہ ہے اور اوس پر ثابت اور برقرار ہیں۔ اور کسی چیز پر پورا قبضہ اور ثبات و قرار اوسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اوس کو مضبوط اور ٹھوس دلیل سے اختیار کرے اور اوس کو اوسمیں ذرہ برابر بھی شک و شبہہ نہ ہو۔ پس خداوند عالم نے ان دونوں آیتوں میں شیعیان اہلبیتؑ عصمت و طہارت کی ایک تعریف یہ کی ہے کہ وہ لوگ انکی امامت پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسری تعریف یہ کی ہے کہ چونکہ ایمان اون کا مضبوط دلیلوں سے حاصل ہوا ہے (جو فریقین کی کتابوں میں مذکور ہیں اور تھوڑی سی قبل اس کے ذکر کی گئیں) اس لئے صحیح راہ پر انکا پورا پورا قبضہ ہے اور اوس پر ثابت اور برقرار ہیں۔ اور اوسمیں ذرہ برابر بھی شک اور شبہہ نہیں رکھتے (فقط) یہ آیت اگرچہ جملہ خبریہ کی صورت میں ہے لیکن مقصود اس سے انشا یعنی حکم اور حسن طلب بھی ہے۔ یعنی ہر مکلف (بالغ اور عاقل) پر لازم ہے کہ ائمہ اہلبیت علیہم السّلام کی امامت کا اعتقاد کرے اور اوسکو دلیلوں سے حاصل کرے تاکہ نہ خود اوس کو اوسمیں شک اور شبہہ باقی رہے اور نہ شیاطین جن و انس کے وسوسوں سے اثر لے۔ ھُدًی کو خداوند حکیم نے نکرہ رکھا ہے۔ اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خدا کی بتائی ہوئی راہ کا مرتبہ تمہاری عقلوں سے پوشیدہ ہے تم اوسکو سمجھ نہیں سکتے اور اسکی تنوین (یعنی دو زبر جو درحقیقت دو زیر ہیں) تعظیم کے لیے ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ مرتبہ جو تمہاری سمجھ سے باہر ہے بہت بزرگ ہے۔

شیعوں کی تعریف

**چوتھا فائدہ** اس آیت میں اولئکؑ کو دو دفعہ ذکر کرنے اور اوسکی تاکید کے لئے ھم ضمیر فصل لانے سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ہدایت اور نجات اونھیں کے لئے ہے جو ائمہ اہلبیتؑ کی امامت کے معتقد ہیں انکے غیروں کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے جیسے کہ حضرت

ہدایت اور نجات شیعوں ہی کے لئے ہے

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ نے بھی بہت سی حدیثوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ جنمیں سے ایک حدیث ثقلین[۱۵] ہے اور دوسری حدیث سفینہ[۱۶] اور تیسری حدیث[۱۷] باب حطہ جو تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔

**قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝**

(الفاظ کے معانی) اِنَّ تحقیق۔ یقین + اَلَّذِیْنَ جو لوگ۔ وہ لوگ + کَفَرُوْا۔ کفر پر باقی رہے۔ کفر اختیار کیا + سَوَآءٌ۔ برابر + عَلٰی۔ پر + هُمْ۔ اون + ءَ۔ چاہے + اَنْذَرْتَ۔ تم ڈراؤ + اَمْ۔ یا + لَمْ۔ نہ۔ نہیں + تُنْذِرْ۔ ڈراؤ + لَا۔ نہیں۔ نہ + یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لائیں گے + خَتَمَ۔ نشانی لگادی + قُلُوْبٌ۔ دلوں + سَمْعٌ۔ کان + اَبْصَارٌ۔ آنکھیں + غِشَاوَةٌ۔ پردہ + وَ۔ اور + لِ۔ واسطے۔ لیے + عَذَابٌ۔ تکلیف۔ سزا + عَظِیْمٌ۔ بڑا +

(معنی) یہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ (دین اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کے بعد بھی اوس سے دشمنی کی وجہ سے) کفر پر باقی رہے؟ چاہے تم اونکو (عذاب سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ۔ دونوں اون کے حق میں برابر ہیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔ خدا نے (اونکی ہٹ دھرمی کی وجہ سے) اون کے دلوں[عہ] پر (یعنی اون پر) ایسی نشانیاں لگادی ہیں (کہ فرشتے اور اولیاء[عہ] خدا اون نشانیوں سے اونکو پہچان سکتے ہیں) اور اونکے کانوں اور آنکھوں پر تعصب اور

عہ کفر اور اسلام اعتقادی چیز ہے اور اعتقاد قلب کا فعل ہے۔ کامل مومن اور کامل کافر کے فعلِ قلب یعنی اعتقاد کے غلبہ کی وجہ سے مبالغہ کے طور پر لفظ قلب خود شخص پر بولا جاتا ہے۔ جیسے کلام پروردگار نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ (مقدمہ ص۱۵ ملاحظہ ہو) اور ایسا استعمال بہت جاری ہے۔ اسی وجہ دیدبان (یعنی فوج مخالف کی حالتوں کو دیکھنے اور دریافت کرنے والے) کو اور جاسوس کو عربی زبان میں

[۱۵] ملاحظہ ہو بائیسواں مقدمہ ص۱۴۹ سے ۱۷۰ تک ۱۲ منہ
[۱۶] ینابیع المودۃ ص۲۳ و ۲۴ بحوالہ محکمۃ وغیرہ صحاح ۱۲ منہ
[۱۷] ینابیع ص۲۳ و ۲۴ بحوالہ ۱۲ منہ

عداوت کا پردہ پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے (نہ تو نصیحتوں کو سُننا چاہتے ہیں اور نہ خدا کی ذات اور صفات کو بتانے والی نشانیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں) اور خدا نے اون کے لئے بڑی سزا مقرر اور مہیا کر رکھی ہے۔

(شانِ نزول) عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ و آلہ بہت چاہتے تھے کہ کل لوگ ایمان لائیں اور ہدایت قبول کرکے حضرتؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں۔ پس خدا نے حضرت کو خبر دی کہ وہی شخص ایمان لائیگا جس کو پہلے ہی خدا جان چکا ہے کہ سعید (نیک بخت) ہے اور جسکو پہلے ہی جان چکا ہے کہ شقی (بدبخت) ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیگا لہ

(صرف) سواء مصدر ہے باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے اور یہاں پر اسم فاعل یعنی مُستوی کی جگہ پر استعمال کیا گیا ہے اور مُستوِی کا وہی عمل ہے جو یَستوِی فعل مضارع کا ہے اور سواء چونکہ مصدر ہے اسلئے نہ تو اوسکا تثنیہ للعہ

تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۱ صہ ۲۹ ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۶۱) عین (آنکھ) کہتے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر سورہ الحمد صہ ۱۲ میں عین کے معانی ۱۲ و ۱۳ و ۲۶) ۱۲ منہ عسہ حضرت سرورِ عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کے کچھ بندے ہیں جو لوگوں کو نشانیوں سے پہچانتے ہیں (بحار جلد ۷ صہ ۱۵۹ باب انہم المتوسمون وجامع صغیر سیوطی صہ ۹۲ چھاپہ مصر) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی پیشانی پر مومن یا کافر لکھا رہتا ہے جب ائمہ اہلبیت میں سے کسی امام کے پاس جاتا ہے تو وہ پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا کافر لیکن تم لوگ نہیں سمجھ سکتے (بحار جلد ۷ صہ ۱۶۰ باب انہم المتوسمون وتفسیر برہان جلد ۱ صہ ۵۶۳ سورہ حجر) اگرچہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مومن اور کافر کی پیشانی پر پہچان لکھی رہتی ہے لیکن اس آیت میں وہی کافر مقصود ہے جس نے عداوت کی وجہ سے اسلام اختیار نہ کیا کیونکہ ڈرانے پر ایمان نہ لانا اسی کو بتا رہا ہے رہ گیا یہ امر کہ لفظ مومن اور کافر کس خط میں لکھا ہوا ہے تو اس کا بیان حدیثوں کے ذکر میں عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالے ۱۲ منہ

عسہ حضرت کے فکر اور کاوش کی حد اوسی آیت سے معلوم ہوتی ہے جو ترتیب میں سورہ شعراء پ ۱۹ کی دوسری آیت ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی کیا ان کفار کے ایمان لانے پر تم اپنے آپ کو ہلاک کردوگے ۱۲ منہ

للعہ جو لفظ دو فردوں کو بتاتا ہے اوس کو تثنیہ کہتے ہیں اور جو لفظ تین اور اس سے زیادہ کو بتاتا ہے اوس کو جمع کہتے ہیں ۱۲ منہ

بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ اور ہمزہ اس کا "ی" کے بدلے میں ہے۔ اصل اسکی سَوایٔ تھی۔ چونکہ "ی" زبان پر گراں معلوم ہوتی تھی اس لئے اوس کو ہمزہ سے بدل دیا۔

سَمْعٌ مصدر ہے جس کا معنی سننا ہے اور یہاں پر یا تو اوس کو مصدری معنی پر باقی رکھکر اوس سے آلہ سمع یعنی کان مراد لیا ہے یا مصدر فاعل کے معنی میں مستعمل ہے اور سمع سے سامعہ مقصود ہے۔ جیسے غیب بمعنی غائب۔ غِشَاوَۃٌ اس کے غین کو زیر۔ زبر۔ پیش تینوں طرح سے پڑھتے ہیں۔ اور بغیر الف کے بھی تینوں طرح سے غِشْوَۃٌ ہے مگر قرآن میں اوسی طرح پڑھنا چاہیے جس طرح لکھا ہوا ہے (نحو) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے جو مثل فعل کے دو لفظوں کو چاہتا ہے جنمیں سے ایک اوس کا اسم کہلاتا ہے اور دوسرا خبر۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول کَفَرُوْا فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہوکر صلہ۔ موصول اور صلہ ملکر اِنَّ کا اسم سَوَآءٌ مبتدا عَلٰی حرف جار ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی مجرور جار و مجرور ملکر سواء کا متعلق۔ ءَ حرف استفہام جو تسویہ (یعنی برابری ظاہر کرنے) کے لئے استعمال ہوا ہے اَنْذَرْتَ باب افعال سے فعل ماضی "تَ" ضمیر واحد مذکر حاضر کی اوس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی اوس کا مفعول۔ فعل اور فاعل اور مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ اَمْ حرف عطف جو ہمزہ استفہام کے بعد معادلہ یعنی برابری ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ لَمْ حرف جازم فعل مضارع جو مضارع کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے سوا اوس صورت کے جب کہ اوس پر اِنْ حرف شرط داخل ہو جیسے اِنْ لَمْ تَقُمْ (اگر نہ کھڑے ہوگے) تُنْذِرْ باب افعال سے فعل مضارع اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر کی جو اوسمیں پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی مفعول فعل اور فاعل اور مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف معطوف علیہ اور معطوف ملکر اِنَّ کی خبر یا جملہ معترضہ لَا یُؤْمِنُوْنَ اِنَّ کی پہلی خبر یا خبر بعد خبر۔ اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔ خَتَمَ فعل لفظ اللہ اوس کا فاعل عَلٰی حرف جار قلوب مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق ختم کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر اِنَّ کی دوسری یا تیسری خبر۔ وحرف استیناف جو دو مختلف جملوں کے درمیان میں لایا جاتا ہے۔ عَلٰی حرف جار سمع مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق کائنٌ کا ہوکر معطوف الیہ۔ وحرف عطف

---

عہ ایک کلام کے درمیان میں جو دوسرا کلام لاجاتا ہے اوس کو جملہ معترضہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

عَلٰی حرف جار اَبصار مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق کائن کا ہوکر معطوف معطوف الیہ اور معطوف ملکر خبر مقدم۔ غشاوۃ مبتدا مؤخر۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیۂ خبریہ۔ و حرف استیناف ل جو استحقاق کے معنی میں ہے حرف جار۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب کی مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق ثابت کا ہوکر خبر مقدم عذاب موصوف۔ عظیم صفت۔ موصوف اور صفت ملکر مبتدا مؤخر۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

**تنبیہ:** انذرت اور لم تنذر دونوں فعل ہیں جن سے مصدری معنی یعنی انذار اور ترک انذار مراد لیا گیا ہے۔

**(معانی بیان)** عَلٰی سَمْعِھِمْ اور عَلٰی اَبْصَارِھِمْ کو غِشَاوَۃٌ سے پہلے اور لَھُمْ کو عَذَابٌ عَظِیْمٌ سے پہلے ذکر کرنے سے اختصاص کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ یعنی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ کے کفار ہوں یا اون کے بعد کے۔ ان میں سے تعصب اور عداوت کا پردہ انھیں کے کانوں اور آنکھوں پر پڑا ہوا ہے جو تبلیغ اور حق کو سمجھنے اور خدا کی نشانیوں کو دیکھنے اور سننے کے بعد بھی ضد اور ہٹ دھرمی سے کفر پر باقی ہیں اور عذاب عظیم کا استحقاق انھیں کو ہے۔ رہے وہ کفار جو مستضعف ہیں یعنی تبلیغ اون تک نہیں پہونچی ہے اور حق کو نہیں سمجھا ہے نہ تو اونمیں ضد اور ہٹ دھرمی ہے اور نہ تعصب اور عداوت۔ اور نہ عذاب عظیم میں مبتلا کئے جائینگے بلکہ یا تو ان کے ساتھ بھی قیامت میں وہی معاملہ کیا جائیگا جو مستضعف مسلمانوں کے ساتھ کیا جائیگا یعنی جہنم میں داخل ہونیکا حکم دیکر امتحان کیا جائیگا جیسا کہ لفظ آخرۃ کی ظاہری تفسیر میں ذکر کیا گیا یا معمولی عذاب کیا جائیگا نہ عذاب عظیم۔ آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑنے سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح اندھے اور بہرے مجبوری سے نہیں دیکھتے نہیں سنتے۔ اوسی طرح یہ لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے نہیں دیکھتے نہیں سنتے یعنی نتیجہ میں دونوں برابر ہیں

عذاب عظیم کے مستحق صرف وہ ہیں جو مستضعف نہیں

**(ظاھری تفسیر)** جن لوگوں نے خدا کو ماننے اور اون چیزوں پر ایمان لانے سے جن پر مومن ایمان لائے ہیں ضد اور ہٹ دھرمی اور عداوت کی وجہ سے انکار کیا ہے یا کر گئے ہیں اون کے نزدیک تمہارا پند و نصیحت کرنا اور عذاب سے ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ میں نے اونکی پیشانیوں پر جو نشانیاں لگادی ہیں جن کو تم بھی دیکھ رہے ہو اونکو دیکھکر فرشتے اور میرے برگزیدہ بندے انبیاء ہوں یا

اور معیار بر حق سمجھ سکینگے کہ یہ کافر ہیں اور ایمان لانے والوں میں نہیں ہیں۔ لیکن اپنی تبلیغ جاری رکھو تاکہ دنیا میں دیکھنے والوں کی نگاہوں میں ان پر حجت تمام ہوجائے اور قیامت میں زبان بند اور عذر بار دقطع ہوجائے اور انکے کانوں اور آنکھوں پر تعصب اور عداوت کا پردہ پڑا ہوا ہے جسکی وجہ سے میرے احکام اور واجبات اور میری نشانیوں کو نہ تو سننا چاہتے ہیں نہ دیکھنا اور بہت بڑا عذاب انھیں کے لیے مہیا کیا گیا ہے۔

# حدیثین

(بطریق شیعہ) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۱ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ

۵؎ اس حدیث کے راویوں میں دو شخص ایسے ہیں جن میں ایک یعنی بکر بن صالح کو ضعیف اور دوسرے یعنی ابو عمرو زبیری کو مجہول یعنی غیر معلوم الحال لکھا گیا ہے۔ بکر بن صالح میری تحقیق کے مطابق دو ہیں۔ ایک دارمی جن کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب رجال میں اصحاب امام رضا علیہ السلام میں تحریر فرمایا ہے۔ اور دوسرے رازی جن کو ان مرحوم نے کتاب رجال میں مَنْ لَمْ یَرْوِ یعنی ان لوگوں میں ذکر فرمایا ہے جنھوں نے کسی معصوم سے حدیثیں نقل نہیں کی ہیں اور فرمایا ہے کہ ابراہیم بن ہاشم اور احمد بن محمد بن عیسےٰ نے ان سے روایتیں لی ہیں۔ اور فہرست میں بھی یہی مضمون لکھا ہے۔ اور اس حدیث کے راوی بھی یہی ہیں۔ اور دوسرے علماء نے دونوں کو ایک سمجھکر رازی لکھا ہے اور ضعیف کہا ہے۔ ابن غضائری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ضَعِیْفٌ جِدًّا کَثِیْرُ التَّفَرُّدِ بِالْغَرَائِبِ یعنی بہت ضعیف ہیں ایسی عجیب و غریب باتیں بہت نقل کرتے ہیں جنھیں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے۔ **میں کہتا ہوں کہ** بکر بن صالح رازی سے ابراہیم بن ہاشم اور احمد بن محمد بن عیسےٰ جیسے دو جلیل القدر بزرگوں کا حدیث لینا انکی وثاقت کے ثبوت کے لیے کافی ہے رہے دارمی تو اولاً بالفرض اس کے کہ یہ رازی ہی ہوں ابن غضائری رہ کی تضعیف کرنا بے وقعت ہے۔ کیونکہ بہت سے جلیل القدر راویوں کی تضعیف کرنے کی وجہ سے علماء انکی تضعیف پر توجہ نہیں کرتے۔ اور علامہ حلّی اور نجاشی علیہما الرحمہ نے تضعیف کو انھیں سے لیا ہے اس لیے انکی تضعیف بھی معتبر نہیں ہے اور دوسرے ابن غضائری علیہ الرحمہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ غریب باتوں کی روایت کو سبب ضعف سمجھا ہے اور اسی وجہ سے مخدوش ہے کہ اگر وہ غریب باتیں اصول مذہب کے مخالف نہیں ہیں تو انکی روایت سبب ضعف نہیں ہو سکتی۔ اور اگر مخالف ہیں تو زیادہ سے زیادہ روایت لائق قبول نہ رہیگی لیکن خود راوی

علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب خدا میں کفر پانچطرح کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کفر جحود (یعنی حق کو سمجھکر انکار کرنا) اسکی دو قسمیں ۱۔ خدا کی ربوبیت (یعنی رب العالمین ہونے) کو جانکر انکار کرنا ۲۔ (امور دین میں سے) کسی چیز کو حق سمجھکر انکار کرنا تیسرے کفر ترک المامور بہ یعنی خدا کے حکموں کو چھوڑنا۔ چوتھے کفر البرائۃ یعنی اولیاء خدا سے بیزاری رکھنا پانچویں کفر النعم یعنی خدا کی نعمتوں سے انکار یا اونکی ناشکری کرنی۔ کفر الجحود کی پہلی قسم یہ ہے کہ خدا کی ربوبیت سے انکار کرے اور کہے کہ نہ خدا ہے نہ بہشت نہ جہنم اور یہ کلام دہریوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ مَا یُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (یعنی نہیں مارتا ہم لوگوں کو مگر دہر یعنی زمانہ) اور دوسری قسم کے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا یعنی اون کے دلوں میں اوس کا یقین ہے لیکن ظلم (دشمنی) اور غرور کی وجہ سے اوس سے انکار کر رہے ہیں۔ اور فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ یعنی جب اون کے پاس وہ چیز آئی جس کو جانتے تھے تو اوس سے انکار کیا اور تیسری قسم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ یعنی کیا قرآن کے بعض حکم کو مانتے ہو اور بعض کو چھوڑتے ہو اور چوتھی قسم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ یعنی اے باطل پرستو! قیامت کے دن تم میں سے ایک دوسرے سے بیزاری کریگا اور برائت چاہیگا اور پانچویں قسم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ یعنی جو شخص شکر گذاری کرتا ہے اوسکی شکر گذاری اوسی کو فائدہ دیگی اور جو شخص ناشکری کرتا ہے اوس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا غنی ہے اوسکی شکر گذاری کا

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۵) میں اونکی وجہ سے طعن کرنا بے وجہ ہے۔ پس ابراہیم بن ہاشم اور احمد بن محمد بن عیسٰی کا ان سے روایت لینا انکی وثاقت کو بھی ظاہر کریگا اور بکر مذکور بہر صورت معتبر ثابت ہوں گے اور ابو عمرو زبیری کے متعلق ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ شرح اصول کافی میں تحریر فرماتے ہیں کہ محقق راویوں اور ائمہ علیہم السلام کے رازدار لوگوں میں تھے۔ اور یہ مضمون ان کی جلالت قدر کو ثابت کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر شخص امام کا رازدار نہیں ہو سکتا یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن باتوں کو ابن غضائری علیہ الرحمہ غرائب لکھ رہے ہیں در حقیقت وہ غرائب نہیں ہیں بلکہ اسرار ائمہ ہیں ۱۲ منہ

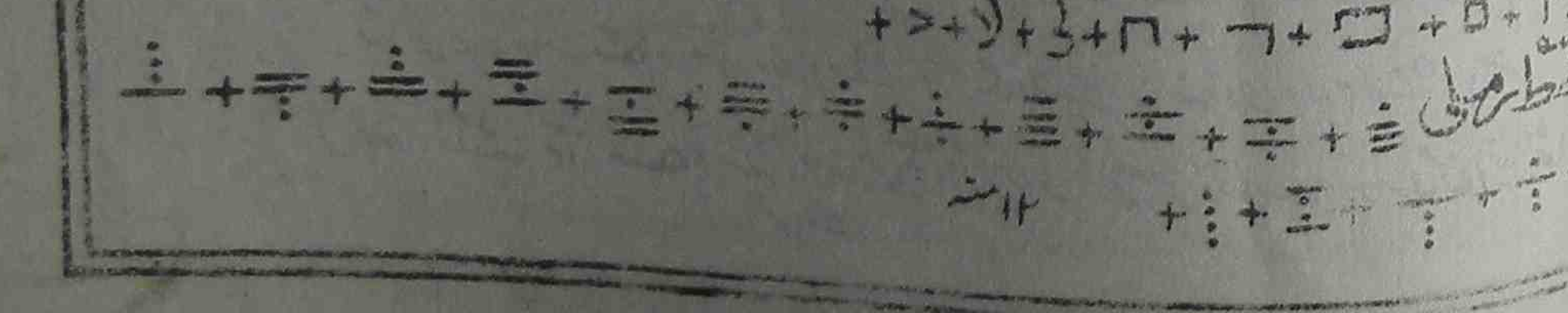
محتاج نہیں ہے اور کریم ہے اس لئے باوجود ناشکری کے بھی رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا

لہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۔ بسند صحیح ابراہیم بن ابی محمود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ ختم سے نشان لگانا مقصود ہے ۔ کفار کے دلوں (یعنی پیشانیوں) پر اون کے کفر کی وجہ سے اون پر عذاب کرنے کے لئے ۲ غالباً مقصود حضرت کا یہ ہے کہ خداوند عالم نے کافروں کے کفر کی وجہ سے اونکی سزا کی غرض سے اونکی پیشانیوں پر نشانیاں لگادی ہیں تاکہ اون نشانیوں کو دیکھتے ہی عذاب کے فرشتے اور خدا کے برگزیدہ بندے سمجھ جائیں کہ وہ کافر ہیں تاکہ فرشتے اونکو چھن لینے میں اور برگزیدہ بندے جہنم سے هٰذَا لَكِ (یہ کافر تیرے لئے ہے) وَهٰذَا لِي (اور یہ مومن میرے لئے) کہتے ہیں اون سے اون کے عقائد پوچھنے یا خداوند عالم الغیب کے بیان کرنے کی طرف محتاج نہ رہیں ۔ ۲ بسند صحیح ابو بکر حضرمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص[عہ] کی پیشانی پر لفظ مومن یا لفظ کافر

عہ مقطعات قرآنیہ اور حروف تہجی کے بیان میں آپ ملاحظہ کر چکے کہ یہ حروف خداوند عالم اور اوس کے خاص بندوں کے درمیان رموز اور اشارے ہیں اور ہر ایک انہیں سے بہت سے معانی کیطرف اشارہ کے لئے قرار دیا گیا ہے ۔ اور خط عبرانی[عسہ] بھی آپ کے پیش نظر ہے جو مختلف قسم کی لکیروں کی صورت میں ہے اور ہاتھوں کی لکیروں سے اس علم کے جاننے والے سب باتیں بتاتے ہیں اور رملی حرفوں[عسہ] کو بھی آپ دیکھ رہے ہیں جو نقطوں اور چھوٹی چھوٹی لکیروں کی صورت میں ہیں اس لئے آپکو یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ ہم نہ تو مومنوں کی پیشانیوں پر لفظ مومن لکھا ہوا پاتے ہیں نہ کافروں کی پیشانیوں پر لفظ کافر لکھا ہوا ۔ کیونکہ جس طرح رملی لکیریں ایک ایک حرف تہجی کو بتاتی ہیں ۔ اوسی طرح ہو سکتا ہے کہ خداوند حکیم نے کافروں کی پیشانیوں پر کسی خاص شکن کو حرف کاف کی طرف اشارہ کیلئے قرار دیا ہو جو لفظ کافر کا مخفف ہے ۔ اور کسی خاص شکن کو مومنوں کی پیشانیوں پر حرف م کی طرف اشارہ کیلئے جو لفظ مومن کا مخفف ہے جسکو ہم لوگ نہیں پہچان سکتے ۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۲ میں معصوم نے ارشاد فرمایا ہے ۱۲ منہ

عسہ خط عبرانی

خط رملی



۱۲ منہ

لہ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۶ بقدر حاجت ۱۲ منہ

۲ برہان صفحہ ۳۶ جلد ۱ ۱۲ منہ

لکھا ہوا ہے اور یہ تم لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور ائمہ آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اون کے پاس جو شخص بھی آتا ہے اوسکو پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا کافر۔ جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (نشانوں سے پہچاننے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں) فَھُمُ الْمُتَوَسِّمُوْنَ پس نشانیوں سے پہچاننے والے ائمہ اہلبیت ہی ہیں [له] اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں سب کو نقل کرنا غیر ضروری اور بسبب طوالت ہے۔

(بطریق اہلسنت) [۱] ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ اس آیتہ میں مقصود پروردگار یہ ہے کہ وہ کفار جنہوں نے تمہارے اوس ذکر سے بھی انکار کیا ہے جو خود اونکے پاس موجود ہے اور تمہارے بارے میں اون سے عہد و پیمان لیا جا چکا ہے جس کو تمہارے سوا، دوسرے انبیاء نے اون تک پہونچایا ہے۔ تو اب تمہارے ڈرانے اور دھمکانے اور پند نصیحت کو وہ کیونکر مانیں گے۔ خواہ تم ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ خدا نے اون کے دلوں پر نشان کر دیا ہے اور اون کے کانوں پر پردہ پڑا ہوا ہے وہ ہرگز ہدایت قبول نہ کرینگے [که] [۲] ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کفار سے سرداران قریش مراد ہیں۔ جنمیں سے ایک (معاویہ کا باپ) ابو سفیان [عه] ہے اور دوسرا (مروان کا باپ اور ابو سفیان کا چچا زاد بھائی) حکم بن ابی العاص [سه] [۳] حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراست (تیز سمجھ) سے ڈرو وہ نور خدا سے دیکھتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ [عه] امام اہلسنت خازن بغدادی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ خداوند عالم لوگوں کی حالتوں کو اپنے اولیاء کے دلوں میں ڈال دیتا ہے پس وہ سمجھ جاتے ہیں اور یہ ایک قسم کی کرامت (معجزہ) ہے۔ اور متوسم سے لغت میں وہ لوگ مراد ہیں جنکی نگاہیں اس قدر صحیح و درست ہیں کہ وہ نشانوں اور صفتوں کو پہچانتے ہیں [ه]

## چند فائدے

(پہلا فائدہ) فقہ کفر کا معنی اضر مدي ؟ یعنی اون چیزوں [عه] سے انکار کرنا اور نہ ماننا ہے

---

له بحار الانوار جلد ۷ باب انہم المتوسمون ص۱۶۰ ۱۲ منہ که تفسیر درمنثور علامہ سیوطی جلد ۱ ص۲۹ ۱۲ منہ عه اسی وجہ سے مرتے دم تک یہ دونوں منافق رہے ۱۲ منہ سه درمنثور جلد ۱ ص۲۹ ۱۲ منہ عه تفسیر خازن بغدادی جلد ۴ ص۵۸ ۱۲ منہ

ه تفسیر خازن جلد ۴ ص۵۹ ۱۲ منہ عه توشۂ آخرت میں مینے ان چیزوں کی پوری تفصیل کردی ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں لکھا ملیگی ۱۲ منہ

جو دینِ اسلام میں اوسکی چاروں دلیلوں یعنی قرآن ـ حدیث ـ اجماع عقل سے ثابت ہیں ـ اور اسکی دو قسمیں ہیں ۱ اصلی ۲ ارتدادی ـ کافر اصلی وہ ہے جس کے ماں باپ دونوں کافر ہوں اور وہ خود بھی کفر پر باقی رہ جائے ـ اور کافر ارتدادی وہ ہے جس کے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں مسلمان ہوں اور وہ خود بالغ ہونے کے بعد کافر ہو جائے ـ یا وہ دونوں کافر ہوں اور یہ خود مسلمان ہو کر کافر ہو جائے ـ پہلا مرتد فطری کہلاتا ہے ـ اور دوسرا مرتد ملی خواہ مرد ہو یا عورت ـ **کل کافروں کا مشترک حکم** یہ ہے کہ وہ نجس ہیں نہ اون کے ہاتھ کی کوئی ایسی چیز جس کو تری کی حالت میں چھوا ہو کھانا پینا جائز ہے نہ ایسے کام میں صرف کرنا جس میں طہارت شرط ہے ـ نہ اون سے نکاح کرنا جائز ہے نہ متعہ ـ نہ مسلمان کے متروکہ سے میراث پا سکتے ہیں ـ نہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں نہ اوس کی حد کی فضا میں مثلاً اگر مسجد کے نزدیک کوئی ایسا درخت ہو جسکی ڈالیاں مسجد کے صحن یا چھت پر جھکی ہوئی ہوں تو اون ڈالیوں پر اتنی دور نہیں جا سکتے کہ مسجد کی حد کے سامنے پڑ جائیں ـ اور جس طرح کافر اصلی اسلام لانے سے پاک اور مسلمانوں میں داخل ہو جاتا ہے اوسی طرح مرتد توبہ کرنے سے **لیکن** مرتد فطری سے توبہ قبول ہونے میں اختلاف ہے قوی یہ ہے کہ قبول ہوگی ـ ان حکموں کی تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ کریں ـ

**(دوسرا فائدہ) کلام** ـ اصول دین کا اعتقاد اور فروع دین پر عمل کرنا جس طرح مسلمانوں پر واجب ہے اوسیطرح کافروں پر بھی اگرچہ بغیر ایمان کے اونکا عمل اونکو فائدہ نہ دے گا ـ **پس** چونکہ اصول اور فروع اون پر بھی واجب ہیں اس لئے جس طرح مسلمانوں کی تعلیم اور تلقین واجب ہے اوسی طرح اونکی بھی ـ قبول کرنے والے اس سے دنیا اور آخرت میں فائدہ اوٹھائیں گے اور قبول نہ کرنے والوں پر حجت تمام ہو جائیگی ـ **یہیں سے** یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ جب حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کافروں کی پیشانیوں کے نشانوں کو پہچانتے تھے ـ جیساکہ قرآن اور حدیث کے مذکورہ بالا مضمون سے ظاہر ہوا تو پھر اونکو تبلیغ کیوں کرتے تھے اور اس قدر کاوش کیوں تھی کہ خدا کو ظاہر کر دینا پڑا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ـ **دفعیہ کا بیان** یہ ہے کہ حضرت کے زمانہ میں کفار دو طرح کے تھے ـ ایک وہ جو ایمان لائے دوسرے وہ جو کفر پر باقی رہے ـ پس حضرت کی تبلیغ ان دونوں کے درمیان میں مشترک تھی ایمان لانے والوں کی ہدایت کے لئے اور کفر پر باقی رہنے والوں پر حجت تمام کرنے کے لئے اور خدا نے حضرت کو تبلیغ سے منع نہیں کیا بلکہ اس بات کو ظاہر کر دیا ہے کہ ان میں سے

ایک خاص جماعت پر تبلیغ کا اثر نہ ہوگا بلکہ اون پر صرف حجت تمام ہوجائیگی۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (نساء پ ۶- آیت ۱۶۳) یعنی تاکہ رسولوں کی تبلیغ کے بعد لوگوں کے لئے کوئی حجت اور عذر خدا پر باقی نہ رہے اور یہ نہ کہیں کہ لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا یعنی ہم لوگوں کے پاس تبلیغ کے لئے کوئی رسول کیوں نہ بھیجا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ تاکہ ہم لوگ ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے (طہ پ۱۶ آیت ۱۳۴) رہ گیا شان نزول جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت بہت چاہتے تھے کہ کل کفار مسلمان ہوجائیں۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ رحمۃ للعالمین کی تا مشفقانہ خواہش اور دلی تمنا محبت کی راہ سے تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عام اہل دنیا کی نجات اور دنیا و آخرت کی بھلائی کے خواہاں تھے اونھیں کے ضمن میں ہٹ دھرموں کے بارے میں بھی چاہتے تھے کہ اگر یہ سب ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑتے اور ایمان لاتے جو انکے قدرت اور اختیار میں ہے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر شان نزول والی حدیث سے یہی سمجھا جائے کہ حضرتؐ نے جان بوجھکر بیکار ارادہ یا بے فائدہ فعل کیا تو میں عرض کرونگا کہ یہ حدیث اہلسنت کی ہے جنھیں سے اکثر فرد انبیاء سے لغو فعل بلکہ گناہ صغیرہ کو بھی جائز جانتے ہیں۔ ہماری حدیث میں جو شان نزول مذکور ہے وہ ساتویں فائدہ میں ذکر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ

(تیسرا فائدہ) معانی بیان۔ جن غرضوں سے مسند الیہ یعنی مبتدا کو اسم موصول سے بیان کرتے ہیں اون میں سے ایک استہجان تصریح باسم ہے۔ یعنی اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی خبر اور حالت آگے بیان ہوگی وہ ایسے ذلیل اور مبغوض اور قابل نفرت ہیں کہ اون کا نام لینا پسند نہیں ہے۔ اور دوسری غرض وجہ بناء خبر ہے یعنی اس بات کو ظاہر کرنا کہ اس مبتدا کی خبر کس قسم کی ہونی چاہیے اس آیہ مبارکہ میں خداوند حکیم و بلیغ نے دونوں باتوں کو ظاہر فرمایا ہے ؛ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ سے پہلی بات کو ظاہر کیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ یہ کفار چونکہ نہایت درجہ خبیث الباطن اور پلید ہیں کہ ڈرانا بھی ان پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے میری نگاہ میں اس قدر ذلیل اور مبغوض اور قابل نفرت ہیں کہ انکا نام لینا مجھے پسند نہیں ہے۔ اور دوسری بات کو خَتَمَ اللّٰهُ الخ سے ظاہر فرمایا ہے اور مقصود یہ ہے کہ ایسوں کا انجام یہی ہے کہ انکی پیشانیوں پر نشانیاں لگادی جائیں تاکہ میرے فرشتوں اور خاص بندوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار بھی رہیں

بدباطن کفار مبغوض اور لائق نفرت ہیں

اوران پر عذاب کرنے میں اتنی بھی دیر نہ ہو جتنے میں ان کے اعتقادات اور اعمال پوچھے جائیں اوران کے لئے عذاب عظیم مہیا کیا گیا ہے۔

(چوتھا فائدہ) کلام۔ اشاعرہ۔ جو اپنی ہی جماعت کو اہلسنت جانتے اور معتزلہ کو جو درحقیقت مثل اونھیں کے سُنی ہیں نصف شیعہ سمجھتے ہیں۔ اون کا عقیدہ یہ ہے کہ کافروں میں کفر اختیار کرنے کا سبب خدا نے خود ہی پیدا کیا ہے وہ یہ کہ اوس نے اون کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگادی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور حق کو قبول کرنے سے روک دیا اور قدرت سے باہر کی چیز کا حکم دینا اوس کے لئے جائز ہے جس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے اور انھیں دونوں آیتوں کو اس عقیدے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں خدا نے اون کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے اور دوسری آیت یعنی ختم اللہ الخ میں ایمان نہ لانے کا سبب بیان کیا ہے کہ وہ مُہر کرنا اور پردہ ڈال دینا ہے لہ یہ عقیدہ اون کا باطل ہے۔ اوران آیتوں کو دلیل قرار دینا غلط۔ عقیدہ اس وجہ سے باطل ہے کہ خود خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اعراف پ ۸ - آیت ۲۷) (انسے کہو کہ یقیناً خدا بُری باتوں کا حکم نہیں دیتا کیا خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہو جسکو نہیں جانتے اور وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (زمر پ ۲۳ آیت ۷) یعنی اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ اور اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (دھر پ ۲۹ آیت ۳) یعنی میں نے انسان کو (اچھی اور بُری) راہ بتادی اب خود اوس کو اختیار ہے چاہے میری فرماں برداری کرے یا مخالفت اور نافرمانی اور فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (شمس پ ۳۰ - آیت ۸-۹-۱۰) یعنی نفسِ انسان کو بدکاری اور پرہیزگاری دونوں بتادی جس نے اوس نفس کو برائیوں سے پاک رکھا اوس کے لئے نجات ہے۔ اور جس نے اوس کو اونہیں پھسایا وہ نجات سے محروم رہیگا۔ اور لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (بقرہ پ ۳ آیت ۲۸۶) یعنی خدا کسی پر اوسکی طاقت اور قدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جو کچھ کار خیر کریگا اوس کا فائدہ اوٹھائیگا اور جو کچھ بُرا کام کرے گا اوس سے نقصان اوٹھائیگا اور خداوند عادل کی منزہ اور پاک ذات کے لئے عقل بھی ایسی بے عقلی کی بات کو پسند اور تجویز نہیں کرتی جس کو انسان جیسے ناقص العقل کی معیوب ذات کے لئے بھی ظلم سمجھے

لہ تفسیر نیشاپوری جلد اول ص ۱۵۳ چھاپہ ایران مسئلہ ثانیہ ۱۱ منہ ع اسکی تفصیل مقدمہ انوار القرآن ص ۲۲۹ مقدمہ چونتیس ۳۴ میں ملاحظہ کریں ۱۲ منہ

[illegible]

اور تجویز اور پسند نہیں کرتے ہیں کہ کافر کو ایمان لانے سے خود ہی روک دے اور عذاب بھی کرے **اور ان آیتوں** کو ثبوت میں لانا اس وجہ سے غلط ہے کہ اوپر کے بیانوں سے آپکو معلوم ہو گیا کہ ختم کا معنی مُہر لگا کر ایمان لانے سے روک دینا نہیں ہے۔ بلکہ اس امر کو پہچاننے کے لئے نشان لگانا مقصود ہے کہ یہ شخص کافر اور بد باطن ہے اور اپنے ارادہ و اختیار سے تعصب اور عداوت کی وجہ سے ایمان لانے سے خود ہی رُکا ہے **اس لئے معتزلہ (اور شیعوں)** کا یہ عقیدہ صحیح اور دلیلیں اونکی مضبوط ہیں کہ خدا کافروں کے کفر اور بدکاروں کے گناہ کرنے پر نہ تو راضی ہے اور نہ اونکو کفر اور فسق و بدکاری پر مجبور کرتا یا حکم دیتا ہے **اگرچہ معتزلہ** نے اہلبیت عصمت و طہارت کا دامن چھوڑ دینے کی وجہ سے اس آیت کی توجیہ میں غلطی کی ہے۔

**امام الاشاعرہ فخر الدین رازی** نے تفسیر کبیر جلد اول کے ص۱۷۵ سے ۱۷۷ تک میں معتزلہ کی دلیلوں کو تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اور اونکے جواب سے عاجز ہو کر اونکی دلیلوں کو صرف اس جملہ پر ٹال دیا ہے کہ یہ تشنیعات ہیں عقلی جواب نہیں ہیں۔ اور اون کے دو دعوے کو جواب کی صورت میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ دونوں کمزور ہیں۔ میں نے طول کے خوف سے چھوڑ دیا جو صاحب ملاحظہ کرنا چاہیں خود تفسیر کو ملاحظہ کریں۔

**(پانچواں فائدہ) امامت** فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جن چیزوں کے متعلق بدیہی طور پر معلوم ہے کہ حضرت سرور عالم لائے اون سے انکار کرنا کفر ہے خواہ اون کل سے انکار کرے یا بعض سے ؀۵ اور بدیہی سے اونکی غرض متواتر ہے جو عذر کو قطع اور یقین حاصل کرا دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد اس کو لفظ "تواتر قاطع عذر" سے تعبیر کیا ہے۔

**اور حدیث غدیر اور حدیث ثقلین** بدیہی اور متواتر چیزوں سے ہیں جن سے انکار کرنا اور اون کو اختیار اور اون پر عمل نہ کرنا بقول فخر الدین رازی اور فخر الاسلام ؀۲ بزدوی کے سبب کفر ہے۔ حدیث غدیر کو ایک سو انتیس ۱۲۹ صحابہ اور دو سو تیس تابعین ؀۵

---

؀۵ ان لوگوں میں دوسری صدی کے ۸ ہیں۔ اور تیسری صدی کے ۲۵۔ اور چوتھی صدی کے ۲۰ اور پانچویں صدی کے ۱۵۔ اور چھٹیں صدی کے ۱۳۔ اور ساتویں صدی کے ۱۲۔ اور آٹھویں صدی کے ۱۵۔ اور نویں صدی کے ۱۰۔ اور دسویں صدی کے ۸۔ اور گیارہویں صدی کے ۱۰۔ اور بارہویں صدی کے ۱۴ (ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری ص۵۵۳ تا ۵۵۶) چھاپہ دوم ۱۳۴۰ھ ہجری ۱۲ منہ

؀۵ تفسیر کبیر جلد ۱ مسئلہ اول کے ص۱۷۲ چھاپہ مصر ۱۲ منہ

؀۵ ملاحظہ ہو حاشیہ مقدمہ انوار القرآن ص۱۵۰ اور حاشیہ تفسیر السقر(؟) ص۴۶ ۱۲ منہ

ثبوت امامت اور دو [illegible] سے انکار کفر ہے

اور رواۃ احادیث نے روایت کی ہے - اور[1] میرزا محمد معتمد خاں نے نزل الابرار میں اور[2]
شمس الدین جزری نے حصن حصین میں - اور[3] ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں - اور[4] ملا علی قاری
نے شرح مرقات میں - اور[5] حافظ نور الدین نے انسان العیون میں - اور[6] عاصمی نے زین الفتی
میں - اور[7] حافظ محمود نے صراط سوی میں - اور[8] حافظ ابو القاسم نے اپنی کتاب میں مناقب ابن
مغازلی سے - اور[9] حافظ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں - اور[10] محدث دہلوی شاہ عبد الحق نے
لمعات میں باختلاف الفاظ لکھا ہے کہ حدیث غدیر کی سند صحیح ہے جسمیں کوئی شبہ نہیں ہے اور
اس سے انکار کرنے والے نعمت علم سے[11] محروم ہیں اور اہلسنت میں یہ حدیث مشہور ہے اور اس پر
ان لوگوں نے اتفاق کیا ہے - اور[1] ملا علی قاری نے شرح مرقات میں - اور[2] جمال الدین نیشاپوری
نے اربعین میں - اور[3] ضیاء الدین نے احادیث مسددہ میں - اور[4] عبد الرؤف مناوی نے
تیسیر میں - اور[5] سیوطی نے فوائد متکاثرہ میں - اور[6] محمد بن اسمعیل صنعانی نے روضہ ندیہ میں - اور[7]
صدر[8] عالم نے معارج العلی میں لکھا ہے کہ حدیث غدیر متواتر ہے[1] اور ملا سلیمان حنفی
بلخی نے ینابیع المودۃ صـ ۲۴ تا ۴۳ میں حدیث غدیر خم کو بہت سی کتابوں سے نقل کیا ہے
جنمیں صحاح ستہ میں سے سوا بخاری اور مسلم کے باقی چار صحاح بھی داخل ہیں -

اور حدیث ثقلین کو بھی بہت سے صحابہ نے روایت کی ہے اور بہت سے محدثوں نے
اپنی کتابوں میں لکھا ہے جن کو ملا سلیمان نے ینابیع المودہ میں صـ ۲۴ سے ۴۳ تک میں اور مولوی
عبید اللہ صاحب نے ارجح المطالب میں صـ ۳۳۵ سے صـ ۳۴۱ تک میں کتابوں کے حوالہ کے ساتھ
نقل کیا ہے - اور اسکی بھی سندیں صحیح ہیں اور اس کے متواتر ہونے کی ابن حجر مکی جیسے
متعصب شخص نے تصریح کی ہے[2] اور اس کے متواتر ہونے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ یہ حدیث
حدیث غدیر خم کا جزو بھی ہے جیسا کہ زید[1] بن ارقم اور حذیفہ[2] اور عامر[3] ابن ابی لیلی اور ابو الطفیل[4]
چار صحابی اور ام[5] ہانی صحابیہ کی روایتوں میں بصراحت مذکور ہے اور حدیث غدیر کا تواتر اوپر
ذکر کیا گیا - اور ان دونوں حدیثوں کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ

---

عہ یہ اٹھارہ شخص جنکے نام ذکر کئے گئے اہلسنت کے جلیل القدر علماء اور پیشوا اور ائمہ مذہب ہیں اختصار کی غرض سے ان کے القاب چھوڑ دیئے گئے ۱۲ منہ [1] ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری صـ ۵۵۱ تا ۵۵۹ مطبوعہ سنہ ۱۳۴۰ ہجری ۱۲ منہ [2] ملاحظہ ہو مقدمہ انوار القرآن صـ ۱۵۰ ۱۲ منہ

علیہ وآلہ کے برحق خلیفہ اور ذریعۂ نجات حضرت کے اہلبیتؑ ہی ہیں اس لیئے ان سے کنارہ کشی کرنے والے بقول امام اہلسنت فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین رازی صاحب کے کافر ثابت ہوتے ہیں۔ اور اِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ حُجَّۃٌ کی صحت کو دنیا کے عقلاء اور شریعت دونوں نے تسلیم کرلیا ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر عقلاء اپنے اوپر ضرر اور نقصان کا اقرار کریں تو یہ اقرار اون کے حق میں مان لیا جائیگا اور صحیح سمجھا جائیگا۔

(چھٹاں فائدہ) فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ معتزلہ نے ان الذین کفروا الخ کو اوس کے عموم پر باقی رکھکر عموم وعید یعنی اس بات کی دلیل قرار دی ہے کہ وہ کفار جو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت کافر تھے اور اوس کے بعد ایمان لائے اور وہ جو بیخبری یا بے توجہی کی وجہ سے کفر پر باقی رہ گئے لیکن اونمیں تعصب اور عداوت نہ تھی اوس عذاب عظیم کے جو اس میں مذکور ہے وہ بھی مستحق ہیں۔ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ اگرچہ الذین صیغہ جمع کا ہے جس پر لام استغراق (یعنی کل فردوں کو گھیرنے والا) داخل ہوا ہے لیکن اس سے خاص وہی کفار مقصود ہیں جو تعصب اور عداوت کی وجہ سے اپنے کفر پر باقی رہ گئے۔

اس لئے معتزلہ کا اس آیت کو عموم وعید کی دلیل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الذین کا لام زائد ہے جس کو صاحب مغنی لکھتے ہیں کہ اصل میں عہد کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور کفروا کے متعلق اقسام کفر کے بیان میں میں لکھ آیا ہوں کہ اس مقام سے کفر سے کفر جحود مقصود ہے اور کفروا جحدوا کے معنی میں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت سے صرف وہی لوگ مراد لیئے گئے ہیں جو علم پروردگار میں جحود اور متعین تھے اور تعصب اور عداوت کی وجہ سے کفر پر باقی رہ گئے تھے۔ پس یہ لفظ عام ہے لیکن صرف انھیں لوگوں سے جن کا کفر کفر جحود تھا۔ اور اس آیت سے مستضعفون اور ایمان لانے والوں کا خروج موضوعی ہے یعنی اون لوگوں کو یہ لفظ شامل ہی نہ تھا تاکہ اونکو نکالنے کے لئے تکلف کرنے کی ضرورت پڑے اور اسی بنا پر معتزلہ کا عموم وعید پر استدلال کرنا ابتدا ہی سے باطل اور غلط ہے۔

(ساتواں فائدہ) علامہ سیوطی نے درمنثور صفحہ ۲۵ جلد ا میں لکھا ہے کہ ان آیتوں میں سے ابتدائی آیتیں ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک مومنوں کی تعریف میں ہیں اور ان الذین کفروا سے عذاب عظیم تک مشرکوں کے متعلق ہیں۔ اور صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے کہ من الناس سے وماھم بمومنین

تک منافقوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ **لیکن** اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کا شان نزول بطریق شیعہ بسند صحیح تفسیر برہان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کل کس شخص نے اپنے برادر مومن کی جان بچانے کے لئے اپنی جان کو سپر قرار دی۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثابت بن قیس بن شماس انصاری کی جان بچانے کے لئے میں نے اپنی جان کو سپر قرار دی۔ پس حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مومن بھائیوں سے اوس قصہ کو بیان کرو اور اون منافقوں کے نام ظاہر[عہ] نہ کرنا جو ہم لوگوں کے ساتھ مکر کرتے ہیں کیونکہ خدا نے تم کو

عہ **(حضرات اہلسنت)** غور کریں۔ کچھ وجہیں ایسی تھیں جن کے خیال سے خدا اور رسولؐ نے کئی موقعوں پر بعض لوگوں کے ناموں کو ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ جن میں سے ایک سبحان ہے جو تیسرے فائدہ میں ذکر کیا گیا۔ **خداوند عالم** نے سورہ فرقان پ۱۹ آیت ۲۹ میں ارشاد فرمایا ہے وَیَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡہِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ عَنِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ وَکَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا یعنی ایک معین ظالم (جس کا نام چھپایا گیا ہے) قیامت کے دن اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائیگا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ سبیل (علی بن ابیطالب) کو بھی اختیار کیا ہوتا۔ وائے ہو مجھ پر کاش میں نے فلاں (جس کا نام چھپایا گیا ہے) شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ اوس نے مجھے بعد اس کے کہ حکم رسولؐ ہو چکا تھا اوس سے بہکا دیا شیطان (وہی فلاں) انسان کو گمراہی اور ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ **اور حضرت سرور عالم** نے جنگ احد سے صحابہ کے فرار کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ نُسَیبہ (عورت جس نے فرار صحابہ کے بعد حضرتؐ کی مدد کی) فلاں اور فلاں سے بہتر ہے (مغازی واقدی ص۱۹۹ ترجمہ اردو و شرح نہج البلاغہ از علامہ ابن ابی الحدید جزء ۱۴ ص۲۰۳ ذکر جنگ احد) اور نماز صبح کے قنوت میں تین آدمیوں پر اس طرح لعنت کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ الۡعَنۡ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا (صحیح بخاری ذکر جنگ احد) علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ان میں سے تیسرے عثمان ہیں۔ محمد بن سعد علوی کہتے ہیں کہ فلاں و فلاں جن سے نسیبہ کو حضرت نے افضل فرمایا تھا حضرت ابوبکر و عمر مراد ہیں (شرح ابن ابی الحدید جزء ۱۴ ص۲۰۳) اور پیشوائے اہلسنت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں اور اون کے امام علامہ سیوطی نے جامع کبیر اور جامع صغیر اور تفسیر درمنثور میں اور

عداوت منافقین بہ امیرالمومنین اور آنحضرت کی نص ان کے ...

اون کے شر سے بچالیا اور اونکو چھوڑ رکھا ہے تاکہ شائد خدا کی یاد دل میں لائیں اور اوس کے خوف سے توبہ کریں۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں فلاں قبیلہ کی طرف سے گذر رہا تھا اور میرے آگے کچھ دور ثابت بن قیس جا رہے تھے۔ ایک بہت گہرے کنویں کے پاس پہونچے اور وہاں پر چند منافق موجود تھے۔ اون سب نے مجھکو نہ دیکھا اور ثابت کو دھکا دیا تاکہ کنویں میں گر جائیں۔ دو دفعہ تو ثابت نے اپنے کو سنبھالا لیکن تیسرے دھکے میں گرنا ہی چاہتے تھے کہ میں پہونچ گیا اور ثابت کے تلف ہو جانے کے خوف سے منافقوں کا پیچھا چھوڑا اور کنویں میں کود پڑا۔ اور ثابت کے پانی تک پہونچنے سے پہلے ہی تہ تک ہو نچکر ابھرا اور ثابت کو اپنے ہاتھوں پر لے لیا حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اون سے پہلے کیسے نہ پہونچتے کیونکہ تم (اپنے کمالات کے وزن سے) بہت بوجھل ہو اور اگر (دوسرے کمالات کا) کوئی بوجھ نہ بھی ہوتا جب بھی علوم اولین و آخرین جو تمہارے پیٹ میں ہیں جن کو خدا نے اپنے نبی کو سپرد کیا ہے کل چیزوں سے زیادہ تمہارے بوجھل ہونے کے لئے یہی کافی تھے **اچھا اب بیان** کرو کہ تمہارا اور ثابت کا کیا حال رہا۔ عرض کیا کہ جب میں نے اونکو اپنے ہاتھوں پر لیا تو معلوم

---

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۵) علی متقی نے کنز العمال میں لکھا ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ابوبکر صاحب سے فرمایا کہ اَلشِّرْکُ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ یعنی شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے (ازالۃ الخفا فارسی مقصد ۲ ص۲۴ بیان احادیث ابوبکر۔ و جامع صغیر حرف شین ص۴۱ چھاپہ مصر۔ و در منثور جلد ۴ ص۵۴ بحوالہ ادب المفرد امام بخاری۔ و کنز العمال جلد ۲ کتاب الاخلاق ص۱۶۹ نمبر حدیث ۳۷۱۶۔ راوی اس روایت کے خود ابوبکر صاحب ہیں) **اور امام اعظم** اہلسنت ابوحنیفہ صاحب لکھتے ہیں کہ اِیْمَانُ اَھْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی اہل آسمان اور اہل زمین کے ایمان میں نہ تو زیادتی ہوتی ہے نہ کمی (شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری ص۷۶ چھاپہ مصر) **میں نہیں کہتا بلکہ** پیشوایانِ اہلسنت کی تحریریں کہتی ہیں کہ حضرت رسولؐ نے جناب ابوبکر کے شرک مخفی کی خبر دی اور ابوحنیفہ صاحب نے اون کے ایمان میں زیادتی ہونے سے انکار کیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ اونکا ایمان عمر بھر شرک آلودہ رہا **اس لئے** منافقوں کے زمرہ میں اون کے داخل نہ ہونے کی یا تو کوئی معقول وجہ جو مذکورۂ بالا دلیلوں سے زیادہ مضبوط ہو تجویز کرنی چاہیئے یا اونکی پیشوائی کے اعتقاد سے دست بردار ہونا چاہیئے ۱۲ منہ

maablib.org

ہوتا تھا جیسے پودینہ کا ایک طاقچہ (گڈی - پولیہ) ہاتھوں پر لئے ہوئے ہوں۔ پھر اوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ تینوں منافق کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوئے ہیں اور اونمیں سے ایک دونوں ساتھیوں سے کہہ رہا ہے کہ ہم لوگ ایک ہی کو گرانا چاہتے تھے اور ایسیں دو ہو گئے۔ پھر بارا باری تین پتھر لائے۔ جنمیں سے ہر ایک پچھلا اپنے اگلے سے زیادہ وزنی تھا ہم پر گرایا اور تیسرا پتھر گرا کر کہا کہ اگر ابو طالب اور قیس کے بیٹے ہزار جان بھی رکھتے ہونگے جب بھی اس سے بچ نہیں سکتے۔ میں نے ثابت کو چھپایا اور پتھروں کو اپنے سر اور پیٹھ پر لے لیا۔ اور خدا نے اونکے صدمے سے مجھے بچایا اور اونکا وزن مجھے محسوس نہ ہوا۔ پتھروں کو گرا کر وہ سب واپس گئے۔ پس خدا کے حکم سے کنوئیں کا کنارہ نیچا اور تہ اونچی ہو کر دونوں برابر ہو گئے اور ہم دونوں نکلکر چلے آئے۔ حضرت **سرور عالم** نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو الحسن خدا نے تمہارے لئے اس قدر فضائل اور ثواب (مراتب) قرار دیئے ہیں جن کو وہی جانتا ہے۔ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ علیؑ کے دوست کہاں ہیں پس نیکو کاروں کی ایک جماعت کھڑی ہوگی۔ اون سے کہا جائیگا کہ جس کو چاہو ہاتھ پکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔ اونمیں جو بہت چھوٹے درجہ کا شخص ہوگا اوسکی شفاعت (سفارش) سے بھی دس لاکھ آدمی نجات پائینگے۔ پکارنے والا پھر پکاریگا کہ علیؑ کے باقیماندہ دوست کہاں ہیں تو اوسط (مجھولے) درجہ کے لوگ کھڑے ہونگے۔ پس حکم ہوگا کہ جو کچھ آرزو رکھتے ہو بارگاہ پروردگار میں عرض کرو وہ عرض کرینگے اور ہر حاجت اونکی پوری کرنے کے بعد ایک لاکھ (نعمتیں) اون پر اضافہ کر دیجائینگی۔ پکارنے والا پھر پکاریگا کہ علیؑ کے باقیماندہ دوست کہاں ہیں تو وہ لوگ کھڑے ہونگے جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔ پھر علیؑ کے دشمن پکارے جائیں گے اور وہ حاضر ہونگے جنکی تعداد بہت زیادہ ہوگی پس اونمیں کے ایک ایک ہزار علیؑ کے دوستوں میں سے ایک ایک شخص کا فدیہ قرار دیئے جائیں گے اور وہ بہشت میں داخل کیئے جائیں گے۔ **پھر** حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کے دوستوں پر خدا کا یہ بہت بڑا فضل و کرم ہے (کیونکہ) اونکا دوست خدا اور رسولؐ کا دوست ہے اور اونکا دشمن خدا اور رسولؐ کا دشمن ہے۔ امت محمدؐ میں وہ بہترین مخلوقات خدا ہیں۔

---

عہ جیسے ناز نہیں پڑھتا تھا۔ اور دوسرے مومنوں پر ظلم نہیں کرتا تھا عہ ڈھیٹھی اور شوخ چشمی اور بد باطنی سے جانکر گناہ کرنے والے اس بشارت سے دھوکا نہ کھائیں کیونکہ اصول اور قواعد بتاتے ہیں کہ ایسے لوگ بغیر سزا کے نجات نہیں پاسکتے ۱۲ منہ

پھر ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ نگاہ کرو پس حضرت نے عبد اللہ بن اُبَی اور سات یہودیوں کی طرف نگاہ کی۔ تو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھ لیا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اَسْمَاعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ اے علیؑ محمدؐ کے بعد بہترین شہداء (گواہ) خدا از مین پر تم ہو اور بروز قیامت مومنوں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق پر گواہی دوگے) اور کلام خدا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اوس نشانی کو فرشتے اور رسولخداؐ اور اونکے بعد بہترین خلق خدا علی بن ابیطالب دیکھکر اون منافقوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اور خدا اور محمد رسول اللہؐ کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان لوگوں کے لئے عذاب عظیم ہے له

اٹھواں فائدہ انذار کا معنی گناہوں پر ملامت کر کے عذاب خدا سے ڈرانا ہے اور بعوض اس کے کہ نعمات بہشت کی بشارتوں کو ذکر فرماتا عذاب سے انذار کو اس وجہ سے ذکر فرمایا کہ بہ نسبت بشارت کے اس کا اثر قوی اور زیادہ ہوتا ہے کیونکہ نقصان کو دفع کرنا نفع حاصل کرنے سے زیادہ ضروری اور لائق توجہ ہے

---

**قوله تعالىٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۘ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۞**

---

**(الفاظ کے معانی)** وَ۔ اور + مِنْ۔ سے بعض + مَنْ۔ وہ شخص + يَقُوْلُ۔ کہتا ہے + اٰمَنَّا۔ ایمان لائے ہم لوگ + بِ۔ پر۔ ساتھ + اللّٰهِ۔ خدا + يَوْمِ۔ دن + اٰخِرِ۔ آخرت۔ قیامت + مَا۔ نہیں + هُمْ۔ وہ سب۔ وہ لوگ + مُؤْمِنِيْنَ۔ ایمان لانے والے۔ ایمان لائے ہوئے + يُخٰدِعُوْنَ۔ دھوکھا دیتے ہیں + الَّذِيْنَ۔ اون لوگوں + اٰمَنُوْا۔ ایمان لاچکے ہیں + يَخْدَعُوْنَ۔ دھوکھا دیتے ہیں۔ اِلَّا۔ مگر + اَنْفُسَ۔ ذات جان آپ + هُمْ۔ اپنی + يَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے ہیں + فِيْ۔ میں + قُلُوْبِ۔ دلوں + مَرَضٌ۔ بیماری + فَ۔ پس + زَادَ۔ بڑھا دیا + لَ۔ واسطے + عَذَابٌ سزا۔ تکلیف + اَلِيْمٌ۔ دردناک سخت + بِ۔ بسبب + مَا۔ اس کے لئے کوئی معنی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مصدریہ ہے اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ جس پر داخل ہوتا ہے اوس کو مصدری معنی میں کر دیتا ہے سیبویہ کے نزدیک یہ حرف ہے اور اخفش کے نزدیک اسم۔ اور اس کے بعد جو جملہ ہوتا ہے اوسکی

له تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۶ آخر ۱۲ منہ

ضمیر اسکی طرف نہیں پھرتی۔ ضمیر کا پھرنا خاص اسم موصول کا حکم ہے۔ کَانُوْا۔ ہیں وہ + یَکْذِبُوْنَ +

(با محاورہ معنی) اور ان لوگوں (کافروں) میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم لوگ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لا چکے ہیں۔ حالانکہ وہ (اور اونکے ساتھی جو اونکے ہم خیال ہیں) مومن نہیں ہیں (یعنی منافق ہیں اور اپنے خیال خام میں) وہ (رسولؐ) خدا اور مومنوں کو دھوکھا دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ اپنی ہی ذات کو دھوکھا دے رہے ہیں اور اسکو سمجھتے نہیں ہیں۔ اون کے دلوں میں (شک اور نفاق) کی بیماری ہے۔ پس خدا نے (اونکو اونکی حالتوں پر چھوڑ دیا ہے اور) اونکی بیماری بڑھ رہی ہے اور خدا اور رسولؐ کو جھوٹلانے کی وجہ سے اون کے لئے بہت زیادہ تکلیف دینے والا عذاب مہیا کیا گیا ہے۔

(صرف) النّاس کی اصل سیبویہ کے نزدیک اُناس ہے جو انُسٌ کی جمع ہے۔ ہمزہ جو اس کا پہلا حرف ہے گرا دیا گیا اور اوس کے بدلے میں الف اور لام لایا گیا۔ پس ناس کو نہ تو بغیر الف اور لام کے استعمال کرتے ہیں اور نہ اناس کو الف اور لام کے ساتھ۔ اور اس بنا پر الناس کے بیچ کا الف زائد ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک الناس کی اصل النوس ہے اور اس کے بیچ کا الف زائد نہیں ہے بلکہ واو کے بدلے میں لایا گیا ہے اور الف اور لام اسمیں تعریف کا ہے۔ اور نوس کے اصل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا مصغر[عہ] نُوَیْسٌ ہے۔ اور تصغیر ہر لفظ کو اوس کے اصل کی طرف پھیر دیتی ہے۔

یَقُوْلُ اَجْوَفْ واوی ہے۔ یعنی واو اس کے تینوں اصلی حرفوں ق۔و۔ل کے جوف یعنی پیٹ (بیچ) میں واقع ہوا ہے۔ اور اصل اسکی یَقْوُلُ تھی واو پر ضمہ یعنی پیش تھا اور اوس کے پہلے حرف صحیح[عہ] کو سکون یعنی جزم۔ اور واو پر ضمہ گران معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ضمہ قاف کو دیدیا۔ اور واو کو جزم ہوگیا یَقُوْلُ ہوگیا۔ اٰمَنَّا مہموز الفاء ہے یعنی اس کے تینوں اصلی

---

عہ اسم دو طرح کا ہوتا ہے ایک مُکَبَّر دوسرا مُصَغَّر۔ مُکَبَّر اوس کو کہتے ہیں جو بڑائی کو بتائے جیسے رَجُلٌ (بڑا مرد)۔ اور مُصَغَّر اوس کو کہتے ہیں جو چھوٹائی کو بتائے۔ جیسے رُجَیْلٌ (چھوٹا مرد) ۱۲ منہ

عہ علم صرف میں و + اور ی + اور ا + کو حرف علت کہتے ہیں اور باقی حرفوں کو حرف صحیح ۱۲ منہ

حرفوں۔ ا۔م۔ن میں سے پہلا حرف ہمزہ ہے۔ باب افعال میں جانے سے ایک ہمزہ پہلے ہمزے سے پہلے بڑھا گیا اَءْمَنَّا ہوگیا۔ ان دونوں ہمزوں میں سے پہلے کو زبر ہے اور دوسرے کو جزم پس اصل آمَنَّا کی اَءْمَنَّا ہوئی۔ علم صرف کے قاعدہ سے دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا آمَنَّا ہوگیا۔ اور مصدر مجرد اس کا اَمْنٌ ہے۔ اَلِیْمٌ فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے مُؤْلِمٌ کے معنی میں یعنی تکلیف دینے والا اور مولم کی جگہ پر الیم کو جو مبالغہ کا وزن ہے اس وجہ سے ذکر فرمایا تاکہ اپنے وزن سے زیادتی کو ظاہر کرے اور اپنے معنی سے فعل متعدی یعنی تکلیف پہونچانے کو

(نحو) من تبعیضیہ حرف جار الناس مجرور دونوں ملکر من یقول کی خبر مقدم۔ من اسم موصول یقول فعل مضارع اپنے فاعل یعنی ضمیر ھو سے جو من کیطرف پھرتی ہے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر اسم موصول کا صلہ۔ موصول اور صلہ ملکر مبتدا موخر۔ آمَنَّا فعل با فاعل ب حرف جر لفظ اللّٰہ مجرور جار مجرور ملکر معطوف علیہ واو حرف عطف ب حرف جر یوم موصوف آخر صفت۔ دونوں ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر معطوف۔ معطوف علیہ اور معطوف ملکر متعلق آمَنَّا کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر یقول کا مفعول۔ واؤ حالیہ۔ ما حرف نفی۔ ھم ضمیر فصل کی مبتداء۔ ب حرف جر (جو معنی کے لحاظ سے زائد ہے کیونکہ کوئی حرف جر جب مبتدا پر داخل ہوتا ہے جیسے مَا مِنْ اَحَدٍ فِی الدَّارِ میں ہے۔ یا خبر پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے اسی آیت بمؤمنین میں ہے۔ یا فاعل پر داخل ہوتا ہے جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا میں ہے تو وہ زائد سمجھا جاتا ہے یعنی اوس کا معنی مراد نہیں لیا جاتا بلکہ فصاحت اور نفاست یا دوسری غرضوں سے لایا جاتا ہے)۔ مومنین مجرور۔ جار اور مجرور ملکر خبر۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ حالیہ۔ یخادعون فعل مضارع ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو اوسمیں پوشیدہ ہے اوس کا فاعل لفظ اللّٰہ معطوف علیہ۔ واؤ حرف عطف الَّذِیْنَ اسم موصول اٰمَنُوْا فعل ماضی ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو اوسمیں پوشیدہ ہے اور اسم موصول کی طرف پھرتی ہے اوس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ۔ اسم موصول اور صلہ ملکر معطوف۔ معطوف علیہ اور معطوف ملکر یخادعون کا مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ۔ واؤ حالیہ۔ ما حرف نفی۔ یخدعون فعل مضارع ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو اوس میں پوشیدہ ہے اوس کا فاعل الّا عہ بمعنی غیر مضاف انفس مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ۔

عہ چونکہ اس آیت میں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے اس لئے الّا حرف استثناء نہیں ہو سکتا ۱۲

مضاف اور مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ ۱۸ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول۔ فعل اپنے
فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ۔ واؤ حرف عطف ما حرف نفی یشعرون فعل مضارع ھم
ضمیر جمع مذکر غائب، کی جو اوسمیں پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ
ہوا۔ فی حرف جر۔ قلوب مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف
الیہ ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر خبر مقدم۔ مرض مبتدا ء موخر۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔
ف حرف تفریع زاد فعل ماضی ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی پہلا مفعول لفظ اللہ فاعل۔ مرضا
دوسرا مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ۔ واو حرف استیناف
ل حرف جار۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مجرور۔ جار اور مجرور ملکر خبر مقدم۔ عذاب موصوف
الیم موصوف کَائِنٌ جو پوشیدہ ہے اوسکی صفت۔ ب حرف جار متعلق کَائِنٌ کا ما حرف مصدریہ
کانوا فعل ماضی۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی اوس کا اسم۔ یکذبون فعل مضارع ھم ضمیر جمع
مذکر غائب کی اوس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر کانوا کی خبر۔ کانوا اپنے
اسم اور خبر سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ما مصدریہ کا صلہ ما اپنے صلہ سے ملکر مجرور۔ جار اور
مجرور ملکر متعلق کائن کا ہو کر الیم کی صفت۔ موصوف اور صفت ملکر عذاب کی صفت۔ موصوف
اور صفت ملکر مبتدا ء موخر۔ مبتداء موخر اپنے خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

**(معانی بیان)** ۱۹ من یقول اس سے پہلے الذین کفروا الخ کی تفسیر میں ذکر کرچکا
ہوں کہ مسند الیہ یعنی فاعل کو اسم موصول سے پہلے ذکر کرنے کی غرضوں
میں سے ایک غرض استہجان تصریح باسم ہے اور دوسری غرض وجہ بناء خبر۔ اس آیت میں
جو خداوند عالم نے من یقول میں مَنْ اسم موصول کو ذکر فرمایا ہے اسمیں بھی وہی دونوں غرضیں
پیش نظر تھیں۔ اسکی تفصیل کو اگلی آیت میں ملاحظہ فرمائیں ۲۰ فزادھم اللہ مرضاً
اس آیت میں مرض بڑھانے کی نسبت جو خدا کی طرف کی گئی ہے اوسکی دو وجہیں اس وقت
ذہن قاصر میں آرہی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر زبان میں کچھ الفاظ اپنے اصلی معانی میں استعمال
کئے جاتے ہیں اور کچھ مجازی (غیر اصلی) ہیں۔ اور یہ استعمال کلام کی خوبیوں سے سمجھا جاتا اور
وسعت لغات کا ذریعہ ہے اسی قسم کے استعمالوں میں سے ایک استعمال یہ ہے کہ کوئی فعل ایسے

عـــہ بُرا سمجھنا اور پسند نہ کرنا ۱۲ منہ

شخص کیطرف نسبت دیا جائے جس کو اوس فعل سے دور کا تعلق ہو۔ جیسے شفی الطبیب المریض
(بیمار کو طبیب نے اچھا کیا) میں دوا بتانے والے کیطرف اچھا کرنے کی نسبت دیگئی ہے۔
حالانکہ مومن کے اعتقاد کے مطابق بیماری دفع کرنے والا درحقیقت خدا ہے۔ اور جاہل کے
اعتقاد کے مطابق دوا طبیب کا کام صرف دوا بتا دینا ہے۔ اور جیسے اغرق زید عمروًا
(عمرو کو زید نے ڈوبا دیا) میں ڈوبانے کی نسبت زید کی طرف اس وجہ سے دی جاتی ہے کہ
وہ عمرو کو ڈوبتا ہوا دیکھتا رہا اور نہ نکالا۔ خواہ اس وجہ سے کہ زید نے سستی اور معصیت
کی یا اس وجہ سے کہ عمرو ظالم تھا اور اوس کا ہلاک ہو جانا ہی اچھا تھا۔ پہلی یعنی معصیت کی
صورت میں یہ کلام زید کی مذمت کے مقام میں ذکر کیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں تعریف
کے مقام میں اسی طرح خالد بن ولید نے جب مالک بن نویرہ صحابی کی نہایت خوبصورت
عورت کو دیکھا اور اوس پر عاشق ہو کر قبضہ کرنے کے لئے مالک کو قتل کرنا چاہا اور ضرار
بن ازور کو قتل کرنے کا حکم دیا تو مالک نے کہا کہ ھذہ التی قتلتنی اسی عورت نے ہم کو قتل کیا۔
حالانکہ اوس عورت کا سبب قتل ہونا پانچویں درجہ میں تھا۔ پہلا درجہ ضرار قاتل کا ہے اور
دوسرا درجہ خالد حکم دینے والے کا۔ تیسرا درجہ اوس کے عشق کا۔ چوتھا درجہ اوس عورت
کے حسن و خوبصورتی کا۔ پانچواں درجہ خود اوس کا۔ کیونکہ صاحب حسن وہی تھی اور خالد نے
اوسی رات کو اوس عورت سے بغیر عدہ گذرے زنا کیا۔ اسی قتل اور زناکاری کی وجہ سے
حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کہا جاتا ہے۔ بہرحال اس آیت میں مرض بڑھادینے
کی نسبت خدا کی طرف دوسری مثال کی قسم سے ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ وہ منافق جو اس
آیت میں مراد لئے گئے ہیں اور اپنی بدذاتی اور باطنی خباثت اور خدا و رسولؐ و دین اسلام
سے عداوت کی وجہ سے گمراہی اور منافقانہ چال کو سختی سے اختیار کئے ہوئے ہیں۔
اور خدا اور رسولؐ اور مومنوں کو اپنے خیال ناقص میں مغالطہ اور دھوکا دینا چاہتے ہیں جسکی
وجہ سے نہایت درجہ مبغوض اور شدید عذاب کے مستحق ہیں اس لئے خدا نے اپنی رحمت اور تفضل

ع۵ ہر چیز کے وجود سے دو چیزوں کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ ایک مقتضی یعنی اوس کے وجود کو چاہنے والا
دوسرے مانع یعنی اوس کو موجود ہونے سے روکنے والا پس جس چیز کا موجود ہونا مناسب ہوتا ہے اوس کے
پیاروں مقتضیوں کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور کل مانعوں کا برطرف ہونا۔ اور جو چیز مطلوب نہیں ہوتی

اون پر سے اوٹھالی اور اونکو اپنی حالتوں پر چھوڑ دیا جسکی وجہ سے مرض نفاق اون کا بڑھتا گیا۔ پس درحقیقت نفاق بڑھنے کا سبب وہ خود ہیں جسکی نسبت خدا کیطرف اس وجہ سے دی گئی ہے کہ اوس نے اونکے ساتھ محبتانہ برتاؤ نہ کیا اور رحمت اور تفضل کا مستحق نہ سمجھا دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر زبان میں اختصار یا مبالغہ کے لحاظ سے مضاف کو گرادیا کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸۲) اوس کے چار مقتضیوں میں سے کسی ایک کو حاصل نہ کرنا یا حاصل نہ ہونا اور موانع کے نہ پائے جانے کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور ایمان اور عمل خیر کے لیے مقتضی چار چیزیں ہیں۔ ۱ عمل کرنے والے کی قدرت ۲ اسباب کا مہیا ہونا جیسے وضو کے لئے پانی کو اور تیمم کے لئے مٹی کو خدا کا پیدا کردینا ۳ مطلوبات پروردگار کیطرف تعلیم و ہدایت جس کو خدا نے انبیا و اوصیا مقرر کرکے پورا کردیا۔ ۴ بندوں کا ارادہ جو اونکا اختیاری امر ہے۔ اور موانع بہت زیادہ اور غیر معین ہیں۔ اس لئے اون کا شمار ممکن نہیں ہے خدائے عادل نے چاروں مقتضیوں میں اپنے کل بندوں مومن اور کافر۔ فرماں بردار اور نافرمان سب کو برابر کا حصہ دار بنایا ہے ورنہ اوس پر ظلم اور جبر قبیح لازم آتا۔ اور موانع کو برطرف کرنے کا مستحق صرف اوسی بندے کو قرار دیا ہے جو ایمان اور عمل خیر کا اختیار کرنا چاہیے۔ اور اسی کو توفیق اور رحمت و تفضل کہتے ہیں یعنی پس اگر مثلاً کوئی شخص ایمان لانا چاہے اور باقی تینوں مقتضی بھی موجود ہوں۔ اور کوئی شیطان جن یا انس اوسکو بہکانا یا اوس کے خیالات کو خراب کرنا چاہے تو خدا پر لطف و رحمت کی راہ سے واجب ہے کہ اوس شیطان کو دفع کرے یا اوس کے اغوا سے اثر نہ لینے میں اوسکی مدد کرے۔ لیکن جو شخص اپنی باطنی خباثت سے ایمان لانا ہی نہیں چاہتا ہو تو اوس کے حق میں موانع یعنی شیاطین کو دفع کرنا ایک بیکار اور عبث فعل ہے۔ اس لیے خدا اوسمیں دخل نہیں دیتا۔ اور اوسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور اوس کا کفر یا نفاق باقی رہ جاتا ہے پس اس کفر اور نفاق کا بقا اگرچہ خود اوس شخص کے ارادۂ ایمان نہ کرنے کا نتیجہ ہے لیکن چونکہ خدا نے فعل عبث سمجھکر اوس رحمت اور تفضل کو اوس سے روک لیا ہے جس کو ارادۂ ایمان کرنے والوں کے ساتھ برتتا ہے۔ اس لئے اوس کے نفاق کو بڑھانے کی نسبت اوسکی طرف مجازاً دیگئی جس طرح ڈوبانے کی نسبت زید کی طرف اوس صورت میں دی جاتی ہے جبکہ ڈوبنے والا اپنے ارادہ سے ڈوبتا ہے اور زید اوسکو مستحق ہلاکت سمجھکر نہیں نکالتا ۱۲ منہ

عہ جیسے کلام پروردگار وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (آیا پروردگار تیرا یعنی حکم یا عذاب اوس کا) اور جیسے کلام اعشی شاعر عرب جاہلیت جس نے اسلام قبول کرنے کے وقت کہا تھا ؎

جیسے اگر کوئی شخص کسی کے عشق میں دیوانوں کی طرح حیران و سرگردان ہو یا دیوانہ ہوجائے تو لوگ عام طور سے کہتے ہیں کہ فلاں نے اس کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ یعنی اوسکی محبت نے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عزیز کی بداخلاقی کی وجہ سے غم و رنج کرکے مرجائے تو کہتے ہیں کہ اس کو فلاں نے مار ڈالا یعنی اوسکی بداخلاقیوں نے اسی طرح اس آیت میں مقصود یہ ہے کہ منافقوں کے نفاق کو خدا نے یعنی اوس عداوت نے بڑھایا جو خدا کی طرف سے منافقوں کے دلوں میں تھی پس اس بنا پر اس آیت کی اصل یوں ہوگی فَزَادَهُمُ الضِّغْنُ عَلَى اللّٰهِ الَّذِي فِي صُدُوْرِهِمْ مَرَضَ نِفَاقِهِمْ (پس زیادہ کردیا اوس عداوت نے جو خدا کی طرف سے منافقوں کے دلوں میں تھی اون کے مرض نفاق کو) اور چونکہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عداوت سے حضرت رسولؐ سے عداوت کرنا مقصود ہے۔ اس لئے اصل اسکی اَلضِّغْنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ہوگی یعنی اوس عداوت نے بڑھایا جو رسول اللہؐ سے رکھتے تھے۔ اور عداوت کی وجہ سے تمرد اور سرکشی کے بڑھتے جانیکی مثالیں دنیا میں بہت زیادہ پائی جارہی ہیں اس کو لکھنے کے بعد میں نے تفسیر برہان کا مطالعہ کیا تو ایک فرمائش حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملی جس میں حضرتؑ نے اس جملہ کی توجیہ فرمائی ہے جو میری اس دوسری توجیہ سے ملتی جلتی ہے جس کو انشاء اللہ تعالےٰ باطنی تفسیر میں لکھوں گا۔

ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص۱۴۳ بیان احادیث مرویۂ ابوبکر۔ وکنز العمال جلد ۲ کتاب الاخلاق ص۱۶۹ نمبر حدیث ۳۷۱۶ ذکر شرک خفی، و تفسیر در منثور جلد ۴ ص۵۴ بحوالہ الادب المفرد امام بخاری ۱۲ منہ

## تفسیر

(ظاہری) اور ان کافروں میں بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا اور قیامت کے دن پر ہم لوگ ایمان لاچکے ہیں۔ اور یہ لوگ اُبَیّ بن کعب اور اوس کے ساتھی ہیں اور اوّل اور دوم اور حکم بن عتیبہ اور اون کے ساتھی منافقؑ جن کا کفر بڑھتا گیا اور آنکھوں پر

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۳) اَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةَ اَرْمَدَا مقصود اوس کا یہ ہے کہ جس طرح آنکھوں کے درد والے کی آنکھیں رات کو بند نہیں ہوتیں کیا اوسی طرح تمہاری آنکھیں بھی بند نہ ہوئیں۔ پس اس مصرعہ میں لفظ لیلۃ سے پہلے اغتماض جو مضاف تھا گرادیا گیا ہے ۱۲ منہ

ع (اہل سنت) اہلسنت کی معتبر کتابوں میں کچھ مضامین وحشتناک پائے جاتے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اونیں غور کریں کہ صحیح ہیں یا غلط۔ اور اون کے غلط ہونے کا ثبوت قوی ہے یا کمزور حضرت ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے صدیق (ابوبکر) شرک تم میں چیونٹی کی چال کی آواز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اے حضرت عمر نے کہا یا حُذَیْفَةُ بِاللّٰهِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ

جلیل القدر صحابی کے متعلق وحشتناک اور [illegible] مطلب [illegible]

تعصب اور عناد کا پردہ پڑ گیا اور خدا نے اپنے خاص بندوں کی آگاہی کے لئے انکی پیشانیوں پر نشانیاں لگا دیں ۔ اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کو آگاہ کر دیا کہ ماھم بمؤمنین یعنی یہ سب دل سے ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ منافق ہیں یعنی دل میں ان کے کفر ہے اور زبان سے اسلام کا دعوےٰ کرتے ہیں ۔ اور اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ جب قدرت پائیں تم کو اور ان لوگوں کو جو تم کو دوست رکھتے ہیں اور جن کو تم دوست رکھتے ہو مار ڈالیں ۔ اور خدا کے حکموں سے سرکشی کریں ۔ یہ سب اپنے دلی خیالوں کے خلاف باتوں کو تم پر ظاہر کر کے تم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۴) یعنی اے حذیفہ (رازدار حضرت رسولؐ) قسم خدا کی میں منافقوں سے ہوں لہ **حضرت عمر** نے حضرت علی علیہ السّلام اور جناب عباس سے کہا کہ تم دونوں مجھکو اور ابوبکر کو جھوٹا ۔ اور بدکار اور بے وفا ۔ اور بے ایمان کہا کرتے تھے ۲ھ **اور آیت تطہیر** یہ بتاتی ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام معصوم تھے کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگا سکتے تھے ۔ **اور امام اہلسنت** بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ جس میں چار صفتیں ہوں وہ خالص منافق ہے ۱؎ جھوٹ بولے ۲؎ وعدہ پورا نہ کرے ۳؎ بے وفائی کرے ۔ ۴؎ فجور اور بدکاری کرے ۳ھ **سعد بن عبادہ** کو عمر صاحب نے کہا منافق ہے ۴ھ اور اُسَید بن حُضَیر نے بھی انکو منافق کہا ۵ھ **عبدالرحمن بن عوف** کو جو عشرہ مبشرہ سے تھے عثمان صاحب نے منافق کہا ۶ھ **اخنس بن شریق** منافق تھا ۷ھ **اجیحہ بن امیہ** منافق تھا ۸ھ **اسید بن حضیر** منافق تھا ۹ھ **عبداللہ بن ابی سلول** کو عمر صاحب نے کہا کہ منافق ہے ۱۰ھ **ابن ابی ملیکہ** کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ یعنی تیس شخصوں کو دیکھا جن کو اپنے منافق ہونے کا دغدغہ تھا (بخاری کتاب الایمان) **ان تفصیلوں** سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اہلسنت کا کلیہ یعنی اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ (صحابہ کل عادل ہیں) غلط اور باطل ہے ۱۲ منہ

ع۵ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ جب جنگ تبوک سے واپس ہوئے تو راہ میں ایک عقبہ (پہاڑ کی چوٹی پر کا خطرناک راستہ) ملا حضرتؐ نے پکروا دیا کہ جب تک آپ گذر نہ جائیں کوئی اوس پر نہ چڑھے حذیفہ حضرتؐ کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور عمارؓ پیچھے سے ہانک رہے تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بارہ آدمی اور بروایتے چودہ آدمی اوس پر چڑھے جو منہ لپیٹے ہوئے تھے ۔ حضرتؐ کو خبر ہوئی ۔ حضرتؐ نے اونکو ڈانٹا ۔ اور بروایتے عمار نے انکی سواریوں کے منہ پر مارا وہ بھاگے حضرتؐ نے پوچھا کہ ان لوگوں کو پہچانا ۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ سب اپنا منہ چھپائے ہوئے تھے فرمایا کہ یہ منافق ہیں ۔ جو مجھکو گرا کر ہلاک کرنے کی غرض سے آئے تھے ۔ حضرتؐ نے حذیفہ کو انکا نام بتایا

حالانکہ اس کا نقصان اونھیں کو پہونچے گا۔ خدا کو اونکی کوئی پروا نہیں ہے اور نہ اونکی مدد کا محتاج ہے۔ اگر خدا اونکو قیامت کے عذاب اور دوسروں کے امتحان کے لئے چھوڑ نہ رکھتا تو نہ وہ فسق و فجور کر سکتے اور نہ تمرد اور سرکشی۔ اور وہ نہیں سمجھتے کہ اس کا نقصان اونھیں کو پہونچے گا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) اور فرمایا کہ کسی سے نہ کہنا۔ یہ سب قیامت تک منافق رہیں گے [1] امام اہلسنت بیہقی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہے [2] **بی بی عائشہ** بیان کرتی ہیں کہ ہیں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے پوچھا کہ اُحد سے بھی زیادہ سخت واقعہ آپکو کبھی پیش آیا ہے۔ فرمایا یقیناً تیری قوم سے بہت سی سختیاں جھیلی ہیں لیکن زیادہ سخت واقعہ جو تیری قوم سے میرے لئے درپیش ہوا وہ واقعہ عقبہ ہے [3] **اب سوال** یہ پیدا ہوتا ہے کہ بی بی عائشہ کے قوم سے واقعہ عقبہ میں کون لوگ تھے **شیعی حدیث** میں مذکور ہے کہ حذیفہ نے اپنے مرض الموت میں صاحبان عقبہ کے نام جو بتائے تھے وہ یہ ہیں۔ ابو بکر[1] صاحب اور عمر[2] صاحب اور طلحہ[3] اور عمرو[4] بن عاص اور سعد[5] بن ابی وقاص اور عبد الرحمن[6] بن عوف یہ چھ آدمی عائشہ کے قوم و قبیلہ کے کعب کی اولاد ہیں۔ اور عثمان[7] صاحب اور معاویہ[8] بن ابو سفیان یہ دونوں بنو امیہ سے ہیں جو خاندانِ خلیفہ اوّل کے حلیف اور ہم سوگند تھے اور ابو عبیدہ[9] جراح قریشی۔ اور ابو موسے[10] اشعری۔ اور مغیرہ[11] بن شعبہ اور اوس[12] بن حدثان۔ اور ابو ہریرہ[13] اور ابو طلحہ انصاری یہ لوگ غیر قریش ہیں [4] **اگر حضرات اہلسنت** اس حدیث کو قبول نہ کریں تو ایسی حدیث سے جسکی سند صحیح اور دلالت درست ہو بحوالہ کتاب معتبر اون کے ناموں کو معین کر دیں۔ ہم شیعے قبول کرینگے **پھر یہ بھی** قابل لحاظ ضرور ہے کہ حاشیہ ۱۸۵ اور ۱۸۶ مذکورہ بالا کے مضامین جو معتبر کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں شیعی حدیث کی تائید کر رہے ہیں یا نہیں۔ [5] خداوند عالم نے حضرت رسولؐ کے ساتھ اچھا یا بُرا برتاؤ کرنے کو کئی آیتوں میں اپنے ساتھ برتاؤ کرنا قرار دیا ہے جیسے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسولؐ کی پیروی کی اوس نے خدا کی پیروی کی۔ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ خدا کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں بھی حضرتؐ کے ساتھ مکر و فریب کرنے کو اپنے ساتھ مکر و فریب کرنا قرار دیا ہے ۱۲ منہ

[1] روضۃ الاحباب ذکر جنگ تبوک جلد ا صفحہ ۳۴۰ و صحیح مسلم باب ذکر منافقین جلد ۲ صفحہ ۶۳۶ و در منثور و تاریخ خمیس و مدارج النبوۃ رکن چہارم باب ۱۲ وقائع سال ۹ بیان جنگ تبوک صفحہ ۴۰۱ و شواہد النبوۃ و تفسیر جلالین ۱۲ منہ [2] روضۃ الاحباب جلد ا ذکر جنگ تبوک ۱۲ منہ [3] بخاری جلد ۲ آخر صفحہ ۱۴۳ چھاپہ مصر کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم و صحیح مسلم باب مالقی النبی من المشرکین و المنافقین جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۴۳ بیان وقائع سال دہم ۱۲ منہ [4] شرح اربعین علامہ مجلسی علیہ الرحمہ شرح حدیث ۲۲ صفحہ ۹۶ ۔ ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) [1] صحیح مسلم کتاب الجہاد باب مایعرف الخ [2] ۱۲ منہ [3] بخاری کتاب خمس باب اثم من عاہد جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ چھاپہ مصر ۱۲ منہ [4] تاریخ طبری بحث سقیفہ ۱۲ منہ [5] بخاری کتاب تفسیر سورہ نور ملا [6] صواعق محرقہ باب ۱ فصل ۳ صفحہ ۹ ۱۲ منہ [7] اصابہ ۱۲ منہ [8] اصابہ ۱۲ منہ [9] شرح ابن ابی الحدید جزء ۹ صفحہ ۲۹۳ ۱۲ منہ [10] بخاری

خدا اون کے نفاق کو جانتا ہے اور اونکے کفر اور جھوٹ سے آگاہ ہے۔ اور اپنے نبیؐ کو اس سے خبر دیکر آیت لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ اون پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کے دلوں میں نفاق ہے۔ کیونکہ نبیؐ اور وصیؑ اور مومنین سے عداوت اور کینہ اور حسد اور غیظ و غضب کی وجہ سے ان کے دل دیگ کی طرح جوش کھا رہے ہیں۔ خدا نے بھی انکو انکی حالتوں پر چھوڑ دیا ہے اور مہلت پا کر ان کا مرضِ نفاق دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور خدا نے جھوٹے دعوائے اسلام کی وجہ سے نہایت دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے جو خاص انھیں کے لئے ہے کیونکہ انکی جگہ جہنم میں سب سے نیچے کے طبقے میں ہے۔ جس کو درک اسفل کہتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (سورہ نسا، پ۵ آیت ۱۴۴) یعنی یہ یقینی بات ہے کہ منافق جہنم میں سب سے نیچے کے طبقے میں رکھے جائیں گے۔

## حدیثین

(بطریق شیعہ) قولہ تعالٰی وَمِنَ النَّاسِ الخ ۱؎ علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ کے سامنے اسلام ظاہر کیا اور جب کفار کے پاس جاتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں اور جب مومنوں کے پاس آتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم لوگ مومن ہیں۔ اور کافروں سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اور مومنوں سے ہم لوگ مسخراپن اور مذاق کرتے ہیں۔ اس کا جواب خدا نے یہ دیا ہے کہ خدا اونکی مسخراپن کی سزا اونکو دیگا۔ اور اونکو مہلت دیگا کہ اپنی سرکشی میں سرگرداں رہیں ۱؎۔ ۲ محمد بن حسن صفار علیہ الرحمہ بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ حکم بن عُیَینہ اونھیں منافقوں میں سے ہے جن کے حق میں خداوند عالم نے ومن الناس من یقول الخ فرمایا ہے۔ حکم بن عُیَینہ چاہے مشرق کی طرف توجہ کرے (یعنی یہودی ہو جائے) یا مغرب کی طرف توجہ کرے (یعنی اسلام اختیار کرے) قسم خدا کی علم کو نہ پائیگا لیکن اہلبیت (رسول اللہؐ) سے جن پر حضرت جبرئیلؑ اُترے ۲؎

۱؎ تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۷ ۱۲ منہ ۲؎ تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۸ ۱۲ منہ

**قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ الخ** ابن بابویہ علیہ الرحمہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن نجات کس چیز میں ہے ارشاد فرمایا کہ نجات اسمیں ہے کہ خدا کو دھوکھا نہ دو تاکہ اوسکی سزا میں مبتلا کئے جاؤ کیونکہ خدا کو جو شخص بھی دھوکھا دیگا وہ اسکی سزا کریگا اور ایمان اوس سے رخصت ہو جائیگا۔ ایسا شخص اگر سمجھے تو اوس کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ خود اپنی ہی ذات کو دھوکھا دے رہا ہے۔ پس پوچھا گیا کہ خدا کو کیونکر دھوکھا دیا جا سکتا ہے تو ارشاد فرمایا کہ اس طرح کہ اوس کے حکم پر عمل کرے لیکن غرض اوسکی دوسرے کو دیکھانا سنانا ہو۔ پس ریا یعنی (عبادتوں میں) دیکھانے سُنانے کے ارادے سے بچتے رہو۔ کیونکہ یہ (بھی) خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ دیکھانے سُنانے کا ارادہ کرنے والے قیامت کے دن چار ناموں سے پکارے جائیں گے ۱؎ اے کافر ۲؎ اے فاجر (بدکار) ۳؎ اے غادر (بے وفائی کرنے والا) ۴؎ اے خاسر (گھاٹا اوٹھانے والا) تیرا عمل (عبادت) برباد ہوا۔ تیرا ثواب مٹ گیا اور آج تیرے لئے (ثواب سے) کوئی حصہ نہیں ہے۔ پس جس کے لئے تونے یہ عمل کیا تھا اوسی سے ثواب مانگ لے لہ

**قولہ تعالیٰ ومن الناس الخ** ۱؎ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ اس آیت (بطور پیشنگوئی) سے قبیلہ اوس اور خزرج کے منافق اور اون کے ہم خیال دوسرے قبیلے والے مقصود ہیں (خواہ وہ قریشی ہوں یا غیر) ۲؎ ۲؎ قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں منافقوں کی حالت بیان کی گئی ہے جن کے دل میں خیانت ہے قسم زیادہ کھاتے ہیں (دین اسلام کا) زبان سے اقرار کرتے ہیں اور دل سے انکار۔ زبان سے اوسکی تصدیق کرتے ہیں اور برخلاف اوس کے عمل کرتے ہیں صبح اونکی ایک حالت (عقیدہ) پر ہوتی ہے۔ اور شام دوسری حالت (عقیدہ) پر کشتی کی طرح ڈگمگاتے رہتے ہیں اور جس طرف ہوا چلتی ہے اوسی طرف بہ جاتے ہیں (یعنی عقیدہ اون کا درست اور پختہ نہیں ہے) ۳؎ ۳؎ محمد بن سیرین ۵؎ کہتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک اس آیت سے بڑھکر کوئی دوسری آیت زیادہ خوفناک

لہ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۸ ۱۲ منہ ۲؎ تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن اسحاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم

۳؎ تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۹ بحوالہ عبد بن حمید ۱۲ منہ

۵؎ محمد بن سیرین ثقہ اور معتبر اور عبادت گذار اور جلیل القدر تھے (تقریب التہذیب) ۱۲ منہ

نہ تھی۔ یعنی جس قدر اس سے ڈرتے تھے دوسری آیتوں سے نہیں ڈرتے تھے ؎۱

قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ الخ ؎۱ اصحابہ میں سے کسی نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے پوچھا کہ قیامت کے دن نجات کا ذریعہ کیا ہے ارشاد فرمایا کہ خدا کو دھوکھا نہ دینا۔ عرض کیا کہ ہم لوگ خدا کو کیونکر دھوکھا دے سکتے ہیں فرمایا اس طرح کہ خدا کے حکم پر عمل کرو اور غیر کو دیکھانے سُنانے کا ارادہ کرو۔ پس ریا یعنی دیکھانے سنانے کا ارادہ کرنے سے ڈرو کیونکہ خدا کے ساتھ شرک کرنا یہ بھی ہے۔ ایسا ارادہ کرنے والے قیامت کے دن بھرے مجمع میں چار نام سے پکارے جائیں گے ؎۱ اے کافر ؎۲ اے فاجر (بدکار) ؎۳ اے خاسر (گھاٹا اوٹھانے والا) ؎۴ اے غادر (بے وفا) تیرا عمل برباد اور ثواب باطل ہوگیا۔ اور آج تیرے لئے (ثواب سے) کوئی حصہ نہیں ہے۔ جس کو دیکھانے سنانے کے لئے عمل کیا تھا اوسی سے ثواب (عمل کا بدلا) مانگ لے ؎۲ علامہ سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کیونکہ مرسلہ ہے یعنی بیان کرنے والے صحابی کا نام مذکور نہیں ہے لیکن دو وجہوں سے یہ حدیث ضعیف نہیں کہی جا سکتی ؎۱ ایک اس وجہ سے کہ اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق کل صحابہ عادل ہیں۔ اس لئے نام معلوم نہ ہونے سے حدیث کے اعتبار میں کوئی خرابی نہیں آسکتی دوسرے ؎۲ اس وجہ سے کہ اسی مضمون کی شیعہ حدیث جو بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اوپر ذکر کی گئی اسکی تائید کرتی ہے۔ ؎۲ ابن وہب (یعنی عبداللہ بن وہب) کہتے ہیں کہ میں نے ابن زید (یعنی محمد بن زید بن مہاجر) سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو جواب دیا کہ منافق خدا اور رسولؐ اور مومنوں کو اس طرح دھوکھا دیتے تھے کہ وہ اس بات کو ثابت کرنا چاہتے تھے کہ (ارکان اسلام) جس کو وہ ظاہر کرتے تھے اوس پر ایمان لا چکے ہیں۔ حالانکہ نہیں جانتے

---

؎۵ کیونکہ ظاہری تفسیر اور حدیث نمبر ۲ بطریق شیعہ اور حدیث نمبر ۱ بطریق سنی سے پتہ ملتا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں خداوند عالم نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو منافقوں کے نام بتا دیئے تھے جنکو حضرت نے حذیفہ کو بتایا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کو اس بات کے سمجھنے کی بڑی فکر تھی کہ منافقوں کی فہرست میں انکا نام ہے یا نہیں اور اسکو حذیفہ سے کئی مرتبہ پوچھا تھا ؎۱ کبھی پوچھا کہ منافق کی پہچان مجھ میں ہے یا نہیں ؎۲ کبھی پوچھا کہ اسماء منافقین کی فہرست میں میرا نام ہے یا نہیں ؎۳ کبھی منافقوں کے نام پوچھے ؎۴ پھر ایسے ایک دوسرے کو منافق کہا کرتا تھا جیسا کہ قبل اس کے حاشیہ ۱۸۵ میں گذرا اور ابن ابی ملیکہ نے تیس صحابیوں میں نفاق کو بیان کیا جیسا کہ حاشیہ ۱۸۵ میں گذرا اور حضرت عمر خود اپنے حق میں کہ گذرے کہ یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین امام ذہبی لکھتے ہیں کہ اسکے راوی صحابی جلیل القدر اور بہت معتبر تھے (میزان الاعتدال حالی زید بن وہب) ۱۲ منہ

؎۱ در منثور جلد ۱ صفحہ ۳۲ ۱۲ منہ
؎۲ در منثور جلد ۱ صفحہ ۳۰ بحوالہ مسند احمد بن منیع ۱۲ منہ
؎۳ معالم التنزیل رکن ہم پارہ ۱ ذکر جنگ تبوک ۱۲ منہ
؎۴ احیاء العلوم غزالی ۱۲ منہ
؎۵ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۴ نمبر حدیث ۱۹۴ ۱۲ منہ
؎۶ استیعاب حالی حذیفہ ۱۲ منہ

تھے کہ وہ اپنے کفر و نفاق سے جس کو چھپائے ہوئے تھے اپنی ہی ذات کو نقصان پہونچا رہے ہیں[۲] ابن جریج اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کو اس غرض سے ظاہر کرتے تھے تاکہ اونکی جان اور مال محفوظ رہے حالانکہ اون کے دلوں میں اس کا غیر یعنی کفر و نفاق تھا[۳] قولہ تعالیٰ فی قلوبھم مرض الخ[۱] ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ مرض سے نفاق مقصود ہے۔ اور ان منافقوں کے لئے دردناک عذاب اس وجہ سے ہے کہ وہ (کلام خدا کو) بدلتے اور اوسمیں تحریف کرتے ہیں[۲]

غدیر کا واقعہ اور منافقوں کا نبیؐ اور وصیؑ کے قتل پر اتفاق

(باطنی تفسیر) ومن الناس من یقول الخ ان لوگوں سے اول اور دوم اور ابن ابی اور ان سب کے ہم خیال منافق مقصود ہیں جن کا کفر باطنی بڑھتا گیا اور پیشانیوں پر نشانیاں لگانے کا سبب ہوا اور اونکی آنکھوں پر تعصب اور عداوت کا پردہ پڑ گیا خاص کر کے غدیر خم کے دن حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور امامت کے اعلان کرنے کے بعد۔ اور اس آیت میں کل وہ لوگ داخل ہیں جو اون کے بعد ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اس خیال فاسد میں اپنے اگلوں کی پیروی کر چکے ہیں اور کرتے رہیں گے اگرچہ نفاق میں اون سے کم ہوں (تفسیر صافی ص ۲۲)

## حدیثین

(الطریق شیعہ)[۱] بسند صحیح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غدیر خم میں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے جب عالم علم لدنی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا اور لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ میں کون ہوں تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ کیا میں تمہاری جانوں پر خود تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا اور تمہارا آقا نہیں ہوں سب نے عرض کیا کہ بے شک زیادہ اختیار رکھتے اور آقا ہیں۔ پس حضرتؐ نے آسمان کی طرف دیکھا اور

[۱] درمنثور جلد ۱ ص ۳۰ بحوالہ ابن جریر ۱۲ منہ [۲] درمنثور جلد ۱ ص ۳۰ بحوالہ ابن ابی حاتم ۱۲ منہ [۳] درمنثور جلد ۱ ص ۳۰ بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم ۱۲ منہ [۴] ملاحظہ ہو ساتواں مقدمہ ص ۲۳ سے اور ستائیسواں مقدمہ دوسری ترتیب ص ۱۸۵ سے ۱۲ منہ

عرض کیا کہ خداوندا جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں اوس پر گواہ رہنا اس کو تین دفعہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ جس کا میں آقا ہوں اور اوس پر زیادہ اختیار رکھتا ہوں یہ (علیؑ) بھی اوس کے آقا ہیں اور اوس پر زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔ خداوندا جو ان سے محبت کرے اوس سے تو بھی محبت کرنا اور جو ان سے دشمنی کرے اوس سے تو بھی دشمنی کرنا اور جو انکی مدد کرے اوسکی تو بھی مدد کرنا۔ اور جو ان کا ساتھ چھوڑے تو بھی اوس کا ساتھ چھوڑنا پھر فرمایا اے ابوبکر کھڑے ہو جاؤ اور علیؑ کو امیر المومنین کہکر اون سے بیعت کرو پس وہ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کہکر بیعت کی۔ پھر فرمایا اے عمر کھڑے ہو جاؤ اور امیر المومنین کہکر بیعت کرو وہ بھی کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کہکر بیعت کی انکے بعد عشرۂ مبشرہ میں سے باقی سات آدمیوں سے بھی اسی طرح بیعت کرائی۔ پھر سرداران مہاجرین و انصار سے اسی طرح بیعت کرائی۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ بَخٍّ بَخٍّ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ یعنی مبارک ہو مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابوطالب کہ آپ آجؑ میرے اور کل مومن اور مومنہ کے آقا ہو گئے (ملا معین کاشفی معارج النبوۃ صفحہ ۲۲۰ میں لکھتے ہیں کہ ازواج حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے بھی مبارکبادیاں دیں ۱۲ مفسر) اس کے بعد سب چلے گئے اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ میں نے عہد و پیمان مضبوط کر لیا پھر ان ظالموں میں سے ایک سرکش جماعت نے آپس میں اتفاق کیا کہ محمد (صلے اللہ علیہ و آلہ) کے انتقال کے بعد خلافت کی گدی علی (علیہ السلام) سے چھین لینگےؑ۔ اور حضرت سرورؐ عالم سے یہ جماعت کہا کرتی تھی کہ آپنے

---

سلہ ارجح المطالب صفحہ ۵۶۲ بحوالہ ابونعیم و ثعلبی و صفحہ ۵۶۸ بحوالہ فقیہ ابن مغازلی و ابراہیم نظری و شہاب الدین احمد و معارج النبوۃ رکن چہارم باب ۱۳ بیان وقائع سال دہم از ہجرت صفحہ ۲۲۰ بھا یہ بمبئی و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵ بحوالہ مسند احمد بن حنبل و صفحہ ۲۶ بحوالہ مشکوۃ شریف و صفحہ ۲۰۷ بحوالہ مودۃ القربیٰ لیکن آخری تینوں میں صرف مولای کا لفظ نہیں ہے باقی کل چیزیں ہیں ۱۲ منہ
عہ لفظ "آج" سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس دن حضرت کو ایسی چیز حاصل ہوئی جو اوس سے پہلے حاصل نہ تھی اور وہ چیز خلافت اور وصایت کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ عہ مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے (ثقیفہ میں) نہایت تیزی اور سرگرمی سے کارروائیاں کیں ۲ اور خود حضرت عمر نے ابن عباسؓ کہا کہ قریش کو برا معلوم ہوا کہ نبوت اور خلافت دونوں تم لوگوں میں جمع ہو اور قریشیوں پر فخر کرو اس لئے خلافت کو علی (علیہ السلام) سے لے لیا اور اچھا کام کیا ۳ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام بیعت کرنے کے لئے بزور و جبر لائے گئے اور اون سے بیعت کرنے کے لئے کہا گیا اور اونھوں نے فرمایا کہ اگر بیعت نہ کروں تو کیا کروگے تو عمر اور اونکے ساتھیوں نے کہا کہ خدا کی قسم تمہیں قتل کرینگے ۱۲ منہ
سلہ ۱۲ منہ سلہ الفاروق ذکر ثقیفہ ۱۲ منہ سلہ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴ و ۵۲۴ و تاریخ طبری ۱۲ منہ
سلہ امامت و سیاست صفحہ ۱۲ ۱۲ منہ

ایسے شخص کو ہم لوگوں کا امام بنایا جو خدا کے اور آپ کے اور ہم لوگوں کے نزدیک کل مخلوقات سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اور اونکو مقرر کرکے ہم لوگوں کے سیاسی امور (ملکی انتظام) میں بہت سے ظالموں اور جابروں کے مقابلہ سے ہم لوگوں کو سبکدوش کردیا۔ پس خداوند عالم نے حضرت سرور عالمؐ کو آگاہ کردیا کہ یہ سب علیؑ کے دشمن ہیں اور اون سے خلافت چھین لینے پر اتفاق کرلیا ہے۔ اور آیت کریمہ ومن الناس من یقول الخ میں اسی مطلب کی طرف باطنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے کہ اے محمدؐ یہ سب تم سے کہتے ہیں کہ "جس خدا کے حکم سے آپ نے علیؑ کو امت کا امام اور سردار اور اونکے امور کا منتظم بنایا ہم لوگ اوس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ سب ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ علیؑ کے ساتھ سرکشی کرنے اور تم کو اور اون کو قتل کردینے پر اتفاق کرلیا ہے[1] قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ الخ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام گذشتہ حدیث شیعہ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو خداوند عالم نے منافقوں کے اتفاق کرنے سے آگاہ کیا کہ علیؑ کے ساتھ بدی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو حضرتؐ نے اون سب کو[2] عتاب کیا (غصہ ہوئے اور ڈانٹا) تو اون سب نے سخت قسمیں کھائیں اور اولؔ نے کہا یا رسول اللہؐ جیسا بھروسہ مجھے اس بیعت پر ہے کسی چیز پر نہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اسی کے ذریعہ سے خداوند عالم مجھے بہشت میں داخل کرے گا اور بہشتیوں میں مجھے سب سے افضل قرار دیگا۔ اور دوم نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بہشت میں داخل ہونے اور جہنم سے بچنے کے لئے مجھے جتنا بھروسہ اس بیعت پر ہے کسی چیز پر نہیں ہے۔ قسم خدا کی اس بیعت کو توڑنے پر مجھے جو کچھ بھی دیا جائے اور زمین سے عرش تک آبدار موتی اور نفیس جواہرات بھی میرے لئے بھر دیئے جائیں جب بھی میں ان چیزوں کو پسند نہ کروں گا اور سوم نے کہا کہ یا رسول اللہؐ

---

[1] تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳ بحوالہ تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ۱۲ منہ [2] حضرت ابوبکر اور عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ حضرت رسولؐ کا کفن اور دفن آپ سے تعلق رکھتا ہے آپ انجام دیں[3] فوراً ابوعبیدہ جراح کے گھر پہونچے اور اونکو ساتھ لیکر[4] (تین میل تک) دوڑتے ہوئے سقیفہ میں گئے[5] اور حضرت ابوبکر کے ہاتھوں پر سب سے پہلے حضرت عمر نے بیعت کی[6] کہا جاتا ہے کہ خلافت اور انتظام امور مسلمین کی اہمیت کی وجہ سے ان لوگوں نے بیعت ابوبکری میں جلدی کی اور حضرت رسولؐ کے کفن و دفن میں بھی شرکت نہ کی لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر کے مرض و دفن کے زمانہ میں سولہ دن اور حضرت عمر کے زخم

[3] مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ، روضۃ الاحباب، وسیلۃ النجاۃ ذکر وفات رسول ۱۲ [4] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ ذکر وفات حضرت رسولؐ ۱۲ منہ [5] سقیفہ مدینہ سے تین میل پر ایک مکان تھا جسمیں عرب باطل مشورہ کے لئے جمع ہوتے تھے۔ غیاث اللغات ۱۲ [6] عمدۃ التحقیق و تاریخ ابوالفداء ذکر بیعت ابوبکر و تاریخ کبیر طبری ذکر بیعت ابوبکر ۱۲ منہ [7] صحیح بخاری کتاب فضائل ابوبکر جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ بچھاپہ مصر ۱۲ منہ

خدا کی قسم اس بیعت کی وجہ سے میرا خوف خوشی سے بدل گیا اور خدا کی خوشنودی کے دروازے کھل گئے جس سے امیدیں وابستہ ہیں۔ اگر کل اہل زمین کے گناہ مجھ پر ہوں تو اس بیعت کی برکت سے وہ بھی محو کر دیئے جائیں گے۔ اور کہا کہ میرے بیان کے خلاف جس نے آپکو خبر دی ہے اوس پر لعنت ہے (اوپر ذکر کیا گیا کہ حضرتؐ کو خود خدا ہی نے خبر دی تھی ۱۲ مفسر)

اسی طرح سرکشان عرب ایک ایک کر کے آئے اور معذرت کی پس **خداوند عالم** نے حضرتؐ کو خبر دی کہ یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ یعنی یُخَادِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَیْمَانِہِمْ بِخِلَافِ مَا فِیْ جَوَانِحِہِمْ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کَذٰلِکَ الخ یعنی اے رسولؐ تم کو اور مومنوں کو جن کے سردار اور ان سے افضل علیؑ ہیں یہ سب اپنی دلی باتوں کے خلاف قسمیں کھا کر دھوکھا دینا چاہتے۔ حالانکہ یہ دھوکھا خود اونھیں کو نقصان پہونچائیگا۔ خدا اون سے اور اونکی مدد سے بے پروا ہے اگر خدا (اپنی خاص مصلحت سے جس میں دوسروں کا امتحان لینا بھی داخل ہے) انکو مہلت دینا نہ چاہتا تو یہ کچھ بھی بنا نہ سکتے اور نہ فسق وفجور اور تمرد وسرکشی کر سکتے۔ اور وہ سمجھتے نہیں ہیں کہ خدا نے اونکو اسی غرض سے چھوڑ رکھا ہے۔ ورنہ یہ اوسکی قدرت سے بھاگ نہیں سکتے۔ اور نہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے کفر ونفاق اور جھوٹ سے اپنے نبیؐ کو خدا ہی نے خبر دی ہے اور آیت کریمہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ میں اونکو حکم دیا ہے کہ ان بیعت توڑنے والوں پر لعنت کیا کریں اور یہ لعنت اون سے جدا نہ ہوگی۔ دنیا میں خدا کے نیکوکار بندے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲) اور دفن اور شورے کے زمانہ میں جو حضرت عمر کی ہدایت سے قرار دیا گیا تھا چھ دن یہ اہمیت کہاں چلی گئی تھی **علامہ ابن ابی الحدید** لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے بیعت کے لئے حضرت علیؑ کو کھینچکر گھر سے باہر نکالا تو معصومہ بے چین ہو کر کہنے لگیں کہ اے ابوبکر کس قدر جلد تم لوگوں نے رسولؐ کے گھر کی لوٹ مچا دی۔ قسم خدا کی میں اپنے مرتے دم تک عمر سے نہ بولونگی ۱؎ اور **علامہ سیوطی** لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ خلافت درست نہیں ہو سکتی جب تک ایسی سختی نہ کیجائے جس میں کچھ بھی بھلائی نہ ہو ۲؎ ظاہری اور باطنی دونوں تفسیروں کے حاشیے دل کو شبہے سے خالی نہیں رہنے دیتے۔ اور دل کی حکومتیں اختیار سے باہر ہیں کیونکہ وہ بادشاہ بدن ہے ۱۲ منہ

---

۱؎ شرح ابن ابی الحدید جزو ۶ صفحہ ۲۹۳ سطر ۱۳ بروایت امام شعبی ذکر ابو الاسود ۱۲ منہ
۲؎ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹ ذکر اخبار عمر ۱۲ منہ

اون پر لعنت کرتے رہیں گے اور آخرت میں خدا اونکو عذاب شدید میں گرفتار کریگا۔
قولہ تعالےٰ فی قلوبھم مرض الخ گذشتہ حدیث شیعہ نمبرا میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے ان سب نے معذرت کی اور حضرتؐ نے اپنی کریم النفسی سے ان کے ظاہری عذروں کو قبول کیا اور باطن کو خدا کے حوالے کیا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ خداوند بزرگ و برتر آپکو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ ان سرکشوں کو نکال دیجئے جن کے متعلق علیؑ کے ساتھ بدی کرنے کی خبر آپکو دی گئی ہے اور علیؑ سے بیعت کو توڑ دیا ہے اور اس وجہ سے اونکی مخالفت پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ایسے عجائبات ظاہر کرتے ہیں جن کے ساتھ خدا نے اونکو عزت دی ہے اور شرف بخشا ہے اور آسمان اور زمین اور اونکی کل مخلوقات کو اونکی اطاعت اور فرماں برداری کرنے کا حکم دیا ہے اور اونکو تمہاری جگہ پر بٹھلایا اور تمہارا جانشین بنایا ہے۔ تاکہ یہ سرکش سمجھ لیں کہ ولی خدا علیؑ اون سے بے پروا ہیں اونکے محتاج نہیں ہیں۔ اور اون سے بدلا لینے سے رُک نہیں سکتے۔ لیکن خدا کے حکم سے جو اونکے بارے میں ہے اور اونکی تدبیر سے جسکو وہی جانتا ہے اور اوسکی حکمتوں (مصلحتوں) سے جس کو وہی برتتا اور محل و موقع سے جاری کرتا ہے۔ پس حضرتؐ نے اون سب کو نکلنے کا حکم دیا۔ اور حضرت علیؑ کو ساتھ لیکر مدینہ کے ایک پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ خداوند عالم نے ان سرکشوں کو حکم دیا ہے کہ تمہاری مدد کریں اور تمہاری اطاعت اور فرماں برداری کرتے رہیں۔ پس اگر ان سب نے ایسا کیا تو بہشت میں جائیں گے اور اوسکی نعمتوں سے ہمیشہ فائدہ اوٹھاتے رہیں گے اور اگر تمہاری مخالفت کرینگے تو جہنم میں ڈالے جائیں گے اور عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ پھر سرکشوں سے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ۔ اگر تم علیؑ کی پیروی کرو گے تو نیک بخت و خوش نصیب ہو گے اور اگر مخالفت کرو گے تو بدبخت و بدنصیب ہو جاؤ گے۔ اور جن لوگوں اور جن چیزوں کو تم عنقریب دیکھو گے اونکی بدولت خدا نے علیؑ کو تم سے بے پروا کر دیا ہے۔ تمہارا محتاج نہیں رکھا ہے۔ پھر حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا اے علیؑ بعزت محمدؐ و آل محمدؐ الطیبین الطاہرین جن میں سے میرے بعد تم باقی اہلبیتؑ کے سردار ہو جو چاہو خدا سے خواہش کرو کہ ان پہاڑوں کو تمہارے لئے بنا دے۔ پس حضرتؑ نے دعا کی اور وہ پہاڑ چاندی کے ہو گئے اور پکار

ؔ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۶ ۱۲ منہ

کہ اے علیؑ اے وصی رسول رب العالمین خدا نے ہم کو آپ کے لئے پیدا کیا ہے۔ آپ اگر اپنے کاموں میں ہم کو خرچ کرنا چاہیں تو جب ہم کو حکم دینگے ہم قبول کرینگے تاکہ ہم سے آپ اپنی حاجتوں کو پوری کریں۔ پھر وہ سونے کے ہو گئے اور پہلی بات کو پھر عرض کیا پھر مشک پھر عنبر۔ پھر عبیر۔ پھر یاقوت اور جواہرات بن گئے اور پکار اوٹھے کہ اے ابوالحسن اے برادر رسول اللہؐ ہم سب کے سب آپ کے حکم کے پیرو ہیں جب آپ چاہیں حکم دیں پھر حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ محمدؐ و آل محمدؐ کا جنہیں محمدؐ کے بعد تم سب کے سردار ہو واسطہ دیکر خدا سے خواہش کرو کہ ان پہاڑوں کے درختوں کو ہتھیار بند مرد۔ اور ان کے پتھروں کو شیر اور تیندوے اور سانپ بنا دے۔ حضرتؑ نے دعا کی پس کل پہاڑ اور ٹیلے اور زمین تلواریں تولے ہوئے مردوں اور شیروں اور تیندؤں اور سانپوں سے بھر گئے۔ ان مردوں میں سے ایک ایک مرد دس ہزار کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ اور ہر ایک انہیں کا پکار اوٹھا کہ اے علیؑ اے وصی رسول اللہ خدا نے ہم لوگوں کو آپ کا فرمانبردار بنایا ہے اور ہم کو حکم دیا ہے کہ جتنے لوگ ہم لوگوں کی قدرت کے اندر ہیں اگر آپ حکم دیں تو ہم لوگ اونکو دنیا سے فنا کر دیں۔ پس جب آپ چاہیں ہم لوگوں کو پکاریں۔ اور حکم دیں۔ ہم لوگ تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں۔ اے علیؑ اے وصی رسول اللہ آپ کا بزرگ مرتبہ جو خدا کے نزدیک ہے اگر آپ چاہیں کہ زمین کے گوشے ایک دنبے کی شکل میں ہو جائیں تو خدا ایسا کر دیگا۔ یا اگر آپ چاہیں کہ آسمان زمین پر اُتر آئے یا زمین آسمان پر چڑھ جائے تو خدا ایسا کر دیگا۔ اگر آپ چاہیں کہ کھاری پانی میٹھا یا پارہ یا شربت یا تیل ہو جائے اور دریا بستہ ہو جائیں یا ساری زمین دریا ہو جائے تو خدا کر دیکھائیگا۔

ان سرکشوں کی سرکشی اور مخالفت سے آپ غمگین نہ ہوں نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہ آخرت (کے عذاب) سے چھٹکارا پانے والے۔ اوسی خدا نے اونکو بھی چھوڑ رکھا ہے جس نے فرعون ذوالاوتاد اور نمرود بن کنعان اور خدائی کا دعوے کرنے والے سرکشوں اور سب سے زیادہ سرکش ابلیس کو چھوڑ رکھا تھا۔

نہ آپ دنیا کے لئے پیدا کیے گئے ہیں نہ وہ سب۔ بلکہ سب کے سب آخرت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ خدا کو اوس شخص کی ضرورت نہیں ہے جو ان سرکشوں کو بزور و جبر راہ پر لگائے۔ خدا نے آپکی شرافتوں اور فضیلتوں کو جو اُن پر ہے اُن پر ظاہر کر دینا چاہا تھا

اگر انکو (بزور و جبر) ہدایت کرنا چاہتا تو کر دیتا۔ حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کل باتوں کو دیکھکر سرکشوں کے دل مرض نفاق میں بتلا ہو گئے اور یہ مرض ان کا بڑھتا گیا جسکی طرف خدا نے فی قلوبھم مرض الخ سے اشارہ کیا ہے لہ

لہ تفسیر برہان جلد ۱ ص ۳۰ و ۳۱ ۱۲ منہ

## چند فائدے

(پہلا فائدہ) بدیع | ان آیتوں میں فن بدیع سے جسمیں کلام کی معنوی اور لفظی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں چار صنعتیں (خوبیاں) ہیں۔ دو معنوی۔ دو لفظی۔ معنوی خوبیوں میں سے **ایک** صنعت طباق سلبی ہے جس کو صنعت تضاد اور مقابلہ بھی کہتے ہیں یعنی ایسے دو لفظوں کو ایک کلام میں ذکر کرنا جنمیں ایجاب (ثابت کرنے) اور سلب (نفی و انکار کرنے) میں آپس میں اختلاف ہو۔ جیسے اٰمنّا (ایمان لائے) ماھم بمومنین (ایمان نہیں لائے) اور جیسے یخادعون (دھوکا دیتے ہیں) ما یخدعون (دھوکا نہیں دیتے) **دوسرے** صنعت ارصاد ہے جسکو صنعت تسہیم بھی کہتے ہیں یعنی شروع کلام میں ایسا لفظ لانا جو بتائے کہ آخر میں بھی ایسا ہی لفظ آنا چاہئے جیسے یخادعون اللہ الخ اور ما یخدعون الا انفسھم یخادعون اللہ بتا رہا ہے کہ اس کے بعد پھر یہی لفظ آنا چاہئے۔ یعنی خدا کو دھوکا دینے والے خود دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں جس کا نقصان انہیں کو پہونچے گا اس لئے کہ خدا دھوکا کھانے والوں میں نہیں ہے۔ اور مکر کا بدلا مکر اور بدی کا بدلا بدی ہے کما تدین تدان (جیسا کروگے ویسا پاؤگے) اور **لفظی** خوبیوں میں سے **ایک** صنعت اشتقاق ہے یعنی ایک کلام میں ایسے دو لفظوں کو لانا جن کے صیغے بدلے ہوئے ہوں اور اصلی حروف ان دونوں کے ایک ہی ہوں جیسے اٰمنّا اور مؤمنین۔ کہ اصلی حروف ان دونوں کے۔ ا۔ م۔ ن۔ ہیں **دوسرے** تجنیس ناقص ہے۔ یعنی ایک کلام میں ایسے دو لفظوں کو لانا جو دونوں ایک ہوں۔ لیکن ایک میں کوئی حرف زیادہ ہو اور دوسرے میں کم جیسے یخادعون جسمیں الف زائد ہے اور یخدعون جس میں الف نہیں ہے۔

فصاحت و بلاغت

(دوسرا فائدہ) منافقوں میں فرق | علامہ سیوطی مجاہد سے روایت کرتے ہیں اونھوں نے بیان کیا کہ سورہ بقرہ کی پہلی چار آیتیں المفلحون تک مومنوں کی تعریف میں ہیں۔ اور اوس کے بعد

منافقوں کی دو قسمیں

کی دو آیتیں عظیم تک کافروں کی مذمت میں اور اوس کے بعد کی تیرہ آیتیں منافقوں کی مذمت میں له لیکن اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ کی باطنی تفسیر میں معصوم یعنی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی حدیث ثابت بن قیس کے واقعہ کے متعلق نقل کر آیا ہوں جو صاف صاف بتا رہی ہے کہ سوا چار آیتوں کے جو مومنوں کی تعریف میں ہیں باقی کل آیتیں منافقوں ہی سے تعلق رکھتی ہیں اور جب کہ معصوم کی فرمائش کے مقابل میں صحابی جیسے غیر معصوم کی حدیث لائق قبول نہیں ہے تو مجاہد جیسے تابعی کی ذاتی رائے کیونکر قبول کیجا سکتی ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ کچھ منافق اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سے مراد لئے گئے ہیں۔ اور کچھ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ سے تو ان دونوں قسموں کے منافقوں میں فرق کیا ہے؟ جو جدا جدا بیان کئے گئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی دونوں آیتیں جو منافقوں کے متعلق ہیں اون سے کل منافق عام طور سے مراد لئے گئے ہیں۔ اور مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ الخ سے اونہیں سے خاص اون فردوں کو مراد لیکر ذکر کیا ہے۔ جو انہی مکار اور شوخ چشم اور صفت نفاق میں ماہر اور دوسرے منافقوں کے استاد اور سردار تھے۔ اور قرآن مقدس کی دوسری آیتوں سے بھی ان دونوں قسموں کا پتہ ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَمِمَّنۡ حَوۡلَکُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ وَمِنۡ اَہۡلِ الۡمَدِیۡنَۃِ مَرَدُوۡا عَلَی النِّفَاقِ (سورہ توبہ پ ۱۱ آیت ۱۰۲) تمہارے اطراف کے عربوں میں کچھ لوگ منافق ہیں۔ اور اہل مدینہ میں کچھ منافق ہیں جو صفت نفاق کے خوگر (ماہر اور مشاق) ہو گئے ہیں۔ اس آیت کے پہلے ٹکڑے سے جن منافقوں کو مراد لیا ہے اون کے حق میں عادت اور مہارت کو ذکر نہیں کیا ہے۔ اور دوسرے ٹکڑے سے جن کو مراد لیا ہے اونہیں اس صفت کو بڑھا دیا ہے۔

(تیسرا فائدہ) **بقاء نفاق** مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا میں اٰمَنَّا جملہ فعلیہ ہے جس کا کسی خاص زمانہ سے تعلق رکھنا ضروری ہے اور ہُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ تینوں زمانوں سے عام ہے اسی وجہ سے استمرار و دوام یعنی ہمیشگی کو بتاتا ہے اور باوجودیکہ اٰمَنَّا (ایمان لائے) کا جواب لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا (ایمان نہیں لائے) جملہ فعلیہ ہو سکتا تھا جسمیں حروف بھی کم ہیں لیکن مختصر اور جملہ فعلیہ کو چھوڑ کر خدائے حکیم و فصیح و بلیغ

له در منثور جلد ۱ ص ۳۲ بحوالہ فریابی و عبد بن حمید وغیرہ ۱۲ منہ

بقاء نفاق

نے جملہ اسمیہ یعنی ماھم بمؤمنین کو جس میں حروف بھی زیادہ ہیں اس واسطے اختیار کیا تاکہ اس امر کو ظاہر کرے کہ جن کہنہ مشق منافقوں کو اوس عالم الغیوب نے اس آیت میں مراد لیا ہے اون کا نفاق اون کے مرتے دم تک باقی رہ جائیگا۔ پس ماھم بمؤمنین کا معنی یہ ہے کہ یہ نہ تو پہلے ایمان لائے ہیں اور نہ اس وقت ایمان رکھتے ہیں۔ اور نہ آیندہ ایمان لائیں گے۔

ابو سفیان اور معاویہ کے ایمان میں اہلسنت کا اختلاف

عہ (اهلسنت) علمار اہلسنت نے ابوسفیان اور اوس کے بیٹے امیر شام کے ایمان پر مرنے میں اختلاف کیا ہے۔ ابوسفیان کے متعلق ایک جماعت کا خیال ہے کہ اسلام اوس کا درست ہو گیا تھا۔ اور دوسری جماعت کا اعتقاد ہے کہ اسلام لانے کے بعد منافقوں کا پشت پناہ اور سردار رہا کیا اور کفر کے زمانہ میں زندیق تھا[۱] (اور چند چیزیں اسکی تائید کرتی ہیں) ۱ خلافت ابوبکر کے بعد جب اس نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ پست قبیلہ کا شخص خلیفہ ہو گیا اگر آپ چاہیں تو ہم مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دے سکتے ہیں۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو اسلام کا ہمیشہ دشمن رہا[۲] ۲ امام اہلسنت ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ محدثوں نے اسکے بارے میں بہت سی بری خبریں ذکر کی ہیں جنمیں سے بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اسلام درست نہ تھا[۳] ۳ جب خلیفہ عثمان کو خلافت ملی ہے تو اس نے کہا کہ تیم (ابوبکر) اور عدی (عمر) کے بعد تم تک یہ پہونچی ہے اس کو گُرہ (گیند) کی طرح گھماؤ اور میخ اوس کا بنو امیہ کو قرار دو۔ کیونکہ یہ ملکیت ہے۔ اور بہشت و دوزخ کوئی چیز نہیں ہے[۴] مسعودی جو فریقین کے نزدیک معتبر اور مقبول ہیں لکھتے ہیں کہ جب عثمان کے ساتھ بیعت کی گئی تو ابوسفیان اون کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہاں کوئی غیر تو نہیں ہے کیونکہ اندھا ہو چکا تھا۔ کہا گیا نہیں۔ تو کہا کہ اے بنو امیہ اس خلافت کو ہاتھوں ہاتھ گُرہ کی طرح پھراؤ اس کا میں تمہارے لئے ہمیشہ امیدوار رہا اور یہ تمہارے بچوں تک بوراثت پہونچیگی[۵] خلیفہ صاحب نے اوس وقت تو مصلحتاً جھڑک دیا لیکن اوس کے مشورہ کو عملاً پورا کیا۔ امام اہلسنت ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ سعید[۶] بن مسیب نے بیان کیا کہ جنگ یرموک میں ابوسفیان پکارہا تھا کہ یا نصرَ اللّٰہِ اِقتَرِب اے مدد خدا نزدیک ہوجا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کا ایمان درست تھا[۷] میں کہتا ہوں کہ یہ پکار درستی ایمان کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ایک اس وجہ سے کہ منافق وہی ہے جو زبان سے خدا کا اقرار کرے اور دل سے انکار۔

اور ۱ و ۲ و ۳ استیعاب جلد ۲ چھاپہ دکن صہ ۶۸۹ و ۶۹۰ حال ابوسفیان ۱۲ منہ ۵ مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ صہ ۱۶۶ چھاپہ مصر حال بیعت عثمان و شرح ابن ابی الحدید جزء ۲ و صہ ۴۸۶ ۱۲ منہ
۶ سعید مذکور حضرت علیؑ کے دشمن تھے (ابن ابی حدید جزء ۴ صہ ۳۸) ۱۲ منہ ۷ استیعاب جلد ۲ صہ ۶۹۰ ) ۱۲ منہ

(چوتھا فائدہ) **منافق کفار سے بدتر ہیں** کہ اس مقام میں مومنوں کے متعلق چار آیتیں دوسرے فائدہ میں مجاہد کا بیان ذکر کیا گیا ہیں اور کافروں کے متعلق دو آیتیں اور منافقوں کے متعلق تیرہ آیتیں۔ پس کافروں کے ذکر میں صرف دو آیتوں پر اکتفا کرنے اور منافقوں کے حق میں تیرہ آیتیں نازل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت کافروں کے خدا کا غیظ و غضب ان پر زیادہ ہے اسی وجہ سے انکی مذمتوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۸) اگر اتنا نہ کرتا تو صاف کافر کہا جاتا نہ منافق۔ دوسرے پکارنا خود ہی نفاق کی دلیل ہے۔ کیونکہ کھرے مسلمان جہاد میں جان توڑ جنگ کرتے ہیں۔ چیخ و پکار اور غل و شور نہیں کرتے یہ چیخ و پکار مسلمانوں کو سنانے کے لئے تھی۔ تیسرے جنگ یرموک کا واقعہ خلافت اولیٰ سنہ ۱۳ ہجری کا اور مجمع عام کا ہے جس میں دیکھانے سنانے کا ارادہ قرین قیاس ہے۔ اور بیعت عثمانی کے بعد کی گفتگو سنہ ۲۳ ہجری کی اور تخلیہ کی ہے جو دلی راز کے اظہار سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ اس لئے معتبر اور قوی ثبوت وہی گفتگو ہوسکتی ہے جو آخر عمر کی اور تخلیہ کی ہو۔ نہ وہ جو برسوں قبل کی اور مجمع عام کی ہو ۱۲ منہ **اور معاویہ** کے متعلق امام اہلسنت علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد مولفۃ القلوب سے تھے۔ پھر ان کا اسلام درست ہوگیا [۱] **اور** صاحب لغت مجمع البحرین لکھتے ہیں کہ مولفۃ القلوب وہ قوم تھی جس نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا تھا لیکن معرفت اور حضرت سرور عالم کی رسالت کا اعتقاد انکے دلوں میں داخل نہ ہوا تھا۔ اور امام اہلسنت ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جو شخص اسلام ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے وہ منافق ہے (نہایہ ذکر نفق) **پس علامہ سیوطی اور ابن اثیر** کے بیان سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ معاویہ ابتداء اسلام میں منافق اور پشت پناہ منافقین کے فرزند **رہ گیا** یہ امر کہ انکا اسلام درست ہوا یا نہیں تو میں چند حدیثیں اور واقعات نقل کردیتا ہوں۔ صاحبان فہم و انصاف اس بارے میں خود ہی فیصلہ کرلیں گے [۱] امام زمانہ حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی جو مشہور ہے [۲] حضرت سرور عالم نے انکو اور انکے طرفداروں کو باغی گروہ فرمایا [۳] **حضرت** سرور عالم نے فرمایا کہ جو شخص ہم لوگوں پر ہتھیار اوٹھائے وہ مسلمان نہیں ہے [۳] [۴] ستر ہزار منبروں پر حضرت علی نفس رسولؐ پر لعنت کرائی [۳] اور حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ جس نے تم کو برا کہا اوس نے مجھے برا کہا [۴] [۵] حضرت علیؑ کے دشمن تھے جو محتاج ثبوت نہیں ہے اور حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم سے دشمنی نہ کرے گا مگر منافق [۵]

[۱] تاریخ الخلفاء شروع ذکر خلافت معاویہ صفحہ ۱۳۰ چھاپہ مجیدی کانپور [۲] بخاری جلد ۴ چھاپہ مصر کتاب الفتن باب قول النبی من حمل علینا السلاح ۱۲ منہ [۳] نصائح کافیہ صفحہ ۷۷ بحوالہ علامہ سیوطی ۱۲ منہ [۴] نصائح کافیہ صفحہ ۶۶ بحوالہ مسند احمد و مستدرک حاکم ۱۲ منہ [۵] استیعاب ابن عبد البر ۱۲ منہ

منافق کفار سے بدتر ہیں

ہیں اوس نے زیادہ اہتمام کیا ہے اور غضب زیادہ ہونا بھی چاہئے کیونکہ ۱؎ ایک تو یہ اپنے باطنی کفر پر باقی رہے ہیں ۲؎ دوسرے جھوٹ بولے کہ ہم لوگ ایمان لائے ہیں ۳؎ تیسرے حضرت رسولؐ اور مومنوں کو اپنے خیال میں دھوکھا دینا چاہا ۴؎ چوتھے حضرت رسولؐ اور مومنوں سے مسخراپن کیا ۵؎ پانچویں اپنے کو مسلمان ظاہر کرکے بہ نسبت کافروں کے دین خدا کو زیادہ نقصان پہونچایا۔ بلکہ جو کچھ نقصان پہونچا انھیں سے پہونچا۔ کافروں سے سوا جان تلف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۹) اور شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ علی مرتضیٰ سے بغض کی وجہ سے لڑنے والا اہلسنت کے نزدیک بالاجماع کافر ہے ۱؎ اور حضرت سرور عالمؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ سے دشمنی کرنے والا منافق ہے ۲؎ ۶؎ معاویہ قنوت میں حضرت علیؑ اور حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام اور ابن عباس و مالک اشتر پر لعنت کیا کرتے تھے ۳؎ اور حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہم اہلبیتؑ کو برا کہے وہ مرتد ہے خدا سے اور مرتد ہے اسلام سے ۴؎ ۷؎ معاویہ دنیا دار تھے اور انکی لڑائیاں حضرت علی علیہ السلام سے دنیا کے لئے تھیں ۵؎ حضرت سرور عالمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ سباب المومن فسق وقتالہ کفر ۶؎ اور حضرت علی علیہ السلام امیرالمومنین تھے۔ ۸؎ معاویہ نے سودی خرید و فروخت کیا جب ابو درداء نے کہا کہ حضرت رسولؐ نے اس سے منع کیا ہے تو جواب دیا کہ میں اس کو جائز جانتا ہوں ۷؎ ۹؎ اہل مصر نے یا رسول اللہ کہکر ان پر سلام کیاؐ اور یہ راضی رہے اور راضی رہنے کا ثبوت یہ ہے کہ اون سب کو نہ ٹوکا نہ منع کیا ۱۰؎ مغیرہ بن شعبہ نے ان سے کہا کہ بنو ہاشم کے ساتھ بھلائی کرو یہ نیکنامی کا باعث ہے تو جواب دیا کہ ابن ابی کبشہ (حضرت رسولؐ) کا نام پانچ وقت ہر روز اشہد ان محمد رسول اللہؐ پکارا جاتا ہے اب اس کے بعد کون سی نیکنامی باقی رہ سکتی ہے ۹؎ ۱۱؎ حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا جس سے آپکی شہادت ہوئی ۱۰؎ ۱۲؎ حضرت امام حسنؑ کے موت کی خبر پاکر خوشحالی کی اور سجدۂ شکر کیا ۱۱؎ ۱۳؎ حضرت سرور عالمؐ نے

۱؎ تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۲ ۱۲منہ ۲؎ کنوز الحقائق امام منادی برحاشیہ جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۹۲ و کنز العمال جلد ۶ در فضائل اہلبیتؑ ۱۲منہ ۳؎ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ ۱۲منہ ۴؎ صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۳ باب التحذیر ۵؎ روضۃ الاحباب باب بیعت علی ۱۲منہ ۶؎ صحیح بخاری کتاب الفتن باب قول النبیؐ لاترجعوا بعدی کفارا ۱۲منہ ۷؎ ازالۃ الخفاء مقصد ۲ کتاب البیوع صفحہ ۱۰ ۱۲منہ ۸؎ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۵ ۱۲منہ ۹؎ کفار بہ نیت توہین حضرتؐ کو ابن ابی کبشہ یعنی دنبہ کہا کرتے تھے ۱۲منہ ۹؎ نصائح کافیہ عن الاموفقیات ۱۲منہ ۱۰؎ استیعاب حال وفات حسنؑ ۱۲منہ ۱۱؎ تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ و محاضرات راغب جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ ذکر نفی شماتت از موت ۱۲منہ

ہونے کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ ان منافقوں نے دین اسلام کے اصول اور فروع اور آداب و اخلاق و قصص وغیرہ مختصر یہ کہ ہر جزو کو نقصان پہونچایا کچھ گھٹایا کچھ بڑھایا کچھ بدلا اور خدا کے اکثر بندوں کو راہ حق سے کوسوں دور ڈال دیا جنکی آنکھوں سے غفلت کا پردہ قیامت کے دن ہٹیگا اور بارگاہ پروردگار میں یوں عرض کرینگے۔ یٰلَیۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰہَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا رَبَّنَاۤ

(بقیہ حاشیہ صـ۲۰۰) ارشاد فرمایا کہ جب ایک امام سے بیعت کرو تو جہاں تک ہو سکے اوس کا ساتھ دو اور اگر کوئی اوس سے لڑے تو اوسکو قتل کر ڈالو سلہ اور فرمایا کہ لوگوں میں ایک امام کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص لوگوں کو اپنی طرف یا کسی غیر کی طرف بُلائے تو اوس پر خدا اور فرشتوں اور کل انسان کی لعنت ہے اوسکو قتل کر ڈالو سلہ چونکہ شیعے اہلبیت عصمت و طہارت کے سوا کسی دوسرے کو خلافت کے لائق ہی نہیں جانتے اور سلسلۂ امامت اون کے مذہب میں مرتّب ہے اور اونکے ائمہ میں کسی نے اگلے امام کے ہوتے ہوئے دعوائے امامت نہیں کیا۔ اس لئے ان حدیثوں کے مضمون سے اون کے ائمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث خود اونکے مذہب میں پائی جا رہی ہے تاکہ وہ اوسکے مضمون کی پابندی پر مجبور ہوں۔ اس واسطے ان حدیثوں کی پابندی اہلسنت ہی کو کرنی چاہئے اور انھیں پر حجت ہیں رہ گئی بیعت ثلثہ سے حضرت علی علیہ السّلام کی مخالفت اور ناراضی اور اپنے استحقاق خلافت کا اظہار تو اصول مذہب شیعہ کے مطابق یہ امر حق اور صحیح تھا اور حضرت پر کسی قسم کا اعتراض نہیں لا سکتا لیکن حضرت علی اور حضرت حسن علیہما السّلام سے بیعت کے بعد معاویہ کا مقابل میں کھڑا ہونا اور جنگ کرنا اور غصب خلافت کرنا اصول مذہب اہلسنت کے مطابق اونکو واجب القتل ثابت کرتا ہے جسکی خود اہلسنت میں سے ایک بڑی جماعت اقرار کرتی ہے۔ خاص کر کے اس لحاظ سے کہ حضرت سرور عالمؐ نے کھول کر بیان فرما دیا کہ خلافت کے بارے میں جو شخص علیؑ سے لڑے اوس کو قتل کردو۔ جو کوئی بھی ہو سلہ پس اس بارے میں اہلسنت نے معاویہ کا پاس و لحاظ کیا اور حضرت رسوؐل کی فرمائش کی مخالفت کی۔ اوس پر اضافہ یہ کیا کہ انکو اور عبد اللہ بن ابی سرح جیسے منافق کو کتابت وحی کا شرف بھی عطا کیا۔

سلہ کنز العمال جلد ۳ صـ۱۹۸ نمبر حدیث ۳۰۴۴ و صـ۲۰۰ نمبر حدیث ۳۰۴۷ ۔ ۱۲ منہ سلہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ نمبر حدیث ۳۰۴۸ ۔ ۱۲ منہ سلہ کنوز الحقائق امام مناوی برحاشیہ جامع صغیر جلد ۲ صـ۱۱۳ ۔ ۱۲ منہ

اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (سورۂ احزاب پ ۲۲ آیت
۶۶-۶۷-۶۸) کاش ہم لوگ خدا اور رسولؐ کی پیروی کئے ہوتے۔ اور کہیں گے خداوندا
ہم لوگوں نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی پیروی کی پس اونھوں نے سبیل (علی علیہ السلام
کی طرف سے ہٹا دیا پروردگارا ان پر دوہرا عذاب کر (ایک گمراہ ہونے کا اور دوسرا ہم
لوگوں کو گمراہ کرنے کا) اور بڑے بڑے لعنتوں سے ان پر لعنت کر ان آیتوں کے
پہلے کی آیتیں یوں ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكَافِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا۔ خَالِدِيْنَ
فِيْهَا اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ
يَا لَيْتَنَا الخ یعنی کافروں پر یقیناً خدا نے لعنت کی ہے اور اونکے لئے جہنم کی آگ
بھڑکا رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ اوس میں کوئی دوست پائیں گے نہ مددگار جس
دن اوس میں اونکے چہرے اُلٹے پلٹے جائیں گے کہینگے۔ پس انکی پہلی آیت میں اگرچہ لفظ
کافر واقع ہوا ہے لیکن اوسکو عام معنی میں استعمال کرکے بطور مجاز کے اوس سے خاص وہی فرد
مراد لیگئی ہیں جنھوں نے ایسے لوگونکی پیروی کی جنھوں نے اونکے ہاتھوں سے سبیلؑ عہ یعنی حضرت

---

(بقیہ حاشیہ ۲۰۱) میری کتابوں سے ثابت ہے کہ کاتبِ وحیِ خدا حضرت علی علیہ السلام کے سوا کوئی
دوسرا نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا عہ خدا کا مقدس اور پاک کلام ایک معصوم حضرت رسولؐ پر نازل ہوا اور
دوسرے معصوم حضرت علیؑ اوس کے کاتب تھے ایسے جلیل عہدہ کی قابلیت غیر معصوم میں نہیں ہوسکتی لیکن
حضرات اہلسنت نے اس بزرگ عہدہ کی شرافت اور خدمت کا اہل منافقوں کو سمجھا ہے جن کے متعلق
خود ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی سرح کہا کرتا تھا کہ محمدؐ کو میں جدھر چاہتا تھا پھیر دیا کرتا تھا
وہ بتاتے تھے عزیز حکیم تو میں کہتا تھا یا علیم حکیم لکھوں تو وہ کہتے تھے کہ سب ٹھیک ہے لہ یہ بہت
بڑا عیب ہے جسکی تہمت حضرت رسولؐ پر اور بہت بڑا دھبہ ہے جو قرآن مقدس پر ڈالا جارہا ہے جس کو اسلامی
غیرت ہرگز قبول نہیں کرسکتی ۱۲ منہ

---

لہ ابوالفداء ووفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۵۰ حال ابوالعیفاء واستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ ۔ ۱۲ منہ
عہ ملاحظہ ہو تتمیم متعلق مقدمہ ۷ صفحہ ۱۹۰ میں حدیث نمبر ۱ اور صفحہ ۱۹۲ میں حدیث نمبر ۵ ۔ ۱۲ منہ

---

عہ تفسیر سورۂ الحمد صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۷ میں احادیث شیعہ وسنی سے ثابت کرچکا ہوں کہ کتاب خدا کی اکثر آیتوں
میں لفظ سبیل اور صراط اور طریق کیے اہلبیت حضرت سرور عالم مقصود ہیں جنمیں سے پہلے حضرت علی علیہ السلام
ہیں اور بارہویں حضرت آخر الزمان علیہ السلام ۱۲ منہ

امیرالمومنین علیہ السلام کا دامن چھوڑا یا اسی وجہ سے خداوند عادل نے بہ نسبت کافروں کے جہنم میں انکی جگہیں بھی نیچے قرار دی ہیں۔ ارشاد فرماتا ہے:- اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یقیناً منافق جہنم میں سب سے نیچے والے طبقہ میں رکھے جائیں گے وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اور اون کے لئے کوئی مددگار ہرگز نہ پاؤ گے (سورہ نساء پ ۵ - آیت ۱۴۵)

**تنبیہ**۔ امام اہلسنت ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ حنظلہ منافق ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ جب حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس رہتا ہے تو خلوص ظاہر کرتا اور دنیا کو چھوڑے رہتا ہے۔ اور جب حضرت سے جُدا رہتا ہے تو زہد کو چھوڑ کر دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے [۱]

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حنظلہ بن ربیع بن صیفی جو مذہب اہلسنت میں جلیل القدر صحابی تھے منافق تھے۔ دوسرے یہ کہ اصول دین کے علاوہ بھی کسی دینی بات کو دیکھانے سُنانے کی غرض سے ظاہر کرنا جو دل سے نہ ہو نفاق میں داخل ہے۔ حنظلۂ مذکور کے نفاق کا سبب صرف یہی نہ تھا کہ دنیا کو صرف دیکھانے کے لئے چھوڑا کرتے تھے بلکہ ایمان کے لحاظ سے بھی منافق تھے کیونکہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں اور دشمنوں میں یہ بھی تھے [۲] اور حضرت سرور عالم کی حدیث اوپر بیان کی گئی کہ حضرت کا دشمن نہ ہوگا مگر منافق (حاشیہ صہ ۲۰۰ سورۃ البقرہ) حضرات اہلسنت نے کتابت وحی کا شرف انکو بھی عطا کیا ہے۔ چنانچہ ان کے امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ حنظلۃ الکاتب کے نام سے مشہور تھے [۳] پس حضرات اہلسنت کے اس پورے بیان سے وحی خدا جیسی جلیل القدر چیز کے کاتب منافق ہی ٹھہرتے ہیں۔ حضرات اہلسنت غور فرمائیں۔ کیا وحی خدا کی وقعت یہی تھی کہ کاتب اوسکے منافق ہی تجویز کئے جاتے اور خداوند حکیم بھی اسی پر راضی رہتا اور اپنے برگزیدہ رسول کو منع نہ کرتا۔ اور کیا حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدا پرستی اور فہم و فراست اس کو گوارا اور تجویز کر سکتی تھی کہ وحی خدا کا کاتب عبداللہ بن ابی سرح جیسے منافقوں

[۱] نہایہ ذکر لغت نفق جلد ۴ صہ ۱۲۶ - ۱۲ منہ [۲] شرح ابن ابی الحدید جزء ۴ صہ ۲۷ چھاپہ ایران ۱۲ منہ [۳] تقریب التہذیب ذکر حنظلہ بن ربیع بن صیفی ۱۲ منہ

کو قرار دیتے۔ جو وحیِ خدا میں تغیر و تبدل کیا کرتا اور حضرت بھی اوس کو ٹھیک اور درست
فرمایا کرتے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

**(پانچواں فائدہ) ارکان ایمانی** آقا محمد حسین اصفہانی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اٰمنا باللّٰہ و بالیوم الاٰخر میں صرف خدا اور روزِ قیامت پر ایمان لانے کو ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارکان ایمان میں سب سے زیادہ ضروری یہی دو چیزیں ہیں جن کا حاصل مبدأ (خالق عالم یعنی خدا) اور معاد (آخرت) پر ایمان لانا ہے۔

ارکان ایمان

میں عرض کرتا ہوں کہ وحدانیتِ خدا اور رسالتِ حضرت سرورِ عالم اور قیامت پر ایمان لانا۔ ان تین کا رکن اسلام۔ اور ان کے ساتھ عدالتِ خدا اور امامتِ ائمہ دوازدہ معصومین کا رکن ایمان ہونا اس طرح روشن اور بدیہی ہے کہ اس کو مومنوں کے بچے تک جانتے ہیں اور ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔ عدالت اور امامت کا منکر سنی کہلاتا ہے۔ اور وحدانیت و رسالت و قیامت میں سے سب کا یا کسی ایک کا منکر کافر
پس اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام کے لئے تینوں ارکان اور ایمان کے لئے پانچوں ضروری ہونے میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں انکی ضرورت میں کمی اور زیادتی نہیں ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس آیت میں صرف دو کو ذکر کرنے کا سبب یا تو یہ ہو کہ یہ آیت شروع زمانہ اسلام سے تعلق رکھتی ہو جب کہ صرف خدا پر ایمان لانے کا حکم تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ یعنی جو شخص صرف لا الہ الا اللّٰہ کہیگا بہشت اوس پر واجب ہوگی۔ اور قیامت پر ایمان لانے کا حکم بطور فرع اور نتیجہ ایمان کے تھا تاکہ بہشت اور دوزخ کو یہ پہچان لیں جو ایمان اور کفر کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں۔ یا یہ کہ صرف اوسی قدر نقل کیا ہو جتنا منافقوں نے کہا تھا اور مقصود یہ ہو کہ یہ تمہاری رسالت کا نہ تو اعتقاد رکھتے ہیں نہ اقرار۔ لیکن یہ جو ظاہر کر رہے ہیں کہ خدا اور قیامت پر ایمان لاچکے ہیں یہ بھی جھوٹ ہے اس پر بھی ایمان نہیں لائے ہیں۔ اور میں یومنون بالغیب کی تفسیر میں لکھ آیا ہوں کہ ایمان کا معنی دل سے اعتقاد کرنا ہے۔ یا اس وجہ سے صرف انھیں دو کو ذکر کیا ہو کہ باقی ارکان انھیں سے نکلتے اور معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو خدا کی خدائی اور حکومت و بادشاہت کا اعتقاد ایسے شخص کی ہستی کو ضروری بتاتا ہے جو خدا کے احکام کو اوسکے

بندوں تک پہونچائے اور قیامت تک رواج دے۔ جس کو رسول اور اوس کے قائم مقام کو امام یا خلیفہ و جانشین کہتے ہیں۔ دوسرے قیامت کا اعتقاد اس امر کے علم و اعتقاد کو ضروری بتاتا ہے کہ قیامت کے واقعات اور اچھے یا بُرے اعمال کے نتیجے اور بدلے (جن پر عقل ہی یقینی حکم کر رہی ہے) ضرور در پیش ہونگے اور ملیں گے۔ اور انکو حقداروں کے حقوق کے مطابق صحیح صحیح اس طرح انجام دینے والا اور پورا کرنے والا کہ کسی حقدار کا حق ذرہ برابر بھی تلف اور برباد نہ ہو؟ ایسا ہی حق شناس اور قادر مطلق بادشاہ ہونا چاہیے جو عادل اور انصاف ور ہو اور اوسکی عدالت اور انصاف میں کوئی کمی اور قدرت و اختیار میں کوئی کسر اور حقداروں کے ظاہر اور پوشیدہ حقوق کے پہچاننے میں کوئی گھاٹا نہ ہو۔ پس پہلے اعتقاد سے اصول دین میں سے تین چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک خدا کی وحدانیت دوسرے کل انبیاء کی نبوت اور رسالت تیسرے کل اوصیاء انبیاء کی وصایت اور خلافت حقہ؟ انبیاء میں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اور اوصیاء میں بارہوں ائمہ معصومین علیہم السلام بھی داخل ہیں اور یہ حضرات اون کل انبیاء اور اوصیاء سے بہتر اور افضل ہیں۔ اور خدا کی وحدانیت ثابت کرنے کے لئے اوسکی حقیقی بادشاہت کا اعتقاد ہی کافی ہے کیونکہ حقیقی بادشاہ اور سلطان مطلق ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا (اس کا مختصر لیکن کافی بیان سورہ فاتحہ کی تفسیر میں صـ۸۲ میں گذر چکا ہے ملاحظہ فرمالیں) اور دوسرے اعتقاد سے قیامت اور خدا کی عدالت ثابت ہوتی ہے۔

**(چھٹا فائدہ) اسلام اور کفر و نفاق کا معیار و کسوٹی** جاننا چاہیئے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حق یا باطل عقیدہ کا معتقد ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی کا معتقد نہ ہو پھر پہلی صورت میں یا دلیل سے اعتقاد رکھتا ہو یا ماں باپ یا غیروں کی تقلید سے۔ پھر ان دونوں صورتوں میں یا اپنے عقیدہ کے مطابق اقرار بھی کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ پھر اقرار نہ کرنا یا تقیہ کی وجہ سے ہو خواہ عقیدہ کے خلاف کا اقرار کرتا ہو یا بالکل چُپ رہے۔ یا عدم اقرار غفلت یا لالچ سے ہو یا عناد سے یا اقرار کا موقع نہ پاسکے اور غیر معتقد یا حق کا اقرار کرتا ہو یا باطل کا۔ یا اقرار ہی نہ کرتا ہو پھر اس کا اقرار نہ کرنا اس وجہ سے ہو کہ ابھی مذہب کی تحقیق میں مشغول ہے۔ یا بے توجہی کی وجہ سے۔ **پس یہ کل چوبیس صورتیں ہوتی ہیں جو مع حکم کے بیان**

اسلام اور کفر و نفاق کی پہچان

کیجاتی ہیں ۱ عقائد حقہ کا معتقد دلیل سے اقرار کے ساتھ (یہ شخص خالص مومن ہے) ۲ عقائد حقہ کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے تقیہ کی وجہ سے خواہ باطل کا اقرار کرتا ہو یا بالکل چپ ہو (یہ شخص خالص مومن ہے) ۳ عقائد حقہ کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے مذہب حق یا صاحب مذہب سے حسد[ع] یا دشمنی کی وجہ سے جس کے حق میں خداوند عالم فرما رہا ہے۔ جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ یعنی یہ سب ان عقائد کا یقین تو رکھتے ہیں لیکن عناد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں (یہ شخص کافر ہے) ۴ عقائد حقہ کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے غفلت یا لالچ کی وجہ سے (یہ شخص مومن ضعیف الایمان ہے) ۵ عقائد حقہ کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے مہلت نہ ملنے کی وجہ سے مثل اوس کے جو عقائد حقہ کا یقین کرتے ہی مرجائے اور زبان سے اقرار کا موقع اوس کو نہ مل سکے (ایسا شخص بھی مومن سمجھا جائیگا کیونکہ اقرار نہ کرنا مجبوری سے تھا) ۶ عقائد حقہ کا معتقد تقلید سے اقرار کے ساتھ (ایسے شخص کے حکم میں اختلاف ہے لیکن کچھ علماء اس کو مومن سمجھتے ہیں اور یہی حق ہے۔ ورنہ دنیا میں سوا چند فردوں کے باقی سب لوگ ایمان اور اسلام سے نکل جائیں گے ۷ عقائد حقہ کا معتقد تقلید سے بغیر اقرار کے تقیہ کی وجہ سے خواہ باطل کا اقرار کرے یا بالکل چپ رہے (اس کا حکم بھی مثل چھٹے نمبر کے ہے) ۸ عقائد حقہ کا معتقد تقلید سے بغیر اقرار کے غفلت یا لالچ کی وجہ سے (یہ شخص ضعیف الایمان ہے) ۹ عقائد حقہ کا معتقد تقلید سے بغیر اقرار کے عقائد حقہ سے عداوت کی وجہ سے (یہ شخص کافر ہے) ۱۰ عقائد حقہ کا معتقد

---

ع ایسے لوگ دنیا میں بہت زیادہ دیکھے جا رہے ہیں جو کسی حقدار کی حقیت کا اعتقاد رکھتے ہیں لیکن زبان سے اوس کا اقرار کرنا نہیں چاہتے اور بڑھے لکھے اس آفت میں زیادہ مبتلا ہیں۔ شاعر کہتا ہے ؎ تری الفتی ینکر فضل الفتی + مادام حیا فاذا ما ذهب + لج به الحرص علی نکتته + یکتبها عنه بماء الذهب یعنی تم دیکھتے ہو کہ ایک شخص دوسرے شخص کی زندگی بھر اوسکی فضیلتوں سے انکار کرتا ہے۔ اور اوس کے مرجانے کے بعد اوسکی باریک اور نفیس باتیں اوس کو مجبور کرتی ہیں اور اونکو وہ سونے کے پانی سے لکھتا ہے ۱۲ منہ

تقلید سے بغیر اقرار کے مہلت نہ ملنے کی وجہ سے (مثل پانچویں نمبر کے) نمبر ۱۱ عقائد باطلہ کا معتقد دلیل سے ان عقائد کے اقرار کے ساتھ (یہ شخص کافر شدید الکفر ہے) نمبر ۱۲ عقائد باطلہ کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے خوف کی وجہ سے خواہ حق کا اقرار کرتا ہو یا بالکل چپ ہو (یہ شخص اقرار حق کی صورت میں منافق شدید النفاق ہے اور بالکل چپ رہنے کی صورت میں کافر شدید الکفر) نمبر ۱۳ باطل عقائد کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے غفلت یا لالچ کی وجہ سے (ایسا شخص غفلت کی صورت میں کافر ضعیف الکفر ہے اور لالچ کی صورت میں منافق) نمبر ۱۴ باطل عقائد کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے اس سے نفرت اور عداوت کی وجہ سے (ایسا شخص بھی چونکہ ابھی عقائد حقہ کا معتقد نہیں ہوا ہے۔ اس لئے دنیا میں کفار کے حکم میں داخل ہے اور آخرت میں اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے جو چاہیگا کرے گا) نمبر ۱۵ باطل عقائد کا معتقد دلیل سے بغیر اقرار کے مہلت نہ ملنے کی وجہ سے (یہ شخص بھی کافر ہے) نمبر ۱۶ باطل عقائد کا معتقد تقلید سے اقرار کے ساتھ (یہ شخص کافر ضعیف الکفر ہے) نمبر ۱۷ باطل عقائد کا معتقد تقلید سے بغیر اقرار کے خوف کی وجہ سے (یہ شخص اگر حق کا اقرار کرتا ہو تو منافق ضعیف النفاق ہے اور اگر بالکل چپ ہو تو کافر ضعیف الکفر) نمبر ۱۸ باطل عقائد کا معتقد بغیر اقرار کے اس عقیدہ سے نفرت کی وجہ سے (ایسے شخص کا حکم مثل چودہویں نمبر کے ہے نمبر ۱۹ باطل عقائد کا معتقد بغیر اقرار کے مہلت نہ ملنے کی وجہ سے (یہ بھی کافر ہے) نمبر ۲۰ باطل عقائد کا معتقد بغیر اقرار کے غفلت یا لالچ کی وجہ سے (یہ شخص بھی غفلت کی صورت میں کافر ضعیف الکفر ہے اور لالچ کی صورت میں منافق ضعیف النفاق) نمبر ۲۱ غیر معتقد جو نہ تو عقائد حقہ کا اعتقاد کا اعتقاد رکھتا ہو نہ باطل عقائد کا؟ لیکن عقائد حقہ کا اقرار کرتا ہو (یہ شخص منافق ہے) نمبر ۲۲ غیر معتقد جو باطل عقائد کا اقرار کرتا ہو (یہ شخص منافق ہے) نمبر ۲۳ غیر معتقد جو نہ تو عقائد حقہ کا اقرار کرتا ہو نہ عقائد باطلہ کا اس وجہ سے کہ ابھی تحقیق حق میں مشغول ہے۔ (یہ شخص دنیا میں نہ کافر کہا جائیگا نہ مسلمان لیکن احکام اس پر کافروں ہی کے جاری کئے جائیں گے کیونکہ احکام اسلام خاص ان ہی کے لئے ہیں جو عقائد حقہ کا اعتقاد رکھتا ہو خواہ اقرار کرسکنے کی صورت میں اقرار کرتا ہو یا تقیہ کی وجہ سے ان عقائد کو چھپائے نمبر ۲۴ غیر معتقد بغیر اقرار کے بے توجہی کی وجہ سے (یہ شخص زندیق اور لامذہب کہلاتا اور

کافروں کے حکم میں داخل ہے)۔
خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کفر و اسلام کا دار و مدار اعتقاد پر ہے پس صحیح عقیدہ کا شخص مومن ہے اگرچہ اقرار نہ کرسکے۔ اور باطل عقیدہ کا شخص کافر ہے اگرچہ اقرار نہ کرتا ہو۔ اور تقیہ کی وجہ سے باطل عقائد کا اقرار کرنے والا مومن ؟ مومن ہے۔ اور صحیح عقائد کا اقرار کرنے والا کافر منافق ہے۔ اور چونکہ قلب بادشاہ بدن ہے اور کل اعضا اوسکے تابع ہیں اس لئے اگر بغیر خوف کے کسی مومن سے اوس کے عقیدہ کے خلاف فعل یا کلام ظاہر ہو۔ جیسے کسی لالچ کی وجہ سے باطل عقائد کا اظہار کرنا ؟ تو ایسا شخص ضعیف الایمان ہے۔ اور اسی طرح کا کافر ضعیف الکفر۔ اور ایمان یا کفر میں سختی اور پختگی یا سستی اور خامی دلیل اور تقلید پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر شخص کی صلاحیت اور فطرتی قابلیت سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ایسی موجود ہیں جنھوں نے ہزاروں دلیلوں سے عقائد کو سیکھا بلکہ لوگوں کو سیکھایا باوجود اس کے اون کے اعمال اون کے ایمان کی کمزوری کو بتارہے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے بھی موجود ہیں جن کا تقلیدی ایمان ایسا قوی ہے کہ مذہب پر جان دینے کو آسان سمجھتے ہیں۔ اس بحث کی زیادہ توضیح کرنا مناسب نہیں ہے بس اتنا کافی ہے ؎

علم چنداں کہ بیشتر خوانی ؛؛ چوں عمل در تو نیست نادانی

اور عمل کا معیار صرف نماز روزہ نہیں ہے بلکہ بہتر کسوٹی ؟ اپنے اور غیر کے درمیان میں انصاف کرنا اور خلق خدا کے حقوق برباد نہ کرنا۔ **تنبیہ** اوپر کے بیان سے معلوم ہوگیا کہ جو شخص خدا کی معرفت نہ رکھتا ہو اور زبان سے اوس کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو جسکو منافق کہتے ہیں وہ مومن نہیں ہے اور کلام پروردگار وما ھم بمؤمنین اس مطلب کو صاف بتارہا ہے اس لئے کہ امامیہ کا ایسے شخص کو مومن کہنا صحیح نہیں ہے اور اوس شخص کا کلام بھی صحیح نہیں ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہر مکلف خدا کی معرفت رکھتا ہے اور جو شخص معرفت نہیں رکھتا وہ مکلف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایک تو کفار اور منافقوں کا معرفت نہ رکھنا کھلی ہوئی بات ہے جیساکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا۔ دوسرے اگر معرفت نہ رکھنے والے مکلف نہ ہوتے اور معذور ہوتے تو معرفت نہ رکھنے پر خدا انکی مذمت نہ کرتا۔ حالانکہ اون کی مذمت میں بے شمار آیتیں قرآن میں موجود ہیں۔

## ساتواں فائدہ یخادعون اللہ سے مایشعرون تک

(یخادعون فعل مضارع) ہے باب مفاعلت سے اور مصدر مجرد اس کا خَدْعٌ اور خُدْعَہ ہے جس کا معنی دلی خیال کے خلاف کو ظاہر کرنا ہے جس کو عام اردو محاورہ میں مکر[عہ] اور دھوکھا بازی کہتے ہیں۔ اور اسکی سزا اور بدلا کو بھی مجازاً اس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس مکر سے کبھی تو ناجائز فائدہ اوٹھانا مقصود ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کو تکلیف پہونچانا اور اگرچہ باب مفاعلت کی خاصیت مشارکت ہے یعنی متعدد لوگوں میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا جو اوس نے اس کے ساتھ کیا ہے لیکن کبھی ایک ہی شخص کے فعل کو بھی اس باب کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی لفظ خدعہ کے متعلق لویس عیسائی منجد میں لکھتا ہے خَادَعَہٗ مُخَادَعَۃً مثل خَدَعَہٗ یعنی خَادَعَ باب مفاعلت کے صیغے کا معنی بھی مثل خَدَعَ مجرد کے ہے یعنی صرف ایک شخص کا کسی کے ساتھ دھوکھا بازی کرنا۔ **اس واسطے** یخادعون اللہ کا معنی یہ ہوگا کہ منافق حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ اور مومنوں کو دھوکھا دینا چاہتے ہیں اور یہ لوگ اون کے ساتھ دھوکھا بازی نہیں کرتے۔ اور اس آیت سے یہی معنی مقصود بھی ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ باب مفاعلت کو اوسکی خاصیت پر باقی رکھا جائے تو چونکہ خدا و رسولؐ کی شان اس سے بہت بزرگ ہے کہ دھوکھا بازی کریں اور ایسے برے صفات سے اونکی ہستیاں پاک ہیں جیسا کہ بیسویں اور اکیسویں اور چوبیسویں مقدمہ میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں۔ اس لئے اس لفظ سے دو معانی میں سے ایک مراد لیا جائیگا۔ ایک یہ کہ یہ لوگ رسولخداؐ اور مومنوں کے ساتھ مکر اور دھوکھا بازی کرتے ہیں اور خدا ان کے مکر کی سزا اور بدلا ان کو دیگا جس طرح آیۂ کریمہ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ[عہ] میں بھی یہی معنی مقصود ہے۔ **دوسرے یہ کہ ان کے**

---

عہ اور انگریزی میں پالیسی کہتے ہیں جو اس زمانہ میں مکاروں کی خوش نصیبی سے ممدوح سمجھی جانے لگی ہے ١٢ منہ

عہ بدی کی سزا کو اوسی بدی کے لفظ سے تعبیر کرنے کا محاورہ ہر زبان میں کثرت سے جاری ہے۔ عمرابن کلثوم تغلبی جو زمانۂ جاہلیت میں تھا کہتا ہے ؎ اَلَا لَا یَجْھَلَنْ اَحَدٌ عَلَیْنَا + فَنَجْھَلَ فَوْقَ جَھْلِ الْجَاھِلِیْنَا + یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی شخص ہم لوگوں سے ساتھ جہالت کی بات نہ کرے ورنہ ہم لوگ اوسکی جہالت سے بڑھکر اوس کے ساتھ جہالت کرینگے۔ یعنی برا بدلا دینگے + اسی طرح ابوالغول طہوی کہتا ہے کہ فَنَکَّبَ عَنْھُمْ دَرْءَ الْاَعَادِیْ +

منافقوں کی طرف سے اور خدا کی طرف سے اوس کی سزا

واقعی استحقاق کے خلاف ان کے شر سے بچنے یا ان سے جائز فائدہ اوٹھانے یا جرم کی سزا دینے کے لئے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا جس کو عربی میں مداراۃ اور تملق اور تالیف القلب اور فارسی اور اردو محاورہ میں دلجوئی اور حسن تدبیر کہتے ہیں اور مکر اور دلجوئی میں فرق یہ ہے کہ اگر ناحق فائدہ اوٹھانے یا نقصان پہونچانے کے لئے ہو تو مکر اور دھوکھا بازی کہتے ہیں اور اگر جائز فائدہ اوٹھانے یا سزا دینے کے لئے ہو تو دلجوئی اور حسن تدبیر۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک ظالم تھا وہ ایک مرتبہ آتا ہوا دیکھائی دیا حضرت سرور عالمؐ نے دور سے اوس کو دیکھکر صحابہ سے فرمایا کہ یہ شخص بُرا اور ظالم ہے جب وہ پہونچا تو حضرتؐ نے اپنی عبا بچھا کر اوس کو بٹھلایا جب وہ چلا گیا تو صحابہ نے ایسے بُرے شخص کا اس طرح احترام کرنے کا سبب پوچھا تو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ فعل اوس کے شر سے بچنے کے لئے تھا۔ اسی طرح فریقین کی حدیثوں میں ہے کہ حضرت سرور عالمؐ مالِ زکوٰۃ میں سے ایک حصہ مولفۃ القلوب یعنی منافقوں کو بھی دیا کرتے تھے اور خدا نے ان کو دینے کا حکم دیا اور ان کے لئے خاص ایک حصہ قرآن میں قرار دیا۔ تا کہ یا تو اون کا اسلام درست ہو جائے یا دوسرے کفار اسلام کی طرف رغبت کریں یا یہ منافق دشمنوں کے شر سے اسلام اور مسلمانوں کو بچائیں یا خود ان کے شر و فساد سے اسلام اور مسلمین محفوظ رہیں۔ ابو سفیان اور معویہ بھی انھیں لوگوں میں داخل تھےؑ۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۰۹) وَدَاوُوا بِالْجُنُوْنِ مِنَ الْجُنُوْنِ + دور کیا اون لوگوں نے دشمنوں کے ظلم کو اور علاج کیا اون دشمنوں کے جنون کا جنون سے"۔ ظاہر ہے کہ شاعر اپنے ممدوح کو پاگل ٹھہرانا نہیں چاہتا اور یہ بھی کھلی ہوئی بات ہے کہ بدی بُری ہے اور اوسکی سزا عین انصاف اور ممدوح۔ پس مکر کا بدلا مکر مذموم اور قبیح نہیں کہا جا سکتا بلکہ سزا سے ممدوح کہا جائیگا ۱۲ منہ

ؑ کیونکہ یہ دونوں اسلام کے سخت دشمن اور زمانۂ کفر میں کفار کے اور زمانۂ اسلام میں منافقوں کے سردار اور پشت پناہ تھے۔ اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی لڑائیاں لڑے۔ کئی حدیثوں میں ائمہ کفر (پیشوایان کفر) کی تفسیر جن لوگوں سے کی گئی ہے اون میں ابو سفیان کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۱۴ تفسیر لفظ اَئِمَّةَ الْکُفْر سورہ توبہ میں ۱۲ منہ

[illegible]

حضرت سرور عالمؐ نے اپنے مرض موت میں ابوسفیان کو وہاں بھیجا تھا جہاں کے صدقہ (زکوٰۃ) کی وصولی اس کے متعلق تھی جب اوس کو حضرتؐ کے انتقال اور ابوبکر صاحب کے تخت نشین ہونے کی خبر ملی تو اوس کے باطنی نفاق نے اوس کو فساد کرنے پر آمادہ کیا اور حضرت علی علیہ السّلام سے کہنے لگا کہ خلافت کو قریش کے نہایت نادار اور نہایت ذلیل شخص یعنی ابوبکر سے کیا تعلق ہے۔ اے علیؑ اگر آپ چاہیں تو میں مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے بھر دے سکتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تو مدت دراز سے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے لیکن اون کو نقصان نہ پہونچا سکا ف پھر وہ مدینہ کی گلیوں میں گھوم گھوم کر پکارتا پھرتا تھا ؎

بَنِیْ هَاشِمٍ لَا یَطْمَعُ النَّاسُ فِیْکُمْ + وَلَا سِیَّمَا تَیْمُ بْنُ مُرَّةَ اَوْ عَدِیْ
فَمَا الْاَمْرُ اِلَّا فِیْکُمْ وَ اِلَیْکُمْ + وَلَیْسَ لَهَا اِلَّا اَبُوْ حَسَنٍ عَلِیْ

یعنی اے بنو ہاشم تمہارے حق کی چیزوں میں کسی دوسرے شخص کو لالچ کرنے کا حق نہیں ہے خاص کر کے اولادِ تیم بن مرہ (ابوبکر) اور اولاد عدی (عمر کو) پس حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ یہ آگیا ہے اور فساد ضرور برپا کریگا۔ حضرت سرور عالمؐ بھی اسلام کی بھلائی کے لئے اسکی دلجوئی کرتے تھے۔ پس صدقے کے مواضعات جو اوس کے ہاتھہ میں ہیں اونکو اسی کے لئے چھوڑ دو۔ پس ابوبکر نے ایسا ہی کیا پس وہ راضی ہوگیا

---

ف اس کو مدینہ سے باہر بھیجدینے میں وہی مصلحت تھی جو لشکر اسامہ کے روانہ کرنے میں تھی۔ یعنی حضرت علی علیہ السّلام کے مخالفوں اور مفسدوں سے مدینہ کو خالی کردینا ۱۲ منہ

علّٰہ علامہ سیوطی (اہلسنت) لکھتے ہیں کہ براء بن عازب اور حضرت عثمانؓ کی مشہور حدیث میں ہے کہ سوروں میں سب سے آخر میں سورہ برائت نازل ہوا ۱۲ اور قاضی بیضاوی نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس سورہ کے ناموں میں سے ایک نام مُقَشْقِشَہ ہے یعنی منافقوں کو نفاق سے نکالنے والا۔ اور یہ سورہ اونکی حالتوں کی جستجو کرنے والا ہے اور اونکو رسوا اور فضیحت اور متفرق اور ہلاک کرنے والا۔ اور مثیرہ یعنی ہیجان پیدا کرنے والا ہے ۳ اور اس کے نزول کا زمانہ آخر سنہ ۹ھ ہے حجۃ الوداع سے پہلے جیسا کہ علامہ ابن جریر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے ۴ اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ تے قاسطین

ملّٰہ تفسیر اتقان جلد ۱ فرع ۷ بیان معرفت اول ما نزل ص ۲۸ مطبوعہ مصر ۳ تفسیر بیضاوی شروع سورہ برائت ۱۲ منہ

تاریخ تحفا چھتا بجیدی صو ۲۸ حاکم نے اسکو لکھا ہے اور امام ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے ۱۲ منہ ۵ تفسیر اتقان بہ نشان بالا ص ۲۹ ۱۲ منہ

اور بیعت کر لی لہ پس حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظالم کے لئے عبا فرش کرنا اور منافقوں کو زکوٰۃ سے حصہ دینا دل سے اور اس غرض سے تھا کہ یہ سب اس کے مستحق اور لائق احترام و ہمدردی تھے بلکہ بغرض نیک صرف دلجوئی اور حسن تدبیر تھی۔ رہ گیا منافقوں کا ان سے دھوکھا بازی کرنا تو یہ نالائق حرکت یا اس وجہ سے تھی کہ خدا کے صفات کمال سے بے خبر تھے اور نہیں جانتے تھے کہ وہ عالم الغیب ہے کیونکہ تھوڑے ہی دنوں پہلے باطل خداؤں کی خدائی کے صرف اقرار ظاہری سے رُکے تھے اور دل اون کے ابھی تک اونکی خدائی کے اعتقاد سے خالی نہیں ہوئے تھے اس لئے اپنے خیال میں خدا ہی کو دھوکھا دینا چاہا تھا جس طرح وہ سچے مسلمان بھی اوسکو دھوکھا دینا چاہتے ہیں جو اوسکی عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور دوسروں کو دیکھانے سُنانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر میں اس مضمون کی حدیث نقل کی گئی۔ یا حضرت رسولِ خداؐ کو دھوکھا دینا چاہا تھا اور خدا نے اوس کو اپنی طرف نسبت دی جس طرح دوسری آیتوں میں بھی اس طرح نسبت دیگئی ہے جو تفسیر میں ذکر کی گئیں پس اس کے بعد یہ شبہہ درست نہیں ہے کہ جب کہ خدا دھوکھا کھانے کے قابل نہیں ہے تو اس آیت میں یہ نسبت کیونکر صحیح ہوگی۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد حسین اصفہانی علیہ الرحمۃ اپنی

(بقیہ حاشیہ ص۲۱۱) اور مارقین اور ناکثین سے جنگ کرنے کو مجھے وصیت فرمائی ہے لہ اور آیت کریمہ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ سورہ برائت ہی کا جزو ہے جسمیں حضرت رسولؐ کو کفار اور منافقین سے جنگ اور اون پر سختی کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن چونکہ حضرتؐ کی حیات نے وفا نہ کی اس لئے حضرت نے اس خدمت کو اپنے نفس حضرت علیؑ کے سپرد کیا پس اس سورہ کے زمانۂ نزول اور اس کے ناموں اور آیت جہاد منافقین سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ منافقوں کے ساتھ دلجوئی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور شاہد اس پر یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے بیت المال ابو سفیان کے نفاق کو ظاہر کر دیا اور فرمادیا کہ تو دشمن اسلام و مسلمین ہے اس لئے حضرت ابوبکر و عمر کا ابو سفیان کی دلجوئی کرنی اور صدقات کو جو مسلمان فقراء کے مال تھے اوس کے حوالے کر دینا یا تو علم قرآن سے بے خبری کی وجہ سے تھا یا خلاف حکم خدا اور رسولؐ اپنی خود غرضی سے جس کا ان کو کوئی حق نہ تھا ۱۲ منہ

لہ عقد الفرید جلد ۳ ص۶ ذکر نسب ابوبکر چھاپہ مصر ۱۲ منہ

حضرت ابوبکر کی دلجوئی صحیح اور جائز نہ تھی

لہ کنز العمال جلد ۲ کتاب الفتن ذکر جنگ جمل بحوالہ بزاز ۱۲ منہ

تفسیر میں دو باتیں تحریر فرماتے ہیں ایک یہ کہ مکر اور فریب کی روشن فرد وہ ہے جس کو اول اور دوم اور اون کے ہمخیالوں نے کیا۔ بلکہ مکر اور نفاق کی جڑ ہر مقام میں یہی لوگ رہے کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کی رسالت اور دین اسلام کی حقیقت کے اعتقاد کو ظاہر کرتے رہے حالانکہ دل سے منکر تھے اور خلیفہ برحق کی خلافت کا اقرار کرتے رہے لیکن حقیقت میں اون کے دشمن تھے۔ اور اپنے ایمان اور اچھے اخلاق کو ظاہر کرتے رہے حالانکہ اون سے خالی تھے۔ اور عبادتیں کرتے تھے لیکن یہ عبادتیں دیکھانے سُنانے کے لئے تھیں۔ پس نفاق اور ہر بُرائی کی جڑ یہی تھے دوسرے یہ کہ (چونکہ کسی شخص کے واقعی خیالات کے سمجھنے کا اچھا اور قوی ذریعہ اوس کے وہ اعمال ہیں جن میں تکلف اور بنوٹ نہ ہو کیونکہ وہ دلی باتوں کے لئے آئینہ ہوتے ہیں) اس لئے جس شخص کے اعمال ان منافقوں کے اعمال کے مطابق ہونگے وہ بھی اون کا پیرو اور اونھیں کے زمرہ (گروہ) میں داخل سمجھا جائیگا۔ پس جو شخص شیعہ ہونے کا دعوے کرتا ہو لیکن اعمال اوس کے منافقوں کے اعمال کے مثل ہوں تو اوس کے دعوائے تشیع سے دھوکھا نہ کھانا چاہیے (کیونکہ ؎ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ یعنی دوست اپنے دوست کی پیروی اور فرمان برداری کرتا ہے۔ جو شیعہ اپنے دعوائے محبت حضرت رسولؐ و اہلبیتؑ اطہار میں سچا ہوتا ہے وہ ان کے دشمنوں کی پیروی نہیں کرتا پس مکر و فریب و ظلم و خیانت۔ چوری۔ تاڑی اور شراب خوری اور جھوٹھ وغیرہ میں جو شیعہ مبتلا ہو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے دعوائے محبت اولیاء خدا میں جھوٹھا ہے اور درحقیقت وہ اون کے دشمنوں کا دوست ہے کیونکہ اونھیں کا پیرو ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر بھلائی کی جڑ ہم اہلبیتؑ ہیں اور ہر بُرائی کی جڑ ہمارے دشمن۔

**آٹھواں فائدہ** (فقرہ کلام پروردگار **یخادعون اللہ**) کی تفسیر میں حدیثوں کے بیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی یہ فرمائش گذر چکی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ نجات کس چیز میں ہے فرمایا اس میں کہ خدا کو دھوکھا نہ دو تاکہ وہ تم کو اوسکی سزا دے کیونکہ جو شخص اوس کو دھوکھا دیگا وہ اوسکی سزا کریگا۔

اور ایمان اوس سے رخصت ہو جائیگا اور یہ مکر درحقیقت اپنی ہی ذات کے ساتھ ہے۔
تو پوچھا گیا کہ خدا کو کیونکر دھوکھا دیا جا سکتا ہے فرمایا یَعْمَلُ مَا اَمَرَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ
یُرِیْدُ بِهٖ غَیْرَہٗ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَالرِّیَاءَ فَاِنَّهٗ شِرْکٌ بِاللّٰہِ یعنی خدا اے عزوجل کے حکم پر عمل کرے پھر اوس سے
غیر کو دیکھانے سُنانے کا ارادہ کرے پس تم لوگ اپنی عبادتوں کو دیکھانے سُنانے کے بارے
میں خدا سے ڈرو کیونکہ یہ خدا کے ساتھ شرک ہے"۔ اور بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے
ثابت ہے اور فقہاء اس کا فتوے دیتے ہیں کہ دیکھانے سُنانے کے ارادہ سے عبادت
باطل ہو جاتی ہے۔ اور جو حدیث اوپر ذکر کی گئی اوسمیں یَعْمَلُ مَا اَمَرَہُ اللّٰہُ کے بعد
لفظ ثُمَّ واقع ہوا ہے اور یہ لفظ زیادہ تر تراخی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔
اور مطلب اوس سے یہ ہوتا ہے کہ اس کے پہلے جو فعل ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے واقع ہوا
اور جو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے فعل کے بعد واقع ہوا اور کبھی دونوں فعلوں
کے صرف واقع ہونے کو بیان کرنے کے لئے بھی لایا جاتا ہے اور پہلے اور بعد
واقع ہونے کو ظاہر کرنا مقصود نہیں ہوتا اسلئے اس حدیث میں چار احتمال پیدا ہوتے
ہیں۔ **ایک** یہ کہ ثُمَّ سے ترتیب یعنی پہلے اور بعد واقع ہونا مقصود نہ ہو۔ تو اس
صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص عمل شروع کرنے سے پہلے ہی دیکھانے سُنانے
کا ارادہ رکھتا ہو اوسکی عبادت باطل ہے۔ **دوسرے** یہ کہ ترتیب مقصود ہو اور
لفظ یَعْمَلُ سے شروع عمل یعنی نیت مقصود ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ نیت
کے بعد بھی دیکھانے سُنانے کا ارادہ عبادت کو باطل کر دیتا ہے **تیسرے** یہ کہ یَعْمَلُ
سے مطلق وسط یعنی شروع اور ختم کے درمیان کی حالت مقصود ہو۔ تو اس صورت میں
مطلب یہ ہوگا کہ عبادت کے درمیان میں جس وقت بھی دیکھانے سُنانے کا ارادہ کرے گا
عبادت باطل ہو جائیگی اور چونکہ کلام پروردگار وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ
مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (اور نہیں حکم دیئے گئے وہ لوگ لیکن اس بات کا کہ خدا کی عبادت
کریں ایسی حالت میں کہ اس عبادت کو یا نیت کو خالص رکھنے والے ہوں) اور مَنْ کَانَ
یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (جو شخص
خدا سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا ہے اوس کو چاہیئے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار
کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) کا اطلاق یا عموم یہ چاہتا ہے کہ عبادت کو دیکھانے

سُنانے کے ارادہ سے بالکل لگاؤ نہ ہو اور حدیث کسی خاص وقت اور حالت کو معین نہیں کرتی۔ اس لئے ریا یعنی دیکھانے سُنانے کے ارادہ سے عبادت کو بالکل خالص اور پاک رکھنا ضرور ہے اور قاعدہ احتیاط بھی اسی کو چاہتا ہے اور یہ ایسی بُری چیز ہے کہ عبادت باطل ہو جانے کے علاوہ اسکی وجہ سے ایسا عبادت گذار مشرک قرار دیا گیا ہے اور ایسا شخص صرف خدا ہی کو دھوکھا نہیں دیتا بلکہ خدا اور مومنین دونوں کو دھوکھا دے رہا ہے کیونکہ اس کا یہ عمل نہ تو خالص خدا کے لئے ہے اور نہ خالص مومنوں کے لئے۔ مومنوں کو شریک کر کے خدا کو دھوکھا دے رہا ہے۔ اور خداوند عالم کو شریک کر کے مومنوں کو اسی وجہ سے خداوند عالم نے یخادعون اللہ والذین امنوا فرمایا ہے۔ یعنی خدا کو بھی دھوکھا دے رہے ہیں اور مومنوں کو بھی۔ اور اپنے خیال غلط میں ایک عمل کی دو مزدوری ایک خدا سے اور ایک مومنوں سے جدا جدا لینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ خود ہی دھوکھے میں پڑے ہوئے ہیں نہ خدا ہی اسکی مزدوری دیگا نہ دوسرے ہی۔ چنانچہ خداوند عالم فرما رہا ہے وما یخدعون الا انفسھم۔ دوسروں میں اعمال کا بدلا دینے کی قدرت نہیں ہے اور خداوند عادل فرمائیگا کہ جا جس کے لئے عمل کیا تھا اوس سے مانگ لے۔

**نواں فائدہ (معنی قلب اور امراض نفسانی کا بیان فی قلوبھم مرض)** علمائ علم لغت جیسے مولانا فخر الدین رہ نے مجمع البحرین میں اور راغب اصفہانی نے مفردات میں اور لوئیس عیسائی نے منجد میں یہ الفاظ تھوڑے فرق کے ساتھ لکھا ہے کہ لفظ قلب کئی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایک دل جو گوشت کا عضو صنوبری شکل کا بائیں سینہ کے نیچے واقع ہے اور سرا اوس کا بائیں طرف مُڑا ہوا ہے اور بیچ اوس کا خالی ہے جس میں خالص خون بھرا رہتا ہے جس سے وہ روح پیدا ہوتی ہے جو زندگی کا ذریعہ ہے۔ اور یہ عضو جانوروں میں بھی ہوتا ہے اور اس کو سب لوگ جانتے ہیں دوسرے روح تیسرے علم چوتھے شجاعت یعنی بہادری پانچویں سمجھ اور ذہن چھٹیں عقل اور مولانا محمد حسین اصفہانی علیہ الرحمہ اور طریحی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض محققوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے معانی میں سے ساتویں نفس ہے آٹھویں انسان نویں ایک لطیف جوہر روحانی ربانی جس کو گوشت والے دل سے تعلق ہے اور یہی لطیف جوہر کل خیر (دل)

معنی قلب اور امراض نفسانی کا بیان

کو سمجھتا اور صاحبِ علم و معرفت ہے اور خدا کے احکام اور خطابات اسی کی طرف متوجہ ہوتے اور اسی سے تعلق رکھتے ہیں اور ثواب اور عذاب بھی اسی سے متعلق ہوتا ہے۔ اور آج تک اس امر کو کوئی نہ سمجھ سکا کہ دل سے اس کا تعلق کس طرح کا ہے آیا ویسا ہے جیسا کہ جسم کا تعلق اپنی صفتوں (جیسے رنگت۔ لمبائی۔ چوڑائی۔ گرمی۔ سردی وغیرہ) سے ہوتا ہے۔ یا ویسا ہے جیسا کام کرنے والوں کا تعلق اوزار اور ہتھیار سے ہوتا ہے یا ویسا ہے جیسا مکان میں رہنے والوں کا تعلق مکان سے ہوتا ہے۔ یا کسی دوسرے قسم کا ہے"۔ **اور مرض** ہر اوس فساد اور خلل کو کہتے ہیں جو اوس چیز (جیسے بدن۔ عقل۔ روح وغیرہ) کو اوس کی اصلی اور نوعی حالت پر باقی نہ رہنے دے۔ جیسے لنگڑا۔ اندھا۔ کانا۔ یا بجائے پانچ انگلیوں کے ان سے کم یا زیادہ ہونا۔ خواہ یہ چیزیں پیدائشی ہوں یا عارضی۔ یا پیدائشی صحت سے اوس کو پھیر دے۔ جیسے تپ آنا مثلاً اور جو کام اور جس طرح کا کام اوس سے صحت کی حالت میں ہونا چاہیئے وہ نہ ہو سکے۔ **اور** یہ معلوم ہے کہ اس آیت کریمہ میں کل منافقوں کے گوشت والے دل میں اون بیماریوں کا پیدا ہو جانا مقصود نہیں ہے جو علم طب میں بیان کی جاتی ہیں اس لئے لفظ قلب سے یہ دل مقصود نہیں ہوسکتا۔ اور اسی طرح اس لفظ کے باقی معانی میں سے نہ تو روح مقصود ہوسکتی ہے نہ علم نہ شجاعت نہ انسان۔ کیونکہ وہ منافق نہ تو تپ میں مبتلا تھے نہ درد دل میں نہ تپ میں۔ نہ بوجہ بزدلی۔ نہ علم کے بعد عارضی جہالت میں۔ کیونکہ جہالت ہر شخص کی اصلی صفت ہے۔ **پس** ضرور ہے کہ یا تو سمجھ مقصود ہو یا نفس یا عقل یا وہ لطیف جوہر ربانی جو قابل توجہ و خطاب اور مستحق ثواب و عذاب ہے۔ اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور فرمائش شیعہ اور سنی دونوں فرقوں میں بسند صحیح منقول ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ[لہ] یعنی ہر بچہ دینِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے[۲]۔ یعنی اگر اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور بُری صحبت اور بُری تعلیم اوس کے خیالات کو خراب کریں تو حالاتِ دنیا بلکہ خود اپنی حالتوں کو دیکھکر عقائد حقہ کا معتقد ہو جائیگا مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اوس کو اپنے پروردگار کی معرفت حاصل ہو جائیگی۔ پس جو شخص دینِ اسلام کے کل یا بعض اصول یا فروع سے ہٹا ہوا ہے سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے اور اوسکی پیدائشی

[لہ] فصول المہمہ مصنفہ حر عاملی علیہ الرحمہ صفحہ ۵۲ باب ۵۔۱ چھاپہ ایران و جامع صغیر مصنفہ علامہ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۹۳ حرف کاف ۱۲ منہ

طبیعت یا سمجھ یا عقل یا جوہر لطیف ربانی آفت میں مبتلا اور بیمار ہو گئی ہے اور وہ بیماریاں جو ان چیزوں کو عارض ہوتی ہیں کئی طرح کی ہیں ایک یہ کہ جس چیز کو سمجھنا ضرور ہے اوس کو سمجھ نہ سکے جیسے اصول اسلام دوسرے جس چیز سے اثر لینا لازم ہے اوس سے اثر نہ لے جیسے وعظ و پند اور اچھے مشورے تیسرے ایسی چیزوں کو اختیار کرے جس کو دنیا کے عقلاء پسند نہیں کرتے جیسے بے موقع بخل اور حسد اور کینہ وغیرہ چوتھے غصہ۔ خوف۔ بہادری۔ شرم۔ بے شرمی وغیرہ میں اعتدال سے گذر جائے یعنی یا تو یہ چیزیں کم ہو جائیں اور موقع پر بھی بقدر ضرورت ظاہر نہ ہوں یا بڑھ جائیں اور بے موقع یا ضرورت سے زیادہ ظاہر ہوں پانچویں جن چیزوں کی خواہش نہ کرنی چاہیئے اونکی خواہش کرے جیسے مال حرام اور ریاست و حکومت و شہرت چند روزہ اور خواہش کرنے کی چیزوں کو چھوڑے جیسے ذخیرہ و نجات و عزت آخرت چھٹویں جس سے محبت کرنی چاہیئے اوس سے نہ کرے جیسے خدا اور اولیاء خدا۔ اور جس سے نہ کرنی چاہیئے اوس سے کرے جیسے بازاری عورتیں ساتویں اچھی باتوں کو چھوڑے اور بری باتوں کو اختیار کرے آٹھویں جس سے ڈرنا چاہیئے اوس سے نہ ڈرے جیسے خدا۔ اور جس سے نہ ڈرنا چاہیئے اوس سے ڈرے جیسے انسان چنانچہ اکثر لوگ گناہوں کو خدا سے نہیں چھپاتے اور انسان سے چھپاتے ہیں نویں جس چیز کی امید رکھنی چاہیئے اونکی طرف سے غافل ہو جیسے آخرت کی نعمتیں اور جسکی امید کرنی چاہیئے اوسکی امید کرے جیسے دنیا کی لذتیں۔ دسویں جن سے محبت کرنی چاہیے اون سے عداوت کرے جیسے خدا اور اولیاء خدا۔ اور جن سے دشمنی کرنی چاہیئے اون سے محبت کرے جیسے گناہگار اور خدا و اولیاء خدا کے دشمن۔

خلاصہ یہ کہ حق اور اچھی باتوں کو چھوڑے اور باطل اور بری چیزوں کو اختیار کرے۔

پس اس آیت میں مرض قلب سے یہی دسوں بیماریاں اور انکی مثل مقصود ہیں۔ جن میں منافق مبتلا تھے اور یہی حسد اور عداوت مقصود ہے جو اونکو حضرت سرور عالم اور حضرت سید الاوصیاء امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام اور اون کے پیرو مومنوں سے تھی اور رسالت اور ولایت و امامت کو قبول کرنے سے روک رکھا تھا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ یعنی عداوت تو اون کے چہروں سے ظاہر ہے اور جس کو اون کے سینے چھپائے

ہوئے ہیں وہ اس کھلی ہوئی سے بہت زیادہ ہے

## دسواں فائدہ (بیان شدت عذاب قولہ تعالیٰ ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون)

الیم اسم فاعل کا صیغہ ہے اور مبالغہ یعنی بیحد زیادتی کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور معنی اس کا بہت زیادہ تکلیف دینے والا ہے پس ایک تو لفظ عذاب خود ہی تکلیف کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ تکلیف کی چیز ہے خاص کر کے آخرت کا عذاب پھر لفظ الیم اوسکی صفت قرار دیا گیا جو تکلیف کے معنی ہے پھر صیغہ مبالغہ کا اختیار کیا گیا جو بیحد زیادتی کو ظاہر کرتا ہے پس عذاب کی تین طرح سے تاکید بتا رہی ہے کہ منافقوں پر عذاب کی کوئی حد نہیں ہے اور ان کا عذاب کفار کے عذاب سے بدرجہا بڑھا ہوا ہوگا کیونکہ ۱ یہ کفر پر باقی رہے ۲ کفر کو چھپا کر دھوکھا دیا ۳ اسلام کو ظاہر کر کے دھوکھا دیا ۴ اسلام کا جھوٹا دعوے کیا جس سے دین خدا کو بے حد نقصان پہونچایا۔ لاکھوں بندگان خدا کو راہ حق اور اطاعت خدا او اولیاء خدا سے محض ہٹا ہی نہیں دیا بلکہ دشمن بھی بنا دیا جسکی اصلاح حضرت آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام کے ظاہر ہونے تک ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ معمولی جھوٹ جو دین کو نقصان نہیں پہونچاتا دین اسلام میں ستر زنا کے برابر سمجھا گیا ہے جو محرم عورتوں جیسے ماں بہن وغیرہ کے ساتھ کیا جائے۔

## گیارہواں فائدہ (بیان بلاغت و جامعیت یخادعون اللہ الخ)

یہ جملہ نہایت بلیغ اور جامع ہے دو لفظوں سے خداوند حکیم نے کئی مطلب ادا کئے ہیں ایک اس بات کو کہ منافق اس قدر جاہل ہیں کہ خدا کی ذات اور صفات سے بے خبری کی وجہ سے خدا ہی کو دھوکھا دینا چاہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ عالم الغیب ہے دھوکھا نہیں کھا سکتا ہے دوسرے اس کو باب مفاعلت سے لا کر اس امر کو ظاہر کر دیا ہے کہ منافقوں کیطرف سے مکر ہے اور خدا کی طرف سے اوسکی سزا وہ ضرور پائیں گے تیسرے یہ کہ عبادتوں میں ریا کرنے والے بھی مکار ہیں اور اونکی عبادتیں باطل ہیں اور بے فائدہ چوتھے یہ کہ گناہ کرنے والے جو تشیع اور پیروی اہلبیت کا دعوے کرتے ہیں یہ بھی مکر ہے۔ درحقیقت یہ لوگ اونکے دشمنوں کے پیرو ہیں پانچویں حضرت سرور عالم کو دھوکھا دینے کو اپنی طرف نسبت

دیکر اونکی عظمت کو ظاہر کیا ہے یعنی حضرت کو دھوکھا دینا گویا خود خدا کو دھوکھا دینا ہے

**قولہ تعالیٰ** ۵ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۵ ۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۵ ۱۲ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۵ ۱۳ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۵ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۵ ۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۔

**(الفاظ کے معانی)** و۔ اور + اذا۔ جب + قیل۔ کہا جاتا ہے + لہم۔ اون سے + لاتفسدوا۔ فساد نہ کرو + فی۔ میں + الارض۔ زمین + قالوا۔ کہتے ہیں + انما۔ اس کے سوا نہیں ہے + نحن۔ ہم لوگ + مصلحون۔ اچھا ہی کام کر رہے ہیں + الا۔ آگاہ ہوجاؤ + اِنَّ۔ یقیناً + ہم۔ وہی + مفسدون۔ فساد کرنے والے ہیں

**عـ (اریہ)** عقلمندوں کو کہا جاتا ہے کہ عام لوگوں کی طرح ایمان لاؤ۔ عقلمند جواب دیتے ہیں کہ انومن کما امن السفہاء کیا ہم بیوقوف لوگوں کی طرح ایمان لائیں"۔ تو اللہ عقلمندوں کی اس بات پر غصہ ہوتا ہے اور بجائے معقول جواب دینے کے کہتا ہے کہ الا انہم ہم السفہاء ولکن لایعلمون دیکھو یہ لوگ خود ہی بیوقوف ہیں مگر نہیں سمجھتے"۔ **جواب** ہمارے مولا اور آقا اور پیشوا حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلْعَقْلُ مَا عُبِدَ بِهِ الرَّحْمٰنُ وَاكْتُسِبَ بِهِ الْجِنَانُ یعنی عقل اوس کو کہتے ہیں جو خدا کی فرمانبرداری اور بہشت حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔ دنیاوی عقل درحقیقت عقل نہیں ہے بلکہ فطرتی قوت ہے جو دنیاوی زندگی کے اسباب حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہے جو جانوروں میں بھی بقدر انکی ضرورتوں کے موجود ہے پس جو لوگ دین و مذہب حق

+ لکن - لیکن - مگر + لا یشعرون - سمجھتے نہیں ہیں + اٰمنوا - ایمان لاؤ + کما - جس طرح
+ اٰمن - ایمان لائے ہیں + الناس - لوگ + انؤمن - کیا ایمان لائیں ہم لوگ + سفہاء
- بیوقوف + لا - نہیں - یعلمون - جانتے ہیں + لقوا - ملاقات کرتے - ملتے ہیں + الذین
- اون لوگوں + اٰمنوا - ایمان لائے ہیں + اٰمنا - ہم لوگ ایمان لائے ہیں + خلوا
تنہا - اکیلے ہوتے یا جاتے ہیں + الیٰ - طرف - پاس + شیاطین - شیطانوں + انّا -
یقیناً ہم لوگ + مع - ساتھ + کم - تمہارے + مستھزؤن - مسخراپن کرتے ہیں +
اللہ - خدا + یستھزء - مسخراپن کی سزا دیگا + یمُدّ - چھوڑ دے گا - ڈھیل دیگا +
طغیان - حد سے بڑھا ہوا ظلم اور سرکشی اور گمراہی + یعمھون - حیران و سرگردان مارے
پھرینگے + اولٰئک - یہی - وہی + اشتروا - خریدا + ضلالۃ - گمراہی + ب -
بدلا + ھدیٰ - ہدایت + ف - پس + ما - نہیں + ربحت - نفع دیگی + تجارت -
خرید و فروخت + کانوا - ہونگے - مھتدین - سیدھی راہ پانے والے +

(بامحاورہ ترجمہ) اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ تو اصلاح اور اچھائی کا کام کر رہے ہیں - آگاہ ہو جاؤ کہ یہ سب فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ اپنے اس فساد کو فساد نہیں سمجھتے - اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں اوسی طرح تم بھی ایمان لاؤ - تو کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں ؟ آگاہ ہو جاؤ کہ (درحقیقت) بیوقوف تو یہی ہیں لیکن وہ اپنی اس بیوقوفی کو (بیوقوفی) نہیں جانتے - اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایمان لائے ہیں - اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے مسخراپن کرتے ہیں - اللہ اونکے مسخراپن کی سزا دے گا - اور اونکو اونکی حالتوں پر چھوڑ دیگا کہ وہ اپنی بے حد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹) اور خدا اور اوس کے احکام سے کنارے اور بےخبر ہیں واقع میں وہ بیوقوف ہیں اور دین و مذہب حق کے دشمن جن کے حق میں یہ آئتیں نازل ہوئی ہیں بیوقوف تر - دیانندجی خود لکھتے ہیں کہ جس نے کوئی شاستر نہ پڑھا نہ سنا مگر نہایت مغرور و مفلس ہو کر بڑے بڑے خیالی پلاؤ پکانے والا بغیر کام کے اشیاء کے حصول کی خواہش کرنے والا ہو اوس کو عقلمند لوگ ایلہ یا موڑہ کہتے ہیں سلہ ۱۲ منہ ع ستیارتھ ۱۱ ملاحظہ ہو

سلہ ستیارتھ پرکاش اردو مستند سملاس چوتھا صفحہ ۱۴۳ فقرہ ۹۰ چھاپہ ۱۸۹۹ء نولکشور پریس ۱۲ منہ

گمراہیوں اور سرکشیوں میں حیران و سرگردان مارے مارے پھرینگے ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ۔ پس یہ تجارت (ہدایت کو بیچنا اور گمراہی خریدنی) انکو فائدہ نہ دیگی اور نہ یہ سب سیدھی راہ پائیں گے ۔

**(قرائت) خَلَوْا اِلیٰ** اس جملہ میں بعض قاریوں نے اِلیٰ کے ہمزہ کو باقی رکھا ہے اور جملہ کو اسی طرح پڑھا ہے جس طرح اس وقت موجود ہے اور بعض خَلَوِلیٰ پڑھا ہے ۔ خلوا اصل میں خَلَوُوا تھا اس کے پہلے واؤ کو الف سے بدل دیا اس لئے کہ لام کو زبر ہے جو اپنے بعد الف چاہتا ہے ۔ پھر الف کو گرا دیا تاکہ دو حرف ساکن (یعنی جزم والے) اکٹھا نہ ہو جائیں ۔ پس لام کا فتحہ (زبر) باقی رہ گیا تاکہ گرے ہوئے الف کو بتائے ۔ اور اِلیٰ کے ہمزہ کی حرکت (زیر) خَلَوْا کے واؤ کو دیکر ہمزہ کو گرا دیا پس خَلَوِلیٰ ہو گیا **مُسْتَهْزِءُوْنَ** بعض قاریوں نے اس کے ہمزہ کو باقی رکھا ہے ۔ اور بعض نے اوس کو "ی" سے بدل کر مُسْتَهْزِیُوْنَ پڑھا ہے کیونکہ اوس کے پہلے "زا" کو زیر ہے جو اپنے بعد "ی" چاہتا ہے ۔ اور بعض نے اس کو "ی" سے بدل کر اوس "ی" کو گرا دیا ہے اور "زا" کو ضمہ (پیش) دے دیا ہے ۔ جس طرح یستھزون میں کیا گیا کیونکہ یہ ی بھی مون کی ی سے مشابہ ہے اور یہی اختلافِ قرائت یستھزءون میں بھی ہے

**(صرف) قِیْلَ** اصل میں قُوِلَ تھا واو پر زیر گراں ہونے کی وجہ سے گرا دیا گیا اور قاف کے پیش کو زیر سے بدل دیا تاکہ واؤ کو "ی" سے بدل سکیں ۔ پھر اوس کو "ی" سے بدل دیا قیل ہو گیا اور بعض علماءِ علم صرف نے واؤ کے زیر کو قاف کو دینے کو کہا ہے ۔ لیکن یہ کلام کمزور ہے کیونکہ قاف کو دینے کے لئے پہلے اوس کے پیش کو گرا دینے کی ضرورت ہے اور اس سے ایک کام[عہ] بڑھ جاتا ہے **اَلسُّفَهَاءُ** اس لفظ کا ہمزہ اصلی

---

عہ میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے کلام کو نہ ماننے کی وجہ صرف یہی ہے جس کو ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے تو محض بودی اور عدم تامل پر مبنی ہے ۔ کیونکہ جس طرح پہلی صورت میں تین کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ۱۔ کسرۂ واؤ کو گرا دینا ۲۔ ضمۂ قاف کو زیر سے بدل دینا ۳۔ واؤ کو ی سے بدل دینا اسی طرح دوسری صورت میں بھی تین کام کرنے پڑتے ہیں ۱۔ ضمۂ قاف کو گرا دینا ۲۔ کسرۂ واؤ کو قاف کو دے دینا ۳۔ واؤ کو ی سے بدل دینا ۱۲ منہ

ہے اور معنی اس کا "وسیع" ہے۔ اسی وجہ سے عرب کہتے ہیں اَرَضَتِ الْقُرْحَةُ (پھوڑا پھیل گیا)، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اصل اسکی "رض" ہے جس کا معنی کچلنا ہے۔ اور زمین کو ارض اس وجہ سے کہتے ہیں کہ پاؤں کے نیچے کچلی (روندی) جاتی ہے۔ لیکن یہ کلام غلط ہے کیونکہ ہمزہ اس کا اصلی ہے نَحْنُ اسم ضمیر منفصل ہے جو مبنی ہے ضمہ پر یعنی اس کے نون پر پیش ہمیشہ رہتا ہے۔ اور مبنی ہونیکا سبب یہ ہے کہ ضمیریں اسم ظاہر کی محتاج ہیں جنکی طرف پھرا کرتی ہیں پس یہ محتاج ہونے میں حرف سے مشابہ ہیں اور حروف مبنی ہوتے ہیں اس لئے یہ بھی مبنی کر دیگئیں۔ اور اگرچہ الفاظ جزم کے ساتھ بھی مبنی ہوتے ہیں لیکن نحن کے نون کو حرکت اس لئے دیگئی تاکہ دو ساکن (جزم والے) حرف اکٹھا نہ ہوجائیں۔ اور پیش اس لئے دیا گیا کہ یہ لفظ متکلم کے لئے ہے اور فَعَلْتُ کی ت سے مشابہ ہے۔ اور بعض نے مبتدا ہونے کی وجہ سے۔ اور بعض نے (فعلوا) کے واؤ سے مشابہ ہونے کی وجہ سے پیش دیا ہے جو واؤ کا مثل اور اوس کے مناسب ہے لَقُوْا اصل میں لَقِيُوا تھا پیش ی پر گراں تھا اس لئے گرا دیا گیا۔ پھر دو حرف ساکن (جزم والے) اکٹھا ہوگئے ایک ی دوسرے واؤ۔ ی کو گرا دیا اور واو کی مناسبت سے قاف کو پیش دیدیا لَقُوْا ہوگیا۔ اِنَّا اصل میں اِنَّنَا تھا دوسرے نون کو گرا دیا اِنَّا ہوگیا۔ اِشْتَرَوْا اصل میں اِشْتَرَيُوا تھا۔ ی متحرک تھی اور قبل اوس کے فتحہ (زبر) تھا۔ اس لئے قاعدہ صرف سے اوس کو الف سے بدلکر گرا دیا تاکہ دو حرف ساکن (جزم والے) ایک الف دوسرا واؤ جمع نہ ہوجائیں اِشْتَرَوْا ہوگیا۔

(نحو) اذا حرف شرط زمانہ کے معنی میں قالوا جواب کا مفعول فیہ۔ قیل فعل مجہول۔ لھم جار و مجرور ملکر اوس کا متعلق لَا تُفْسِدُوْا جملہ فعلیہ فی الارض اوس کا متعلق یہ جملہ قول کا بدل ہوکر قیل کا مفعول بہ۔ قالوا جملہ فعلیہ جواب شرط انما حرف حصر۔ نحن مبتدا مصلحون خبر مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر قالوا کا مفعول۔ الا حرف تنبیہ ان حرف مشبہ بفعل ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی اوس کا اسم دوسرا ھم ضمیر فصل اوسکی تاکید مفسدون اوسکی خبر ان اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ولکن حرف عطف لا یشعرون جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف۔ واؤ حرف عطف اذا حرف شرط قیل فعل مجہول لھم جار و مجرور ملکر اوس کا متعلق قول جو پوشیدہ ہے اوس کا نائب فاعل ہو جو اوس کے بعد پوشیدہ ہے مبتدا آمنوا فعل با فاعل کَ حرف جر ما مصدریہ اٰمَنَ فعل الناس فاعل یہ جملہ تاویل

ارض پھیلی ہوئی چیز ۱۲ منہ

مفرد میں ہوکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر اٰمنوا کا متعلق قالوا فعل بافاعل ملکر جوابِ شرط
اَنؤمن فعل نحن جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ک حرف جر امن فعل سفہاء فاعل دونوں ملکر جملہ
فعلیہ تاویل مفرد میں ہوکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر انؤمن جملہ فعلیہ استفہامیہ انکاریہ کا متعلق
انَّ حرف مشبہ لفعل ھم اوس کا اسم سفہاء اوسکی خبر۔ لکن حرف استدراک حرف عطف کا
یعلمون جملہ فعلیہ۔ واؤ حرف استیناف اذا حرف شرط لقوا فعل بافاعل الذین اسم موصول
اٰمنوا جملہ فعلیہ اوس کا صلہ۔ موصول اور صلہ ملکر لقوا کا مفعول قالوا جملہ فعلیہ جوابِ شرط اٰمنا
جملہ فعلیہ تاویل مفرد میں ہوکر اوس کا مفعول۔ واؤ حرف عطف اذا حرف شرط خلوا جملہ فعلیہ
الیٰ حرف جر شیاطین مضاف ھم مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور۔ جار اور
مجرور ملکر خلوا کا متعلق۔ قالوا جملہ فعلیہ انّا جو اصل میں اِنَّنَا تھا حرف مشبہ لفعل مع اسم کے
مع مضاف کہ مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر اوسکی خبر ان اپنے اسم اور خبر سے
ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر قالوا کا مفعول انما حرف حصر نحن مبتداء مستھزءون اوسکی خبر دونوں
ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔ لفظ اللہ مبتداء یستھزی فعل ھو جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل بھم
جار اور مجرور ملکر اوس کا متعلق واو حرف عطف یمد فعل ھو جو پوشیدہ ہے فاعل ھم
مفعول تینوں ملکر جملہ فعلیہ خبریہ فی حرف جر طغیان مضاف ھم مضاف الیہ دونوں ملکر
مجرور۔ جار اور مجرور ملکر یمد کا متعلق۔ یعمھون جملہ فعلیہ ھم کا حال اولئک مبتدا الذین
اسم موصول اشتروا فعل بافاعل ضلالۃ اوس کا مفعول بالھدیٰ جار اور مجرور ملکر اشتروا
کا متعلق۔ پورا جملہ صلہ۔ اسم موصول اور صلہ ملکر خبر۔ مبتداء اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔ فا حرف
تفریع ما حرف نفی ربحت فعل تجارۃ مضاف ھم مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ
ملکر فاعل دونوں ملکر جملہ فعلیہ واو حرف عطف ما حرف نفی کانوا فعل مع اسم کے مھتدین
اوسکی خبر۔ فعل اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ فعلیہ۔

**ظاہری تفسیر** جب منافقوں سے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مومنوں میں سے کوئی شخص کہتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو
تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم لوگ خالص بھلائی کا کام کر رہے ہیں ہمارے کاموں کو فساد سے
کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ **ان** منافقوں کا فساد کئی طرح کا تھا (۱) مومنوں کو دھوکا دینا (۲) مومنوں
کے مقابلہ میں کافروں کو مدد دینی (۳) مسلمانوں کے بھیدوں سے کافروں کو خبر دینی (۴) گناہ

کرنے میں خوف اور تامل نہ کرنا ۵ اسلام اور مسلمانوں کی توہین کرنی۔ اور یہی وہ چیزیں
ہیں جن سے دنیا کے امن و امان اور انتظام میں خلل پڑتا ہے اور فتنہ و فساد برپا ہوتا
اور خوں ریزی ہوتی ہے۔ اور وہ سب ہی فتنہ آمیز حرکتوں کو جو صلاح اور بھلائی
کی چیزیں ظاہر کرتے تھے" یا تو یہ بھی منافقانہ گفتگو تھی کہ جو کام نقصان اور فساد
کی نیت سے کرتے تھے اوس کو بھلائی کا ظاہر کرتے تھے یا واقعاً اوس کو اچھا سمجھتے
تھے کیونکہ اعتقاد کفر کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے نقصان کی ہر چیز کو وہ حق اور
مناسب سمجھتے تھے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے فَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ
فَرَآهُ حَسَنًا جس کے بُرے کام اوس کی نگاہوں میں زینت دے دیئے جاتے ہیں وہ
اونکو اچھا سمجھتا ہے (اس کی مثالیں اس زمانہ میں دنیا میں بے شمار پائی جا رہی ہیں
جن کو سمجھنے کے لئے غور کرنے کی حاجت نہیں ہے) چونکہ منافقوں کی باتیں غلط اور
جھوٹی اور حرکتیں فساد کی جڑ تھیں جن سے مومن دھوکا کھا جاتے اور نقصان میں
پڑ جاتے تھے اس لئے خداوند عالم نے اون کے کلام کو رد کر دیا اور فرمایا کہ اے مومنو!
آگاہ ہو جاؤ کہ یہ منافق فسادی ہی ہیں لیکن وہ اس کو سمجھتے نہیں ہیں اور جب اون سے
کہا جاتا ہے کہ جس طرح دل سے اور خلوص کے ساتھ دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اور
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد اور اقرار کیا ہے اوسی طرح
تم بھی ایمان لاؤ تو وہ اپنے دل میں یا اپنے ہم خیالوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ بیوقوفوں
کی طرح ایمان لائیں۔ اور یہ کلام اون کا یا تو اس وجہ سے تھا کہ اپنی ہی جماعت کو عقلمند اور
سمجھدار جانتے تھے کیونکہ دین اسلام کو ماننے کے لائق نہیں سمجھتے تھے اور مومنوں نے
مان لیا تھا یا اس وجہ سے تھا کہ مومنوں کو ذلیل سمجھتے تھے اس لیے کہ زیادہ تر وہی فقیر اور محتاج
تھے اور کچھ زر خرید غلام۔ فقر کے متعلق حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد
فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ عَنْ حُجَّتِهِ وَالْمُقِلُّ غَرِيبٌ فِي بَلْدَتِهِ یعنی محتاجی
ذہین اور سمجھدار شخص کو اپنی ٹھوس اور مضبوط دلیلوں کو بیان کرنے سے گونگا اور مجبور
کر دیتی ہے اور محتاج اپنے شہر میں بھی بیکس اور بے یار و مددگار ہوتا ہے اور شاعر
کہتا ہے ؎ لَعَمْرُكَ إِنَّ الْمَالَ قَدْ يَجْعَلُ الْفَتَى + سَنِيًّا وَإِنَّ الْفَقْرَ بِالْمَرْءِ قَدْ يُزْرِي
تیری جان کی قسم یہ بات یقینی ہے کہ مال انسان کو بزرگ بنا دیتا ہے اور محتاجی عیب دار بنا دیتی ہے

وَمَا رَفَعَ النَّفْسَ الدَّنِيَّةَ كَالْغِنٰى ‌+ وَلَا وَضَعَ النَّفْسَ النَّفِيْسَةَ كَالْفَقْرِ

اور ذلیل شخص کو مالداری کی طرح کسی چیز نے عزت نہیں دی - اور بزرگ شخص کو محتاجی کی طرح کسی چیز نے ذلیل نہیں کیا

چونکہ منافقوں کا یہ خیال اور عقیدہ غلط اور باطل تھا کہ دین اسلام پر ایمان لانا بیوقوفی ہے اور ایمان لانے والے بیوقوف ہیں اس لئے خدا نے اونکی رد کردی اور فرمادیا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ درحقیقت بیوقوف وہ خود ہیں لیکن اس کو سمجھتے نہیں ہیں - کیونکہ دین حق سے منحرف اور برگردہ رہنا دنیا میں عقلاء کی نگاہوں میں ذلت اور آخرت میں نقصان اور عذاب کا سبب ہے جس کو وہ جانتے نہیں ہیں اور جب ان سے مومنوں سے ملاقات ہوتی ہے تو اون سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ مومن ہیں اور جب اپنے ہم خیال شیطانوں (کافروں) کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو اون سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں[ع] اور مسلمانوں سے جو اپنے ایمان لانیکو ظاہر کرتے ہیں تو درحقیقت اون سے مسخراپن کرتے ہیں -

---

ع - حضرات اہلسنت کی معتبر کتابوں میں دو حدیثیں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ان منافقوں کے اظہار ایمان پر مسلمان مطمئن نہ تھے وہاں ان کے اظہار کفر پر کفار بھی مطمئن نہ تھے ۱ جب حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرش پر حضرت علی علیہ السلام کو سلا کر دولتسرا سے تنہا روانہ ہو چکے تو ایک شخص نے (جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے) کفار سے کہا کہ کیا دیکھتے ہو رسول تمہاری آنکھوں پر خاک ڈال کر نکل گئے لیکن کفار نے اوس کے کلام پر اعتبار نہ کیا اور حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ ہی سمجھتے رہے ۲ سراقہؓ نے بیان کیا کہ میں اپنے قبیلہ میں صبح کے وقت بیٹھا ہوا تھا کہ ایک قریشی (جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے) آیا اور کہا کہ میں نے ابھی چند آدمی دریا کے کنارے سے جاتے ہوئے دیکھا ہے غالباً وہ محمدؐ ہیں " - میں نے سمجھا کہ وہی ہیں لیکن اوسکو دھوکھے میں رکھنے کے لئے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا ہے وہ محمدؐ نہیں ہیں تاکہ وہ دھوکھے میں رہے اور میں گرفتار کرنے کا سامان کروں ۳ کیونکہ قریش نے حضرتؐ کی گرفتاری کے لئے سراقہ کو مقرر کیا تھا اور سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا تھا ۴ ان دونوں حدیثوں میں حضرتؐ کے تشریف لے جانے کی خبر دینے والوں کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے - اور صحیح بخاری وغیرہ کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے ہجرت سے خبر رکھنے والے صرف تین شخص تھے ایک حضرت ابوبکر ہجرت کے وقت کفار حضرت کا گھر گھیرے ہوئے تھے - حضرت ابوبکر اون کے درمیان سے گذرے اور دولتسرائے حضرت

سلہ مدارج النبوۃ ذکر ہجرت معارج النبوۃ ذکر ہجرت تاریخ کامل و تاریخ خمیس ۱۲ سنہ

سلہ معارج النبوۃ حال ہجرت رکن چہارم و صحیح بخاری حال ہجرت جلد ۲ چھاپہ مصر ص ۲۲۱ ۸۲ سنہ

سلہ مدارج النبوۃ و صحیح بخاری حال ہجرت ۱۲ سنہ

کلام پروردگار اللّٰہ یستھزئ بھم کی توجیہ پانچ طرح سے کی گئی ہے انمیں سے ایک توجیہ یہ ہے کہ بہشت کا دروازہ جہنم کی طرف کھولا جائیگا جب جہنمی دوڑ کر بہشت میں جانیکی غرض سے اوس کے پاس آئیں گے تو بند کر دیا جائیگا" اس مضمون کی پوری حدیث حدیثوں کے بیان میں ذکر کیجائیگی انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔ بقیہ چار توجیہوں میں دو اچھی ہیں جو ذکر کی جاتی ہیں ایک یہ کہ استہزا سے مقصود کفار کی مسخراپن کی سزا ہے اور عرب بلکہ ہر زبان کے لوگ کسی فعل کے بدلا کو اوسی فعل کے لفظ سے بھی بیان کرتے ہیں اور یہ بات ہر زبان میں کثرت سے جاری ہے جیسا کہ کلام پروردگار یخادعون اللّٰہ آہ کی تفسیر کے حاشیہ میں اشعار سے ثبوت کے ساتھ بتفصیل سے لکھ آیا ہوں وہاں ملاحظہ فرمائیں دوسرے یہ کہ استہزا سے مقصود کافروں کے ساتھ دو طرح کا برتاؤ کرنا ہے دنیا میں مسلمانوں کے حکم میں شریک رکھنا جیسے میراث دینا لڑکی دینی اور لینی۔ بیمار ہو جائیں تو عیادت کرنی۔ مرجائیں تو غسل دینا۔ کفن پہنانا۔ اون پر نماز پڑھنی۔ دفن کرنا وغیرہ تاکہ اسلام سے

(بقیہ حاشیہ ص۲۲۵) سرور عالم میں داخل ہوئے اور حضرت علیؑ سے پوچھا کہ حضرت رسول کہاں ہیں اور واپس آئے ف۲ دوسرے ان کے صاحبزادے عبد اللہ جن کو انھوں نے مقرر کیا تھا کہ رات بھر ان کے پاس رہا کریں اور دن کو کفار کے پاس جاسوسی کے لئے حالانکہ نہ تو حضرت رسول کو جاسوس کی ضرورت تھی اور نہ قریش کی کوئی خبر حضرت تک پہونچائی کسی کتاب سے ثابت ہے۔ بلکہ اگر ثابت ہے تو حضرتؐ کی خبر قریش تک پہونچائی تیسرے ان کا غلام عامر بن فہیرہ جو انکی دنبیاں چرایا کرتا تھا ف۲ چونکہ اہلی دونوں حدیثوں کو آخری حدیثوں سے ملا دینے پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کفار کو خبر دینے والے حضرت ابوبکر اور سراقہ کو خبر دینے والے ان کے صاحبزادے ہوں اسلئے میں بہت ممنون ہونگا اگر کوئی صاحب کسی معتبر کتاب کے حوالے سے اون دونوں خبر دینے والوں کا نام بتا دیں تاکہ حضرت ابوبکر اور اون کے فرزند کی طرف سے شبہ برطرف ہو جائے ۱۲ منہ

ف عبد اللہ بن اُبی جیسے مشہور منافق کا بیٹا عبد اللہ مومن تھا عبد اللہ بن اُبی کے مرنے کے بعد وہ آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے باپ کے جنازے میں آپ کا شریک ہونا میری ذلت کا سبب ہے۔ پس حضرت تشریف لائے وہاں دوسرے منافق بھی موجود تھے۔ حضرتؐ نے اوس کے جنازہ پر نماز شروع کی خلیفۂ دوم نے دو دفعہ ٹوکا کہ یا رسول اللہ کیا خدا نے آپکو منافق کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے۔ پہلی دفعہ تو حضرتؐ نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ بر اوکو ظاہر کرنا حضرتؐ کو پسند نہ تھا لیکن دوسری دفعہ مجبوراً

ف۱ تاریخ طبری و در منثور جلد ۲ ص۲۴۹ و عمدة التحقیق ذکر حدیث عمر در ہجرت ابوبکر ۱۲ منہ

ف۲ صحیح بخاری حال ہجرت جلد ۲ چھاپہ مصر ص۲۲۱ ۱۲ منہ

بالکل کنارے نہ ہوجائیں کیونکہ ان میں ایسے بھی تھے جن کا ایمان آخر میں درست ہوگیا اور بہتیروں کی نسلوں میں کھرے مومن پیدا ہونیوالے تھے۔ اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا کرنا جس کو ان کا نفاق چاہتا ہے کیونکہ نفاق کفر سے بدتر ہے جیسا کہ اس کے قبل میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں۔ اور کلام مقدس ویمدھم فی طغیانھم یعمھون کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے اونکو مہلت دی اور عذاب نازل نہ کیا تاکہ ایمان لانیکا پورا موقع اونکو حاصل ہو جائے اور قیامت میں یہ عذر نہ کرسکیں کہ تو نے عذاب نازل کرنے میں جلدی کی ورنہ ہم کچھ بعد ایمان لاتا۔ باوجود اس کے وہ اپنے کفر و نفاق اور سرکشی میں بڑھے رہے دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے انسے ان توفیقوں کو روک دیا جن سے ایسے لوگوں کو سرفراز کرتا رہتا ہے جو اوسکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے اور اوس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انھیں توفیقوں میں سے شرح صدر اور دل کو نورانی کردینا بھی ہے اور روکنے کا سبب یہ ہے کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ نہ رکھتا ہو اوس کے لیے اوس کام کے اسباب کو مہیا کرنا بے فائدہ اور خلاف عقل ہے۔ اور چونکہ خداوند حکیم نے اولاد حضرت آدم علیہ السلام کو اچھی اور بری راہ بتادی اور اپنے احکام بیان کردیئے اور انبیاء و اوصیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اونکی تعلیم کے لیے بھیجدیا۔ اور خود اونکو عمل کرنے اور نہ کرنے کا پورا اختیار دے دیا اور احکام اور اچھی اور بری باتوں کو سمجھنے کے لیے عقل جیسی نعمت سے جو باطنی نبی ہے سرفراز کردیا۔ اور اچھے یا برے فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر کسی کو مجبور کرنا اوسکی مقدس ذات بلکہ ہر عاقل کے لیے عیب اور قبیح ہے اس لیے ہر شخص کو اوسکی تجویز اور پسند اور ارادہ پر چھوڑ دینا ہی مقتضائے حکمت اور مصلحت تھا پس خداوند حکیم نے بھی اس حکمت اور مصلحت کے مطابق ہر شخص کو اوس کے ارادہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶) فرمایا کہ تجھ پر وائے ہو میں نے اوس کے جنازہ پر پڑھا ہے اَللّٰھُمَّ اَمْلَأْ قَبْرَہٗ نَارًا وَامْلَأْ جَوْفَہٗ نَارًا وَاَصْلِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَارًا یعنی خداوندا اسکی قبر کو آگ سے بھردے اس کے پیٹ کو آگ سے بھردے اور قیامت کے دن اسکو جہنم میں پہونچا (تفسیر صافی پ۱۰ سورہ توبہ) اور تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۳ صفحہ ۲۶۶ میں قتادہ کی حدیث ہے کہ حضرت نے اپنا پیراہن بھی اوس کے کفن میں دیا اور فرمایا کہ ایسے شخص کے لیے میرا پیراہن کچھ فائدہ نہ دیگا۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس فعل سے اولاد خزرج میں سے ایک ہزار آدمی سے زیادہ مسلمان ہوجائیں گے ۱۲ منہ

پر چھوڑا لیکن چونکہ انسان کی خلقت ضعیف اور قدرت ناقص ہے اس لئے صحابہ میں سے ایسے لوگوں کو جو اونکی معرفت و اطاعت و فرمانبرداری کا ارادہ رکھتے تھے ایسی چیزوں میں مدد دی جو اونکی قدرت سے باہر تھیں اور معرفت اور اطاعت و فرمانبرداری حاصل ہونے میں دخل رکھتی تھیں۔ اور معرفت وغیرہ کا ارادہ نہ رکھنے والوں کے لئے چونکہ اسباب معرفت وغیرہ کا مہیا کرنا بیکار تھا اس لئے مہیا نہ کیا۔ اور اونکو اونکی حالتوں پر چھوڑ دیا اور اونکا تمرد اور سرکشی دن بدن بڑھتی گئی پس چونکہ اس چھوڑ دینے اور معرفت و اطاعت پر مجبور نہ کرنے کو اونکی سرکشی کی زیادتی سے دور کا کسی قدر لگاؤ ہے اس لئے اس کو عرفی محاورہ کے مطابق بطور مجاز کے لفظ مدد سے تعبیر کیا۔ اس مضمون کو کسی قدر تفصیل سے مثالوں کے ساتھ کلام پروردگار فزادھم اللہ مرضا کی تفسیر میں لکھ آیا ہوں

کلام پروردگار اولٰئك الذین اشتروا الضلالۃ الخ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدا اس آیت پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیچنے اور خریدنے میں انسان ایک چیز دیتا اور ایک چیز لیتا ہے پس ایمان کے بدلے میں گمراہی خریدنے کا معنی یہ ہوگا کہ ایمان جو ان کے پاس تھا اوس کو دیا اور گمراہی لی۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ کبھی بھی صاحب ایمان نہ تھے۔ تاکہ ایمان دینا اور گمراہی لینی صحیح ہو سکے۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ لفظ اشتراء سے مقصود پسند اور اختیار کرنا ہے جیسا کہ قتادہ کی حدیث میں ہے کیونکہ ہر خریدنے والا بیچنے والے کی چیز کو پسند کر کے لیتا ہے اور اختیار کرتا ہے* دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر شخص دین اسلام پر ہوتا ہے چنانچہ حضرت سرور عالم ارشاد فرماتے ہیں کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ اور فطرت سے مقصود دین اسلام ہے۔ اس لئے ایمان ان کے قبضہ میں پیدائش ہی کے وقت سے تھا جس کو بیچکر اوس کے بدلے گمراہی خریدی تیسرا جواب یہ ہے کلبی اور مقاتل بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم کے مبعوث برسالت ہونے سے پہلے یہ لوگ حضرت کے مبعوث ہونے کی خوشخبری دیا کرتے تھے اور حضرت پر غائبانہ ایمان رکھتے تھے لیکن حضرت کے مبعوث ہو جانے کے بعد حسد اور عداوت کی وجہ سے اپنے ایمان کو کفر کے بدلے بیچ ڈالا یا کفر سے بدل لیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ان تینوں جوابوں میں سے پہلا جواب اچھا ہے کیونکہ آخری دونوں جوابوں میں اشتراء کی تفسیر بیچنے یا بدلنے سے کی گئی ہے۔

سلہ اس خلاصہ کو میں اسکے قبل نوٹ نمبر ۱ فائدہ معنی کے قلب کے ذکر میں کتاب کے حوالہ کے ساتھ لکھ آیا ہوں ۱۲ منہ

سلہ اس مضمون کی تفصیل کی ظاہری تفسیر میں ص ۸ تا ۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ

سلہ مجمع البیان جلد ۱ ص ۲۲ ۱۲ منہ

* یعنی ایمان کے عوض ان لوگوں نے گمراہی کو پسند اور اختیار کیا

اس لیئے گمراہی کے بدلے میں ہدایت کو لینے والا بھی کوئی ضرور ہونا چاہیئے۔ اور یہ لینے والا کافر ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ اب تک اپنے کفر پر باقی ہے اگر گمراہی کو دیکر ہدایت کو لیتا تو کفر پر باقی نہ رہتا۔ اور مومنوں کو لینے والا اقرار دینا تکلف سے خالی نہیں ہے علاوہ اس کے واقع میں گمراہی اور ہدایت کے متعلق نہ تو خرید وفروخت واقع ہوا تھا نہ تبدیل بلکہ درحقیقت دو چیزیں اون کے پیش نظر تھیں ایک اون کا موروثی مذہب کفر وضلالت دوسرے اسلام وہدایت جس کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے اون کے سامنے پیش کیا تھا۔ اونھوں نے کفر کو پسند واختیار کیا اور اوس پر باقی رہے اور ہدایت کو چھوڑا۔ اور اس بنا پر کلام پروردگار خماربحت تجارتهم کا مطلب یہ ہوگا کہ اون لوگوں نے گمراہی اختیار کرنے میں جو نفع اور فائدہ سوچا تھا وہ اون کو حاصل نہ ہوگا کیونکہ وہ آخرت میں ہلاک اور عذاب دائم میں مبتلا رہینگے اور جنت کی طرف جانیکی راہ نہ پائیں گے۔

# حدیثیں

(بطریق شیعہ) بسند صحیح حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے واذا قیل لھم لا تفسدوا الخ منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اون (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یعنی خدا کے ضعیف الایمان (نومسلم) بندوں کو اون کے دین ومذہب میں (شک اور شبہہ پیدا کرکے) اونکو حیران وپریشان نہ کرو۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم لوگ اصلاح کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم لوگ تو محمدؐ کے دین کا اعتقاد رکھتے ہیں نہ کسی دوسرے دین کا پس ہم لوگ ظاہر میں تو محمدؐ کے دین کا اقرار کرتے ہیں اور باطن میں اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور اپنے نفسوں کو دین محمدؐ کی غلامی سے آزاد رکھا ہے تاکہ اگر محمدؐ کا دین مٹ جائے تو اون کے دشمنوں کے ہاتھوں میں قید ہونے سے محفوظ رہیں خداوند عالم نے ان کے جواب میں

ع۵ امام اہلسنت محمد بن موسے دمیری حیواۃ الحیوان لغت جز ورمیں عرب کے مذاہب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں والزندقۃ فی قریش یعنی قریش (جنمیں سے بنو امیہ اور خاندان حضرت ابوبکر وعمر تھے) زندیق تھے۔ اور صاحب لغت مجمع البحرین لکھتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ زندیق وہ شخص ہے جو کوئی مذہب نہ رکھتا ہو ۱۲ منہ

ارشاد فرماتا ہے کہ جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ صلاح نہیں بلکہ فساد ہے اور یہ سب مفسد ہیں خدا
اپنے رسولؐ کو ان کے نفاق سے آگاہ کردیگا پس وہ خود بھی ان پر لعنت کرینگے اور مسلمانوں
کو بھی حکم دینگے وہ بھی لعنت کرینگے۔ اور کفار بھی ان پر اعتماد نہ کرینگے اون کا گمان یہ ہے
کہ جس طرح یہ سب مسلمانوں کے ساتھ منافقانہ برتاؤ کرتے ہیں اوسی طرح ہمارے ساتھ بھی کرتے
ہیں پس کفار کے دل میں بھی انکی کوئی قدر و منزلت اور عزت و حرمت نہیں ہے ۵ل
واذا قیل لھم امنوا الخ مذکورہ بالا حدیث میں معصوم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب
ان سے کہا جاتا ہے کہ نیکوکار مومنوں کی طرح ایمان لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے سے
کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔ اگر محمدؐ کا دین مٹ گیا تو محمدؐ کے
دشمن سلاطین اور غیر سلاطین ان ایمان لانے والوں کا سر کچلینگے جس کو یہ بیوقوف
سمجھتے نہیں ہیں۔ خداوند عالم ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ بیوقوف اور جاہل
درحقیقت یہی ہیں۔ محمدؐ کے بارے میں اچھی طرح غور نہیں کیا تاکہ اونکی نبوت کی حقیقت
کو سمجھتے اون کے دین کی حقیقت کی دلیلوں میں چونکہ غور نہیں کیا ہے اس وجہ سے اوس سے
جاہل اور بے خبر ہیں اور محمدؐ اور اونکی ذریت اور اون کے مخالفوں سے ڈر رہے ہیں کہ
اگر محمدؐ غالب آگئے تو اون کے دشمنوں کے ساتھ مارے جائینگے (اس لئے ظاہر میں
اسلام کا اقرار کر رہے ہیں) اور اگر اون کے دشمن غالب آئے تو محمدؐ اور اونکی ذریت

ل تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳ بقدر حاجت باختصار ۱۲

۵ل تفسیر بیضاوی پ۴ سورہ آل عمران و تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰ و تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۸۹ و سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰ ۱۲ منہ

۵ل (اہلسنت) قاضی بیضاوی آیت کریمہ وما محمد الا رسول کی تفسیر میں لکھتے
ہیں کہ جنگ احد میں جب شیطان نے قتل محمدؐ کی آواز بلند کی تو بعض صحابہ نے کہا کہ کاش کوئی
عبداللہ بن ابی (منافق) سے کہتا کہ ہم لوگوں کے لئے ابوسفیان سے امان حاصل کرلے۔ اور چند
منافقوں نے کہا کہ اگر محمدؐ رسول ہوتے تو مارے نہ جاتے۔ تم لوگ اپنے بھائیوں (کفار) اور اپنے
پہلے دین (کفر) کی طرف پلٹ جاؤ ۱۲ چند نفر صحابہ بھاگ کر غار میں پتھر پر بیٹھے ہوئے تھے
اون میں سے بعض نے کہا کہ اے قوم محمدؐ مارے گئے تم لوگ اپنی قوم (کفار) کی طرف پلٹ جاؤ قبل اسکے
کہ وہ پہونچیں اور تم کو قتل کر ڈالیں (یہ کہنے والا مہاجروں سے تھا انصار سے نہ تھا ۱۲ سیرت حلبیہ
جلد ۲ صفحہ ۲۲۷) تو انس بن نضر نے کہا کہ اگر محمدؐ مارے گئے تو اون کا خدا زندہ ہے رسول کے بعد
زندہ رہکر کیا کروگے جس طرح دین بنا لڑ کر وہ شہید ہوئے اوسی طرح تم بھی لڑ کر مرجاؤ۔ پھر کہا کہ

کے ساتھ مارے جائیں گے (اس وجہ سے کافروں سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں)
پس درحقیقت بیوقوف یہی ہیں۔ انکی اس منافقانہ اور دورخی چال سے نہ تو انکی محبت
مسلمانوں کے دلوں میں ہے نہ یہودیوں کے دلوں میں نہ کافروں کے دلوں میں۔ کیونکہ مسلمان محمدؐ
سے اون کے ساتھ محبت اور اون کے دشمنوں سے عداوت کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ یہودی لوگ
اور محمدؐ کے دشمنوں سے اون کے ساتھ محبت اور محمدؐ سے عداوت کو۔ لہٰذا نہ خدا ہی ملا نہ
وصال صنم ٭ نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے) واذا لقوا الذین اٰمنوا
قالوا اٰمنا الخ ؎ ابسند موثق ابن فضال بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضا
علیہ السلام سے اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ استہزاء کی سزا مقصود ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰) خداوندا جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اوسکی نسبت میں تجھ سے برائت چاہتا ہوں
پھر کفار پر حملہ کیا اور شہید ہو گئے ؎ زبیر بشر بانجنہ کہتے ہیں کہ احد کے دن جب ہم لوگوں پر
خوف چھا گیا تو ہم میں سے ہر شخص (کو پینک آنے لگی اور) سینہ پر ٹھوڑی رکھکر اونگھنے لگا ؎
اس لیئے انس بن نضر کے مشورۂ نیک پر کسی نے عمل نہ کیا جس جماعت سے کفر کی طرف پلٹنے کی رائے
ظاہر ہوئی تھی اور انس نے اونکو لڑ مرجانے کا مشورہ دیا تھا اوس میں حضرت عمر اور طلحہ بشر بانجنہ بھی تھے ؎
احد کے دن جب مسلمانوں پر سخت وقت آپہونچا اور مسلمان کفار کے غلبہ سے ڈرے تو دو
مسلمانوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں اپنے دوست فلاں یہودی کے پاس چلا جاؤں گا
اور اوس سے امان حاصل کروں گا کیونکہ یہودیوں کے غلبہ سے ڈرتا ہوں۔ تو دوسرے نے کہا
کہ میں اپنے دوست فلاں نصرانی شامی کے پاس چلا جاؤں گا اور اوس سے امان حاصل کروں گا ؎
قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے منافق تھے۔ ؎
امام سُدّی لکھتے ہیں کہ پہلے شخص حضرت عثمان تھے جو یہودی ہوجانا چاہتے تھے اور دوسرے
طلحہ تھے جو نصرانی ہونے کا ارادہ رکھتے تھے ؎ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ طلحہ اور زبیر نصاریٰ
اور شام کے یہودیوں سے برابر خط و کتابت کیا کرتے تھے بلکہ صحابہ میں ان کے علاوہ کچھ لوگ اور بھی تھے جو نصر

؎ در منثور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۹ بذیل آیہ لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء و لوامع بحوالہ
ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن منذر و معالم التنزیل بغوی ۱۲ منہ ؎ تفسیر بیضاوی در تفسیر آیہ مذکورہ
بالا ۱۲ منہ ؎ لوامع التنزیل داوار نعمانیہ بحوالہ تفسیر سُدّی ۱۲ منہ

۲ بسند صحیح حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ منافقوں کے استہزاء (مسخراپن) کی سزا دنیا میں یہ ہے کہ یہ سب اگرچہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے اور ظاہر میں حضرت رسول ؐ کی اطاعت اور موافقت کرنے کی وجہ سے مسلمانوں ہی کے حکم میں قرار دیئے گئے ہیں لیکن چونکہ واقع میں دینِ حق سے جدا ہیں۔ اس لئے خداوند عالم نے چھپے الفاظ میں ان کے نفاق اور باطنی برائیوں پر خالص مومنوں کو آگاہ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۱) وفاقہ کے خوف سے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں سے مخفی خط و کتابت رکھتے اور حضرت کی خبریں اون تک پہونچایا کرتے تھے اور اون سے قرض اور مالی نفع کی امید رکھتے تھے [۱] امام اہلسنت فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو یہود و نصاریٰ نے قرض دیتے اور اون کی مدد کرتے تھے وہ لوگ منافق تھے جو یہود و نصاریٰ کی دوستی میں جلدی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ یہود و نصاریٰ سے اس لئے دوستی رکھتے ہیں کہ اون کے غلبہ سے ڈرتے ہیں اور اس امر کا خوف ہے کہ محمدؐ کا دین باقی نہ رہے اور پہلا زمانہ پلٹ آئے۔ پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب حضرتؐ کی رسالت میں شک رکھتے اور کہتے تھے کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ محمدؐ کا دین باقی نہ رہیگا اور دولت اور غلبہ اون کے دشمنوں کے لیے ہوجائیگا [۲] شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان اور طلحہ کے لئے ایک شبہۂ عظیم پیش آیا اور شیطان دلوں میں وسوسہ ڈالنے لگا تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس عظیم شبہ سے نجات دینے والا کلمہ طیبہ ہے [۳] حاطب بن ابی بلتعہ کا خط مشرکوں کے نام جب پکڑا گیا تو حضرت عمر (اپنی عادت کے موافق) اوسکو قتل کرنے کو کھڑے ہوئے۔ حضرتؐ نے منع کیا اور حاطب سے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا اوس نے جواب دیا کہ اپنے اہل و مال کی حفاظت کے لئے اور آپ کے صحابہ میں سے ہر شخص کا ایک نہ ایک مشرک طرفدار ہے جو اوس کے اہل و مال کی حفاظت کرتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا سچ کہتا ہے۔ حضرت عمر منع کرنے کے بعد اوس کو قتل کرنے کے لئے پھر کھڑے ہوئے لیکن حضرتؐ نے روک دیا [۴] حضرت ابوبکر بھی جو بارادہ ہجرت حبشہ نکلے تھے تو ابن دغنہ جو بنو قارہ کا سردار تھا انکو واپس لایا اور اپنے ہمسایہ میں رکھا اور کفار قریش سے سفارش کی اور ان سے کہا کہ مطمئن رہو اور جس طرح چاہو زندگی بسر کرو [۵] حاطب کا صرف خط دیکھکر حضرت عمر اوس کو قتل کرنے کے لئے دو مرتبہ کھڑے ہوئے اور گرفتار شدہ مجبور کو قتل کرنے کے لئے سب سے پہلے کھڑے ہوا کرتے تھے لیکن تعجب ہے کہ غار احد میں پتھر پر بیٹھنے والے

[۱] درمنثور جلد ۲ ص ۲۹۱ بروایت عکرمہ ۱۲ منہ [۵] تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۴۲۶ چھاپہ مصر بذیل آیہ فتری الذین فی قلوبہم مرض الخ ۱۲ منہ [۳] ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ دوم ص ۲۴۴ ۱۲ منہ [۴] صحیح بخاری جلد ۳ ص ۶ ذکر جنگ بدر و جلد ۴ ص ۱۳۲ جا + فی کرما المتاولین کتاب استتابہ [۵] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۱ چھاپہ مصر ذکر ہجرت

کر دیا ہے اور سمجھا دیا ہے کہ ان اشاروں سے کون لوگ مراد ہیں اور اونکو حکم دیدیا ہے کہ
ان پر لعنت کیا کریں (یعنی ان سے بیزار رہیں) اور آخرت میں انکی سزا یہ ہے کہ
جب یہ لعنت اور ذلت کے گھر (جہنم) میں ڈال دیئے جائیں گے اور طرح طرح کے عذابوں
میں مبتلا کر دیئے جائیں گے اور مومن حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت
میں بہشت میں بھیجدیئے جائیں گے اوس وقت خداوند عالم ان منافقوں کو مومنوں
کی نگاہوں کے سامنے کردیگا وہ دیکھیں گے کہ یہ کیسے کیسے ہیبت ناک اور سخت عذابوں
میں مبتلا ہیں پس وہ انکو دیکھکر خوش ہونگے اور ان پر لعن وطعن کرینگے اور ان کو انکے
نام ونسب کے ساتھ پہچانیں گے۔ ان میں سے بعض اژدہوں کے دانتوں میں ہونگے
اور وہ ان کو چیرتے پھاڑتے اور چباتے ہونگے۔ اور بعض آگ کے کوڑوں اور سوٹوں
سے پیٹے جاتے ہوں گے اور بعض حمیم (کھولتے ہوئے پانی) کے دریا میں ڈوبے
ہوئے اور بعض پیرتے ہونگے۔ اور بعض غسلین (جہنمیوں کے پیٹ اور شرمگاہ سے نکلے
ہوئے پانی) اور غساق (جہنمیوں کی پیپ) میں پڑے ہونگے۔ اور جہنم کے شعلوں

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲) نے جو اپنی جماعت کو کفر کی طرف پلٹ جانے کا مشورہ دیا تھا
اوس کو ٹوکا بھی نہیں اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یا تو مشورہ دینے والے خود ہی تھے یا اس پر راضی
تھے کوئی سمجھدار منصف مزاج اس بات کو قبول نہیں کر سکتا کہ کلام خدا اشداء علی الکفار
سے حضرت علیؑ کے سوا ایسے صحابہ مقصود ہو سکتے ہیں جو کفار سے باطنی محبت رکھتے تھے اور خط وکتابت
کرتے تھے اور اسی محبت کی وجہ سے رسول اللہؐ کو تنہا چھوڑ کر لڑائیوں سے برابر بھاگ گئے ۱۲ منہ
(اسریہ) لفظ الم کی تفسیر صفحہ ۶ تا ۹ میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں کہ پنڈت دیانند جی مہاراج
عام ہندوؤں سے کہا کرتے تھے کہ وید الہامی ہیں اور غلطیوں سے پاک ہیں۔ لیکن درحقیقت ویدوں
کے الہامی ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اسی طرح عام طور سے تو ظاہر کیا کرتے تھے کہ مذہبی آدمی
ہیں اور خدا کا اعتقاد رکھتے ہیں لیکن کرنل الکاٹ صاحب (جو دہریہ اور لامذہب تھے) لکھتے ہیں
کہ ایک پرائیویٹ (تنہائی کی) مجلس میں اس امر کی بابت سوامی جی سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ایشور کی
بابت اون کا پرائیویٹ خیال کچھ اور ہی ہے اور وہ خیال نہیں ہے جو (آریہ سماج کے) دس اصولوں میں
بیان کیا گیا ہے (تفصیل اس مطلب کی کتاب دیانند اور اونکی تعلیم باب فصل ۴ صفحہ ۲۵۲ تا ۳۴۹ میں ملاحظہ فرمائیں راحت حسین)

کی لپک اون تک پہونچتی اور اونکو جھوستی ہوگی اور خود یہ منافق مومنوں کو دیکھینگے کہ بعض اپنے فرش خواب پر آرام کی نیند سو رہا اور کروٹیں بدل رہا ہے۔ اور بعض بہشتی میوے کھا رہا ہے اور بعض جھروکوں میں بیٹھا ہوا اور بعض ٹہل ٹہل کر باغوں اور سیر گاہوں کی سیر کر رہا ہے اور حوریں اور لونڈیاں اور غلام اون کے سامنے حاضر ہیں اور خدمتیں کر رہے ہیں۔ اور فرشتے خداوند عالم کی طرف سے طرح طرح کے تحفے اور ہدیے لاتے اور کہتے ہیں کہ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی اللّٰہ ار یعنی تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے دنیا کی تکلیفوں اور منافقوں کی دل آزاریوں پر صبر کیا۔ پس تم کو آخرت کا انجام اچھا ملا پس مومن ان منافقوں سے مسخراپن کرینگے اور کہیں گے کہ اے فلاں و فلاں تم لوگ اس بری جگہ میں کیوں ٹھہرے ہوئے ہو۔ آؤ ہم لوگ تمہارے لئے بہشت کا دروازہ کھول دیتے ہیں تاکہ اس عذاب سے نجات پاؤ اور بہشت کی نعمتوں میں ہمارے شریک ہو جاؤ۔ وہ جواب دینگے کہ واہ ہو ہم لوگوں پر ہم کو یہ چیزیں کہاں نصیب ہو سکتی ہیں۔ وہ کہیں گے کہ بہشت کے دروازوں کو تو دیکھو۔ وہ دیکھینگے کہ واقعاً کھلے ہوئے ہیں اور خیال کرینگے کہ جہنم سے ملے ہوئے ہیں اور وہ بہشت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پس حمیم و غساق والے پیرتے ہوئے اور دوسرے دوڑتے ہوئے چلیں گے اور پیچھے سے جہنم کے شعلوں کی لپک اونکو جھوستی ہوگی اور آگ کے کوڑے اور ڈنڈے پڑتے ہونگے۔ یہاں تک کہ جب دروازوں کے نزدیک پہونچیں گے تو اون کو بند پائیں گے۔ اور آگ کے شعلے اونکو گولیوں کی طرح لوٹ ھکاتے ہوئے پھر کھینچ لے جائیں گے اور بیچ جہنم میں پہونچا دینگے۔ یہ دیکھکر مومنین اون پر ہنسینگے اور نداق اوڑائینگے پس کلام پروردگار اللّٰہ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ سے مقصود عـــه مومنوں کا استہزاء اور مسخراپن کرنا ہے جیسا کہ اپنے کلام مقدس فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ عَلَی الْاَرَائِکِ یَنْظُرُوْنَ (سورہ مطففین پ ۳۰ آیت ۳۴ و ۳۵) میں اسکی تصریح کر دی ہے یعنی آج (قیامت کے دن) مومن کفار پر ہنسینگے اور تختوں پر بیٹھے ہوئے اون کو دیکھتے ہوئے۔

عـــه اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اللّٰہ کے قبل لفظ ولی پوشیدہ ہے یعنی خدا کا دوست ان لوگوں سے مسخراپن کرے گا اور لفظ ولی کو پوشیدہ رکھکر اور اپنے اولیاء کے مسخراپن کو اپنی طرف نسبت دیکر اون کی عظمت اور بزرگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی ان کا ہنسنا گویا خدا کا ہنسنا ہے ١٢ منہ

اولئک الذین اشتروا الضلالۃ الخ بسند صحیح حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے دینِ خدا کو بیچا اور اوس کے بدلے کفر کو اختیار کیا۔ پس یہ خرید و فروخت آخرت میں انکو فائدہ نہ دیگی کیونکہ ان لوگوں نے جہنم اور اوس کے طرح طرح کے عذاب کو خریدا اور بہشت کو چھوڑا جو ایمان لانے کی صورت میں ان کے لئے مہیا کی گئی تھی اور صحیح راہ کو اختیار نہ کیا۔

(بطریق اہلسنت) واذا قیل لہم لاتفسدوا الخ ۱ ابن مسعود کہتے ہیں کہ فساد سے کفر اور گناہ کرنا مقصود ہے ۲ مجاہد کہتے ہیں کہ جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ اصلاح کرتے ہیں اور جب کہا جاتا ہے کہ گناہ نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ ہدایت اور راہ راست پر ہیں ۳ ابن عباس کہتے ہیں کہ نحن مصلحون سے اون سب کی غرض یہ ہے کہ مومنوں اور اہل کتاب کے درمیان میں ہم لوگ صلح پیدا کرنا اور فساد کو دفع کرنا چاہتے ہیں (یعنی دونوں کے خیالات اور عقیدوں کو اس طرح ایک کر دینا چاہتے ہیں کہ دونوں خدا کو مانیں اور رسولؐ کو چھوڑ دیں انکی مذمت خدا نے سورہ نساء میں کی ہے ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا (سورہ نساء پ ۶ آیت ۱۴۹) یعنی جو لوگ خدا اور رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا اور رسولوں میں جدائی ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض یعنی خدا پر ایمان لائیں گے اور بعض یعنی رسولوں کو نہ مانیں گے اور بالکل کفر اور بالکل ایمان کے درمیان ایک دوسری راہ نکالنا چاہتے ہیں ٹھیک یہی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ واذا قیل لہم اٰمنوا الخ ۱ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب اون سے

---

(اہل قرآن) تیسویں اور اکتیسویں مقدمہ میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں کہ قرآن تفسیر کا محتاج ہے بغیر تفسیر کے اوس سے دینی اور دنیاوی حاجتیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اور غیر معصوم مفسر نہیں ہو سکتا۔ اور اہل قرآن حدیثوں کو نہیں مانتے۔ پس چونکہ حدیثوں کو نہ ماننا رسول اور خلفاء رسول کو غیر ضروری سمجھنے اور انکو نہ ماننے کے معنی میں ہے اس لیئے اہل قرآن درحقیقت خدا کو ماننے والے اور رسالت اور امامت سے انکار کرنے والے ٹھہرتے ہیں اس واسطے اس آیت میں وہ بھی داخل ہو رہے ہیں اگر انکو اس سے انکار ہو تو قرآن سے ثابت کریں کہ وہ اس آیت میں داخل نہیں ہیں

کہا جاتا ہے کہ جس طرح حضرت رسولؐ کی نبوت اور رسالت کی اون کے اصحاب نے تصدیق کی ہے یعنی دل سے مان لیا اور زبان سے اقرار کیا ہے اوسی طرح تم بھی تصدیق کرو۔ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جاہلوں کی طرح تصدیق کریں (خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ) آگاہ ہو جاؤ کہ وہی جاہل ہیں لیکن اپنی جہالت کو جہالت نہیں سمجھتے ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کما امن الناس (جس طرح لوگ ایمان لائے) میں لوگ سے ابوبکرؓ اور عمر اور عثمان اور علیؑ مقصود ہیں۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند واہی یعنی نہایت کمزور اور بے اعتبار ہے واذا لقوا الذین امنوا الخ ۔ واحدی اور ثعلبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق اور اوس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ ایک دن یہ سب کہیں جا رہے تھے کہ آگے سے چند صحابی آتے ہوئے دیکھائی دیئے تو عبداللہ مذکور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو ان بیوقوفوں کی بُرائیوں کو تم سے کس طرح دفع کر دیتا ہوں۔ پس جا کر ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ مرحبا یعنی اچھے آئے اے صدیق اور سردار اولاد تیم اور شیخ الاسلام (بزرگ اسلام) اور رسولؐ کے یار غار اور اون کے لئے اپنی جان و مال کو خرچ کرنے والے۔ پھر عمر کا ہاتھ پکڑ کر کہا اچھے آئے اے سردار اولاد عدی اور باطل کو حق سے جدا کرنے والے اور دین خدا میں قوی اور مضبوط اور اپنی

---

ع علامہ سیوطی نے جو اس روایت کی سند کو واہی کہا ہے اسکی تائید دوسرے واقعات سے بھی ہوتی ہے امام و رئیس مذہب اہلسنت ابو منصور حنفی ماتریدی اپنے امام اعظم ابو حنیفہ صاحب کی فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جماعت اشاعرہ یعنی پیروان ابوالحسن اشعری کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر اپنے بت پرستی کے زمانہ میں بھی مومن ہی تھے لہ اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کو قتل کرنے کی نیت سے آئے تھے حضرتؐ نے گریبان پکڑ کر جھٹکا اوس وقت ایمان لائے تھے اور امام اعظم اہلسنت ابو حنیفہ صاحب لکھتے ہیں کہ ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی ہے پس جب کہ ان لوگوں کا ایمان کفر اور اسلام دونوں زمانوں کا ایک طرح کا ٹھہرا جس کے ہوتے ہوئے رسولؐ کو قتل کرنے آئے تھے اور حضرت سرور عالمؐ کو کفار کے درمیان چھوڑ کر اسلامی لڑائیوں سے برابر بھاگ گئے تو خداوند عالم دو سروں کو انکی طرح ایمان لانے کی فرمائش کیونکر کر سکتا تھا ۱۲ منہ

---

لہ شرح فقہ اکبر ماتریدی ص ۱۸ چھاپہ دکن ۱۳۲۱ ھ سنہ ۲ ۔ تاریخ الخلفاء ذکر اسلام عمر ۱۲ سے شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص ۱۰۲ مطبوعہ مصر ۱۲ منہ

جان و مال کو رسول خدا کے لیے خرچ کرنے والے۔ پھر علی (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اچھے آئے اے چچازاد بھائی اور داماد حضرت رسولؐ کے اور سردار رسولؐ کے اولاد ہاشم کے سردار۔ پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے اور عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھا میں نے کیا کیا تم لوگ بھی جب ان لوگوں سے ملاقات کیا کرو تو اسی طرح کیا کرو اور ان لوگوں کی تعریفیں کیا کرو۔ پس یہ مسلمان (ابوبکر وغیرہ) حضرت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی" کہ یہ سب جب مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور جب آپس میں تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے مسخراپن کرتے ہیں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند واہی یعنی نہایت کمزور اور بے اعتبار ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ آیتیں درحقیقت تو اونہیں اور اون کے ہم خیال لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جن میں سے تین بقیہ کے سردار اور پیشوا تھے۔ جیسا کہ باطنی تفسیر میں بسند صحیح نقل کروں گا انشاء اللہ تعالےٰ اور مومنوں سے جو لوگ مقصود ہیں اونکو بھی ذکر کروں گا ؎۲ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ یہ منافق جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو اون سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسلمانوں سے مسخراپن کرتے ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ خدا بھی آخرت میں ان کے ساتھ مسخراپن کرے گا (یعنی مسخراپن کی سزا دیگا) اس طرح کہ بہشت کا دروازہ جہنم کی طرف کھول دیا جائیگا اور اون منافقوں سے کہا جائیگا کہ آؤ پس وہ جہنم کی آگ میں پیرتے ہوئے چلیں گے اور مومن اپنے اپنے تختوں پر جن پر پردے پڑے ہوئے ہونگے بیٹھے دیکھتے ہونگے جب وہ دروازوں کے پاس پہونچیں گے تو دروازے بند کر دیئے جائیں گے پس مومن ہنسنے لگیں گے۔ پس کلام پروردگار اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اور فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ سے یہی مقصود ہے۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الخ علا قتادہ کہتے ہیں کہ اشتراء سے پسند اور اختیار کرنا مقصود ہے ؎۲ ابن عباس کہتے ہیں کہ ضلالت سے کفر اور ہدایت سے ایمان مقصود ہے ۔

(باطنی تفسیر) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا الخ بسند صحیح حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ غدیر خم کی بیعت کو توڑنے والوں سے جب کہا جاتا ہے کہ بیعت توڑنے کو ظاہر کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور مکر و

ف ۵/ فرد ع سے یہاں تک کل حدیثیں علامہ سیوطی کی تفسیر در منثور ج۱ ص۳۰ تا ۳۲ سے لی گئی ہیں ۱۲ منہ

عقیدہ کے تازہ مسلمانوں کے عقیدوں اور خیالات کو خراب کرو تو جواب دیتے ہیں کہ بلہ الخ اس حدیث کا باقی مضمون ظاہری تفسیر میں ذکر کیا گیا وہاں ملاحظہ فرمائیں میں عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث صحیح سے معلوم ہو گیا کہ یہ آیتیں عبداللہ بن اُبی منافق کے حق میں نازل نہیں ہوئی ہیں بلکہ اون لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے غدیر کی بیعت کو توڑ کر حضرت علیؑ سے اون کے حق کو چھینا اور دنیا کی محبت میں خدا و رسول کی فرمائشوں اور آخرت کے معاملوں کو بے وقعت سمجھا واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس الخ بسند صحیح حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ غدیری بیعت توڑنے والوں سے جب نیکوکار مومن سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ عمار کہتے ہیں کہ جس طرح ہم لوگ حضرت رسولؐ کی رسالت اور علیؑ کی امامت پر ایمان لائے ہیں۔ جن کو حضرت نے اپنا جانشین اور قائم مقام بنایا ہے اور دین و دنیا کے کل انتظاموں اور مصلحتوں کو اون کے سپرد کیا ہے۔ تم بھی اوسی طرح ایمان لاؤ اور رسولؐ کی رسالت اور علیؑ کی امامت کو مان لو تو وہ آپس میں کہتے ہیں ؎۲ باقی مضمون اس کا ظاہری تفسیر میں ذکر کیا گیا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ آخر حدیث میں حضرتؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان بیعت توڑنے والوں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے امر میں اچھی طرح غور نہیں کیا اگر غور کرتے تو حضرت سرور عالمؐ کی نبوت اور حضرت علیؑ کی امامت کی حقیت اون پر ثابت ہو جاتی اور اونکو معلوم ہو جاتا کہ حضرت علیؑ کو حضرت سرور عالمؐ نے دین و دنیا کے متعلق جو حقوق اور اختیارات دیئے ہیں۔ وہ صحیح ہیں۔ نبوت اور امامت کی دلیلوں میں غور نہ کرنے کی وجہ سے وہ جاہل کے جاہل رہے اور اون کے دلوں میں یہ خوف سما گیا ہے کہ اگر صاف کافر رہتے ہیں اور محمدؐ اور اونکی ذریت کو غلبہ ہوتا ہے تو کفار کے ساتھ مارے جائیں گے اور اگر صاف مومن ہو جاتے ہیں اور کفار کو غلبہ ہوتا ہے تو محمدؐ اور اونکی ذریت اور اصحاب کے ساتھ مارے جائینگے۔ اِس وجہ سے محمدؐ کے سامنے اون سے اور علیؑ سے محبت اور اون کے دشمنوں سے عداوت اور بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور اونکے دشمنوں کے سامنے اون سے محبت اور محمدؐ و علیؑ سے عداوت ؎۳

ع اس موقع پر ایک شخص کے تین کلام بار بار نظروں کے سامنے گردش کر رہے ہیں ؎۱ ایک غدیر خم کی مبارکباد بَخٍّ بَخٍّ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْطَالِبِ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَۃٍ مبارک ہو مبارک ہو اے فرزند ابوطالب آج تم میرے اور کل مومن اور مومنہ کے آقا اور سردار ہو گئے ؎ ۲ اور دوسرے مسجد رسولؐ کی دھمکی کہ اگر حضرت ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت نہ کرو گے تو قتل کر ڈالوں گا ؎ ۳ تیسرے دل کی بات کا اظہار باللہ یَا حُذَیْفَۃُ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ اے حذیفہ خدا کی قسم میں منافق ہوں ؎ ۱۲ منہ

تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۹ بقدر حاجت ۱۲ منہ
؎۲ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۹ بقدر حاجت ۱۲ منہ
؎۳ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۹ ۱۲ منہ
؎۱ اربح المطالب مصنفہ مولوی عبیداللہ امرتسری صفحہ ۲۰ و بحر الرائق و ثعلبی و ابن مغازلی و ابراہیم نطنزی و شہاب الدین و صالحانی ۱۲ منہ
؎۲ دینیات امامت ابن قتیبہ ۱۲ منہ
؎۳ میزان الاعتدال ذکر زید بن وہب جلد ۱ ۱۲ منہ

واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الی شیاطینھم الخ بسند صحیح حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مراد پروردگار یہ ہے کہ غدیری بیعت کے توڑنے والے جنہوں نے حضرت علیؑ سے عداوت ومخالفت اور اون سے خلافت چھین لینے پر اتفاق کیا ہے۔ جب مومنوں یعنی سلمان اور مقداد اور ابوذر اور عمار سے ملاقات کرتے ہیں تو اون سے کہتے ہیں کہ تمہاری ہی طرح سے ہم لوگ بھی محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی امامت پر ایمان لاچکے ہیں اور علیؑ کی فضیلتوں کو مانتے ہیں اور غدیری بیعت کو قبول کرلیا ہے لیکن انمیں سے اول اور دوم اور سوم اور بقیہ چھ؟ جب سلمان اور اون کے ساتھیوں کو کہیں راہ میں دیکھ لیتے ہیں تو اون سے نفرت کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ سب ساحر (جادوگر) اور اہوج (جلدی باز بیوقوف) کے اصحاب (ساتھی) ہیں اور ساحر سے حضرت سرور عالمؐ کو اور اہوج سے حضرت علیؑ کو مراد لیتے ہیں اور اونمیں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ ان سب سے بچتے رہنا ایسا نہ ہو کہ علیؑ کے بارے میں (یعنی اونکی بڑائیاں بیان کرنے اور اونکو اپنا جانشین بنانے میں) محمدؐ جو کچھ کفر بکے ہیں اوس کے متعلق تمہاری باتوں کو یہ سُن لیں اور تمہارے مارے جانے کا سبب ہو۔ اور اوّل نے اپنے باقی ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو کیونکر ان سے مسخراپن کرتا اور اون کے نقصان اور بُرائیوں کو تم سے دفع کردیتا اور روک دیتا ہوں پس اوس نے (حضرت) سلمان سے کہا کہ مرحباؑ یعنی اچھے آئے اے سلمان فرزند اسلام جس کے حق میں سردار خلق محمدؐ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا ہے کہ اگر دین ثریا (ستارہ) میں لٹکا ہوا ہو تو کچھ لوگ فارس کے رہنے والے اوسکو وہاں سے بھی لائینگے اور یہ اون سب سے افضل ہے اور اس اشارہ سے تم کو مراد لیا ہے اور تمہارے حق میں کہا ہے کہ سلمان ہم اہلبیت سے ہے اور تم کو اس کلام میں جبرئیلؑ کا شریک بنا دیا ہے کیونکہ عبا (یعنی کساء یمنی میں داخل ہونے) کے دن جبرئیلؑ نے بھی رسول اللہؐ سے کہا تھا کہ میں بھی آپ ہی لوگوں (یعنی اہل عبا) سے ہوں اور رسولؐ نے اون کے جواب میں کہا تھا کہ تم بھی ہمیں سے ہو۔ یہاں تک کہ جبرئیلؑ آسمان پر گئے اور آسمان کے فرشتوں پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو مجھکو کہ میں محمدؐ کے اہلبیتؑ میں داخل ہوگیا۔ پھر اوس نے (حضرت) مقداد سے کہا کہ مرحبا اے مقداد تم وہ شخص ہو جس کے حق میں رسول اللہؐ نے علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ مقداد تمہارا دینی بھائی ہے اور تم کو ملنے میں اوس پر مقدم رکھا ہے (یعنی تم اوس سے افضل ہو) اور یہ بات رسول اللہؐ نے تم سے اور تمہارے دوستوں سے محبت اور تمہارے دشمنوں سے عداوت کی وجہ سے کہی تھی لیکن جس قدر تم علیؑ کو دوست رکھتے ہو اوس سے زیادہ آسمان کے فرشتے تم کو دوست رکھتے ہیں۔ اور جس قدر تم علیؑ

ع‌ه عربی محاورہ میں کسی مہمان یا غیر مہمان سے ملاقات کے وقت اوس کے آنے یا ملاقات ہونے پر اپنی خوشی ظاہر کرنے کے لئے (اس لفظ کو) بولتے ہیں ۱۲ منہ

کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہو اوس سے زیادہ فرشتے تمہارے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں پس خوشحال تمہارا
پھر خوشحال تمہارا۔ پھر اوس نے ابوذر سے کہا کہ مرحبا اے ابوذر تم ہی وہ شخص ہو جس کے حق میں رسول اللہؐ نے
فرمایا ہے کہ نہ تو زمین نے اوٹھایا ہے اور نہ آسمان نے سایہ ڈالا ہے کسی ایسے بولنے والے پر جو ابوذر سے
زیادہ سچا ہو تو رسول اللہؐ سے پوچھا گیا کہ خدا نے ابوذر کو اس کے ساتھ کیوں فضیلت اور شرافت دی
تو جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ وہ علیؑ برادر رسول اللہؐ کی فضیلتوں کو بیان کرتے اور اونکی ہر حال میں تعریف
کرتے ہیں اور اون کے دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی رکھتے ہیں عنقریب وہ زمانہ آرہا ہے کہ اونکو
خداوند عالم بہشت کے رہنے والوں میں سے افضل لوگوں میں قرار دیگا اور اونکی خدمت کے
لئے اس قدر حوریں اور لونڈیاں اور غلام ان کو عطا کریگا جنکی تعداد کو خدا کے سوا کوئی نہیں سمجھ
سکتا۔ پھر اوس نے عمار یاسر سے کہا کہ اھلاً وسھلاً عہ (یعنی مرحبا) اے عمار کہ تم باوجودیکہ
واجبات اور مستحبات کے علاوہ باقی عبادتوں کو چھوڑے ہوئے ہو لیکن برادر رسولؐ کی محبت
کی وجہ سے تم نے وہ مرتبہ پایا ہے جس کو دوسرے رات بھر نمازیں پڑھکر اور دن کو روزے رکھکر اور
تمام دنیا کے مال کو راہ خدا میں لٹا کر بھی نہیں پا سکتے۔ پس اپنے بھائی علیؑ کی نیت کی وجہ سے
وہ تم سے راضی اور خوشنود ہیں یہاں تک کہ تم کو خبر دی ہے کہ تم اونکی محبت میں مارے جاؤگے
اور قیامت کے دن اون کے اچھے ساتھیوں میں قرار دیئے جاؤگے۔ خداوند عالم مجھکو بھی تمہارے
اور تمہارے ساتھیوں کے عمل کی طرح عمل کرنے کی توفیق دے۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ اور
اون کے بھائی علیؑ کی پوری خدمت کروں اور اونکے دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی کروں
اور اون کے قدم بقدم چلوں تم لوگوں سے آج کی ملاقات شائد مجھکو بھی سعادتمند بنا دے
پھر اوس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ میرے مسخراپن کو اون کے ساتھ تم نے کیسا دیکھا
اور کیونکر میں نے ان کی بدیوں کو اپنی ذات سے اور تم لوگوں سے دفع کر دیا۔ تو اون سب نے
جواب دیا کہ جب تک تم زندہ رہوگے تم سے ہم لوگوں کو بھلائی ہی کی امید ہے۔ پھر
اوس نے کہا کہ دیکھو جب تک تم کو (اون پر حملہ اور غلبہ کرنے کا) موقع نہ ملے اون سے
اسی طرح سے چاپلوسی کی باتیں کیا کرو کیونکہ عقلمند وہی ہے جو موقع پانے تک غصہ کو
گھونٹ گھونٹ کرکے پیتا رہے۔ پھر یہ سب اپنے باطنی دوست منافقوں کے پاس
گئے جو انھیں کی طرح حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور حضرت

عہ یہ دونوں لفظ بھی مرحبا کے معنی میں ہیں اور اوسکی جگہ پر استعمال کئے جاتے ہیں ۱۲ منہ

علی علیہ السّلام کی امامت ووصایت کو جھوٹلاتے اور اونکی فضیلتوں سے انکار کرتے تھے۔[عـ] اور اون سے کہا کہ تم نے جو محمدؐ کے مرنے کے بعد علیؑ سے خلافت چھین لینے پر اتفاق کیا ہے۔ ہم لوگ اس رائے میں تمہارے شریک ہیں۔ اور ہم لوگ جو اون سب سے مدارات اور دل پسند باتیں کرتے ہیں اس سے تم شبہہ نہ کرنا اور نہ گھبرانا کیونکہ ہم لوگ اون کے ساتھ مسخراپن کرتے ہیں پس خداوند عالم نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو خبر دی کہ اے محمدؐ خدا انکی مسخراپن کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جگہ دے گا اور ان کو انکی حالتوں پر چھوڑ دیگا۔ اور یہ اپنی گمراہیوں میں حیران وسرگردان رہینگے اس کا باقی مضمون ظاہری تفسیر میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ منافق کون تھے اور جن مومنوں سے وہ مسخراپن کرتے تھے وہ کون تھے۔

تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۹ و ۴۰ ۱۲ منہ

## چند فائدے

علم معانی۔ بیان۔ بدیع

(پہلا فائدہ) علم معانی۔ بیان۔ بدیع (معانی) کلام پروردگار هم المفسدون اور هم السفهاء میں هم ضمیر فصل تاکید کے لئے لائی گئی ہے اور اس سے مسند الیہ (فاعل یعنی فساد کرنے والوں) کی تقریر مقصود ہے یعنی فساد کرنے والے یہی ہیں کوئی دوسرا نہیں ہے اور فساد کے معانی لغت میں لہو ولعب یعنی خلاف عقل اور بیکار فعل اور ظلم کرنا ہیں پس باوجودیکہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہر بدی اور گناہ فساد ہے جسکی کسی نہ کسی فرد میں مبتلا ہونا غیر معصوم کی شان ہے اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ کے اکثر مومن بھی اپنی شانِ خطا کیوجہ سے کچھ نہ کچھ ضرور مبتلا تھے جیسا کہ تاریخ

---

عـ امام اہلسنت ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سرداران قریش نے ایک صحیفہ لکھا جس میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ حضرت علیؑ کو قتل کردینگے اور اس کو ابو عبیدہ جراح کے پاس امانت رکھا پس آیت ما یکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم نازل ہوئی حضرتؐ نے ابو عبیدہ سے مانگا اونھوں نے دیدیا اور سب نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں کا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا آیت یحلفون باللہ نازل ہوئی ۱۲ منہ

اور حدیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے لیکن خداوند حکیم نے منافقوں ہی کے فعل
کو فساد قرار دیا کیونکہ ایک تو انسان کے نجات کا اصل سرمایہ ایمان یعنی سچے دین
اور اوس کے برحق پیشواؤں کی پیروی ہے۔ اور ہمیشگی عذاب کا سبب اور جڑ کفر
یعنی باطل دین اور اوس کے باطل پیشواؤں کی پیروی۔ اور اچھے یا بُرے اعمال ان
دونوں ایمان اور کفر کی شناخیں ہیں جن کا نفع یا نقصان خفیف اور چند روزہ ہے اسی
وجہ سے گناہگار مومن کے گناہ یا تو بخش دیئے جائیں گے یا دنیا یا آخرت میں تھوڑی
سزا کے بعد ہمیشہ کے لئے بہشت میں داخل کر دیا جائیگا۔ اس لئے کہ ایمان کا اثر بہشت
میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اسی طرح نیکوکار کافر کی نیکیوں کا بدلا دنیا میں دیکر ہمیشہ کے لئے
جہنم میں داخل کر دیا جائیگا اس لئے کہ کفر کا اثر جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے یا آخرت میں
اوس کے عذاب میں تھوڑی تخفیف کر دی جائیگی جیسا کہ نوشیرواں کے انصاف اور
حاتم کی بخشش کی وجہ سے تخفیف ہونی بعض حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے اور دوسرے
یہ کہ دنیا اور آخرت کے انتظام اور چین و آرام کا کامل اور قوی ذریعہ اور جڑ اور بیخ
و بنیاد خدا اور خلقِ خدا کے حقوق کو پہچاننا اور انجام دینا ہے اور ان حقوق اور
ان کے انجام کے طریقوں کو دینِ حق بتاتا اور سیکھاتا ہے اور باطل دین ان
انتظامات کو خراب و برباد کرتا ہے۔ کیونکہ خدا ہی سے جدا اور بے خوف کر دیتا ہے
پس چونکہ منافق ؟ مومنوں کو دھوکا دیکر اور بہکا کر دینِ حق ہی سے جدا کر دینا
چاہتے تھے جو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور نجات کا ذریعہ اور ان دونوں کے انتظامات
اور امن و امان کے باقی و برقرار رہنے کا سبب اور وسیلہ ہے۔ اور باطل دین
کے پھندے میں ڈال دینا چاہتے تھے جو آخرت میں ہمیشگی خسران و نقصان اور دنیا
کے انتظامات میں خلل کی جڑ ہے اس لئے خداوند عالم نے اصلی اور حقیقی مفسد انھیں
کو قرار دیکر باطلیت فساد کو انھیں میں منحصر کر دیا اور ھم المفسدون فرمایا اور چونکہ
انتہا درجہ کی سفاہت اور بیوقوفی یہ ہے کہ اپنے لئے دنیا اور آخرت میں ہمیشہ کے
لئے نقصان اور تکلیف و عذاب مول لیا جائے جس میں یہ منافق بتلا تھے اس لئے
حقیقی سفیہ و بیوقوف انھیں کو قرار دیکر ھم السفھاء فرمایا۔ تنبیہ۔ واضح ہو کہ
اگرچہ مومنوں کی دل آزاری اور اون کو راہ راست سے روکنے اور دنیا و آخرت

کے نقصانات کو اختیار کرنے میں کفار منافقوں کے شریک تھے لیکن خدا نے لفظ مفسد اور سفیہ میں اون کو اس وجہ سے داخل نہیں کیا کہ مومنوں کے حق میں منافق کفار سے زیادہ مضر تھے اس لئے کہ مومن بہ نسبت کفار کے منافقوں سے زیادہ دھوکھا کھا سکتے تھے کیونکہ کھلے دشمن سے انسان ہوشیار اور چوکنا اور بچتا رہتا ہے اور دوستی ظاہر کرنے والوں سے مطمئن اور اونکی دھوکھا بازیوں سے غافل۔ اور اوپر تفسیر میں گذر چکا ہے کہ منافقوں کا عذاب بہ نسبت کافروں کے کئی وجہوں سے زیادہ سخت ہے اس لئے کفار سے زیادہ مفسد اور بیوقوف یہی ٹھہرتے ہیں۔ کلام پروردگار انما نحن مستھزءون اللہ یستھزئ بھم میں منافقوں نے نحن مستھزءون جملہ اسمیہ سے اپنے استہزاء کو بیان کیا تھا۔ اور یہ تعبیر چاہتی تھی کہ خداوند عالم بھی جملہ اسمیہ یعنی اللہ مستھزئ بھم فرماتا لیکن اوس نے جملہ اسمیہ کی جگہ پر جملہ فعلیہ یعنی یستھزئ اس وجہ سے فرمایا کہ جملہ اسمیہ اگرچہ تینوں زمانوں کے ساتھ جمع ہوتا ہے لیکن ہر کلام میں تینوں زمانوں کے ساتھ جمع ہونا چونکہ ضروری

---

ع صاحب صحیح بخاری لکھتے ہیں کہ منافق کی چار پہچانیں ہیں جس میں چاروں ہوں وہ خالص منافق ہے۔ ایک کذب (جھوٹھ) دوسرے خیانت۔ تیسرے غدر یعنی بیوفائی۔ چوتھے گناہ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ چھاپہ مصر کتاب ایمان باب علامت منافق) اور مومنوں سے امنا اور کافروں سے انا معکم انما نحن مستھزءون کہنے والے منافقوں میں چاروں پہچانیں موجود تھیں کیونکہ مومنوں سے کہتے تھے کہ ہم لوگ مومن ہیں اور کافروں سے کہتے تھے کہ تمہارے ساتھ یعنی کافر ہیں اس لئے جھوٹ بولے۔ اور حضرت سرور عالمؐ کے ہاتھوں پر بیعت کرکے اور ایمان لاکر پھر بھی کافروں کے ساتھ رہے اس لئے بے وفا ہوئے اور حضرتؐ کے بھید کی باتوں کو کافروں تک پہونچایا کرتے تھے اس لئے خائن ہوئے اور اپنے کفر پر باقی رہے اس لئے گناہگار ہوئے **لیکن امام اہلسنت** مسلم ابن حجاج نے ایک حدیث لکھکر مسلمانوں کے لئے سخت مشکل پیدا کردی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے جناب عباس بن عبدالمطلب سے (بطور عتاب اور شکایت کے) کہا کہ تم نے اور علیؑ نے ابوبکر کو کاذب یعنی جھوٹا۔ آثم یعنی گنہگار غادر یعنی بے وفا اور خائن یعنی خیانت کرنے والا سمجھا اور مجھکو بھی سمجھتے ہو (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب فیما یصرف الفی باختصار) اور آیت تطہیر میں خداوند صادق و مصدق نے حضرت علی علیہ السلام کی عصمت پر

نہیں ہے اور کبھی ایک ہی زمانہ پر وہ فعل ختم ہو جاتا ہے جو جملہ اسمیہ سے بیان کیا گیا ہے۔ جیسے زید قائم (زید کھڑا ہے یعنی اس وقت) اور فعل مضارع کل آنے والے زمانوں کو شامل ہوتا اور دوام اور ہمیشگی کو بتاتا ہے۔ اس لئے خداوند حکیم نے جملہ اسمیہ کی جگہ پر جملہ فعلیہ کو اختیار کیا اور اونکے مسخراپن (ہنسی و مذاق اوڑانے) کی سزا کو فعل مضارع سے ادا کیا جس سے مقصود یہ ہے کہ اگرچہ انکا مسخراپن تھوڑے دنوں یا اُنکے مرنے کے بعد ختم ہو جائیگا لیکن اوسکی سزا ہمیشہ باقی رہیگی۔ **کلام پروردگار فما ربحت تجارتھم** میں جو ربح کی نسبت تجارت کی طرف دیگئی ہے یہ نسبت مجازی عقلی ہے **مجاز** کی دو قسمیں ہیں **مجاز لغوی** جس میں لفظ اپنے وضعی (اصلی) معنی سے نکال کر ایسے دوسرے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جو اصلی معنی سے مناسبت رکھتا ہے۔ جیسے اس کے اوپر کی آیت میں لفظ شیطان مفسد اور کافر کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اصلی معنی اس کا شریر جن ہے جو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اوس کا کلام نقل کیا گیا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ (مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا) **اور مجاز عقلی** جس میں لفظ اپنے اصلی معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن جو چیز اوسکی فرد اور مصداق سے مناسبت اور تعلق رکھتی ہے اوس لفظ کی نسبت اوسکی طرف دے دیتے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۳) گواہی دی ہے۔ ابن حجر مکی جیسے متعصب شخص نے صواعق محرقہ یعنی شیعوں کا دل جلانے والی کتاب میں صاف لکھا ہے کہ آیت تطہیر علیؑ اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل اول ص ۸۵ چھاپہ مصر ذکر آیت یکم) اور معصوم کے لئے محال ہے کہ کسی مسلمان کی طرف ایسے صفات کی نسبت دیں جن سے اوس پر نفاق کا الزام لگ سکتا ہو۔ **اسلئے** مشکل یہ درپیش ہوگئی ہے کہ کس کا اعتبار کیا جائے۔ حضرت علی علیہ السلام کی عصمت پر خداوند صادق کی گواہی کا جس سے حضرت عمر پر بہت بڑا الزام لگ رہا ہے یا حضرات اہل سنت کے بیان واعتقاد کا جس سے انکی بزرگی اور جلالت قدر ثابت ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ بیشک بہت مشکل اور غور طلب ہے۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے ۱۲ منہ

ہیں جیسے نَھَرٌ جَارٍ (نہر جاری ہے) اس جملہ میں لفظ جاری اپنے اصلی معنی یعنی بہنے
میں استعمال ہوا ہے لیکن نہر اور پانی میں تعلق ظرف ومظروف کی وجہ سے اسکی نسبت
نہر کی طرف دیگئی ورنہ درحقیقت بہنے والا پانی ہے نہ نہر۔ **اسی طرح** اس آیت میں لفظ
ربح اپنے اصلی معنی یعنی حاصل کرنے۔ فائدہ اوٹھانے میں استعمال ہوا ہے لیکن چونکہ
نفع اوٹھانے اور مال حاصل کرنے کا ذریعہ تجارت ہے اس لئے بجائے تاجر کے جو
واقعی نفع اوٹھانے والا ہے اسکی نسبت خود تجارت کی طرف دیگئی اور مجازی معنی
میں استعمال کرنا ہر زبان میں کثرت سے رائج ہے اور کلام کی خوبیوں سے سمجھا جاتا ہے۔

**(بیان)** لفظ سفہاء اور شیاطین میں یا تو تشبیہ ہے یعنی ان دونوں لفظوں
سے جو لوگ مراد لئے گئے ہیں وہ مثل سفیہوں اور شیطانوں کے قرار دیئے گئے ہیں۔ یا
استعارہ حقیقیہ کے عنوان سے استعمال کئے گئے ہیں یعنی مشبہ[عه] ذکر نہیں کیا گیا بلکہ
مشبہ بہ[عه] کی صفت سفاہت اور شیطنت کو ذکر کرکے اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ مشبہ
میں بھی یہی صفتیں موجود ہیں۔ اور یستهزئ یُجَازِی (بدلا دیگا) کے معنی میں
مجازاً استعمال کیا گیا ہے کیونکہ استہزاء اور مجازاۃ میں سببیت اور مسببیت کا علاقہ
ہے یعنی سزا کا سبب استہزاء اور مسخراپن ہے۔

**(بدیع)** معنوی خوبیاں کلام پروردگار نحن مصلحون اور هم
المفسدون۔ اور هم السفهاء ولکن لا یعلمون۔ اور الضلالة
بالهدی میں صنعت طباق ہے جس کو مطابقت اور تضاد بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایک
کلام میں ایسے دو لفظوں کو ذکر کرنا جن کے معانی میں آپس میں مخالفت ہو خواہ دونوں اسم
ہوں یا دونوں فعل یا حرف۔ یا ایک فعل اور ایک اسم۔ پس سفاہت بمعنی جہالت علم کے
مخالف ہے۔ اور ضلالت۔ یعنی گمراہی ہدایت یعنی راہ پر ہونے کے۔ اور اذا
لقوا الذین سے مستهزؤن تک میں صنعت مقابلہ ہے یعنی چند معنی کو
ذکر کرنے کے بعد اون کے مخالف معانی اونہیں کی ترتیب سے سلسلہ وار ذکر کئے جائیں
جیسے لقوا (ملاقات) کا مقابل خلوا (تنہائی) اور الذین امنوا (مومنوں)

عـه یعنی جو مثل قرار دیا گیا ۱۲ منہ
عـه یعنی جس کا مثل قرار دیا گیا ۱۲ منہ

کامقابل شیاطین (کفار) اور آمنا (ایمان لائے) کا مقابل استہزاء (کافرانہ مسخراپن)
اور اللہ یستھزئ بھم میں صنعت مشاکلت ہے یعنی ایک معنی کو دوسرے معنی
کے لفظ سے اس وجہ سے ادا کرنا کہ دونوں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ پس چونکہ مسخراپن
سزا کو اپنے ساتھ ساتھ چاہتا ہے اس وجہ سے اوس کی سزا کو اوسی کے لفظ سے ادا کیا۔
یمدھم فی طغیانھم یعمھون میں صنعت ارصاد ہے۔ یعنی آخری کلام کے
پہلے ایسی چیز کرنی جو بتائے کہ اس کے بعد کیا آنا چاہیئے۔ پس یمد کو مقام غضب اور
آزردگی میں ذکر کرنا خود بتارہا ہے کہ اس کے بعد طغیان اور سرگردانی کا ذکر ہوگا۔
اور اشتروا الضلالۃ الخ میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے یعنی ایک کلام میں ایسے
چند الفاظ کو ذکر کرنا جو تقابل اور تضاد کے علاوہ آپس میں کوئی دوسری مناسبت
رکھتے ہوں۔ جیسے اشتراء (خرید و فروخت) اور ربح (نفع) اور تجارت

**لفظی خوبیاں** کلام پروردگار لاتفسدوا اور ھم المفسدون میں صنعت
اشتقاق ہے۔ یعنی ایک مادہ (اصلی حروف) سے دونوں لفظوں کا بنایا جانا۔
اور اسی طرح نحن مستھزؤن اور اللہ یستھزئ میں

**فقہ** آیت کریمہ انما نحن مصلحون کی تفسیر میں معصوم نے منافقوں
**دوسرا فائدہ** کے کلام کو نقل فرمایا ہے قَالُوا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ لِاَنَّا لَا نَعْتَقِدُ
دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّلَا غَیْرَ دِیْنِ مُحَمَّدٍ وَّنَحْنُ فِی الدِّیْنِ مُتَحَیِّرُوْنَ لہ یعنی ہم لوگ
کسی دین کے معتقد نہیں ہیں بلکہ دین کے بارے میں حیرت میں ہیں کہ کس کو
اختیار کریں۔ چونکہ اس حدیث کے باقی مضامین میں صاف بیان کردیا گیا ہے
کہ یہ منافق حضرت سرور عالم اور حضرت امیر صلوات اللہ علیہما وآلہما کی عداوت کی
وجہ سے دین اسلام کو نہیں مانتے تھے۔ اور قبل اس کے حاشیہ میں علامہ دمیری
کا کلام ذکر کیا گیا کہ قریش زندیق (لامذہب) تھے اور باطل دینوں کو بھی ماننا
نہیں چاہتے تھے۔ اور اس سے غرض اونکی یہ تھی کہ مسلمانوں اور کفار دونوں کو ملائے
رکھیں۔ یعنی اسلام کا ظاہری اقرار کریں اور دل سے اوس سے جدا رہیں جس کو
وہ اپنے خیال میں اصلاح سمجھتے تھے اس لیئے ان پر کفر اور نجاست وغیرہ آثار کفر
کا حکم صاف صاف کیا جائیگا لیکن وہ لوگ جو تحقیق دین و مذہب کے زمانہ میں کسی

دین کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اور جو دین و مذہب سے بالکل بے خبر ہیں اور یہ بے خبری سستی اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہی نہیں جانتے کہ دین و مذہب بھی کوئی چیز ہے تو اگرچہ ایسے لوگوں پر مسلمانوں کا حکم جاری نہ کیا جائیگا اور مسلمان نہیں سمجھے جائیں گے لیکن کافر بھی نہیں سمجھے جائیں گے رہے وہ لوگ جو سستی اور کوتاہی کی وجہ سے کسی دین کا اعتقاد نہیں رکھتے تو تحقیق یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہی سمجھے جائیں گے

**تیسرا فائدہ کلام** آیت کریمہ اللّٰہ یستھزئ بھم کی تفسیر میں جو معصوم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ چونکہ یہ سب دینِ حق کا بظاہر اقرار کرتے تھے اس لئے دنیا میں ظاہری حکم ان پر مسلمانوں کا جاری کیا جائیگا اور آخرت میں عذاب سخت اور ابدی میں گرفتار رہیں گے تو یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب کہ دین اسلام کو پھیلانا اور اقرار اسلام کرنے والوں کی تعداد کو بڑھانا مطلوب تھا۔

لیکن آیت کریمہ جَاھِدِ[ع۱] الکُفَّارَ وَالمُنَافِقِینَ کے نازل ہونے کے بعد چونکہ مطلوبِ خدا یہ ہے کہ مسلمان پرکھے جائیں اور کفر و نفاق اور فساد عقیدہ کی گندگیوں سے دینِ اسلام پاک کر دیا جائے اس لئے اب ایسے لوگوں پر کفر کا حکم صاف صاف جاری کیا جائیگا ہاں وہ لوگ جو واقع میں منافق ہیں لیکن اونکا نفاق ہم کو معلوم نہیں ہے اس لئے اون پر مسلمانوں کا حکم جاری کرنا ہمارے لئے قہری ہے۔ رہ گئے وہ لوگ جن کا عقیدہ تو اون کو صاف صاف کافر نہیں ٹھہراتا۔ جیسے مجسمہ[ع۲] مجبرہ[ع۳]۔ وحدت وجودی صوفیہ۔ لیکن اگر ان عقیدوں کے لازم کو دیکھا جائے تو یہ بھی کافر ٹھہرتے ہیں کیونکہ جسمیت اور جبر و ظلم اور بندوں میں گھسنا یا اون کا عین ہو جانا خدائے واجب الوجود کی شان نہیں ہے بلکہ ممکنات کی شان ہے اور ممکن (محتاج) ہستی خدا نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ایسا عقیدہ خدائے واجب الوجود کے موجود نہ ہونے کی طرف پلٹ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ خدائے واجب الوجود کی ہستی سے انکار کرنے والے کافر ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں

---

ع۱ اے رسولؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو (لڑو) ۱۲ منہ ع۲ خدا کے لئے جسم کا اعتقاد رکھنے والے ۱۲ منہ ع۳ خدا کو جابر یعنی مجبور کر کے اچھا یا برا کام کرنے والا سمجھنے والے ۱۲ منہ

فقہاء اور متکلموں میں اختلاف ہے کہ ان کے ظاہری عقیدہ کے لحاظ سے ان کو مسلمان سمجھنا چاہیئے یا اوس کے لازم کے لحاظ سے کافر۔ اکثر علماء ان کے ظاہری عقیدہ کا اعتبار کر کے ان کو مسلمان سمجھتے ہیں لیکن وحدت وجودی صوفیوں کو کافر اور نجس سمجھنا احتیاط کے مطابق ہے کیونکہ ان کا عقیدہ انکار وجودِ واجب الوجود سے بہت نزدیک ہے خاص کر کے اوس فرقہ کا اعتقاد جو ہمہ اوست یعنی ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں اور مجسمہ کے بعض فرقوں کا حکم بھی یہی ہے رہ گئے مشہور منافقوں کے پیرو تو اگرچہ خود منافق دین اسلام کے معتقد نہ تھے لیکن اونکے پیرو چونکہ دینِ اسلام کے معتقد ہیں اور وحدانیت و رسالت اور قیامت کو مانتے ہیں اس لئے اگر یہ ناصبی اور خارجی نہ ہوں تو مسلمان ہی سمجھے جائینگے۔ اور سید مرتضےٰ علم الہدےٰ علیہ الرحمہ والرضوان کا حکم ان کے کفر و نجاست کا متروک ہے۔ اسی طرح وہ مومن بھی مسلمان ہی سمجھے جائینگے جو گناہ کرنے میں جرات اور دلیری رکھتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ جس کا لازم خدا کی ہستی کو نہ ماننا ہے۔

(چوتھا فائدہ) اصول دین[عہ] گزشتہ تفسیروں سے معلوم ہوا کہ یہ آیتیں نواصب اور اون کے مریدوں اور پیچھا لوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور ہمیشگی عذاب اونہیں کے لئے تجویز اور آمادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے بیعت توڑی اور اون کے حقوق چھیننے اور اون سے عداوت پر اتفاق کیا پس ان تفسیری حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ عذاب وغیرہ اہلبیت کا دامن چھوڑنے اور اونکی امامت کو نہ ماننے کا نتیجہ ہے اور ہر ضرر اور خاص کر کے اخروی ضرر کو دفع کرنا عقلاً اور شرعاً اور عرفاً واجب ہے۔ اس لئے بارہوں ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت کو ماننا عقلاً اور شرعاً اور عرفاً واجب[عہ] ہوا۔

(پانچواں فائدہ) چند سوالوں کے جواب سوال نمبر ۱:۔ لاتفسدوا کہنے والا خدا تھا یا حضرت سرور عالم یا مومن جواب ہو سکتا ہے کہ حضرت سرور عالم ہوں اور ہو سکتا ہے کہ مومن ہوں اور ہو سکتا ہے کہ دونوں ہوں

---

عہ جنہیں ایک حضرت علی علیہ السلام کو بڑھا کر عشرہ یعنی دس پورے کئے گئے ہیں ۱۲ منہ

عہ امامت پر یہ عقلی دلیل اون دلیلوں کے علاوہ ہے جو کلام حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قبل اسکے کئی جگہ ذکر کی گئیں ۱۲ منہ

فساد سے کیا مقصود ہے

ان لوگوں نے اون منافقوں پر اون کے نفاق کو ظاہر نہ کیا ہو اور مومن اور منافق سب کو
ایک خطاب میں داخل کر کے صرف منافقوں کو سُنانے کی غرض سے ان فرمائشوں کو ارشاد
فرمایا ہو۔ اور منافقوں نے نحن مصلحون اور آمنّا! آمنوا اور لا تفسدوا کہنے والوں سے
کہا ہو اور نحن مستہزءُن کو کافروں سے جیسا کہ خلوا الی شیاطینہم سے معلوم ہوتا ہے۔
سوال۔ فساد سے کیا مقصود ہے۔ جواب۔ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ابن عباس
اور حسن بصری اور قتادہ اور سدی نے کہا ہے کہ گناہ کرنا مقصود ہے **میں عرض کرتا ہوں**
کہ بہت سے صحابہ کا گناہوں میں مبتلا ہونا قابل انکار نہیں ہے۔ باوجود اس کے ہم
المفسدون میں منافقوں ہی کے فعل کو فساد قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
فساد سے گناہ کے سوا کوئی دوسری چیز مقصود ہے اور دوسرا کلام یہ نقل کیا ہے کہ فساد

---

عہ حضرت سرور عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ نزل القرآن بایاک اعنی واسمعی یا جارہ (مجمع البحرین لغت
جارہ) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ان اللہ بعث نبیہ بایاک اعنی
واسمعی یا جارہ (برہان جلد ۱ ص ۲۳) یعنی قرآن میں زیادہ تر آیتیں ایسی ہیں جن میں خطاب کسی سے
ہے اور واقع میں مخاطب کوئی دوسرا شخص ہے ۱۲ منہ

عہ حضرت ابو بکر نے مسلمان ہونے کے بعد ایک مرتبہ شراب پی اور اپنے عزیز مشرکوں پر جو جنگ بدر
میں مارے گئے تھے مرثیہ پڑھنا شروع کیا حضرت سرور عالم کو خبر لگی غصہ میں روانہ ہوئے اور ردائے مبارک زمین پر لٹکتی
جا رہی تھی (اصابہ جلد ۴ ذکر ابو بکر بن شعوب) اور ایک مرتبہ حضرت عمر کے لئے ایسا ہی واقعہ درپیش
ہوا تھا (مستطرف جلد ۲ چھاپہ مصر ص ۲۰۵ باب ۷۴ ذکر حرمت خمر) اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت سرور عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس لاکر توریت پڑھنا شروع کیا غصہ سے حضرت کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ قسم خدا
کی اگر موسیٰ ظاہر ہو جائیں تو تم لوگ مجھکو چھوڑ کر اونکی پیروی کرو گے۔ تم راہ راست سے گمراہ ہو گئے ہو
(مشکوٰۃ بحوالہ دارمی آخر باب اعتصام بکتاب وسنت) اور حضرت عثمان نے اپنے مرتد بھائی کو چھپا رکھا جس کے
قتل کا حضرت سرور عالم نے حکم دیا تھا۔ اور پھر حضرت کو اوسکی جان بخش دینے پر مجبور کیا (استیعاب حال عبداللہ
بن ابی سرح) اور عبدالرحمن بن عوف کو جو باعتقاد اہلسنت کے عشرہ مبشرہ (جنکو بہشت کی خوش خبری دی گئی تھی)
میں داخل تھے کہا کہ یہ منافق تھے (صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ص ۶۸) اور عمرو بن حمزہ بن سنان صحابی نے مقام
صوعقہ میں ایک عورت سے زنا کیا (اصابہ جلد ۲ ص ۵۳۲) اور شریک بن سحما صحابی نے ہلال بن امیہ صحابی

سے مقصود کافروں کی دلجوئی اور اون سے میل جول رکھنا ہے کیونکہ اس سے کفار حضرت رسول اور اون کے مددگاروں میں کمزوری کا خیال کر کے حضرتؐ سے عداوت اور جنگ وجدال پر جرأت کرتے جو فساد عظیم کا سبب تھا میں عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ بھی بہت بڑا فساد ہے اور جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ نے بیان کیا ؟ صحابہ کی کفار سے مخفی دوستی اور خط وکتابت نے (جس کا ذکر اس کے تھوڑا ہی قبل متن اور حاشیہ میں گذرا ہے) دینِ اسلام اور پیشوایانِ اسلام یعنی حضرت سرورِ عالمؐ اور آپ کے برحق جانشینوں کو بہت کچھ نقصان پہونچایا اور حضرتؐ کو بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں لیکن چونکہ حقیقت میں یہ چیزیں دینِ اسلام کے جلد رواج پانے میں صرف رکاوٹوں کا سبب تھیں اور ارکانِ اسلام کی صاف مخالف نہ تھیں اس وجہ سے یہ بھی مقصود نہیں ہیں۔ اور تیسیر الکلام اصم کا نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فساد سے حضرت سرورِ عالمؐ کو دعوائے رسالت میں جھوٹلانا اور دینِ اسلام کی حقیت سے انکار کرنا اور مومنوں کو دھوکا دینا اور اون کے دلوں میں شبہے پیدا کر دینا مقصود ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ واقع میں مراد پروردگار اس لفظ سے یہی ہے اور حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کی فرمائش جو ظاہری اور باطنی تفسیر میں نقل کی گئی اسکی تائید کرتی ہے اور لفظ اسلام سے اوس کا خاص معنی مقصود ہے جس کے پانچ رکن ہیں ۱؎ وحدانیت ۲؎ عدالت ۳؎ رسالت ۴؎ امامت ۵؎ قیامت۔ کیونکہ حضرت سرورِ عالمؐ خدا کی طرف سے اسی کو لائے اور نجات کا ذریعہ یہی ہے جیسا کہ قبل اس کے تفسیر میں کئی جگہ اور مقدموں میں سے اٹھائیسویں مقدمہ میں عرض کر چکا ہوں۔ سوال۔ کلام پروردگار کما اٰمن الناس سے دو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ بیان ان کا یہ ہے کہ اگر ایمان کا معنی دل سے اعتقاد کرنا ہو تو منافقوں سے صرف اٰمنوا (اعتقاد کرو) کہنا کافی تھا اسلئے کما اٰمن الناس کا ذکر بیکار ٹھہرتا ہے اور فضول بولنا کسی عاقل کی شان نہیں ہے چہ جائیکہ خداوند حکیم کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹) کی بی بی سے زنا کیا (صحیح بخاری جلد ۳ کتاب تفسیر سورہ نور صفحہ ۱۰۹ چھاپہ مصر) اور ابوالیسر صحابی سے ایک عورت کھجور خریدنے گئی تو اوس کا اونھوں نے بوسہ لیا (ترمذی جلد ۲ کتاب التفسیر سورہ ہود صفحہ ۴۴۵) اور اسی طرح کے واقعے کئی صحابی کے اس کتاب کے اسی صفحہ میں لکھے ہوئے ہیں ۱۲ منہ

اور اگر کہا جائے کہ مقصود یہ ہے کہ اس طرح کا ایمان مطلوب نہیں ہے جس طرح دوسرے ایمان لائے یعنی دل سے اوسی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو لازم آتا ہے کہ صرف زبانی اقرار بھی ایمان کا معنی ہو۔ جواب۔ فخر الدین رازی جواب میں لکھتے ہیں کہ حقیقی ایمان تو وہی ہے جو دل سے ہو۔ لیکن ظاہر میں چونکہ حاصل نہیں ہوسکتا اور معلوم نہیں ہوسکتا مگر ظاہری اقرار سے اس لئے ضرورت ہوئی کہ کما اٰمن الناس سے اوسکی تاکید کیجائے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس ظاہری اقرار کے ساتھ دوسروں کی طرح دل سے بھی اعتقاد کرو۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ اقرار کرنے والے کا یا تو اعتقاد نہ رکھنا معلوم ہے یا اعتقاد رکھنا معلوم ہے یا کچھ معلوم نہیں ہے۔ آخری دونوں صورتوں میں تاکید بے محل اور غیر ضروری ٹھہرتی ہے اور پہلی صورت میں اعتراض باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے بہتر جواب یہ ہے کہ لفظ ایمان کبھی اسلام یعنی صرف زبانی اقرار میں بھی مجازاً استعمال ہوتا ہے جیسے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا یعنی اے وہ لوگ جو مسلمان ہوئے یعنی زبان سے اقرار کیا ایمان لاؤ یعنی دل سے اعتقاد کرو۔ اور منافقوں نے چونکہ اپنے زبانی اقرار ہی کو ایمان سمجھا اور مومنوں پر ظاہر کیا تھا۔ جیسا کہ اون کا کلام قالوا اٰمنّا یہاں پر نقل کیا گیا ہے۔ اور خداوند عالم صرف زبانی اقرار کو کافی نہیں جانتا تھا بلکہ مطلوب اوس کا دل سے اعتقاد کرنا تھا۔ اس لئے منافقوں کو آگاہ اور اونکی رد کی غرض سے کما اٰمن الناس لانے کی ضرورت سمجھی۔ جیسا کہ اس مطلب کو سورۂ حجرات پارہ ۲۶ آیت ۱۴ میں کھول کر بیان کردیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔ یعنی عرب کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایمان لائے۔ اون سے کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو۔ بلکہ کہو کہ اسلام لائے ہیں۔ اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان ع داخل نہیں ہوا ہے۔

ع حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے۔ فرمایا اسلام یہی ظاہری چیز ہے جس پر لوگ ہیں یعنی لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کرنا اور نماز پڑھنی اور زکوٰۃ دینی اور حج کرنا اور روزہ رکھنا پس اسلام یہی ہے۔ اور ان چیزوں کے ساتھ امامت کا اقرار و اعتقاد کرنا ایمان ہے۔ پس اگر اون چیزوں کا اقرار کرے اور امامت کو نہ مانے تو گمراہ مسلمان ہوگا اسلام سے جان اور مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور اونکی لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے اور میراث

سوال۔ لفظ ناس سے کون لوگ مقصود ہیں اور کما اٰمَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ کی جگہ پر کما اٰمَنَ النَّاسُ کیوں فرمایا جواب ناس سے حضرت سلمان اور مقداد اور ابوذر اور عمار بن یاسر مقصود ہیں جنھوں نے ولایت ووصایت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو تہ دل سے مان لیا تھا جیساکہ باطنی تفسیر میں معصوم نے ارشاد فرمایا اور لفظ مومنون کی جگہ پر لفظ ناس کو دو غرض سے ذکر فرمایا ہے ایک اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ حقیقی انسان یعنی عقل کی پوری پیروی کرنے والے اور اوس کے حکموں پر اچھی طرح چلنے والے یہی ہیں کیونکہ دوسرے جانداروں پر انسان کو عقل ہی سے فضیلت دیگئی ہے اور یہ اوسکی حقیقت اور ماہیت میں داخل کی گئی ہے اور اسکی پیروی کو اوسکی شان اور ماہیت وطینت خود چاہتی ہے۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اَلْعَقْلُ مَا عُبِدَ بِهِ الرَّحْمٰنُ وَاكْتُسِبَ بِهِ الْجِنَانُ یعنی عقل وہ ہے جس سے پروردگار کی عبادت کی جائے اور بہشت حاصل کیجائے۔ اس لئے واقعی انسان وہی ہیں جو ان دونوں چیزوں کو حاصل کریں۔ جیسے حضرت سلمان وغیرہ نے حاصل کیا ے آدمی را آدمیت لازم است :: عود اگر بو نباشد ہیزم است

دوسرے منافقوں کی دلجوئی اور اس بات کو ظاہر کرنے کی غرض سے کہ دین اسلام کی سچی پیروی سے گھبرانا اور وحشت کرنا نہ چاہیئے دیکھو جو دل سے ایمان لاچکے ہیں وہ بھی تو مثل تمہارے انسان ہی ہیں اسی طرح دلجوئی اور رفع وحشت کے لئے اَحْمَزُ الْاَعْمَالِ (نہایت تلخ اور سخت عمل) یعنی روزہ کے لئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی روزے

(بقیہ حاشیہ صہ ۲۵۱) پانے کے مستحق ہو جاتے ہیں لیکن ہدایت ایمان ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ثواب اسی پر ملتا ہے ۱۲ منہ تفسیر برہان جلد ۲ صہ ۱۰۳۲ بذیل تفسیر سورہ حجرات آیت قالت الاعراب آمنا خلاصۂ روایات متعددہ) حاصل یہ کہ خدا کے سچے دین کو وہی شخص مانتا اور اوسکے پورے حکم پر چلتا اور امامت ائمہ برحق کا اعتقاد کرتا ہے۔ جس کا ایمان دل سے ہو (تفصیل اسکی تفسیر منتقی میں صہ ۳۱ و ۳۲ کے متن وحاشیہ پر ملاحظہ ہو) ۱۲ منہ

maablib.org

تم پر بھی اوسی طرح واجب کئے گئے جس طرح تمہارے اگلوں پر واجب کئے
گئے تھے۔ سوال۔ قالوا اٰمنّا میں لفظ اٰمنّا سے منافقوں نے صرف زبانی اقرار
مراد لیا تھا یا دل سے اعتقاد کرنے کو جواب ممکن ہے کہ صرف زبانی اقرار ہی
کو ایمان سمجھکر اٰمنا کہا ہو اور خدا نے اونکے خیال کو رد کیا ہو کہ واقع میں ایمان یہ
نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہے جسکو مومنوں نے اختیار کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اون سب نے
ایمان سے دلی اعتقاد کو مراد لیا ہو اور اٰمنّا (دل سے اعتقاد کیا) کہکر مومنوں کو
دھوکا دینا چاہا ہو جس کو خدا نے رد کیا اور اونکے جھوٹ کو ظاہر کیا ہو **لیکن**
اٰمِنُوا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ سے پہلی ہی صورت ظاہر ہو رہی ہے۔ **سوال** اِنَّا معکم
کہنے والے کون تھے اور کس سے کہا کرتے تھے۔ **جواب**۔ اس بات کے کہنے والے
منافقوں کے نو سردار تھے جن کا ذکر اس سے پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ یہی وہ
لوگ ہیں جن کے صفت نفاق میں ماہر و مشاق ہونے کی گواہی اپنے کلام بلاغت
نظام وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ میں خود خداوند عالم الغیوب نے
دی ہے۔ یعنی مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو صفت نفاق میں اچھی طرح ماہر اور مشاق ہو گئے
ہیں اور ان سب نے حضرت سرور عالمؐ اور مومنوں سے بار بار اٰمنّا (ہم لوگ ایمان لاچکے
یعنی مومن ہیں)، کہکر اپنے نفاق کو اس طرح چھپا رکھا تھا کہ خداوند عالم نے صاف فرمادیا
کہ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ اے رسولؐ تم اونکو نہیں پہچانتے ہم پہچانتے ہیں اور
یہ سب جن سے اِنَّا مَعَكُمْ (ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں) کہا کرتے تھے وہ کفار تھے جنکے
ڈر سے انکا دم نکلا جاتا تھا کہ اگر غالب آگئے تو کھڑے نگل جائیں گے یا بھون کھائینگے
جسکی وجہ سے اون سے باطنی محبت رکھتے اور پوشیدہ خط و کتابت کرتے اور حضرتؐ کی
خبریں اون تک پہونچاتے اور لڑائیوں میں سردار اسلام حضرت سرور عالمؐ کو تنہا چھوڑ کر
بھاگ کھڑے ہوتے تھے جو نصرت کفار کی ایک بہت با اثر صورت ہے۔

---

۵۷ کیونکہ سردار فوج کا بے یار و مددگار ہونے کی وجہ سے جنگ کا ارادہ نہ کرنا اوسکی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور
اوسکی فوج کا جان توڑ جنگ کرنا اوسکی فتح کا باعث۔ اور فوج کے سردار کو میدانِ جنگ میں لیجا کر تنہا چھوڑ
دینا اوسکی فتح و ظفر اور جان دونوں کو خطرہ میں ڈال دینا ہے اور مخالف کی فتح کی صورت اس سے بڑھکر

مدینہ اور اون کے گرد کے منافق

**(چھٹا فائدہ) اخلاق** وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ یہ آیت
کریمہ اون لوگوں کی برائی کو ظاہر کر رہی ہے جن کا ظاہر اون کے باطن کا مخالف ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کو ذواللسانین یعنی دوزبان کہتے ہیں اور ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں اور عقل و مذہب ایسے لوگوں سے ہوشیار اور بچتے رہنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ شہید ثانی علیہ الرحمہ والرضوان کتاب کشف الریبہ کی چوتھی فصل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ذواللسانین وہ شخص ہے جو ایسے دو شخصوں کے پاس آیا جایا کرے جو آپس میں دشمنی رکھتے ہوں اور ہر ایک سے اوس کے موافق باتیں کیا کرے۔ اور یہ حرکت چغل خوری سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس میں بدگوئی اور چغل خوری دونوں باتیں جمع ہوجاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) نہیں ہوسکتی۔ اشعث بن قیس نے امیر معاویہ سے رشوت لیکر جنگ صفین میں یہی حرکت کی تھی۔ اسلامی لڑائیوں میں خداوند عالم اپنے اولیاء کی جانوں کا خود محافظ تھا اور فتح و ظفر کا ذریعہ اپنے ولی حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو قرار دے چکا تھا اور ان بھاگنے والوں کو جنگ میں لے جانے سے نہ روکنا اس غرض سے تھا کہ خود اونکا امتحان ہوجائے اور اہل دنیا پر بھی روشن ہوجائے کہ یہ کس قابل اور کس طرح کے تھے تاکہ اہل دنیا پر بھی حجت تمام ہوجائے ۱۲ منہ

ع لا احمد نراقی استاد مولانا شیخ مرتضیٰ انصاری علیہما الرحمہ والرضوان معراج السعادۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا بیچنے والے نے اوس سے کہدیا کہ اس میں سوا چغل خوری کے دوسرا کوئی عیب نہیں ہے۔ خریدنے والا راضی ہوا اور اوس کو لے گیا۔ اوس غلام نے مالک کی بی بی سے ایک دن کہا کہ میرا مالک تم کو دوست نہیں رکھتا اور دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے اوس نے پوچھا پھر کیا تدبیر کرنی چاہیے غلام نے کہا اوسکی ڈاڑھی سے گلے کے پاس کے چند بال مجھکو دو اوس پر میں منتر پڑھ دوں گا۔ وہ تمہارا فرمانبردار ہوجائیگا۔ پھر مالک سے کہا کہ تمہاری بی بی دوسرے مرد سے مبتلا ہوگئی ہے اور تم کو مار ڈالنا چاہتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ اس بات کی سچائی معلوم کرو تو سونے والوں کی سی صورت بنا کر لیٹو دیکھو کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور سونے والوں کی طرح پڑ رہا۔ بی بی اوسکی استرہ لے کر پہونچی اور بال کاٹنا چاہا۔ اس کو غلام کے بیان کا یقین ہوگیا اوٹھا اور بی بی کو مار ڈالا۔ غلام نے اوس عورت کے عزیزوں کو خبر کردی اونھوں نے اوس کے شوہر کو مار ڈالا۔ پھر دونوں میاں بی بی کے عزیزوں میں تلوار چلی اور بہت سے لوگ مارے گئے **نصیحت** اسی وجہ سے عقل اور مذہب دونوں حکم کرتے ہیں کہ چغل خور کی باتوں پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے ۱۲ منہ

مقام ثانی (دوسرے مقام) میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ صفت بعینہ نفاق اور گناہ کبیرہ ہے جس پر خاص کر کے خدا نے عذاب کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور عمار بن یاسر روایت کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو زبانوں کے لئے قیامت کے دن آگ کی دو زبانیں ہونگی حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ قیامت میں اس طرح آئیں گے کہ ایک زبان اونکی آگے لٹکتی ہوگی اور ایک پیچھے اور دونوں سے شعلے نکلتے اور اونکے بدنوں کو جلاتے ہونگے اور کہا جائیگا کہ یہ شخص دنیا میں ذواللسانین تھا اور اسی صفت سے وہ قیامت میں مشہور ومعروف ہونگے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں تم لوگ خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بُرا اوس شخص کو پاؤ گے جو اسکی بات اوس سے کہے اور اوسکی بات اِس سے۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھوٹ بولنے والے ہیں اور غرور کرنے والے اور اپنے بھائیوں (یعنی مومنوں) کے دلوں میں عداوت (کی آگ) بھڑکانے والے جو اون کے پاس جاکر خوش اخلاقی ظاہر کرتے ہیں اور جب خدا اور رسولؐ کی فرمانبرداری کی طرف بلائے جاتے ہیں تو سستی کرتے ہیں اور جب شیطان اور اوس کے حکموں کی پیروی کی طرف بلائے جاتے ہیں تو جلدی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بُرا بندہ ہے وہ شخص جو دو زبان ہو کہ اپنے برادر مومن کی اوسکے سامنے تعریف کرے اور اوس کے پیٹھ پیچھے اوسکی بدگوئی کرے۔ اگر اوس برادر مومن کو خدا کوئی نعمت دے تو اوس سے حسد کرے اور جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اوس کو تنہا چھوڑ دے۔

## (ذواللسانین کون لوگ ہیں)

شہید ثانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ چند صورتوں سے انسان دو زبانوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

ایک یہ کہ دو دشمنوں میں سے ہر ایک کی باتیں دوسرے سے بیان کرے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ایک کی بات دوسرے سے نہ کہے لیکن ہر ایک سے کہے کہ اوس سے تمہاری عداوت اچھی اور مناسب ہے (اور وہ اس کا مستحق ہے کہ اوس سے تم عداوت کرو) تیسرے یہ کہ ہر ایک سے مدد دینے کا وعدہ کرے۔ چوتھے یہ کہ آپسمیں عداوت

رکھنے پر ہر ایک کی تعریف کرے اور اس سے بدتر یہ ہے کہ ہر ایک کے سامنے اوسکی تعریف کرے اور اوسکی پیٹھ پیچھے اوسکی برائی بیان کرے۔

**(جائز اور ناجائز دو زبانی میں فرق)** شہید ثانی علیہ الرحمہ نے اس فرق کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی کے پاس جاکر اوس کے سامنے اوس کے موافق اور اوسکے پیٹھ پیچھے اوسکے مخالف باتیں بیان کرتے ہیں۔ اگر اونکا آنا جانا اور دو طرح کی باتیں کرنی بے ضرورت ہے تو وہ دو زبانی ناجائز ہے اور اگر جانا آنا اور دو طرح کی باتیں مجبوری سے اور اوسکے شر سے بچنے کی غرض سے ہے تو جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایک شخص کو آتے ہوئے دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ شخص برا ہے۔ جب وہ آگیا تو حضرت پوری توجہ سے اوس سے ملے اوسکے جانے کے بعد صحابہ نے اس کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ بدترین اشخاص وہ شخص ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے اوسکی عزت کی جائے [1] اور انما نحن مستھزؤن منافقوں کا کلام ہے جس کو خدا نے مذمت کے مقام میں نقل کیا ہے اور اوس کے نزدیک یہ ایک مبغوض صفت ہے جس کو یہاں پر مختصر الفاظ میں ذکر فرماتا ہے اور سورہ حجرات کی گیارہویں آیت میں تھوڑی تفصیل سے (مردوں کے متعلق) ارشاد فرماتا ہے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ (اور عورتوں کے متعلق) وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ یعنی مسخراپن نہ کرے کوئی جماعت کسی جماعت سے شائد وہ لوگ مسخراپن کرنے والوں سے اچھے ہوں۔ اور نہ (مسخراپن کریں) عورتیں عورتوں سے شائد وہ مسخراپن کرنے والیوں سے بہتر ہوں۔

**(شانِ نزول)** اس آیت کے پہلے ٹکڑے کے نازل ہونے کا سبب علامہ سیوطی یہ لکھتے ہیں کہ بنو تمیم کی ایک جماعت نے حضرت سلمان اور بلال اور عمار بن یاسر اور خباب اور صہیب اور ابن فہیرہ اور سالم سے استہزاء کیا تھا یعنی اون پر ہنسے تھے تو یہ آیت اوتاری گئی [2] اور دوسرے ٹکڑے کے اوتارے جانے کا سبب علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی صفیہ بنت حی بن اخطب کو بی بی عائشہ اور بی بی

حاشیہ:
جائز اور ناجائز دو زبانی
[1] کشف الریبہ مقام ثانی مطبوعہ ۱۲۸۸ھ ۱۲ منہ
مسخراپن کی مذمت
[2] تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۹۰ چھاپہ مصر ۱۲ منہ
بی بی عائشہ و حفصہ کی بد اخلاقی

حفصہ ستایا کرتی اور طعن کے ارادہ سے یہودی کی لڑکی کہا کرتی تھیں تو اونھوں نے
حضرتؐ سے شکایت کی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے جواب میں کیوں نہ کہا کہ میرے
باپ ہارون نبی اللہ اور چچا موسےٰ کلیم اللہ اور شوہر محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ دوسری
دفعہ طعن پر اونھوں نے یہی جواب دیا تو اون دونوں نے کہا کہ تم کو یہ بات رسول اللہ
نے سکھائی ہے اوس وقت یہ آیت نازل ہوئی [له] اس روایت کو اہلسنت
کے دو امام ایک ابن عبدالبر نے استیعاب حال ام سلمہ میں ایک سند سے نقل کیا ہے
جو اصابہ جلد ۴ ص ۳۴۸ کے حاشیہ پر درج ہوئی ہے اور دوسرے ابن حجر
عسقلانی نے اصابہ جلد ۴ ص ۳۴۷ میں دو سندوں سے ایک کے راوی عطاء بن یسار
ہیں اور دوسرے کے کنانہ مولے صفیہ اور انس بیان کرتے ہیں کہ جناب ام سلمہ
نے ایک سفید کپڑا اپنی کمر پر باندھکر اوس کے دونوں کنارے پیچھے لٹکا لئے تھے
تو ان دونوں بیبیوں نے طعن کیا اور کہا کہ اپنے پیچھے کتے کی زبان لٹکائے پھرتی
ہے اوس وقت یہ آیت اوتاری گئی اور حسن بصری کہتے ہیں کہ جناب ام سلمہ
کے پستہ قد ہونے پر دونوں نے طعن کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی [ع۲] ان دونوں
بیبیوں پر سورہ تحریم پ ۲۸ آیت ۴ میں بھی سخت عتاب کیا گیا ہے یہاں تک کہ
ان کے دلوں کو کج بتایا گیا ہے اور طلاق اور ان سے بہتر بیبیوں سے انکو بدل دینے
کی دھمکی دی گئی ہے اور اون بہتر بیبیوں کی صفت مسلمات۔ مومنات۔ قانتات
تائبات۔ عابدات بطور تعریض کے بیان کی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ
وہ مسلمہ۔ مومنہ۔ فرمانبردار۔ توبہ کرنے والیاں عبادت گذار ہونگی اور تم میں یہ
صفتیں نہیں ہیں۔ اور یہ عتاب اس وجہ سے ہوا حضرت سرور عالم صلے اللہ
علیہ و آلہ کے راز کو ان دونوں نے ظاہر کر دیا تھا اور یہ خیانت خدا کو اس طرح
بُری معلوم ہوئی کہ سخت لہجہ میں عتاب کیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان دونوں بیبیوں کے اخلاق نہایت درجہ دل آزار اور خراب [ع۵] تھے۔

[له] تفسیر برہان جلد ۲ ص ۱۰۲۹ ذیل تفسیر سورہ حجرات آیت لا یسخر ۱۲ منہ

[ع۲] تفسیر مجمع البیان جلد ۲ ص ۲۶۶ پ ۲۶ ذیل تفسیر آیت مذکورہ ۱۲ منہ

[ع۵] دنیا کے عقلاء میں یہ بات مان لی گئی ہے کہ انسان کے لئے فخر اور تعریف کی چیز اوس کا حسب
یعنی ذاتی کمالات اور اچھائیاں ہیں۔ نسب یعنی نسل کی اچھائی اوسی وقت وقعت کی نگاہ سے دیکھی
جاتی ہے جب کہ حسب اوس کے ساتھ ہو پس محض حسب عزت کی چیز سمجھا جاتا ہے لیکن محض نسب

[illegible]

بہر حال استہزاء (مسخرا پن یعنی دوسرے کو ہنسنا) خدا اور اولیاء خدا کی نگاہ میں بیحد
مبغوض اور بُری چیز ہے۔ اور خداوند عالم نے قرآن مقدس کی آیت لایسخر قوم الخ
میں صاف لفظوں میں اس سے منع کیا اور اس کو حرام قرار دیا ہے اور قرآن میں جو
چیز حرام قرار دیجئی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور اسکی برائی میں حدیثیں بھی بہت سی
معصومین علیہم السلام سے نقل کی گئی ہیں اور یہ چار بُری صفتوں پر شامل ہے ایک
اپنے کو بڑا سمجھنا جس کو تکبر کہتے ہیں۔ دوسرے غیر کو بُرا اور ذلیل سمجھنا تیسرے
مومن کی توہین یعنی اوس کو رسوا اور فضیحت کرنا۔ چوتھے اوس کا دل دُکھانا اور

---

(بقیہ حاشیہ ص۲۵۷) توجہ کے لائق نہیں سمجھا جاتا۔ حدیث قدسی میں خداوند عالم ارشاد
فرماتا ہے خَلَقْتُ الْجَنَّةَ لِمَنْ اَطَاعَنِيْ وَلَوْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَخَلَقْتُ النَّارَ لِمَنْ
عَصَانِيْ وَلَوْ كَانَ سَيِّدًا قُرَشِيًّا۔ یعنی بہشت کو میں نے فرماں برداروں کے لئے پیدا
کیا ہے اگرچہ حبشی غلام ہو اور جہنم کو گناہگاروں کے لئے پیدا کیا ہے اگرچہ سید قریشی ہو حضرت
سلمان فارسی آفتاب پرست کے فرزند اور فارسی نسل سے تھے لیکن حسب یعنی خدا شناسی نے
اونکو اہلبیت میں داخل کر دیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کا فرزند بے فاصلہ و بے واسطہ
نبی کا فرزند تھا جو نسل سے جدا کر دیا گیا حضرت ابوبکر و عمر قریش کے ممتاز قبیلوں سے
نہ تھے جس پر کتب احادیث و تواریخ اہلسنت شاہد ہیں اور انھیں کتابوں سے یہ بات بھی اچھی
طرح روشن ہو چکی ہے کہ ان لوگوں کی اسلامی زندگی بھی ممدوح اور لائق پسند نہ تھی۔ جن لوگوں نے
حضرت سرور عالم کے ساتھ کبھی کسی طرح کی ہمدردی نہ کی اور اونکی پارۂ جگر اور نور نظر اور خنکی قلب
کو باپ کی جدائی کی مصیبت کے زمانہ میں رولا رولا کر مارا اور اون کے وصی اور نفس اور فرزندوں کو
طرح طرح سے ستایا ایسے لوگوں کو فرزندانِ اسلام کے منصف مزاج عقلاء کیونکر اچھی نگاہ سے
دیکھ سکتے اور انکی زندگی کو قابل تعریف سمجھ سکتے ہیں پس جب کہ خود صاحبانِ کمال کے
لئے اپنے کمال پر ناز اور دوسروں پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے تو ایسے لوگوں کے لئے بدرجہ اولے صحیح
نہیں ہو سکتا جو نسبی اور حسبی اور اخلاقی کل بھلائیوں سے محروم ہوں اور باپ دادا کا مذہب بھی
بقول علامہ دمیری کے زندقہ ہو جو یہودیت و نصرانیت سے پست تر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں پھر بھی خدائی
مذہب اور اسلام سے نزدیک تر ہیں۔ درحالیکہ جناب صفیہ حضرت ہارون نبی کی اولاد سے اور بادشاہ

یہ چاروں چیزیں جداجدا خود بھی گناہ کبیرہ ہیں جن پر عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے کل حدیثوں کو نقل کرنے کا موقع نہیں ہے اس لئے دو دو تین تین حدیثوں کے نقل پر اکتفا کرونگا۔

**تکبر یعنی غرور اور بڑائی** خداوند عالم حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَلْفَخْرُ اِزَارِیْ وَالْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِنْهُمَا عَذَّبْتُهٗ بِنَارِیْ یعنی فخر اور بڑائی میری صفت اور شان ہے جو شخص میری کسی صفت کو مجھ سے چھیننا چاہیگا اوس پر اپنی آگ سے عذاب کرونگا[1] اور ابن بکیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غرور کرنے والوں کے لئے جہنم میں ایک میدان ہے جس کو سقر کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ اوس نے اپنی گرمی کی شدت کی خدا کی بارگاہ میں شکایت کی اور سانس لینے کی اجازت چاہی۔ اجازت دیگئی اور اوس نے سانس لی جس سے جہنم میں شعلہ بھڑک اٹھا[2] اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جسکو صعداء کہتے ہیں اوس میں ایک میدان ہے جس کو سقر کہتے ہیں اوسمیں ایک پہاڑ ہے جس کو ہبہب کہتے ہیں جب اس کا پردہ ہٹایا جاتا ہے تو اہل جہنم اوسکی گرمی سے چیخنے لگتے ہیں بڑائی کرنے والوں کے لئے یہی جگہ قرار دیگئی ہے[3] **مومن کو ذلیل سمجھنا** حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کو ذلیل سمجھے یا اوسکی ناداری کی وجہ سے اوسکو ذلیل کرے تو قیامت کے دن خداوند عادل پہلے اوسکی تشہیر کریگا (یعنی قیامت کے میدان میں پھرائیگا) پھر اوسکو رسوا اور ذلیل کریگا[4] امام جعفر صادق ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نادار و محتاج مومن کو ذلیل سمجھے اوس نے خدا سے جنگ کی اور خداوند عالم قیامت کے دن بھرے مجمع میں اوسکو ذلیل کریگا[5] **مومن کو ذلیل کرنا** حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ

تکبر کی مذمت

مومن کو ذلیل سمجھنے کی مذمت

مومن کو ذلیل کرنے کی مذمت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۸) خیبر کی لڑکی تھیں اور جناب ام سلمہ شریف قریش بنو مخزوم سے اور مرد سنی بلکہ اسحٰے کی لڑکی اور خدا اور رسول ان سے راضی وخوشنود تھے ۱۲ منہ [1] جواہر السنیہ فی الاحادیث القدسیہ صفحہ ۱۲ منہ [2] لآلی الاخبار باب ۵ صفحہ ۱۶۹ ۱۲ منہ [3] لآلی الاخبار باب ۵ صفحہ ۱۶۹ ۱۲ منہ [4] لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۱۰ صفحہ ۹۲ ۱۲ منہ [5] لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۱۰ صفحہ ۹۳ ۱۲ منہ

معراج میں تشریف لے گئے تو پوچھا کہ خداوندا مومن کا مرتبہ تیرے نزدیک کس قدر ہے ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ میرے دوست کو جس نے ذلیل کیا اوس نے مجھ سے جنگ کی ۲؎ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں معراج میں گیا تو مجھ پر وحی ہوئی کہ اے محمدؐ جو شخص میرے ولی (دوست) کو ذلیل کرے وہ مجھ سے جنگ پر آمادہ ہوا اور جو شخص مجھ سے جنگ کریگا میں اوس سے جنگ کرونگا میں نے پوچھا کہ پروردگار تیرا ولی کون ہے ارشاد ہوا کہ وہ شخص جس سے تم نے اپنی رسالت اور اپنے وصی (علیؑ) اور تم دونوں کی ذریت کی امامت کا اقرار وعہد و پیمان لیا ہے ۳؎

**مومن کو ستانا اور تکلیف دینا** ۱؎ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے بندۂ مومن کو ستائے اوس کو چاہیے کہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے ۲؎ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے مومن کو ستایا اوس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اوسنے خدا کو ستایا اور جس نے خدا کو ستایا وہ ملعون ہے توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان (قرآن مجید) میں اور اوس پر خدا اور ملائکہ اور کل لوگوں کی لعنت ہے ۳؎ حضرتؑ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے مومن کو تکلیف پہونچائی اگرچہ ایک ہی کلمہ (بات) سے وہ قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اوسکی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ شخص رحمتِ خدا سے محروم ہے اور مثل اوس شخص کے ہے جس نے خانہ کعبہ اور بیت المقدس کو ڈھایا ہو اور دس ہزار فرشتوں کو قتل کیا ہو ۴؎

۱؎ لئالی الاخبار جلد ۳ باب ... صفحہ ۱۳ ۲؎ لئالی الاخبار جلد ۳ باب ... صفحہ ... مومن کو ستانے کا عذاب

maablib.org

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا
حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ
صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ
فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ
فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ
بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا

اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ
شَاءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

**(الفاظ کے معنی)** مَثَلُ۔ مثال + هُمْ۔ اونکی۔ اونکو۔ اپنی + ک۔ مثل الذی عہ۔ اوس۔ جس + استوقد عہ۔ روشن کی + نارا۔
آگ + ف۔ پس + لما۔ جب + اضائت۔ روشن کردیا + ما۔ اوس چیز۔ جس چیز + حول۔ چاروں طرف + ہ۔ اوس۔ اِس۔ جس + ذھب۔ گیا۔ اور اگر اوس کے مفعول پر ب حرف جر ہو تو "لیگیا" معنی پیدا ہوتا ہے + اللہ۔ خدا + نور۔ روشنی + و۔ اور + ترک۔ چھوڑدیا + فی۔ میں + ظلمات۔ اندھیرے + لا۔ نہیں + یبصرون۔ دیکھتے ہیں + صم۔ بہرے + بکم۔ گونگے + عمی۔ اندھے + ف۔ اس لئے + ھم۔ وہ + یرجعون۔ پلٹتے ہیں۔ پلٹینگے + او۔ یا + صیب۔ برسنے والا بادل + من۔ سے + سماء۔ آسمان۔ اوپر + رعد۔ گرج + برق عہ۔ چمک + یجعلون۔ ڈالتے یا ڈالے ہوئے ہیں + اصابع۔ انگلیاں + اذان۔ کانوں + صواعق عہ۔ بجلیاں + حذر۔ پرہیز بچاؤ + موت۔ مرنا + محیط۔ گھیرے ہوئے + ب۔ کو + کافرین۔ خدا سے پھرے ہوئے + یکاد۔ قریب ہے + یخطف۔ چوندھا کردے۔ فنا کردے۔ مٹادے + ابصار۔ آنکھیں۔ آنکھوں کی روشنی + کلما۔ جب + ل۔ واسطے + مشوا۔ چلتے ہیں + اذا۔ جب + اظلم۔ اندھیرا ہوجاتا ہے + علی۔ پر۔ اوپر + قاموا۔ ٹھہر جاتے ہیں۔

عہ اس جگہ الذی مفرد ہے جو جمع یعنی الذین کے معنی میں ہے اور قرینہ اس پر ذھب اللہ بنورھم ہے۔ اور اسی طرح سے والذی جاء بالصدق وصدق بہ میں بھی الذی مفرد الذین جمع کے معنی میں ہے اور قرینہ اس پر اولئک ھم المتقون ہے۔ اور کلام عرب میں اس طرح کا استعمال جاری ہے شاعر کہتا ہے ۔ ان الذی حانت بفلج دماءھم + ھم القوم کل القوم یا ام خالد (مجمع البیان) عہ استوقد۔ اوقد کے معنی میں ہے یعنی روشن کیا جیسے استجاب۔ اجاب کے معنی میں یعنی قبول کیا (مجمع البیان) ۱۲ عہ برق اور صاعقہ میں فرق یہ ہے کہ ہلکی روشنی جو چمکتی ہے اوس کو برق کہتے ہیں۔ اور شدید روشنی جو گر کر جلادیتی ہے اوسکو صاعقہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

کھڑے ہو جاتے ہیں + لو - اگر + شاء - چاہے - چاہا + اِنَّ - تحقیق - یقیناً + کل - سب
شئ - چیز + قدیر - سکت - قدرت رکھنے والا +

(بامحاورہ معنی) ان منافقوں کی مثال اون لوگوں کی سی ہے جنھوں نے آگ روشن کی ہو پس جب آگ نے اونکے چاروں طرف اوجالا کردیا ہو تو خدا نے اونکی روشنی بجھادی ہو اور اونکو اندھیرے میں چھوڑ دیا ہو کہ اب اونکو کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ یہ منافق (دینِ حق کے بارے میں) بہرے گونگے۔ اندھے بنے ہوئے ہیں (نہ تو دینی باتوں کو سُننا چاہتے ہیں۔ نہ اونکا جواب دینا نہ خدا کی نشانیوں اور دینی دلیلوں کو دیکھنا) اسلئے اب یہ اپنے فاسد عقیدوں اور باطل مذہب سے نہ پھرینگے یا یہ سب اون منافقوں کی طرح ہیں جن کے سروں پر خوب کالی گھٹا چھائی ہوئی اور برس رہی تھی اور دنیا اندھیری ہوگئی تھی اور بادل گرج رہا تھا اور بجلی چمک رہی تھی اور ان بجلیوں کے ڈرسے موت سے بچنے کے لئے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالے ہوئے تھے اور (یہ نہیں سمجھتے تھے) کہ خدا کی قدرت ان کافروں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ (اوس کے غضب سے بچ نہیں سکتے) قریب ہے کہ بجلی کی چمک انکی آنکھوں کی بینائیوں کو چوندھیاوے یا فنا کردے۔ جب بجلی چمکتی تھی تو چلتے تھے اور جب اون پر تاریکی چھا جاتی تھی تو ٹھہر جاتے تھے۔ حالانکہ اگر خدا چاہتا تو اونکے کانوں اور آنکھونکو (بھی) بیکار کردیتا (کیونکہ) یقیناً خدا ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (صرف) اَضَاءَ کی اصل اَضْوَءَ تھی صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی باب افعال سے۔ واوٗ کا فتحہ (زبر) اوس کے قبل کے حرف صحیح یعنی ضاد کو دیدیا اب وہ ساکن ہوگیا اور قبل اوس کے فتحہ۔ اور فتحہ اپنے بعد الف چاہتا ہے اس لئے اوسکو الف سے بدل دیا۔ صَیِّب کی اصل صَیْوِب تھی فَیْعِل کے وزن پر واوٗ کو ے سے بدل کر دونوں ے کو ملا دیا صیّب ہوگیا جیسے مَیِّت۔ ھَیِّن وغیرہ مُحِیْط کی اصل مُحْوِطٌ تھی واو پر کسرہ (زیر) گراں تھا اس لئے اوسکو حکو دیدیا اب وہ ساکن ہوگیا اور قبل اوسکے کسرہ (زیر) آگیا جو اپنے بعد ی کو چاہتا ہے اس لئے اوسکو ی سے بدل دیا۔ یَکَادُ کی اصل یَکْوَدُ تھی۔ واوٗ کا فتحہ

(زبر) کاف کو دیا اور فتحہ اپنے بعد الف چاہتا ہے اس لئے واؤ کو الف سے بدل دیا (نحو) مثل مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مضاف الیہ۔ دونوں ملکر بتدار۔ ک حرف جار۔ مثل مضاف۔ الذی اسم موصول۔ استوقد فعل ھو ضمیر واحد مذکر غائب کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ نارًا مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ۔ موصول اور صلہ ملکر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر مثلھم کی خبر۔ بتداء اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔ ف حرف تفریع۔ لما اسم ظرف شرط۔ اضائت فعل۔ ھی ضمیر واحد مونث غائب کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ ما اسم موصول۔ ھو ضمیر واحد مذکر غائب کی جو پوشیدہ ہے بتداء حول مضاف۔ ہ مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر خبر۔ بتداء اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صلہ۔ اسم موصول اور صلہ ملکر اضائت کا مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ۔ ذھب فعل۔ لفظ اللہ فاعل۔ ب حرف جار۔ نور مضاف۔ ھم مضاف الیہ۔ دونوں ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق ذھب کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ و حرف عطف۔ ترک فعل۔ ھو جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ ھم مفعول بہ۔ فی حرف جار۔ ظلمات موصوف۔ لا یبصرون فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر صفت۔ موصوف اور صفت ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق ترک کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف۔ معطوف علیہ اور معطوف ملکر جزاء۔ شرط اور جزاء ملکر جملہ شرطیہ جزائیہ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو پوشیدہ ہے بتداء۔ صم۔ بکم۔ عمی۔ یکے بعد دیگرے تین خبریں۔ بتداء اپنے تینوں خبروں سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔ ف حرف تفریع ھم بتداء۔ لا یرجعون فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر۔ بتداء اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔ او حرف عطف۔ مثلھم جو پوشیدہ ہے مضاف اور مضاف الیہ ملکر بتداء۔ ک حرف جار۔ لفظ اصحاب جو پوشیدہ ہے مضاف۔ صیب موصوف کائن جو پوشیدہ ہے صفت۔ من حرف جار۔ سماء مجرور۔ جار اور مجرور ملکر کائن کا متعلق پھر کائن جو پوشیدہ ہے دوسری صفت۔ فی حرف جار۔ ہ مجرور۔ جار اور مجرور ملکر کائن کا متعلق۔ ظلمات۔ اور رعد۔ اور برق یکے بعد دیگرے کائن کے تین فاعل۔ کائن اپنے متعلق اور تینوں فاعلوں

سے ملکر صفت ۔ موصوف اپنے دونوں صفتوں سے ملکر مضاف الیہ ۔ مضاف اور
مضاف الیہ ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر خبر ۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ یجعلون
فعل با فاعل ۔ اصابع مضاف ۔ ھم مضاف الیہ ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مفعول آ
فی حرف جار ۔ اذان مضاف ۔ ھم مضاف الیہ ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور ۔
جار اور مجرور ملکر یجعلون کا متعلق ۔ من حرف جار ۔ صواعق مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر
یجعلون کا دوسرا متعلق ۔ حذر مضاف الموت مضاف الیہ دونوں ملکر مفعول لہ ۔
فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ دونوں متعلقوں اور مفعول لہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ۔ واؤ
حالیہ لفظ اللہ مبتدا ۔ محیط خبر ۔ ب حرف جار ۔ کافرین مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر محیط
کا متعلق ۔ مبتدا اور خبر اور متعلق ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ۔ یکاد فعل ۔ برق فاعل ۔ یخطف
فعل ۔ ھو جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ۔ ابصار مضاف ۔ ھم مضاف الیہ ۔
مضاف اور مضاف الیہ ملکر مفعول بہ ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ
بتاویل مفرد ہوکر یکاد کا مفعول ۔ کلما اسم ظرف شرط ۔ اضاء فعل ۔ ھو جو پوشیدہ
ہے اوس کا فاعل ۔ ل حرف جار ۔ ھم مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر اضاء کا متعلق فعل
اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ ۔ مشوا فعل با فاعل فیہ جار اور مجرور
ملکر اوس کا متعلق ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا ۔ واو حرف
عطف ۔ اذا شرط اظلم فعل ھو جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ۔ علے حرف جار
ھم مجرور ۔ دونوں ملکر اظلم کا متعلق ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ
شرطیہ ۔ قاموا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر جزا ۔ واو حالیہ ۔ لو حرف شرط ۔
شاء فعل ماضی ۔ لفظ اللہ اوس کا فاعل ۔ ل حرف تاکید ۔ ذھب فعل ۔ ھو جو پوشیدہ
ہے اوس کا فاعل ۔ ب حرف جار ۔ سمع مضاف ۔ ھم مضاف الیہ ۔ مضاف اور
مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ ۔ واو حرف عطف ۔ ابصار مضاف ۔ ھم مضاف
الیہ ۔ دونوں ملکر معطوف ۔ معطوف علیہ اور معطوف ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق
ذھب کا ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا ۔ شرط اور جزا ملکر جملہ
شرطیہ جزائیہ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل ۔ لفظ اللہ اوس کا اسم ۔ علے حرف جار ۔
کل مضاف ۔ شیٔ مضاف الیہ ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور ۔ جار اور مجرور ملکر متعلق

قدیرا کا - قدیرا خبر - ان اپنے اسم اور خبر اور متعلق سے ملکر جملہ اسمیہ۔

**(ظاہری تفسیر)** **مثلھم کمثل الذی استوقد نارا** الخ

ایمان کو ظاہر کرنے اور کفر کو چھپانے کی وجہ سے ان منافقوں کی مثال اون لوگوں کی سی ہوگئی ہے جنھوں نے اندھیری رات میں روشنی کی غرض سے آگ روشن کی۔ اوس کو تاپ کر گرمائے اور اپنے نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگے اور سانپ بچھو وغیرہ کے نقصان سے بچاوا بھی ہو گیا کہ یکبیک آگ بجھ گئی اور وہ پھر اوسی تاریکی اور حشرات الارض کے خوف میں پڑ گئے اور گھبرانے لگے جس طرح پہلے تھے۔ **اسی طرح** جب ان منافقوں نے ایمان ظاہر کیا تو اوسکی نورانیت (روشنی) سے (اس طرح) فائدہ اٹھانے لگے کہ مسلمانوں میں شادی بیاہ کرنے لگے اور اونکے ترکہ سے میراث پانے لگے اور انکی جانیں اور مال قتل وغارت سے محفوظ ہو گئے **لیکن** جب مرے تو پھر (آخرت کی تاریکی اور (عذاب کے) خوف میں پڑ گئے اور عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ کلام پروردگار فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ کا یہی مطلب ہے جس کو ابن عباس اور قتادہ اور ضحاک اور سدی نے بیان کیا ہے **اور اذھاب نورھم** سے مقصود یہ ہے کہ مومن ہونے کی صورت میں خدا وند عالم آخرت میں جو نور انکو عطا فرماتا نفاق کی وجہ سے اوس کو روک لے گا۔ چنانچہ اپنے کلام مقدس يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ الخ (سورہ حدید پ ۲۷- آیت ۱۳) میں ان کے سوال اور اوس کے جواب کو اس طرح ارشاد فرماتا ہے کہ جس دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہینگے کہ ہماری طرف نگاہ کرو کہ ہم لوگ بھی تمہارے نور سے کچھ لے لیں تو مومن جواب دینگے کہ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ اور اپنے لئے کوئی دوسرا نور تلاش کرو پس مومنوں اور منافقوں کے درمیان دیوار کا پردہ ڈال دیا جائیگا جس میں دروازہ ہوگا۔ اوس کے اندر (مومنوں کی طرف) رحمت ہوگی اور باہر (منافقوں کی طرف) عذاب وہ پکار کر مومنوں سے کہینگے کہ کیا ہم لوگ تمہارے ساتھ نہ تھے

تو وہ جواب دینگے کہ ہاں تھے لیکن (نفاق اختیار کرکے) تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور (غلبۂ کفر یا اسلام کا) انتظار کر رہے تھے اور (دین اسلام کی حقیت میں) شک رکھتے تھے۔ اور (دنیاوی خواہشوں کے فریب اور دھوکے میں پڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ حکم خدا پہونچ گیا (اور تم دنیا سے چل بسے) اور خدا کی معرفت اور فرماں برداری کی طرف سے شیطان نے تم کو فریب دیا اور غافل رکھا۔

**صم بکم عمی فھم لا یرجعون** اسکی تفسیر میں قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ منافق بہرے (بن گئے) ہیں حق باتوں کو نہیں سُنتے۔ گونگے (بن گئے) ہیں عہ خدا کی وحدانیت اور حضرت رسول ؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اندھے (بنے ہوئے) ہیں آسمان اور زمین میں جو خدا کی نشانیاں موجود ہیں انکو نہیں دیکھتے اور انمیں غور نہیں کرتے۔ اس لئے وہ اپنے باطل عقیدوں اور فاسد خیالات سے پھرنے والے نہیں ہیں۔ **خلاصہ** یہ کہ خداوند عالم نے جن اور انسان کو اپنی معرفت و عبادت کے لئے پیدا کیا اور دنیاوی چیزوں کو بقاء حیات کا ذریعہ قرار دیا تاکہ زندہ رہکر اسکی اصلی غرض یعنی معرفت و عبادت کو حاصل کرے۔ اس لئے اعضاء کو پیدا کرنے کی اصلی غرض معرفت و عبادت ہوئی اور دنیا کی ضروری چیزوں کو حاصل کرنا تبعی۔ کیونکہ ان چیزوں کا حصول معرفت و عبادت کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے **پس** اگر کوئی شخص ان اعضاء سے معرفت و عبادت میں کام نہ لے تو وہ اس امر کا مستحق ہے کہ ایسے شخص کا مثل سمجھا جائے جو ان اعضاء کو رکھتا ہی نہ ہو **اسی وجہ** سے خداوند عالم نے ان منافقوں کو واقعی بہروں گونگوں۔ اندھوں کا مثل قرار دیکر بطور مبالغہ کے واقعی بہرا اور گونگا اور اندھا فرمایا

---

عہ واضح رہے کہ ان آیتوں میں منافقوں کی حالتیں بیان کی گئی ہیں اور منافق وہی ہیں جو دین حق کا زبان سے اقرار کریں اور دل سے انکار۔ اس لئے قتادہ کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ گونگے ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور حضرت رسول ؐ اللہ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ **اسواسطے** ضرور ہے کہ اسمیں (دل سے) کی قید بڑھائی جائے یعنی دل سے سُننا۔ دل سے اقرار کرنا۔ دل سے دیکھنا۔ اور مقصود پروردگار بھی یہی ہے ۱۲ منہ

کیونکہ یہ ان اعضاء سے وہ کام نہیں لینا چاہتے تھے جو انکے پیدا کرنے کا اصلی مقصد ہے یعنی دین حق کی باتوں کو دل سے سننا اور دل سے اقرار کرنا۔ اور دل سے دیکھنا۔

او کصیب من السماء الخ تم کو اختیار ہے کہ ان منافقوں کو جہالت اور حیرانی اور سرگردانی میں یا تو آگ روشن کرنے والوں کا مثل سمجھو جو اوپر ذکر کئے گئے) یا اون دونوں مدنی منافقوں کا مثل سمجھو جن کا واقعہ ابن مسعود اور بہت سے صحابہ نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت بابرکت سے بھاگے پس (کھلے میدان میں) اون پر گھنگھور گھٹا چھا گئی۔ دنیا کالی ہوگئی۔ پانی برسنے لگا۔ رعد (فرشتہ جو بادلوں پر مقرر ہے) گرجنے لگا۔ بجلی چمکنے لگی تو اونھوں نے اس خیال سے کہ (بادل کی گرج) اور بجلی کی کڑک سے دم نہ نکل جاے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ جب بجلی چمکتی تھی تو اوسکی روشنی میں چند قدم چلتے تھے اور جب تھم جاتی تھی تو کچھ سوجھائی نہ دینے کی وجہ سے رُک جاتے تھے۔ جب ان پریشانیوں میں پڑ گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ کاش صبح ہوتی تو ہم لوگ محمدؐ کے پاس جاتے اور اون کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتے۔ جب صبح ہوئی تو آئے اور دل سے اسلام قبول کیا۔ پس اس آیت میں خداوند عالم نے منافقوں کو انھیں کا مشابہ قرار دیا ہے اور اون کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب وہ حضرت سرور عالمؐ کی خدمت میں آتے ہیں تو اس ڈر سے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں کہ اونکی برائی میں اگر کوئی آیت نازل ہو تو اوس کو نہ سنیں اور جب دنیا اونکی آنکھوں میں اوجیالی ہوتی ہے یعنی مال اونکے پاس زیادہ ہو جاتا ہے اور لڑائی فتح ہوتی ہے اور مالِ غنیمت پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ محمدؐ کا دین ٹھیک ہے اور جب اونکی آنکھوں میں دنیا اندھیری ہو جاتی ہے یعنی محتاج اور فقیر اور بلاؤں میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ محمدؐ کے دین (نحوست) کی وجہ سے ہے۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں جس طرح وہ دونوں تاریکی کے وقت رک جایا کرتے تھے۔ واللہ محیط بالکافرین اس جملہ کے چار معانی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ خدا اون کے دل کی باتوں کو جانتا ہے اور اپنے نبیؐ کو اوس سے آگاہ کریگا دوسرے یہ کہ خدا اون پر قدرت

منافقوں کی تمثیل دو منافقوں سے

رکھتا ہے اوسکی قدرت سے وہ نہیں نکل سکتے **تیسرے** یہ کہ قیامت کے دن اوس کے
علم سے کوئی چیز چھوٹ نہیں سکتی **چوتھے** یہ کہ خدا اونکو ہلاک کرے گا۔ **یکاد البرق**
**یخطف ابصارھم** اور جس طرح بجلی انکی آنکھوں کو چوندھیا دیتی ہے اوسی طرح
قریب ہے کہ قرآن مجید کی روشن دلیلیں ان کے دلوں میں بھونچال ڈالدیں کیونکہ دینی باتوں
کو دیکھکر انمیں سخت اُلجھن پیدا ہو جاتی ہے **کلما اضاء لھم مشوا فیہ** یعنی جس طرح
دونوں ہم نی منافق بجلی کی چمک سے جب راہ دیکھائی دیتی تھی تو چند قدم آگے بڑھتے تھے
اوسی طرح یہ منافق جب مال غنیمت لینے کے لئے بُلائے جاتے ہیں تو دوڑ کر آتے ہیں
**واذا اظلم علیھم قاموا** اور جب کبھی مسلمانوں پر سختی کا وقت آتا ہے تو اپنے
باطنی کفر کی وجہ سے (دین اسلام کی حقیت کی طرف سے) تردد میں پڑجاتے اور
(دلی اعتقاد سے) رُک جاتے ہیں جس طرح مدنی منافق تاریکی کے وقت رُک جاتے
تھے اور بعض علماء نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ جب یہ ظاہری ایمان لائے تو ایمان انکے
لئے نور قرار پایا اور مرنے کے بعد اپنے باطنی کفر کی وجہ سے عذاب کی تاریکی میں پڑگئے
اور بعض نے یوں کہا ہے کہ جنگ بدر میں جب مسلمانوں کو مسلمانوں نے مدد دی اور لڑائی
فتح ہوئی تو ان منافقوں نے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جسکی حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خوشخبری
دی تھی اور جب احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو منافق رُک گئے اور (اسلام
کی حقیت میں) شک کرنے لگے ع **ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم**
**ان اللہ علےٰ کل شئ قدیر** (جان بچانے کے لئے تو کانوں میں انگلیاں ڈالتے
تھے اور بجلی کی روشنی میں ٹھرجانا چاہتے تھے) حالانکہ اگر خدا چاہتا تو اوس وقت اونکے
کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کر دیتا کیونکہ خدا کا ہر چیز پر پوری طاقت و قدرت
رکھنا یقینی بات ہے لہ

---

ع اور کہنے لگے کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو مارے نہ جاتے اے مسلمانوں اپنے بھائی کفار اور اپنے پہلے
دین کفر کی طرف پلٹ جاؤ۔ اسکی تفصیل کتاب کے حوالہ کے ساتھ اسکے قبل حاشیہ میں گذر چکی ہے
وہاں ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ

لہ مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۲۲ تا ۲۵ باضافہ قلیل ۱۲ منہ

## حدیثین

(بطریق شیعہ) مثلهم كمثل الذى الخ بسند صحیح حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ان منافقوں کی مثال اوس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور اپنے چاروں طرف کی چیزوں کو دیکھنے لگا کہ خدا نے ہوا یا پانی سے اوس آگ کو بجھا دیا۔ اوسی طرح ان منافقوں سے جب خدا نے بیعت لی تو وہ مسلمانوں کے متروکہ سے میراث پانے لگے اور اونمیں شادی بیاہ کرنے لگے۔ لیکن جب یہ مرے تو خداوند عالم الغیب کا حکم ان پر جاری ہوگیا اور انکے باطنی کفر کے عذاب نے انکو گھیر لیا (ذهب الله بنورهم ان کا دنیاوی نور یعنی دینِ حق کا ظاہری اقرار ان سے رخصت ہوگیا کیونکہ صرف زبانی ہونے کی وجہ سے اوس کا ثمرہ اور فائدہ دنیا ہی تک تھا) اس لئے آخرت میں عذابِ خدا کی تاریکی میں پڑ گئے نہ تو اوس سے نکلنے کی ان کو امید ہے اور نہ اوس سے چھٹکارہ پا سکتے ہیں وتركهم فى ظلمات لا يبصرون ۲ بسند حسن جو مثل صحیح کے ہے حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ترک (یعنی چھوڑ دینے) کی نسبت خدا کی طرف اوس معنی سے نہیں دی جا سکتی جس معنی سے مخلوقات کی طرف دیجاتی ہے (مقصود حضرت کا یہ ہے کہ جس طرح انسان کسی کو کسی چیز کا مستحق اور قابل ہوتے ہوئے بھی چھوڑ دیتا ہے اوسی طرح خدا نے ہدایت کے قابل ہوتے ہوئے بھی منافقوں کو گمراہی میں نہیں چھوڑا) بلکہ جب اوس نے سمجھ لیا کہ وہ اپنے باطنی کفر اور گمراہی سے نہیں پلٹینگے تو لطف و مہربانی کی راہ سے جس اعانت و مدد سے کارِ خیر کا ارادہ کرنے والوں کو سرفراز کرتا ہے اوس اعانت و مدد کو (ان کے لئے بیکار اور فضول سمجھکر) روک لیا اور ان کو انکے ارادہ و اختیار پر چھوڑ دیا۔ صم بكم عمى فهم لا يرجعون ۳ بسند صحیح حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آخرت کے عذاب اور جہنم کے بھڑکتے ہوئے طبقوں میں پہونچکر بہرے۔ گونگے۔ اندھے ہوجائیں گے جیسا کہ دوسری جگہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا

(سورہ بنی اسرائیل پ۱۵ آیت ۹۹) یعنی ان کو قیامت کے دن مُنہوں کے بھل محشور کروں گا اور یہ اوس وقت اندھے اور گونگے اور بہرے ہونگے ۔ انکی جگہ جہنم میں ہوگی ۔ جب جب اوسکی آنچ دھیمی پڑیگی ہم ان پر اوس کو بھڑکاؤں گا[له]

**مثلھم کمثل الذی استوقد نارا الخ**

(بطریق اہلسنت) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک مثل ہے جس کو خداوند عالم نے منافقوں کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اسلام کی وجہ سے اونھوں نے عزت پائی تھی مسلمانوں میں شادی بیاہ کیا کرتے تھے اور اون کے متروکہ سے میراث اور مال غنیمت سے حصہ پاتے تھے پس جب وہ مرے تو خدا نے ان سے عزت چھین لی ۔ جس طرح آگ روشن کرنے والوں سے روشنی لے لی اور اونکو اندھیرے یعنی عذاب میں چھوڑ دیا ۔ **اور ابن مسعود** اور دوسرے چند صحابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو چند آدمی ایمان لائے ۔ پھر منافق ہوگئے ۔ پس یہ اوس شخص کی طرح ہوگئے جس نے کثافت اور گندگی اور نقصان پہونچانے والی چیزوں سے بچنے کے لئے آگ روشن کی ہو اور اون چیزوں کو دیکھنے لگا ہو ۔ پھر اوسکی آگ بجھ جائے اور وہ پھر اندھیرے میں پڑ جائے اور اون چیزوں کو دیکھ نہ سکے جن سے پرہیز کرنا چاہئے تھا ۔ اسی طرح یہ منافق پہلے شرک کی تاریکی میں پڑے ہوئے تھے پھر اسلام لائے اور جائز اور ناجائز اور اچھی اور بری باتوں کو سمجھنے لگے اس کے بعد جب کافر ہوگئے تو جائز اور ناجائز اور اچھے اور بُرے کی تمیز پھر اون سے جاتی رہی **صم بکم عمی** ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ بہرے گونگے اندھے ہیں ہدایت کی باتوں کو نہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں **فھم لا یرجعون** ابن مسعود کہتے ہیں کہ یہ منافق اسلام کی طرف نہ پلٹینگے **او کصیب من السماء الخ** ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ صیب سے برسات کا پانی مقصود ہے جس کو خدا نے قرآن کی مثال قرار دی ہے جس میں ظلمات یعنی (فرمانبردار اور نافرمان کے) امتحان کی چیزیں ہیں اور رعد و برق یعنی ڈرانے والی آیتیں ہیں **یخطف ابصارھم** یعنی قریب ہے کہ قرآن کی محکم آیتیں منافقوں کے پوشیدہ عقائد اور خیالات کو ظاہر کر دیں **کلما اضاء لھم الخ**

[له] تفسیر برہان جلد ۱ ص ۱۴۱ کل محمد شیں ۱۲ منہ

یعنی یہ منافق جب اسلام سے کوئی عزت پاتے (یعنی مالی فائدہ اوٹھاتے تھے) تو انکے دلوں کو قرار ہو جاتا تھا اور جب اسلام کو سختی میں پاتے تھے تو رُک جاتے تھے اور چاہتے تھے کہ کفر کی طرف پلٹ جائیں **اور ابن مسعود** اور دوسرے چند صحابہ نے کصیب من السماء سے آخر تک کی آیتوں کی تفسیر میں انھیں دونوں منافقوں کا واقعہ بیان کیا ہے جو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ کی خدمت سے بھاگے اور بارش اور رعد و برق میں پھنسے تھے جس کو میں ظاہری تفسیر میں بیان کر آیا ہوں[۱]

**(باطنی تفسیر)** **مثلھم کمثل الذی** الخ لفظ مَثَل سے اُن منافقوں کی عجیب وغریب حالتیں مقصود ہیں اور خداوند عالم مثالیں اس لئے ذکر فرماتا ہے تاکہ مطلب اچھی طرح کھل جائے اور اطمینان حاصل ہو جائے **پروردگار عالم** کا مقصود یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام سے بیعت توڑنے والے منافقوں کی حالت اوس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور اپنے پاس کی چیزوں کو دیکھنے اور تکلیف پہونچانے والی چیزوں سے بچنے اور فائدہ اوٹھانے لگا کہ ہوا یا پانی سے وہ بجھ گئی اور پھر اندھیرے میں پڑ گیا۔ اوسی طرح بیعت توڑنے والے بھی اپنے ظاہری اقرارِ امامت ووصایتِ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے دینِ حق اور ہدایت کو دیکھنے لگے اور مسلمانوں کے احکام ان پر جاری ہونے لگے جان و مال ان کا محفوظ ہو گیا مسلمانوں کے متروکہ سے میراث پانے لگے اور اونھیں شادی بیاہ کرنے لگے۔ لیکن مرنے کے بعد باطنی کفر کی وجہ سے عذاب کی تاریکی میں پڑ گئے جس سے کسی طرح نکل نہیں سکتے۔ **چونکہ** اونھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی

---

[۱] شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے باپ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان اور طلحہ کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ کے انتقال کے بعد ایک شبہ عظیم (بہت بڑا شک) دل میں پیدا ہو گیا اور شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے لگا تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس عظیم شبہ سے نجات دینے والا کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ) ہے تم کلمہ طیبہ کو برابر پڑھا کرو[۲] مسلمان خود سمجھ لیں کہ وہ کون سا شبہ ہے جو عظیم ہے اور اوس سے نجات دینے والا کلمہ طیبہ ہے ۱۲

[۱] ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۲۲۴ بیان مآثر صدیقی ذکر دفع صدیق مشکلات کو ۱۲ [۲] تفسیر درمنثور جلد اول ص ۳۲ و ۳۳ کل حدیثیں ۱۲

رکھنے کی وجہ سے دل سے آپ کے حقوق کو پہچاننا اور خالص نیت سے آپکی اطاعت و
فرمانبرداری کرنی نہ چاہی اس لئے خداوند عالم نے اعانت اور مددبیکار سمجھی اور لطف و
مہربانی کی راہ سے جس اعانت و مدد سے کار خیر میں مومنوں کو سرفراز کرتا رہتا ہے اونکو
ان سے روک کر ان کو ان کے ارادہ اور اختیار پر چھوڑ دیا اور یہ اپنی اگلی حالت کیطرح
اپنی باطنی خباثت اور عداوت کی وجہ سے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے حقوق کے
بارے میں بہرے اور گونگے اور اندھے بنے رہے جیساکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا
ہے لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ
آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (سورہ
اعراف پ۹ آیت ۱۷۸) اون کے دل ہیں لیکن اون سے سمجھتے نہیں ہیں۔ اونکے آنکھیں
ہیں لیکن اون سے دیکھتے نہیں ہیں۔ اون کے کان ہیں لیکن اون سے سُنتے نہیں
ہیں۔ وہ مثل جانوروں کے بلکہ اون سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اور آخرت میں بھی اسی
طرح محشور ہونگے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ
وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ
سَعِيرًا (سورہ بنی اسرائیل پ۱۵ آیت ۹۹) قیامت کے دن میں اونکو منہوں کے
بل محشور کرونگا ایسی حالت میں کہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہونگے جگہ
اونکی جہنم ہوگی۔ اوسکی آگ جب جب دھیمی ہوگی اون پر میں اوس کا شعلہ بھڑکا دونگا
چونکہ یہ حضرت علی علیہ السلام سے عداوت کی وجہ سے گونگے۔ بہرے۔ اندھے بنے ہوئے ہیں۔
اس وجہ سے اپنی گمراہی سے ہدایت کی طرف پلٹ کر نہ آئینگے۔ یا انکی مثال
اون دونوں مدنی منافقوں کی سی ہے جو بارش اور رعد اور برق میں پھنسے تھے اور ڈر
رہے تھے کہ گرج سے گھٹ نہ جائیں یا بجلی گر کر اونکو خاک و سیاہ نہ کردے اور اپنے
کانوں کو بند کئے ہوئے تھے اوسی طرح یہ بیعت توڑنے والے ڈر رہے ہیں کہ کہیں تم اے
محمدؐ ان کے نفاق سے آگاہ نہ ہوجاؤ اور انکو قتل نہ کرڈالو اور بیخ و بُن سے اُکھیڑ نہ
پھینکو اور اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں تاکہ اپنے حق میں تم سے لعنت اور
وعید و تہدید (یعنی قتل کی دھمکی) نہ سُنیں جس سے اونکے چہروں کا رنگ فق ہوجائے
اور صورتوں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں اور تمہارے خالص اصحاب سمجھ جائیں کہ ان لوگوں

کے کنایوں اور اشاروں اور دھمکیوں سے یہی مقصود ہیں واللہ محیط بالکافرین
اور ( یہ نہیں سمجھتے ) کہ خداوند عالم الغیب کا علم انکو گھیرے ہوئے ہے اوس سے کوئی
بات چھپ نہیں سکتی اگر وہ چاہے تو اون کے نفاق سے تم کو آگاہ اور اونکے باطنی
کفر کو ظاہر اور تمہارے ہاتھوں سے اونکو قتل کرا سکتا ہے یکاد البرق یخطف ابصارھم
چونکہ تمہاری نبوت اور علیؑ کی امامت کی حقیت کو ثابت کرنے والے تم دونوں کے روشن
معجزوں کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی انکی باطنی بینائیاں قرآن کی اون آیتوں کو
دیکھنے سے جھپکتی اور کراہت کرتی ہیں جن سے تمہاری نبوت ثابت ہوتی ہے۔ جو اس
بات کو روز روشن کی طرح واضح کر دیتی ہے کہ علیؑ کو اپنا جانشین بنانے میں تم سچے ہو۔
اس لئے قریب ہے کہ علیؑ کے حق امامت سے انکی کراہت اور ناپسندیدگی کل دینی امور
کی طرف سے انکی باطنی بینائیوں کو اندھا کرے۔ یعنی اون امور کے اقرار بلکہ اعتقاد
سے بھی آخرت میں کچھ فائدہ نہ اوٹھائیں۔ کلما اضاء لھم الخ جب انکو دنیاوی فائدہ
حاصل ہوتا ہے تو دل انکا آگے بڑھتا ہے اور کہتے ہیں کہ علی (علیہ السلام)
سے بیعت کرنے کی برکت سے حاصل ہوا۔ اور جب دنیاوی تنگی میں
مبتلا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ علیؑ سے بیعت کرنے کی نحوست سے تنگی اور افلاس میں
مبتلا ہوئے۔ ولو شاء اللہ لذھب الخ حالانکہ اگر خدا چاہتا تو باطنی کفر کے
چھپانے کی قابلیت ہی اُن سے چھین لیتا۔ کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ خدا ہر چیز پر
پوری قدرت رکھتا ہے

## حدیثین

مثلھم کمثل الذی الخ بسند صحیح حضرت امام
(بطریق شیعہ) موسیٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مثلھم
کی ضمیر سے وہ منافق مقصود ہیں جن سے خداوند عالم نے (غدیر خم میں حضرت
سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے ہاتھوں پر) حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام
(کی امامت و وصایت) کے لئے بیعت لی تھی اور اونھوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّہٗ وَوَصِیُّہٗ وَوَارِثُہٗ و

خَلِيْفَتُهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ کہا تھا یعنی خدا کی وحدانیت اور حضرت سرورِ عالمؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی ولایت اور وصایت کا اور اس بات کا اقرار کیا تھا کہ علیؑ حضرت سرورِ عالمؐ کے وارث اور اونکی امت میں اونکے خلیفہ اور جانشین اور اونکے قرضوں کو ادا کرنے والے اور اونکے وعدوں کو پورا کرنے والے اور اونکے قائم مقام ہوکر بندگانِ خدا کو راہ حق بتانے والے ہیں۔ اس اقرار کی بدولت یہ سب مسلمانوں کے وارث ہوئے اور اونمیں شادی بیاہ کرنے لگے۔ اور اسی وجہ سے حضرت رسول اللہؐ یا حضرت علیؑ سے (ظاہر میں) محبت کرنے لگے اور اونکے دشمنوں[عہ] کو دفع کرنے لگے اور اونکو اپنا بھائی سمجھا پس جب مرے تو خداوند عالم الغیوب کا حکم عذاب ان پر جاری ہوگیا اور اوس نے انکے باطنی کفر کی سزا میں انکو مبتلا کردیا۔ اور یہ عذاب کی تاریکی میں پڑگئے جس سے کسی طرح چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔ **باقی ٹکڑا** اس حدیث کا ظاہری تفسیر کی حدیث ۱ میں ذکر کیا گیا ۲۔ جابر انصاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے لَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم کا مقصود یہ ہے کہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ سے زمین روشن ہوئی جس طرح آفتاب سے روشن ہوتی ہے۔ پس خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو آفتاب قرار دیا ہے اور حضرت علی علیہ السّلام کو ماہتاب جیساکہ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:- وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا (سورۂ یونس پ ۱۱ آیت ۵) اوسی پروردگار نے آفتاب (محمدؐ) کو روشن پیدا کیا اور قمر (علیؑ) کو نور۔ اور ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ سے مقصود یہ ہے کہ جب حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو اوس نے دنیا سے اوٹھالیا تو تاریکی چھاگئی اور لوگ اون کے اہلبیتؑ کی فضیلت (بزرگی) کے بارے میں اندھے بنگئے انکی بزرگیاں اونکو سوجھائی نہیں دیتی تھیں یعنی انکی بزرگیوں کا اقرار کرنا اونکو گوارا اور پسند نہ تھا۔ جیساکہ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:- اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا

---

عہ حدیث میں لفظ واد ؐ دہ ہے اور اسکی ضمیر میں دونوں صاحبوں کی طرف پھرنے کا احتمال تھا اس لئے میں نے مردود کردیا ہے ۱۲ منہ عہ یہی لوگ مولفۃ القلوب تھے جیسے ابوسفیان اور اوسکے بیٹے ۱۲ منہ

(سورہ اعراف پ ۹ آیت ۱۹۷) یعنی اگر تم اون کو ٹھیک راہ کی طرف بلاؤگے تو وہ نہ سنینگے (یعنی توجہ نہ کرینگے) ع۳ بسند صحیح حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے اپنے آبار کرام کے سلسلہ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی نہیں ہے جس نے امیر المومنین (حضرت علی علیہ السلام) سے ظاہر میں بیعت کی اور دل میں نفاق پر باقی رہا مگر یہ کہ ملک الموت جب اوسکی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو چند چیزیں اوسکو دیکھا دی جاتی ہیں ۱ شیطان اور اونکے مددگار ۲ جہنم اور اوسکے طرح طرح کے عذاب اور تنگ جگہیں جنمیں وہ رہیگا ع۳ بہشت اور اوس کے قصر کہ اگر وہ ایمان پر باقی رہتا اور بیعت پر پورا عمل کرتا تو ان قصروں میں رہتا۔ پس ملک الموت اوس سے کہیں گے کہ دیکھ یہ وہی بہشت ہے جسکی قیمت اور اوسکی رونق اور اوسمیں رہنے والوں کی خوشیوں کا اندازہ سوائے خدائے عالم حقائق کے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ یہ تیرے لیے پیدا کی گئی تھیں اگر تو برادر محمد صلے اللہ علیہ و آلہ (یعنی حضرت علی علیہ السلام) کی ولایت پر باقی رہتا تو قیامت کے دن تجھکو اسی میں جگہ دی جاتی لیکن جب کہ تونے اونسے بیعت توڑی اور اونکی مخالفت کی تو اب تیرے لئے یہی جہنم ہے اور اوسکے طرح طرح کے عذاب اور شعلے اور عہ منہ کھولے ہوئے اژدہے اور نیش (ڈنک) اوٹھائے ہوئے بچھو اور لمبے چوڑے ناخنوں والے درندے۔ اوس وقت وہ کہے گا یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا یعنی ہائے افسوس کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ سبیل (راہِ خدا یعنی حضرت علی علیہ السلام) کو بھی اختیار کیا ہوتا اور جو کچھ وہ فرماتے قبول کرتا۔ اور اونکی موالات (محبت) کو اپنے اوپر لازم اور واجب کرلیتا لہ

اوکصیب من السماء الخ ع۳ بسند صحیح حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس آیت میں منافقوں کے لئے ایک دوسری مثال ذکر فرمائی ہے ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمدؐ قرآن جو تم پر اوتار اگیا جس میں ہم نے ان منافقوں

بیعت توڑنے والوں کا حسرت انجام اور افسوس

عہ یعنی اژدہے وغیرہ منہ کھولے ڈنک اوٹھائے آمادہ و تیار اور تیرے منتظر بیٹھے ہیں۔

لہ تفسیر برہان جلد ۱ ص ۴۱ تینوں نمبر ۱۲ منہ

سے خطاب کیا ہے اور اپنی وحدانیت اور تمہاری نبوت اور تمہارے بھائی علی (علیہ السلام)
کی تمہاری قائم مقامی اور امامت اور سرداری کی روشن دلیلوں کو ذکر کیا ہے وہ مثل عـ۱
اوس برسنے والے بادل کے ہے جسمیں گرج اور بجلی کی چمک ہو۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ
وآلہ) جس طرح اس بادل میں یہ چیزیں ہیں کہ جو شخص انمیں پھنس جاتا ہے جان جانے
سے ڈرتا ہے اوسی طرح یہ منافق علی (علیہ السلام) کی بیعت عـ۲ توڑکر ڈر رہے ہیں کہ
کہیں تم پر اون کا نفاق ظاہر نہ ہوجائے جو اونکے مارے جانے اور جڑ سے تباہ ہونے
کا سبب ہو۔ اور جس طرح رعد (گرج) اور برق (بجلی) میں پھنسے ہوئے (دونوں مدنی
منافق) جان کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے تھے اوسی طرح جب تم

عـ۱ یعنی باران رحمت کی طرح اوسمیں بہشت اور اوسکی نعمتوں کا ذکر ہے اور گرج کی طرح تہدید اور دھمکی کا
اور بجلی کی طرح دوزخ اور اوسکے عذابوں کا ۱۲ منہ

عـ۲ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ واقعہ غدیر خم کے بعد جن صحابہ کو حضرت علی
علیہ السلام کی جانشینی ناگوار ہوئی اونمیں سے مفصلہ ذیل چودہ صحابہ نے باہم اتفاق کرکے ہرشے پہاڑ
کی چوٹی سے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو گرادینے کے لئے کھالوں میں سنگریزے بھر کر حضرت کے
ناقہ کے پانوں کی طرف لنڈھکایا۔ خدا نے حضرتؐ کی حفاظت کی۔ پھر مدینہ پہونچکر ایک عہدنامہ اس مضمون
کا لکھا کہ خاندان رسولؐ میں خلافت کو نہ جانے دینا چاہئے۔ یہ عہدنامہ اول کے گھر میں لکھا گیا اور سعید
بن عاص نے لکھا اور اونکے امین الامۃ کے پاس امانت رکھا گیا۔ حضرت سرورؐ عالم کو خدا نے خبردی
آپ نے بطور طعن کے فرمایا کہ آج تو تم امین امت بنگئے۔ اور فرمایا کہ جس طرح کفار قریش نے ہم لوگوں کے
بارے میں صحیفہ لکھکر خانہ کعبہ میں لٹکایا تھا اوسی طرح آج بھی ایک جماعت نے ہم لوگوں کے بارے میں
ایک صحیفہ لکھا ہے۔ اور خدا اون کو مہلت دیگا تاکہ خود اونکا اور اون کے بعد والوں کا امتحان ہوجائے
اور اچھے اور برے پہچان لئے جائیں۔ اگر خدا مجھکو چشم پوشی کرنے کا حکم نہ دیتا تو میں ان سب کو قتل کردیتا
یہ سنکر اون کے بدنوں پر لرزہ پڑ گیا۔ جن لوگوں نے صحیفہ لکھا تھا اونمیں نمبر ۱ و ۲ و ۳ تین مشہور سردار
تھے ۴ طلحہ ۵ عبدالرحمن بن عوف ۶ سعد بن ابی وقاص ۷ ابوعبیدہ جراح ۸ امیر شام ۹ عمرو بن عاص
۱۰ ابوموسے اشعری ۱۱ مغیرہ بن شعبہ ۱۲ اوس بن حدثان ۱۳ ابوہریرہ ۱۴ ابوطلحہ انصاری
اور چار ہزار اصحاب نے اوس پر گواہی لکھی تھی (شرح اربعین صہ ۹۶ مصنفہ علامہ مجلسی ملا محمد باقر علیہ الرحمۃ)
حضرت عمر نے کہا کہ قریش نے علیؑ سے خلافت کو لے لیا اور اچھا کام کیا (کامل ابن اثیر جلد ۳ صہ ۲۵ و ۲۴)

maablib.org

بیعت توڑنے والوں پر لعنت اور مار ڈالنے کی دھمکی شروع کرتے ہو تو یہ بیعت توڑنے والے منافق اپنے کانوں کو بند کر لیتے ہیں تاکہ تمہاری لعنت اور دھمکی نہ سنیں جس سے انکے چہروں کا رنگ بدل جائے اور تمہارے اصحاب سمجھ جائیں کہ تمہاری لعنت اور دھمکی انھیں کے بارے میں ہے اور یہ مارے جائیں۔

**واللہ محیط بالکافرین** یعنی یہ منافق یہ نہیں سمجھتے کہ خدا ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اگر وہ چاہتا تو تم کو اون کے نفاق اور باطنی کفر سے آگاہ کر دیتا اور تم کو حکم دیتا کہ انھیں قتل کر ڈالو۔ **یکاد البرق یخطف ابصارھم** یہ منافق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۶) وتاریخ طبری) **امام اہلسنت** ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ سرداران قریش نے ایک صحیفہ لکھا جس میں باہم یہ معاہدہ کیا کہ علیؑ کو قتل کر دیں اور اوس کو ابو عبیدہ جراح (امین الامۃ) کے پاس امانت رکھا۔ حضرت سرور عالمؐ نے مانگا ابو عبیدہ نے دے دیا اور سب نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں کا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا (تفسیر طبری)

**محمد بن ابوبکر** نے معاویہ کو ملامت کا خط لکھا تو اونھوں نے جواب دیا کہ رسولؐ کے بعد تمہارے باپ اور اون کے فاروق (عمر) نے علیؑ کا حق چھینا اور اون کو بڑی بڑی مصیبتوں میں بتلا کر دینے اور امر عظیم (قتل) کا ارادہ کیا۔ پس جس امر میں ہم لوگ ہیں اگر وہ اچھا نہیں ہے تو پہلے تیرے باپ ہی نے اس پر قدم جمایا اور ہم لوگ اون کے شریک رہے۔ اب تم کو اختیار ہے کہ اپنے باپ پر عیب لگاؤ یا چپ رہو[1] **اور امام اہلسنت** ابن اثیر لکھتے ہیں کہ محمد بن ابوبکر اور معاویہ کے خط و کتابت کو لکھنا میں پسند نہیں کرتا کیونکہ عوام الناس اوسکو سنکر برداشت نہیں کر سکتے (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ چھاپہ مصر)

**اور امام اہلسنت** بلادری لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عمر نے یزید کو ملامت کا خط لکھا تو اوس نے جواب دیا کہ میرا یہ فعل تمہارے باپ کی پیروی میں تھا در حقیقت حسینؑ کو تمہارے باپ نے سقیفہ ہی میں قتل کر دیا تھا (تاریخ بلادری) ۱۲ منہ

اسکی تائید کے لئے تفسیر بقرہ صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۹ و ۱۹۱ کے حاشیے ملاحظہ فرمائیں

[1] مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۶ حال معاویہ۔ و کتاب فضائل باہرہ فی محاسن مصر و قاہرہ مصنفہ ابن حجر عسقلانی و شرح ابن ابی الحدید جزء آخر صفحہ ۱۶۲ ۱۲ منہ

اوس شخص کی طرح بن گئے ہیں جسکے سامنے بجلی چمکتی ہو اور وہ نہ تو اپنی آنکھیں بند کرے اور نہ منہ چھپائے تاکہ اوسکی آنکھیں بجلی کی چمک سے چوندھیانے سے بچی رہیں اور نہ اوسکی روشنی میں اوس راستہ ہی پر نگاہ کرے جس پر اوس کو چلنا چاہئے بلکہ بجلی ہی کی طرف دیکھتا رہے جسکی وجہ سے اوسکی آنکھیں اندھی ہونے کے قریب پہونچ جائیں۔ اسی طرح یہ سب باوجودیکہ تمہارے اور علیؑ کے روشن معجزوں کو دیکھ رہے ہیں جن سے تمہاری نبوت اور علیؑ کی امامت کی حقیت ثابت ہوتی ہے لیکن پھر بھی قرآن کی اون آیتوں کو دیکھنا نہیں چاہتے جن سے تمہاری نبوت ثابت ہوتی ہے جس کا ثبوت اس بات کو اچھی طرح روشن کردیتا ہے کہ علیؑ کو اپنا جانشین بنانے میں تم سچے ہو انکا علیؑ کے حق امامت سے کنارہ کشی کرنا اور اوس کو ماننے سے کراہت اور نفرت کرنی قریب ہے کہ ان کے کل اچھے اعمال کو بھی باطل اور بیکار کردے۔ یعنی ان اعمال کے متعلق جو ان میں نورانیاں پیدا اور حاصل ہوچکی ہیں وہ بھی آخرت میں بے فائدہ ٹھہریں (کیونکہ اعمال کی مقبولیت کی بہت بڑی شرط اور جزو اعظم اقرار و اعتقاد امامتِ ائمہ برحق ہے) ۱ اس لئے کہ ایک حق یعنی امامت سے انکار کرنا وحدانیت اور رسالت سے بھی منکر بنادیتا ہے (کیونکہ امامت ایسی متواتر دلیلوں سے ثابت ہوچکی ہے جو اپنے ثبوت میں ثبوتِ وحدانیت اور رسالت کا ہمپایہ ہوگئی۔ اور ان متواتر دلیلوں سے انکار کرنا سببِ کفر ۲ اور خدا اور رسولؐ کے حکم کو رد کرنا ہے اور اخروی احکام میں منکر وحدانیت و رسالت کا مثل اور شریک بنادیتا ہے) **کلما اضاء لھم مشوا فیہ** بیعت توڑنے والے منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب اونکی گھوڑیاں مادہ بچہ اور عورتیں لڑکا جنتی تھیں اور خرما کے درختوں میں پھل لگتا تھا اور کھیتوں میں غلہ پیدا ہوتا اور تجارتوں میں نفع ہوتا تھا اور اونٹنیوں کے دودھ زیادہ ہوتا تھا تو انکے دل بڑھتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ غالباً یہ فائدے علی (علیہ السلام) کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کو چاہئے کہ ظاہر میں اونکی پیروی کریں تاکہ اونکی

خوشحالی میں نفع کی غرض اور بدحالی میں نفرت

۱ ملاحظہ ہو بائیسویں مقدمہ صفحہ ۱۵۲ میں حدیث نمبر ۴ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ۱۲ منہ

۲ ملاحظہ ہو بائیسویں مقدمہ صفحہ ۱۵۰ میں حاشیہ نمبر ۱۴ اور اوس کا متن ۱۲ منہ

حکومت میں آرام کی زندگی بسر کریں واذا اظلم علیھم قاموا اور جب اونکی گھوڑیاں نر بچہ اور عورتیں لڑکیاں جنتی تھیں اور تجارتوں میں نفع نہیں ہوتا تھا اور خرموں میں پھل اور کھیتوں میں غلہ نہیں ہوتا تھا تو اُن کے دل گھٹتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ یہ نقصان اور گھاٹا علی (علیہ السّلام) کے ہاتھوں پر بیعت اور محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) کی رسالت کی تصدیق کرنے کی نحوست سے ہوا ہے اور انکا یہ کلام ویسا ہی ہے جس کو (یہ کہا کرتے تھے اور) خداوند عالم نے اس طرح ذکر فرمایا ہے اِنْ تُصِبْھُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا ھٰذِہٖ مِنْ عِنْدِکَ یعنی ان کو جب اچھی حالت حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور جب بُری حالت میں مبتلا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ (اے محمدؐ) یہ تکلیفیں تمہاری نحوست سے ہیں۔ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ اے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) ان سے کہدو کہ یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے اور اوس کا حکم اور مشیت یہی ہے نہ تو میری نحوست سے ہے نہ میری برکت سے ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم و ابصارھم حالانکہ اگر خدا چاہتا تو ان کو بہرا اور اندھا کردیتا اور تم سے اور تمہارے مومن اصحاب سے اپنے باطنی کفر کو چھپا نہ سکتے اور اون کے مارے جانے کا سبب ہوتا ان اللہ علی کل شئ قدیر کیونکہ خدا ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اوس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔

# چند فائدے

(پہلا فائدہ) علم معانی۔ بیان۔ بدیع (معانی) یہ آیتیں انتہا درجہ کی فصاحت اور بلاغت رکھتی ہیں اور معنویت و جامعیت اور نہایت لطیف اشاروں اور کنایوں پر مشتمل ہیں اور ایک عبارت سے متعدد واقعوں اور خبروں کو مختصر الفاظ میں بیان کررہی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ذھب اللہ بنورھم (خدا نے اون کے نور یعنی روشنی کو بجھادیا) یہ ایک ہی جملہ آگ روشن کرنے والوں کے واقعہ کو بھی بیان کررہا ہے اور منافقوں کے انجام کو بھی۔ پس اگر اس جملہ کو آگ روشن کرنے والونکے واقعہ کا بیان قرار دیا جائے تو اسمیں

ذہب اور نور اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہوں گے اور ذہب کی نسبت خداوند عالم کی طرف
علاقہ سببیت اور مسببیت کی وجہ سے مجازی ہوگی اور اس کو اسناد مجازی کہتے ہیں۔
یعنی اونکی آگ کو اگرچہ ہوا یا پانی نے بجھایا لیکن چونکہ اون دونوں کے وجود کا سبب اور
پیدا کرنے والا یا اون کو بجھانے کا حکم دینے والا خدا ہے اس لئے اون کے فعل کو خدا کا
فعل قرار دے کر بجھانے کی نسبت اوسکی طرف دیگئی اور اگر منافقوں کے انجام
کا بیان قرار دیا جائے تو ذہب کی نسبت خدا کی طرف حقیقی ہوگی۔ اور ذہب کا استعمال
اَبْطَلَ (مٹا دیا) میں بطور استعارہ کے۔ اور نور کا استعمال علاقہ سببیت اور مسببیت
کے لحاظ سے ایمان کے دنیاوی آثار یعنی جان و مال کے محفوظ ہونے اور میراث
اور مال غنیمت پانے میں۔ اور اخروی آثار یعنی بہشت اور اوسکی نعمتوں سے فائدہ
اوٹھانے میں مجازاً۔ اور یہ پورا جملہ اونکی موت کی طرف کنایہ قرار پائیگا۔ اور حاصل
معنی اس کنایہ ہوگا کہ خدا نے انکو موت دی جسکی وجہ سے ایمان کے دنیاوی فائدے
بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئے اور اخروی فائدوں سے بھی محروم رہے۔
اسی طرح جملہ ترکھم فی ظلمات لا یبصرون جب آگ والوں کے واقعہ سے متعلق
ہوگا تو ترک کی نسبت خدا کی طرف مجازاً ہوگی کیونکہ تاریکی میں چھوڑ دینا یعنی روشنی
کو بجھا دینا ہوا یا پانی کا کام ہے اور خدا اون کے وجود یا حکم دینے کا سبب ہے
اور اگر منافقوں کے انجام سے متعلق ہوگا تو ترک کی نسبت خدا کی طرف حقیقی ہوگی۔
اور ظلمات سے دنیا کے لحاظ سے کفر اور آخرت کے لحاظ سے عذاب مجازاً مراد ہوگا۔
اور اوس کا حاصل معنی یہ ہوگا کہ خدا نے انکی ضد اور ہٹ دھرمی اور باطنی عناد اور
راہ راست اختیار نہ کرنے کے سبب سے ان کو دنیا میں انکی حالتوں پر چھوڑ دیا اور
مدد نہ دی کیونکہ ایسی حالت میں مدد دینی بے فائدہ اور بیکار تھی۔ اور آخرت میں
ان کو عذاب میں چھوڑ دیا تاکہ اپنے باطنی نفاق و عناد کا پھل ہمیشہ کیلئے چکھتے رہیں۔
صم بکم عمی الخ میں ایجاز قصر ہے۔ اور ایجاز قصر کا معنی یہ ہے کہ بغیر کسی لفظ کو گرائے
ہوئے الفاظ کم لائیں جو زیادہ معانی کو بتاتے ہوں۔ پس یہ تینوں لفظ لَھُمْ اٰذَانٌ
لَا یَسْمَعُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَلْسُنٌ لَا یَنْطِقُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِھَا
فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ مِنَ الضَّلَالَۃِ اِلَی الْھُدٰی کے معانی کو ادا کر رہے ہیں۔

یعنی کان رکھتے ہیں لیکن اونسے سنتے نہیں۔ اور زبانیں رکھتے ہیں لیکن اونسے بولتے نہیں۔ اور آنکھیں رکھتے ہیں لیکن اونسے دیکھتے نہیں پس وہ گمراہی سے پلٹکر ہدایت (راہ راست) کی طرف نہ آئینگے۔ اور لایرجعون میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ یہ پہلے اس سے ہدایت پر تھے جس کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی ہے کیونکہ رجوع کا معنی اوسکی طرف پلٹنا ہے جسکو چھوڑا تھا۔ اور یہ اشارہ تین گروہوں کی طرف ہے ایک وہ جو پیدائشی ہدایت کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے جن کے بارے میں کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فرمایا گیا ہے یعنی ہر بچہ دینِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے ۱ے دوسرا وہ گروہ جس نے واقعۂ غدیر خم کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے عداوت کی وجہ سے گمراہی اختیار کی جیسے نعمان فہری۔ تیسرا وہ گروہ جو اوس وقت گمراہ ہوا جب کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اگر کچھ لوگ حضرت عیسےٰ کی طرح تم کو خدا نہ کہنے لگتے تو میں تمہارے حق میں ایسی بات کہتا کہ لوگ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک برکت کے لئے اوٹھا لیتے۔ اور یہ گروہ مغیرہ بن شعبہ اور چند قریشی اور دو اعرابی تھے۔ انھیں کے واقعہ کی طرف شروع سورہ معارج میں آیۂ مبارکہ سَاَلَ سَائِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ سے خداوند عالم نے اشارہ فرمایا ہے ۲ے

(بیان) مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي میں تشبیہ ہے۔ اور ۱ے نار ۱ اور ۲ے نور اور ۳ے ظلمت اور ۴ے صم بکم عمی اور ۵ے صیب اور ۶ے سماء اور ۷ے ظلمت اور ۸ے رعد و برق اور صواعق میں استعارہ۔ لیکن استعارہ اوس وقت ہوگا جب کہ ان الفاظ سے منافقوں کے واقعات کی طرف اشارہ کیا جائے اور اس ۱ے نار سے عقائد حقہ کا ظاہری اقرار مقصود ہوگا اور نور سے منافقوں کے دنیاوی فائدے اور ظلمت سے عذاب اور صم بکم عمی سے ان کو بطور مبالغہ کے واقعی بہرا۔ گونگا۔ اندھا قرار دینا۔ اور صیب سے قرآن کی ہدایتیں اور بہشت اور اوسکی نعمتوں کا وعدہ۔ اور سماء سے خدا۔ اور رعد وغیرہ سے عذاب اور قتل کی دھمکیاں اور تشبیہ اور استعارہ میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں حرف تشبیہ جیسے "عربی میں ک اور فارسی میں مانند اور اردو میں سا وغیرہ" ذکر کیا جاتا ہے اور استعارہ میں ذکر نہیں کیا جاتا۔ اور مشبہ ۵ے کو مبالغہ کے طور سے مشبہ بہ ۶ے کی ایک فرد قرار دیکر مشبہ بہ

ا ے یہ حدیث تھوڑا قبل اسکے کتاب کے حوالہ کے ساتھ ذکر کیگئی ہے ملاحظہ کریں ۱۲ منہ

۲ے تفسیر برہان جلد ۲ ص ۱۱۴۶ و ۱۱۴۷ بیان تفسیر سورہ معارج ۱۲ منہ

فن بیان

۵ے جسکو مثل قرار دیا جائے ۱۲ منہ

۶ے جس کا مثل قرار دیا جائے ۱۲ منہ

کے نام کو اوس پر بولتے ہیں اور مشبہ بہ کے مراد نہ ہونے پر قرینہ بھی ذکر کر دیتے ہیں خواہ وہ قرینہ حالیہ ہو یعنی بیان حال بتاتا ہو کہ یہاں پر مشبہ مقصود ہے جس طرح ان آیتوں میں ہے۔ یا مقالیہ ہو یعنی ایسے الفاظ ذکر کر دیں جن سے مشبہ کا مراد ہونا معلوم ہو جائے جیسے رَأَیْتُ اَسَدًا یَرْمِیْ یعنی میں نے دیکھا کہ شیر (مرد شجاع) تیر پھینک رہا تھا۔ پس تیر پھینکنا اس پر قرینہ ہے کہ اسد سے بہادر شخص مقصود ہے کیونکہ واقعی شیر تیر نہیں پھینک سکتا۔ اور استعارہ مجاز عقلی ہے۔

**(بدیع)** معنوی خوبیاں نورٌ[1] (روشنی) اور ظلمت (تاریکی) + اور[2] اضائت ما حولہ (کناروں کو روشن کیا پس وہ چیزوں کو دیکھنے لگا) اور لا یبصرون (نہیں دیکھتے) + اور[3] اضاء (روشن کیا) اور اظلم (اندھیرا کر دیا) + اور[4] لھم عہ (اونکے نفع کے لئے) اور علیھم (اونکے ضرر کے لئے) + اور[5] مشوا (چلے) اور قاموا (ٹھہر گئے) میں صنعت تضاد ہے۔ اور صنعت تضاد اس کو کہتے ہیں کہ چند لفظ ایسے ذکر کئے جائیں جن کے معانی میں کچھ بھی مخالفت ضرور ہو خواہ دونوں ثبوتی ہوں یا سلبی (غیر ثابت) یا ایک ثبوتی اور دوسرا سلبی۔ اور[1] ترکھم فی ظلمت (اونکو اندھیرے میں چھوڑ دیا) اور لا یبصرون + اور[2] صمٌ عہ (بہرے) بکمٌ (گونگے) اور عمیٌ (اندھے) اور لا یرجعون (پلٹ کر نہ آئیں گے) + اور[3] صیب (بادل) اور سماء (آسمان) اور ظلمت (تاریکی) اور رعد (گرج) اور برق (بجلی) اور خطف الابصار (آنکھوں کو چوندھیانا) میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔ اور مراعاۃ النظیر اسکو کہتے ہیں کہ چند لفظ ایسے اکٹھا ذکر کئے جائیں جن کے معانی میں آپس میں مناسبت ہو باقی چیزوں کو طول کے خوف سے چھوڑتا ہوں۔

فن بدیع

## فلسفہ۔ بادل۔ گرج۔ بجلی۔ آسمان کیا چیز ہیں

**(دوسرا فائدہ)** قولہ تعالیٰ کصیب من السماء فیہ ظلمت ورعد وبرق۔ فلسفی کہتے ہیں کہ آفتاب یا آگ کی گرمی جب پانی اور زمین پر پڑتی ہے

بادل - گرج - بجلی - آسمان کیا چیزیں ہیں

---

عہ ل نفع کے معنی میں آتا ہے اور علےٰ ضرر کے معنی ہیں۔ اس لئے دونوں آپس میں مخالف ہیں ۱۲ منہ

عہ کیونکہ جو شخص تینوں صفتیں رکھتا ہو وہ پلٹ نہیں سکتا ۱۲ منہ

تو پانی اور ہوا کے جزؤں کو باریک اور ہلکا بناکر اوٹھاتی ہے جس کو بخار (بھاپ)
کہتے ہیں۔ اور زمین کے جزؤں کو باریک اور ہلکا بناکر اوٹھاتی ہے جس کو دخان (دہواں)
کہتے ہیں۔ **یہ دونوں** یعنی بھاپ اور دھواں جب اوپر جاتے ہیں تو ہوا انکو
چاروں طرف پھیلا دیتی ہے۔ اور اونکے اوپر کرۂ زمہریر (ہوا کا بہت سرد طبقہ)
ہوتا ہے اور نیچے گاڑھی بھاپ۔ پس شدید گرمی کے زمانہ میں کرہ زمہریر تک پہونچنے
سے پہلے گرمی انکو تحلیل کرکے ہوا بنادیتی ہے۔ اور جب گرمی دھیمی ہوتی ہے تو کرۂ
زمہریر تک پہونچکر گاڑھے ہوجاتے ہیں اور سردی سے یہ گاڑھے اور پھیلے ہوئے
اجزاء آپس میں مل جاتے ہیں جن کو ہم لوگ **بادل** کہتے ہیں پھر بادل جیسے جیسے
اونچا ہوتا جاتا ہے اوسکے اجزاء سمٹتے اور آپس میں ملتے جاتے ہیں۔ دھوئیں کے
اجزاء گاڑھے بادل بن جاتے ہیں اور بھاپ کے اجزاء پانی۔ پھر پانی کے اجزاء
آپس میں ملکر قطرے بن جاتے ہیں پس اگر سردی بہت تیز نہیں ہوتی ہے تو یہ قطرے
بغیر بندھے ہوئے پانی کی صورت میں برس پڑتے ہیں۔ اور اگر سردی بہت تیز
ہوتی ہے اور بادلوں کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ اجزاء بندھ جاتے ہیں تو دھنکی
ہوئی روئی کی صورت میں برف ہوکر زمین پر گرجاتے ہیں۔ اور اگر بادلوں کے
اکٹھا ہونے کے بعد بندھتے ہیں تو اولے کی صورت میں گرتے ہیں پس اگر دور
کے بادل سے برستے ہیں تو چھوٹے اور گول ہوتے ہیں کیونکہ زمین تک پہونچتے
پہونچتے اونکے کنارے گھل جاتے ہیں۔ اور اگر نزدیک کے بادل سے برستے
ہیں تو زیادہ تر بڑے ہوتے ہیں اور اونمیں گولائی نہیں ہوتی اور اگر بھاپ سرد ہوا
تک نہیں پہونچتی اور مقدار میں زیادہ ہوتی ہے تو وہ ہلکے بادل کی طرح زمین پر صبح
اور شام کے وقت چھاجاتی ہے جس کو عربی میں ضَبَابٌ اور اردو میں کوہا اور
کوہاسا اور کہرا کہتے ہیں۔ اور اگر مقدار اوسکی کم ہوتی ہے اور رات کی سردی سے
گاڑھی ہوکر گرتی ہے تو اوس کو شبنم اور اوس کہتے ہیں۔ اور اگر کسی قدر جمنے کے بعد
گرتی ہے تو اوسکو برف کہتے ہیں اور اولے بہت تیز سردی اور بہت تیز گرمی
میں نہیں گرتے۔ بہت تیز سردی میں اس وجہ سے نہیں گرتے کہ اگر سردی شدید ہوتی
ہے تو اکٹھا ہونے اور اولے کی شکل میں آنے سے پہلی ہی بھاپ کو سردی جمادیتی ہے۔

اور وہ برف بنکر گر جاتی ہے۔ اور اگر سردی کمزور ہوتی ہے تو بھاپ پانی بن کر برس پڑتی ہے۔ اور تیز گرمی میں اس وجہ سے نہیں گرتے کہ تر اور بھاری بھاپ اوس زمانہ میں کم ہوتی ہے کیونکہ پانی کے اجزاء کو گرمی کی تیزی ہوا بنا دیتی ہے پس زیادہ تر اولے کے گرنے کا زمانہ ربیع اور خریف ہے۔

رعد۔ برق۔ صاعقہ۔ فلسفی کہتے ہیں کہ دھواں اور بخار آپس میں ملکر جب کرۂ زمہریر تک پہونچتے ہیں تو بھاپ گاڑھی ہو کر بادل بن جاتی ہے۔ اور دھواں اوسمیں بند ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس دھوئیں میں گرمی باقی رہتی ہے تو اپنے آتشی جزؤں کی وجہ سے اوپر (آگ کے کرہ) میں جانا چاہتا ہے اور اگر ٹھنڈا ہوتا ہے تو گاڑھا اور بھاری ہو کر اپنے اجزاے ارضیہ (زمین کے جزؤں) کی وجہ سے نیچے زمین کی طرف آنا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کا اپنے جنس کی طرف مائل ہونا اوسکی فطرتی بات ہے پس وہ بادل کو نہایت سختی سے چیرتا ہے پس بادل کے پھٹنے اور پھر ملنے کے وقت آپس میں ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اوس کو رعد کہتے ہیں۔ اور اس دھوئیں کے حرکت کرنے اور ٹکرانے کی وجہ سے جو گرمی پیدا ہوتی ہے اوس سے اسمیں شعلہ بھڑک اوٹھتا ہے کیونکہ یہ لطیف ہوتا ہے جس میں آگ اور زمین کے اجزاء ملے ہوتے ہیں پس اگر یہ شعلہ خفیف ہوتا اور جلد بجھ جاتا ہے تو اوسکو برق کہتے ہیں۔ اور اگر بہت تیز ہوتا ہے اور زمین پر پہونچنے تک نہیں بجھتا تو اوسکو صاعقہ کہتے ہیں۔ اور اسمیں اس قدر قوت ہوتی ہے کہ بہت مضبوط عمارتوں اور بہت اونچے پہاڑوں کو پھاڑ ڈالتا اور فولاد کو پگھلا دیتا ہے۔

## بادل۔ پانی اور بجلی۔ گرج۔ صاعقے کے متعلق حدیثیں

ان چیزوں کے متعلق حدیثوں کو ذکر کرنے سے پہلے چند باتوں کو سمجھ لینا ضرور ہے ایک یہ کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی سچائی کے ثبوت کے لیے مسلمانوں کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسکو مان لینے کے لئے اونکا اسلام ہی کافی ہے رہ گئے غیر مسلمان تو اون کے لئے غیر مسلمان کئی فرقوں کی وہ شہادتیں کافی ہیں جو ان حضرات کی مدح وثناء اور بیان کمالات میں تیرہ سے اٹھارہ

تک چھ مقدموں میں ذکر کی گئیں۔ اور بھول چوک وغیرہ سے محفوظ ہونے کا کافی ثبوت بیسویں اور اکیسویں مقدمہ میں عصمت کے بیان میں گذر چکا باقی رہی راویوں کی سچائی تو اوس کے ثبوت میں بھی چھتیسویں مقدمہ صـ ۲۶۳ میں ایسا پختہ بیان گذر چکا ہے جس سے وہی شخص انکار کریگا جو اپنے آپکو مخمصہ میں پھسانے سے پروا نہ کرتا ہو۔ **دوسرے** یہ کہ یہ کل چیزیں خداوند حکیم کی پیدا کی ہوئی اور انسان کی طاقت اور قدرت سے باہر ہیں **اور** ان چیزوں کو پیدا کرنے کے وقت خداوند قادر مطلق نے نہ تو پیدا کرنے میں کسی فلسفی کو اپنا شریک بناتا ہے اور نہ سامنے کھڑا کر لیتا ہے **اسلیئے** خداوند عالم کے بیان کے مقابل میں کسی فلسفی کا مخالف بیان عقلاء کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ **تیسرے** یہ کہ ان چیزوں کے متعلق فلاسفہ جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں وہ کل حدسی تخمینی اور قیاسی ہیں **پس** جب کہ اونکی مایۂ ناز دوربینیں دو پیسہ بھی قیمت نہیں رکھتیں جیسا کہ آسمان کے بیان میں انشاء اللہ ذکر کیا جائیگا تو یہ تخمینی باتیں نگاہوں میں کیا وقعت پیدا کر سکتی ہیں **چوتھے** یہ کہ اگرچہ ہمارے ظاہری پانچوں حواس یعنی ۱ آنکھ ۲ کان ۳ ناک ۴ زبان ۵ بدن کی قوت لامسہ جو چھونے کی چیزوں کو سمجھتی ہے۔ بہت زیادہ بھروسہ کی چیزیں سمجھی جاتی ہیں اور ہمارے کل کاروبار کا دارومدار انھیں پر ہے لیکن پھر بھی انکی خطا لائق انکار نہیں ہے۔ **ان پانچوں** میں بہت زیادہ کام کی چیز ہماری آنکھیں ہیں جنکی حالت یہ ہے کہ واقعیت کے خلاف دریافت کرتی ہیں اگر آپ کو تجربہ کرنا ہو تو کسی دریا یا تالاب کے پاس کھڑے ہو کر اوس کے کنارے کے درختوں کا سایہ پانی میں دیکھئے تو آپ کو وہ درخت اُلٹے نظر آئیں گے **اسیطرح** کسی ٹھہری ہوئی ریل پر بیٹھکر اوس کے پہلو کی چلتی ہوئی ریل کو غور کرکے دیکھئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ آپ ہی کی ریل چل رہی ہے **اسیطرح** چلتی ہوئی ریل پر بیٹھکر کچھ دور کی زمین کو دیکھئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ زمین چکی کی طرح گھوم رہی ہے **آپ خود** بتائیں کہ یہ آپکی آنکھوں کی غلطی نہیں ہے تو کیا ہے **اس کا سبب** جو کچھ بھی ہو جس کو آپ علم مرایا و مناظر سے معلوم کر سکتے ہیں **لیکن** اپنی آنکھوں کی غلط فہمی سے آپ انکار نہیں کر سکتے **پانچویں** یہ کہ انسانی عقلوں کے پرواز کی انتہائی حد اور آخری جولانگاہ اُنکے

مشاہدوں اور تجربوں سے آگے نہیں بڑھتی جھٹیں یہ کہ معجزہ وہی ہے جو انسانی قدرت
واختیار سے باہر ہونے کی وجہ سے اونکی عقلوں کو حیرت میں ڈال دے سوالتو.... یہ
کہ اگر کوئی طبیب یا ڈاکٹر کئی دواؤں سے معجون تیار کرے اور وہ اوسکی حقیقت اور ماہیت اور
کل اجزا، یعنی دواؤں کو خود بیان کرے اور کوئی عطار سونگھکر یا چکھکر اوس طبیب کے بیان
کے خلاف بتائے تو آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں کے بیانوں میں سے کس کا بیان

---

عہ عربی مثل ہے کہ اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ مَا جَهِلُوْا یعنی لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اوس کے دشمن
ہوتے ہیں۔ اوسکو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ اسی وجہ سے نئی چیزیں جو عجیب معلوم ہوتی ہیں جیسے ریل
تار برقی۔ ہوائی جہاز۔ وارلس۔ رڈیو۔ بجلی کی ٹرینوے جو بمبئی میں چلتی ہے۔ موٹر۔ ٹیلیفون وغیرہ
جب تک ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ اگر کہا جاتا کہ ایسی چیزیں ہونگی یا ہوسکتی ہیں تو عام لوگ قبول نہ کرتے
جس طرح انکے بننے سے پہلے کہانیوں میں اُڑن کھٹولا وغیرہ کو سنکر کہتے تھے کہ یہ سب جھوٹا قصہ ہے
جسکو ہوائی جہاز نے صحیح ثابت کردیا۔ اور آج بھی پہلے کی عجیب چیزوں کو جن تک نئے حکماء کی ابھی
عقلیں بھی نہیں پہونچی ہیں۔ عام لوگ تو عام ہی ہیں نئی روشنی والے بھی انکار کرتے اور غلط و بے اصل
یا جادو و طلسم سمجھتے ہیں۔ جس طرح نخشب کے کنوئیں کا مقنع بن عطا کا بنایا ہوا چاند جو چھ کوس تک روشنی
دیتا تھا۔ حالانکہ انجن کی بجلی والی روشنی کو دیکھ رہے ہیں جو دو میل تک روشنی دیتی ہے۔ اسیطرح
بادشاہ سندھ کی چاندی کی مچھلی جو دریا سے انگوٹھی نکال لاتی تھی اور نمرود کے قصر کے پھاٹک کا مرغ
جو نئے آدمی کو دیکھکر بانگ دینے لگتا تھا۔ اور بادشاہ سند کا رول جس کو پیٹ پر پھیر دینے سے کھانا
فوراً ہضم ہوجاتا تھا۔ اور جمشید کا جام (پیالہ) جس میں اپنے ملک کی حالتیں دیکھا کرتا تھا۔ جسکی
صحت پر اوسکے پایہ تخت اسطخر کی موجودہ عجیب و غریب چیزیں شاہد ہیں۔ اور مصر کا گنبد دوّار جو
برابر چکر کھاتا رہتا ہے۔ اور دہلی کے حمام کا چراغ جو صرف پانچ انگل جلا تھا اور سوا سو برس سے
حمام کے حوض کو گرم رکھے ہوئے تھا اور وہیں کی جامع مسجد کا فوارہ جس میں بغیر کسی آلہ (کل) کے چالیس
سیڑھی نیچے سے پانی کھنچکر آتا تھا۔ تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسے عجائبات
بہت ہیں جو سب انسانوں ہی کے بنائے ہوئے اور اونھیں کی قدرتوں کے آثار ہیں۔ جن سے
انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ جس طرح ولائیتوں کی تاریخوں سے انکار بے وجہ سمجھا جاتا ہے۔
پس جب کہ اُڑن کھٹولا کو ہوائی جہاز نے اور چاہ نخشب کے ماہتاب کو بجلی کی روشنی نے ممکن بلکہ ثابت
کر دیکھایا۔ اور حکیم فلاطون! غالیلہ کی دوربین کو معجزہ کے قریب کا مرتبہ دیتے ہیں۔ اور ہم لوگ آئندہ ایجاد
ہونے والی چیزوں کی خبریں اخباروں میں پڑھکر اون کے امکان کو قبول کرلیتے ہیں۔ کیونکہ بہت سی

اعتبار کے لائق ہو گا **نتیجہ کلام** یہ کہ آپ مذکورہ بالا مضامین کو پیش نظر رکھکر خود فیصلہ کریں کہ اگر حضرت سرور عالم خدا کی تعلیم سے اور اہلبیت اطہار حضرت سرور عالم کی تعلیم سے ان چیزوں کی حقیقت اور اصالت کو بیان فرمائیں اور معتبر راویوں کے ذریعہ سے وہ بیانات ہم تک پہونچیں اور فلاسفہ اونکے بیان کے خلاف بیان کریں تو خدا کی تعلیم اور فرمائش کے مقابل میں فلاسفہ کے بیان کو باور اور اوسکی تصدیق کرنے والے اور خدا اور رسول

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸۶) اپنی خیالی غیر ممکن چیزوں کو دیکھ چکے ہیں ۔ حالانکہ وہ سب انسانی مقدورات کے اندر کی چیزیں ہیں تو انصاف یہ کہتا ہے کہ معجزوں سے بھی انکار نہ کریں کیونکہ انسانی قدرت اور خدائی قدرت میں فرق ہونا ضرور ہے ۔ اور معجزے خدائی قدرت کے آثار ہیں جن کو اوس نے انبیاء کو اونکی نبوتوں کے ثبوت کے لئے دیا ہے ۔ اگر معجزے بھی اُسی حد کے اندر ہوتے جو حد دنیا کے عجیب و غریب صنعتوں کی ہے تو انبیاء کو ان کاریگروں پر کوئی فضیلت نہ ہوتی اور اونکی نبوت ثابت نہ ہو سکتی ۔ **معجزہ** یہی ہے کہ جس چیز کو غیر نبی کلوں کے ذریعہ سے حاصل کریں انبیاء اونکو اور اون سے بالاتر کو بغیر کلوں کے کر دکھائیں ۔ اگر غیر نبی ہوائی جہاز سے ہمالیہ کی چوٹی پر جا سکتا ہے تو خدا کے بھیجے ہوئے گھوڑے (براق) پر حضرت رسول کے آسمان پر جانے سے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی رہ گئے وہ لوگ جو خدا اور رسول کو نہیں مانتے ۔ تو جب وہ دیکھ چکے کہ جو چیزیں ایک زمانہ میں غیر ممکن سمجھی جاتی تھیں وہ آج ہمارے سامنے موجود ہیں اور آئے دن اونسے بالاتر ایجادیں ہوتی جا رہی ہیں اور قبل کی عجیب و غریب صنعتوں پر تاریخیں بھی شہادت دے رہی ہیں اور بعض اس وقت موجود بھی ہیں جیسے گنبد دوّار وغیرہ ۔ تو کیا اونکی عقلیں سب کچھ دیکھنے اور سُننے کے بعد یہ تجویز نہیں کرتیں کہ جس انسان نے کلوں کے ذریعہ سے یہ سب کچھ کر دکھایا ہو سکتا ہے کہ اوسی انسان کی کچھ فردیں ان چیزوں کو بلکہ ان سے بہتر کو بغیر مشین کے بھی کر سکتی ہوں ۔ کیونکہ اونکے واقع ہونے کو تاریخیں صاف صاف بتا رہی ہیں ۔ اگر کوئی صاحب ان اسلامی تاریخوں کی سچائی سے انکار کرنا چاہینگے تو میں اون سے ضرور پوچھونگا کہ آپ دنیا کی کل تاریخوں کی سچائی سے انکار کرتے ہیں یا صرف اسلامی تاریخوں سے ۔ اگر کل سے منکر ہیں تو آپ کے دماغ کو جانچنے کی غرض سے عقلاء دنیا کے حوالہ کروں گا کیونکہ تاریخ نام ہے گذری ہوئی خبروں کا جن کو جاننے والے بیان کرتے ہیں ۔ اس لئے صحت توالد وتناسل کا بیان بھی تاریخ ہی ہے **اور** اگر آپ صرف اسلامی تاریخوں کے دشمن ہیں تو میں پوچھونگا کہ فطرتی سچائی اور عقلاء دنیا کے عمل درآمد کے علاوہ ولایتی تاریخوں کے اعتبار پر آپ کے پاس

کے بیان پر مضحکہ اڑانے والے جو جاہل اور ناقص العقل پیدا ہوئے اور جہالت کی گود میں پرورش پائی! کس عقل و دیانت کے آدمی سمجھے جا سکتے ہیں **ہاں فلاسفہ** اگرچہ معصوم نہ تھے اور چیزوں کی حقیقتوں کو بیان کرنے میں بہت کچھ غلطیاں کی ہیں لیکن اونکے زیادہ غلطی کرنے کی وجہ سے اونکی صحیح باتوں کو بھی غلط کہہ دینا انصاف کے خلاف ہے خاص کر کے اگر معصوم کی فرمائش بھی اون باتوں کی تائید کرتی ہو۔

**(اول) واضح ہو** کہ خداوند عالم بے شبہ قادر مطلق ہے۔ ہر چیز کو بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ اور مادہ کے پیدا کر سکتا ہے۔ جس طرح شروع میں پانی۔ مٹی وغیرہ چاروں عناصر کو پیدا کیا لیکن صحیح مشاہدہ اور تجربہ یہ کہتا ہے کہ دنیا کو اوس نے عالم اسباب بنایا ہے اس میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے حاصل ہونے کے لئے اوس نے سبب اور ذریعہ قرار دیا ہے **مثلاً پانی** کو جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کی پیدائش اور زندگی کا۔ **ہوا** کو جانداروں میں سانس کے ذریعہ سے ٹھنڈک پہونچانے۔ اور دنیا سے بدبو اور گندگی کو دفع کرنے اور نباتات میں تازگی پیدا کرنے کا **آگ** کو جلانے پکانے کا **مٹی** کو گھانس درخت غلہ وغیرہ اوگانیکا **اسی طرح** ہر چیز کے لئے ایک سبب قرار دیا ہے جو معمولی توجہ سے سمجھ میں آسکتا ہے غور کرنے کی حاجت نہیں ہے مثال کے طور پر ان چاروں چیزوں کے دو دو ایک ایک فائدے ذکر کر دیئے گئے پس اگر بادلوں کے پیدا ہونے کا ذریعہ اوس نے بخاروں (بھاپ) کو قرار

(بقیہ حاشیہ ص۲۸۷) کون سا ثبوت ایسا ہے جو اسلامی تاریخوں میں نہیں ہے **بلکہ** میں تو یہ کہتا ہوں کہ ولایتی تہذیب میں تین بدنما دھبے ایسے پائے جارہے ہیں جو اونکی تاریخوں کو وقعت کی نگاہوں سے گرا رہے ہیں جن سے اسلامی تاریخیں محفوظ ہیں **ایک** اپریل فول **دوسرے** تعصب **تیسرے** ابن الوقتی یعنی وقتی مصلحت، جائز یا ناجائز جس کو چاہے اوسکو اختیار کر لینا ۱۲ منہ

ع۵ نورچشم سید علی سلمہ کی نذر ادا کرنے کے لئے اوسکو ساتھ لیکر جب میں تیسری دفعہ ۱۳۴۱ھ ہجری میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے جا رہا تھا تو جہاز بندر عباس میں ٹھہرا ساحل کے پہاڑ میں ایک غار تھا جس سے سفید بھاپ اوٹھتی تھی اور غار کے دہانہ سے ایک نیزہ اونچی ہو کر رک جاتی تھی اور تھوڑی تھوڑی جمع ہو کر جب تیس چالیس گز مربع کا لکا تیار ہو جاتا تھا تو سیاہ ہو کر پورب سمت روانہ ہو جاتی تھی۔ تین چار لکے

دیا ہو تو کوئی بات تعجب کی اور کوئی وجہ انکار کی نہیں ہے چنانچہ مولانا علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ کی فرمائش سے بھی ظاہر ہو رہا ہے اور اگرچہ اون مرحوم نے اپنی اس فرمائش کو کسی معصوم کی طرف نسبت نہیں دی ہے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ معصوم ہی کی فرمائش سے سمجھا ہے کیونکہ قدیم علماء معصوم کی فرمائش کے بہت پابند تھے۔ خاص کر کے کلام پروردگار کی تفسیر میں۔ یہ مرحوم کلام پروردگار اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں اَیْ یُثِیْرُہٗ مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ فَاِذَا غَلُظَ بَعَثَ اللّٰہُ رِیَاحًا فَتَعْصِرُہٗ فَیَنْزِلُ مِنْہُ الْمَاءُ وَھُوَ قَوْلُہٗ فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِہٖ یعنی خداوند عالم بادل کو زمین سے اوٹھاتا ہے پھر آپس میں ملاتا ہے پس جب وہ گاڑھا ہو جاتا ہے تو خداوند عالم ہوا کو بھیجتا ہے وہ اُس کو نچوڑتی ہے پس اوس سے پانی برستا ہے جسکی طرف خدا نے اپنے کلام فَتَرَی الْوَدْقَ الخ میں اشارہ کیا ہے یعنی تم دیکھتے ہو کہ بادل کے سوراخوں (اندر) سے پانی نکلتا ہے [1] اس فرمائش میں بادل کو زمین سے اوٹھانے سے غالباً [عہ] اون مرحوم کا مطلب بخارون (بھاپ) کو اوٹھانا ہے جسکو فلاسفہ بھی کہتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا کی قدرت ختم ہو گئی۔ یا اوس نے اسکے خلاف یعنی بغیر بخار کے پیدا نہ کرنے کو ٹھان لیا ہے۔ یعنی یا تو بغیر اوس کے پیدا نہیں کر سکتا یا پیدا نہیں کرتا کیونکہ ایسی حدیثیں بھی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں جن سے اس بات پر اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ بغیر بخار کے بھی بادل تیار ہوتا ہے۔

ابر اور بجلی

محدث علامہ سید ہاشم بحرینی علیہ الرحمہ تحریر

**حدیثین) بطریق شیعہ** فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی علیہ الرحمہ نے بیان

(بقیہ حاشیہ صـ ۲۸۸) ایک گھنٹہ میں تیار ہوئے اور چلے گئے۔ سید علی سلمہ کو بھی دیکھا دیا رہ گیا یہ کہ یہ بخارات جو گاڑھے ہو کر بادل کی صورت میں دیکھائی دیتے تھے۔ آیا پانی بنکر برستے بھی ہیں یا نہیں۔ اس کا یقین نہیں ہے ۱۲ منہ

عہ اگرچہ ممکن ہے کہ اونھوں نے لفظ ارض سے زمین کی سمت یعنی پستی مراد لی ہو اور مقصود اون کا یہ ہو کہ خداوند عالم اپنی قدرت کاملہ سے بادل کو پیدا کر کے نیچے سے اوپر لیجاتا ہے اور وہاں سے پانی برستا ہے اور بخار سے پیدا ہونا مقصود نہ ہو ۱۲ منہ [1] بحار الانوار جلد ۱۴ صـ ۲۷۸ بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ ۱۲ منہ

کیا کہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں مَیں اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام اور محمد بن حنفیہ اور محمد بن ابو بکر اور عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود حاضر تھے حضرت امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ حضرت سلیمان نے خدا سے ایسی بادشاہت مانگی تھی جو اونکے بعد کسی کو نہ ملے اور خدا نے دی۔ کیا سلیمان کی بادشاہت کی طرح آپکو بھی ملی ہے فرمایا (اے نورِ چشم) اوسی خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا کہ سلیمان نے جو کچھ پایا مانگ کر پایا اور تمہارے باپ نے (بغیر مانگے ہوئے) ایسی بادشاہت پائی ہے جو تمہارے جد حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے سوا نہ اون سے پہلے کسی کو ملی نہ اون کے بعد ملیگی۔ حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا کہ جو حکومت خدا نے آپ کو دی ہے اوس کا کوئی حصہ مجھے دیکھا دیجئے فرمایا (ابھی) دیکھاتا ہوں۔ پھر حضرت اوٹھے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ایسے الفاظ سے دعا کی جس کو کسی نے نہ سمجھا پھر پچھم طرف اشارہ کیا فوراً ایک لکا بادل کا آیا اور مکان کے اوپر ٹھہر گیا پھر دوسرا لکا آیا حضرتؑ نے اوس سے فرمایا کہ بحکم خدا اوتر آ پس وہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَنَّكَ خَلِيْفَتُهٗ وَ وَصِيُّهٗ مَنْ شَكَّ فِيْكَ فَقَدْ هَلَكَ سَبِيْلَ النَّجَاةِ کہتا ہوا اتر آیا (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ اوسکے رسولؐ ہیں اور آپ اونکے جانشین اور وصی ہیں جس نے آپ کے وصی ہونے میں شک کیا وہ نجات کی راہ سے ہٹ گیا) اور فرش کی طرح زمین پر بچھ گیا۔ پس حضرت نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ بادل پر بیٹھ جاؤ۔ ہم لوگ بیٹھ گئے۔ پھر دوسرے لکے کو بلایا وہ بھی پہلے لکے کی طرح (وحدانیت و رسالت و امامت پر) گواہی دیتا ہوا اوتر آیا۔ اوس پر خود حضرتؑ رونق افروز ہوئے اور کچھ بولے اور پچھم کیطرف چلنے کے لئے اوسکو حکم دیا پس ہوا اوٹھی اور دونوں بادلوں کو دھیمی چال سے لے چلی میں نے مڑ کر نگاہ کی تو دیکھا کہ حضرتؑ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں اور آپکے چہرۂ انور سے ایسی روشنی چمک رہی ہے کہ نگاہ جھپکتی ہے پس حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا کہ یا

---

ع۔ اپنے مراتب ان حضرات پر پوشیدہ نہ تھے اس لئے گمان غالب یہ ہے کہ یہ سوال حضرت کا دوسروں پر ثابت کرنے کے لئے تھا ۱۲ منہ

معجزۂ حضرت علیؑ بادل پر سوار ہو کر حضرت سلیمان کے مکان پر جانا ۱۲

امیر المومنینؑ حضرت سلیمان کی حکومت اونکی انگوٹھی سے تھی آپکی حکومت کس چیز سے ہے فرمایا میں عَیْنُ اللّٰہِ (اوسکی طرف سے اوسکے بندوں کے اعمال اور حالتوں کا نگراں ہوں اوسکی زمین میں) میں لِسَانُ اللّٰہِ النَّاطِقُ (اوسکی طرف سے حجت تمام کرنے والا) ہوں اوسکی مخلوقات پر۔ میں نُوْرُ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یُطْفٰی (اوس کا پیدا کیا ہوا نور ہوں جو بجھ نہیں سکتا) میں بَابُ اللّٰہِ الَّذِیْ یُؤْتٰی مِنْہُ وَحُجَّتُہٗ عَلٰی عِبَادِہٖ (اوسکی معرفت کا دروازہ ہوں جس سے لوگ شہر معرفت میں داخل ہوتے ہیں اور اوسکے بندوں پر اوسکی حجت ہوں) کیا تم چاہتے ہو کہ سلیمان کی انگوٹھی تم کو دیکھا دوں۔ عرض کیا ہاں پس آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک انگوٹھی سونے کی نکالی جس کا نگینہ سرخ یاقوت کا تھا اور محمدؐ و علیؑ اوس پر لکھا ہوا تھا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ کس بات سے تعجب کرتے ہو مجھ جیسے شخص سے تعجب کی کون سی بات ہے۔ میں آج تم لوگوں کو وہ چیزیں دیکھاوں گا جن کو آج تک دیکھا نہ ہوگا (یہ حدیث بہت بڑی ہے درمیان کے بہت سے واقعات کو چھوڑکر صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ) حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں حضرت سلیمان بن داؤد کو دیکھا دوں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ہاں۔ پس حضرتؑ ہم لوگوں کو لیکر ایک باغ میں داخل ہوئے جس سے بہتر ہم لوگوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اوس میں ہر طرح کے پھل لگے ہوئے تھے نہریں جاری تھیں۔ درختوں پر چڑیاں چہک رہی تھیں۔ چڑیوں نے جوں ہی حضرتؑ کو دیکھا چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہم لوگ بیچ باغ میں پہونچے وہاں ایک تخت پر ایک جوان کو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا پس حضرتؑ نے وہی انگوٹھی نکالی اور حضرت سلیمان کی انگلی میں پہنا دی وہ فوراً اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَصِیَّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَنْتَ وَاللّٰہِ الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ وَالْفَارُوْقُ الْاَعْظَمُ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَمَسَّکَ بِکَ وَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْکَ وَاِنِّیْ سَئَلْتُ اللّٰہَ بِکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فَاُعْطِیْتُ ذٰلِکَ الْمُلْکَ (یعنی سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین اور وصی رسول رب العالمین قسم خدا کی آپ ہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں۔ جس نے آپ کو اختیار کیا اوس نے نجات پائی اور جو آپ سے جدا ہوا وہ گھاٹے اور نقصان میں پڑا میں نے آپ ہی اہلبیتؑ کا واسطہ دیکر خدا سے بادشاہت

چاہی تھی جو مجھے ملی تھی حضرت **سلمان** فرماتے ہیں کہ سلمان کی باتیں سنکر میرا دل بے اختیار ہو گیا اور میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑا اور چومنے لگا اور خدا کا شکریہ ادا کیا کہ اوس نے مجھے اہلبیتؑ کا دوستدار بنایا جن سے اوسنے رجس کو دفع کیا اور اچھی طرح پاک رکھا۔ اور میرے ساتھیوں نے بھی ویسا ہی کیا جس طرح میں نے کیا لہ ۔ ۲ بسند موثق کلینی علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آپ نے دنیا کی پیدائش کے متعلق حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کی فرمائش کو ذکر فرمایا ہے اوس میں حضرت سرور عالم نے سب سے پہلے **بادل** کی پیدائش کو ذکر فرمایا ہے اور جملہ خَلَقَ السَّحَابَ سے تعبیر کیا ہے اوسکے بعد زمین کی پیدائش کو پھر پہاڑ کو پھر لوہے کو پھر آگ کو پھر پانی کو اوسکے بعد دوسری چیزوں کو بیان فرمایا ہے ۲ **پس** اس معتبر حدیث میں پانی کی پیدائش چھٹیں درجہ میں بیان کی گئی ہے جس سے بادل کا مادہ اور اصل یعنی بھاپ پیدا ہوتی ہے اگرچہ اس حدیث میں اوس بادل کی پیدائش بیان کی گئی ہے جس پر زمین بچھائی گئی لیکن مجھے صرف اس بات کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ بادل کی پیدائش بخار پر موقوف نہیں ہے اور **سید بن طاؤس** علیہ الرحمۃ والرضوان نے کتاب سعد السعود میں حضرت ادریس نبی علے نبینا و علیہ السلام کے صحیفوں کے قدیم نسخوں سے عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہوا ہے وَ اَنْشَأَ السَّحَابَ وَ اَرْسَلَ مَلٰٓئِكَةَ الرَّحْمَةِ لِلْاَرْضِ تَاْمُرُ السَّحَابَ تَمْطُرُ عَلَى الْاَرْضِ یعنی خدا نے بادل کو پیدا کیا اور زمین پر رحمت نازل کرنے والے فرشتوں کو بھیجا کہ بادل کو زمین پر برسنے کا حکم دیں ۳ **اس** عبارت میں اوس بادل کا ذکر ہے جو زمین پر برسنے کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔ اور عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر بخار کے خدا نے اوسکو پیدا کیا اور ہم **لوگ** آئے دن دیکھ بھی رہے ہیں کہ صاف آسمان میں یک ایک بادل پیدا ہو کر چھا جاتا اور دھادھار پانی برسنے لگتا ہے اور پھر اوس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ اور جب پھٹنے والا ہوتا ہے تو دیکھتے دیکھتے لاپتہ ہو جاتا ہے **غرض** کہ خدا کی قدرتِ مطلقہ اور بے ذریعہ چیزوں کو پیدا کرنے میں شک اور شبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اور اسلامی قاعدوں سے اس کا منکر اسلام سے نکل جاتا ہے **اور** بادل کی پیدائش کا بھاپ پر موقوف ہونا ثابت نہیں ہے۔ خداوند عالم

لہ مدینۃ المعاجز باب ۶۲ صفحہ ۳ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

۲ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۳ باب اول بیان ابتدائے خلقت بحوالہ کافی ۱۲ منہ

۳ بحار الانوار جلد ۱۴ باب اول بیان ابتدائے خلقت صفحہ ۲۴ بحوالہ سعد السعود ۱۲ منہ

جہاں بے واسطہ پیدا کرتا ہے وہاں بھاپ سے بھی پیدا کرتا ہے اور وہ بھی اوسی کی قدرت کے آثار ہیں واضح رہے کہ یہ جو دیکھا جاتا ہے کہ اونچے پہاڑوں کی چوٹی کے نیچے بادل گھر آتا اور برس پڑتا ہے اور چوٹی کے اوپر آسمان بالکل صاف رہتا ہے۔

**اس کے متعلق مولانا محمد باقر مجلسی** علیہ الرحمہ بحارالانوار ص۲۸۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پانی دو طرح سے برستا ہے ایک آسمان سے (یعنی قدرتی بادل سے) اور دوسرے اوس بادل سے جو بھاپ سے بنتا ہے۔ **میں عرض کرتا ہوں** کہ اس کا پتہ حدیثوں سے بھی ملتا ہے۔

**بطریق شیعہ**۔ بسند موثق حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جسمیں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ عرش کے نیچے خدا نے ایک دریا پیدا کیا ہے جس کے پانی سے جانداروں کا رزق پیدا ہوتا ہے (اور حضرتؑ ہی کی دوسری حدیث میں یوں ہے کہ جس پانی سے جانداروں کا رزق پیدا ہوتا ہے وہ اوس دریا سے آتا ہے جو عرش کے نیچے ہے اور نام اوس کا مُزن ہے) پس جب خداوند عالم رزق پیدا کرنا چاہتا ہے تو اوس دریا کو حکم دیتا ہے اوسمیں سے پانی یکے بعد دیگرے آسمانوں سے گذرتا ہوا آسمان دنیا پر آتا ہے اور وہاں سے بادلوں پر گرتا ہے بادل اوسکو جذب کر لیتے ہیں اور جہاں حکم ہوتا ہے وہاں جاکر برس پڑتے ہیں [1] **پس اس سے** ظاہر ہوتا ہے کہ پانی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے رزق پیدا نہیں ہوتا (ممکن ہے کہ یہ وہی پانی ہو جو بھاپ والے بادلوں سے برستا ہے)، اور دوسرا وہ جس سے رزق پیدا ہوتا ہے جو آسمان سے برستا ہے **چنانچہ اسکی تصریح** خالد بن یزید کی حدیث میں کردی گئی ہے

**بطریق اہلسنت**۔ ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ خالد بن یزید سے روایت کرتے ہیں اونھوں نے بیان کیا کہ بارش کا پانی ایک تو وہ ہے جو آسمان سے برستا ہے دوسرے وہ جس کو بادل دریا سے لیتا ہے... پس دریا والے پانی سے رزق نہیں پیدا ہوتا بلکہ آسمان والے پانی سے پیدا ہوتا ہے [2]

(پانی) **شیعی اور سنی** دونوں مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ برسن کا پانی دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو بھاپ سے بنتا ہے اور اوس سے رزق پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ جو آسمان سے برستا ہے۔ **اس دوسرے پانی** کے متعلق حدیثوں

[1] بحارالانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۳ باب ۳ ابواب عناصر اور صفحہ ۲۴۷ بحوالہ الخرائج راوندی علیہ الرحمہ ۱۲ منہ

[2] در منثور جلد ۱ صفحہ ۳۴ تفسیر اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۱۲ منہ

[illegible]

سے معلوم ہوتا ہے کہ بادل پر اولے کی صورت میں برستا ہے۔ **چنانچہ بطریق شیعہ** مذکورہ بالا موثقہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بادل بجائے غربال (چھلنی) کے ہے خداوند عالم اوسکو حکم دیتا ہے کہ پانی کو (مثل آٹے کے) باریک کردے اور جس طرح نمک پانی میں گھلکر اوسکے ہر جزء میں پھیلکر مل جاتا ہے اوسی طرح اپنے اجزار پر پھیلا دے اور جہاں حکم ہو وہاں جاکر برس پڑے۔ کیونکہ اگر اپنی اصلی صورت پر برستا تو جس چیز پر پڑتا اوس کو نقصان پہونچاتا۔ اور بادلوں میں جو تم اولے اور بجلیاں دیکھتے ہو یہ عذاب خدا ہیں اپنے بندوں میں سے جن پر عذاب کرنا چاہتا ہے اون پر گراتا ہے۔ اور ہر قطرہ پر ایک ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اوسکو اوسکی جگہ پر پہونچاتا ہے۔ اور خداوند عالم ہر جگہ معین مقدار سے پانی برساتا ہے (جتنا اوسکی مصلحت چاہتی ہے) مگر طوفان نوح علیہ السلام کی موسلادھار بارش بے انداز اور بے ٹھکانے تھے (کیونکہ وہ رحمت نہ تھی بلکہ عذاب تھی) ۲ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر بادل نہ ہوتا تو زمین برباد ہو جاتی اور کوئی چیز پیدا نہ ہوتی لیکن خداوند عالم اوس کو حکم دیتا ہے۔ پس وہ پانی کو چال (چھان) دیتا ہے اور وہ قطرہ قطرہ ہوکر برستا ہے [۱]

**اور بطریق اہلسنت** یہ مضامین دو حدیثوں میں بیان کئے گئے ہیں ۱ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ کعب سے روایت کرتے ہیں اونھوں نے بیان کیا کہ برسن کے پانی کے لئے بادل چھلنی ہے آسمان سے برسنے کے وقت اگر بادل نہ ہوتا تو زمین پانی جس چیز پر پڑتا اوسکو خراب کر دیتا ۲ ابوالشیخ حسن بصری سے روایت کرتے ہیں اونھوں نے بیان کیا کہ ہر قطرہ کے ساتھ ایک ایک فرشتہ اوترتا ہے جو لکھتا ہے کہ کون سا قطرہ کہاں پڑا اور کس کا رزق بنا اور اوس سے کیا چیز پیدا ہوئی [۲]

(اولے) انھیں شیعی اور سنی حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اولے بادلوں میں پیدا نہیں ہوتے جیسا کہ فلسفیوں کا حدسی اور تخمینی خیال خام ہے بلکہ آسمان سے اسی صورت سے اوترتے ہیں رحمت کے وقت پانی بنکر برستے ہیں اور نقمت و عذاب کے وقت اپنی اصلی صورتوں پر۔

**(رعد یعنی گرج اور برق یعنی بجلی) بطریق شیعہ** ابو بصیر بیان

۱ے بحارالانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۵ و ۲۷۷ باب ۳ ابواب عناصر سے دونوں نمبر ۱۲ ۱۳۔ ۲ے تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۱ صفحہ ۳۴ دونوں نمبر ۱۲

[illegible]

کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ رعد کیا چیز ہے فرمایا یہ فرشتوں کے کوڑوں کی روشنی ہے جن سے وہ بادلوں کو مارتے اور وہاں لیجاتے ہیں جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے [لہ]

اور **بطریق اہلسنت** ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ چند یہودیوں نے حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے پوچھا کہ رعد کیا چیز ہے فرمایا فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور اوس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا ہے جس سے وہ بادلوں کو مارتا اور وہاں لے جاتا ہے جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے اور گرج اوسکی آواز ہے مجاہد کہتے ہیں کہ برق کوڑا ہے جس سے رعد فرشتہ بادلوں کو ہانکتا ہے [لہ]

**(گرج سُن کر ذکرِ خدا کرنا چاہیئے)** **بطریق شیعہ** داؤد کہتے ہیں کہ ہم لوگ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر تھے پس آسمان سے گرج سنکر حضرتؑ نے فرمایا سُبْحَانَ مَنْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ یعنی پاک ہے وہ ہستی جس کے خوف سے رعد اور (دوسرے) فرشتے اوسکی حمد وثنا کی تسبیح پڑھتے ہیں [لہ]

**بطریق اہلسنت** ابن عباس کہتے ہیں کہ جو شخص گرج سُن کر سُبْحَانَ مَنْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے اگر اوس پر بجلی گر جائے تو اوس کا خون بہا مجھ پر ہوگا (یعنی اوس پر بجلی نہیں گریگی) [لہ]

**(بجلی کس پر نہیں گرتی)** **بطریق شیعہ** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن ہر موت سے مرتا ہے لیکن اوس پر بجلی نہیں گرتی اگر وہ ذکرِ خدا کرتا ہو [لہ]

**بطریق اہلسنت** ابن منذر اور ابن ابی حاتم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ بجلی مومن اور کافر سب پر گرتی ہے لیکن ذکرِ خدا کرنے والے پر نہیں گرتی [لہ]

**(برق اور صاعقہ میں فرق)** بجلی اگر گر کر جلا دے تو اوسکو صاعقہ کہتے ہیں اور اگر نہ گرے اور کم چمکے تو اوسکو ومیض کہتے ہیں اور اگر اوسکی روشنی پھیلی ہوئی ہو تو اوسکو خفو اور خفی کہتے ہیں۔ اور اگر صرف

[لہ] بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۷ بحوالہ عیاشی علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ
[لہ] تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۵۰ دونوں نمبر ۱۲ منہ
[لہ] بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۷ ۱۲ منہ
[لہ] درمنثور جلد ۴ صفحہ ۵۱ ۱۲ منہ
[لہ] بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۷ ۱۲ منہ
[لہ] درمنثور جلد ۴ صفحہ ۵۱ ۱۲ منہ

لمبی ہو تو اوسکو شتو کہتے ہیں لہ

قرآن مقدس میں اس کا ذکر ایک جگہ لفظ فلک سے کیا گیا ہے جسکی جمع افلاک (آسمان) ہے اور ایک جگہ لفظ کرسی سے اور اکیس[۲۱] جگہ لفظ عرش سے۔ اور ایک جگہ سبع طرائق یعنی سات راہوں سے۔ اور ایک جگہ سقف مرفوع یعنی بلند چھت سے اور ایک جگہ سبع شداد یعنی سات مضبوط سے۔ اور بیالیس[۴۲] جگہ سماء اور اوسکی جمع سموات سے اور شیعہ اور سنی دونوں مذہب کی حدیثوں میں اس کا ذکر اس قدر ہے جس کا شمار کرنا دشوار ہے اور اسکے موجود ہونے کو عقل بھی ممکن سمجھتی ہے اور اسپر کل مسلمانوں کا اجماع بھی ہے بلکہ دین اسلام کی ضروری (بدیہی اور مسلّم) چیزوں سے ہو گیا ہے جس سے انکار کرنا کفر اور ارتداد کا سبب ہے۔ اگرچہ انکار کرنے والے انکار کو معمولی چیز اور اپنے کو کھرا مسلمان سمجھیں لیکن خدا اور اولیاء خدا اور مسلمانوں کی نگاہوں میں وہ مثل اوس شخص کے ہیں جو خدا یا حضرت رسولؐ ہی کو نہ مانتا ہو۔ شریعت (اسلام) میں سات آسمان مانے گئے ہیں۔ ایک کرسی جس کا ذکر آیۃ الکرسی میں آیا ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اور ایک عرش جس کا ذکر آیۂ مبارکہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى میں آیا ہے۔ اور یونانی فلسفیوں نے عرش اور کرسی کو بھی آسمانوں میں داخل کر کے نو آسمان قرار دیئے ہیں نویں آسمان یعنی عرش کو فلک الافلاک اور فلک اعظم اور فلک اطلس کہتے ہیں جس میں کوئی ستارہ نہیں ہے اور آٹھویں یعنی کرسی کو فلک ثوابت کہتے ہیں یعنی اسمیں وہ ستارے ہیں جنکی حرکت بہت زیادہ دھیمی ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتی اور ساتویں میں کہتے ہیں کہ زحل ستارہ ہے اور چھٹیں میں مشتری اور پانچویں میں مریخ اور چوتھے میں آفتاب اور تیسرے میں زہرہ اور دوسرے میں عطارد اور پہلے میں ماہتاب اور کہتے ہیں کہ چونکہ کل ستارے روزانہ پورب سے پچھم کی طرف حرکت کرتے ہیں اس لئے ایک آسمان ایسا ہونا چاہئے جو ان سب کو گھیرے ہوئے ہو اور کل آسمانوں اور ستاروں کی حرکت کو اوسکی حرکت کا تابع سمجھتے ہیں پھر چونکہ ثوابت کو دھیمی چال سے پچھم سے پورب کی طرف حرکت کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے اون کے واسطے ان آسمانوں میں ایک آسمان جدا قرار دیا ہے۔ زمانہ حال کے فلسفی آسمانوں کو موجود نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ بینائی کی آخری حد کا نام آسمان ہے اور اس کا نیلا رنگ بخار یعنی بھاپ کے کرہ کا رنگ ہے جو دوری کی

لہ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۶ ۱۲ منہ

آسمان شرع اور فلسفہ میں

آسمان کا وجود فضا یا ستاروں سے غلط ہے

وجہ سے نیلا معلوم ہوتا ہے جس طرح گہرے دریا کا پانی نیلا معلوم ہوتا ہے۔ میں عرض
کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی تحقیقوں کا دارومدار تمام تر دوربینوں پر ہے جنکی بے اعتباری
عنقریب معلوم ہوگی۔ جن لوگوں کو اسکی بھی خبر نہیں ہے کہ وہ خود کیا ہیں اون کا بے اعتبار دور
بینوں پر بھروسہ کر کے آسمانی چیزوں میں رائے زنی کرنا عجائب سے ہے۔ آسمان کے
بارے میں انکی رائیں کئی وجہوں سے غلط ہیں **ایک** اس وجہ سے کہ تُعرَفُ الاَشیَاءُ
بِاَضدَادِھَا یعنی ہر چیز اپنے مخالف کے مقابل میں پہچانی جاتی ہے۔ جیسے گرم سرد سے
چھوٹا بڑے سے نرم سخت سے۔ اگر انکے مقابل کی چیزیں نہ ہوتیں تو نہ گرم گرم سمجھا جاتا
نہ سرد سرد نہ چھوٹا چھوٹا نہ بڑا بڑا۔ اگر اس نیلے آسمان کے مقابل میں کسی دوسرے
رنگ کی فضا کبھی دیکھے ہوتے یا کرۂ بخار کے اوپر جاکر اس نیلے رنگ کو نہ پائے ہوتے
تو اسکے بارے میں انکی رائیں لائق توجہ ہوتیں **دوسرے** اگر آسمانوں کے پاس
جاکر اونکو دیکھ آئے ہوتے تو ان کا کلام اعتبار کا سمجھا جاتا **تیسرے** جو **لوگ** سمندر
کا سفر کر چکے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ سفید پانی تھوڑی گہرائی میں سبزی مائل نظر آتا
ہے۔ اوس سے زیادہ گہرائی میں کچھ زیادہ سبزی مائل۔ اور بہت گہرے میں نیلا اور
**فریقین کی** متعدد حدیثوں میں آسمانِ دنیا کو بتایا گیا ہے کہ پانی سے بنا ہے مِن
مَوجٍ مَکفُوفٍ (یعنی رُکی ہوئی موج) کئی حدیثوں میں واقع ہوا ہے اور اسیطرح
آسمانوں کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ بتائی گئی ہے **اسلئے** جس طرح دریا کا پانی بہت
گہرے مقام کا نیلا نظر آتا ہے اوسی طرح اگر آسمان کی رنگت بھی اوسکی موٹائی کی وجہ سے
نیلی کہی جائے تو اوس سے وحشت کیوں کی جائے **چوتھے** اگر کوئی شخص کو سوں لمبے
چوڑے شیشہ کے گول ظرف میں ڈال دیا جائے جسکو شیشہ کے باہر کی کوئی چیز دکھائی
نہ دے تو کیا اوس کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جو چیز ہم دیکھ رہے ہیں وہ بینائی کی آخری حد ہے
اور ہمارے چہوں طرف فضا ہی فضا ہے کوئی مجسم چیز نہیں ہے **بہر حال بعض**
مسلمانوں نے اپنے خیال میں اسلام کی مدد کرنی چاہی ہے **لیکن** اپنی کوتاہ نظری
اور کم علمی کی وجہ سے فلسفہ اور اسلام کو مطابق کرنے کے ارادہ سے فلسفہ کی جدید
تحقیقوں کو اصل اور صحیح قرار دیکر آیتوں اور حدیثوں کی تاویل اور توجیہ کی ہے۔ اور
آیتوں اور حدیثوں ہی کا گلا دبا کر جدید تحقیقوں پر ڈھالا ہے اور اسلام پر سراسر

ملاحظہ ہو بحار الانوار جلد ۱۴ باب ۵ ص ۱۱۱ اور تفسیر در منثور جلد ۱ ص ۴۴ تفسیر ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ص ۱۲

آسمان کا نا تو بل فضا، ستارا دال سب غلط ہے

ظلم اور ناانصافی کے جائز الزام میں پھنس گئے ہیں۔ کیونکہ خود قرآن مقدس میں آسمانوں کا ذکر ایسے کثیر الفاظ سے کیا گیا ہے جنہیں تاویل و توجیہ کی بالکل گنجائش باقی نہیں رہی۔ **جیسے** لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ یعنی اونکے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے **اور** رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ یعنی آسمانونکو بغیر ستون کے بلند کیا **اور** خَلَقَ السَّمٰوٰتِ یعنی آسمانوں کو پیدا کیا **اور** جَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا یعنی آسمان کو چھت قرار دی **اور** يُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ یعنی آسمان کو گرنے سے روکے ہوئے ہے **اور** رَبُّ السَّمٰوٰتِ یعنی آسمانوں کا پروردگار (خالق و مالک) **اور** مِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ یعنی آسمانوں اور زمین کا بغیر ستون اور لگاؤ کے خدا کے حکم سے ٹھہرا رہنا خدا کے موجود ہونے کی **نشانی** ہے۔ **اور** قَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا الخ یعنی خدا نے آسمان اور زمین سے (جو اوس وقت اوس کے علم غیب میں تھے۔ جیسے انسان کے خزانہ خیال میں وہ چیز ہوتی ہے جس کو بنانا چاہتا ہے) کہا کہ خوشی سے یا مجبوراً موجود ہو جاؤ پس اون سب نے کہا کہ حاضر ہو گئے۔ یعنی وہ موجود اور پیدا ہو گئے۔ **اور** اِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ یعنی جس دن آسمان پھٹیگا **غرض** اس طرح کی بہت سی آیتیں ہیں جن کو دیکھکر کوئی منصف مزاج یہ نہیں کہ سکتا کہ آسمان بینائی کی انتہائی حد کو کہتے ہیں وہ کوئی وجودی چیز نہیں ہے **اسیطرح** جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا یعنی آسمان میں بروج قرار دیئے **اور** جَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا یعنی اوسمیں آفتاب اور نورانی ماہتاب قرار دیئے۔ **اور** زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ یعنی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی"۔ کو دیکھکر کوئی عاقل نہیں کہ سکتا کہ ساتوں آسمانوں سے سیارے مقصود ہیں **کیونکہ** ساتوں سیاروں میں سے ہر ایک میں (جنمیں خود آفتاب اور ماہتاب بھی داخل ہیں) آفتاب اور ماہتاب ہونے کو نہ تو قدیم فلسفیوں نے کہا ہے نہ جدید نے۔

**چونکہ** جدید تحقیقوں پر جو اسلامی عقائد کی مخالف اور کفر و ارتداد کا سبب ہیں اکثر تعلیم یافتہ[ع] مسلمانوں کو اس قدر اعتماد ہے کہ انکو وحی خدا پر بھی ترجیح دیتے بلکہ

---

ع **اپنی بیتی** سنہ ۲۷ ہجری میں پہلی دفعہ جب میں عراق سے الہ آباد ہوتا ہوا وطن آیا۔ تو الہ آباد میں دو شیعہ طالب العلم جن میں سے ایک بی۔ اے میں پڑھ رہے تھے اور دوسرے انٹرنس میں۔ ایک تو میرے ہم سن تھے اور ایک کچھ چھوٹے۔ میرے پاس بظاہر ملاقات کے لئے اور در واقع میں

خدا کی فرمائشوں کا مضحکہ اوڑاتے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جدید تحقیقوں کی کمزوریاں مشتے از خروارے یکے از ہزار ظاہر کردوں ملاحظہ ہو۔

# جدید تحقیقوں کی اعتباری

## عصر جدید کے حکماء اور اونکی تحقیقیں اور ہذیں اور ترقیاں

واضح ہو کہ فلامریوں اور فانڈیک اور میخائیل کی رائیں انکی اصلی کتابوں سے لیگئی ہیں اور باقی کی رائیں شہرستانی کی ہیئۃ والاسلام سے

### عصر جدید کے مایہ ناز و مدعی اعجاز و مشہور عالم حکماء ..... سے ولادت اور سن موت سے انکے سن کیطرف اشارہ کیا گیا ہے

کوپرنیکس پروسی متوفی ۱۵۴۲ء مطابق سنہ ہجری کا سب سے پہلے اسی نے ایجاد کی آج کل اسی کا طریقہ نظام رائج ہے۔ دوربین زمین کی حرکت کا سب سے پہلا قائل یہی ہے۔ مدار سیارات کو پورا دائرہ تصور کرنے میں اس نے غلطی کی اس وجہ سے بہت سے مسائل سماوی اچھی طرح حل نہ ہوسکے۔

فلسفہ جدید کے حکماء

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۸) توہین و تذلیل کے خیال سے آئے سکھائی ہوئی وحشت میں ڈوبے ہوئے اور خود بینی کے نشہ میں مست تھے اور لقا کبوتر کی طرح گردنیں اینٹھی جا رہی تھیں۔ سلام و مزاج پرسی کے بعد جاہلانہ حملے شروع کردیئے اور میں ہنس ہنس کر ٹالتا رہا۔ جب وہ دل کا بخار نکال کر چپ ہوئے تو میں نے سماور کی طرف جو اوس وقت روشن تھا اشارہ کرکے کہا کہ آپ لوگ سائنس داں ہیں ذرا فرمائیے تو کہ کیا وجہ ہے کہ بغیر تنورہ [illegible] کے آگ دھیمی روشن ہوتی ہے اور اسکے لگا دینے سے جلد۔ع۵

ع۵ زیادہ ہوا سے آگ جلد روشن ہوتی ہے اور کم ہوا سے دیر میں۔ اور تنورہ لگا دینے سے سماور کی ہوا میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اور تنورہ کے اندر کی ہوا چونکہ بند ہوجاتی ہے اور باہر کی ہوا بے تعلق ہوجانے کی وجہ سے اوسکو ٹھنڈک نہیں پہونچا سکتی اس لئے آگ کی گرمی سے وہ لطیف اور تحلیل ہو کر اور کیفیت ناریہ حاصل کرکے جلد جلد اوپر نکلنے لگتی ہے اور چونکہ خلاء محال ہے اس لئے اوس جگہ کو بھرنے کے لئے نیچے سے جلد جلد ہوا کھنچنے لگتی ہے اس لئے آگ جلد روشن ہوجاتی ہے اور اوپر سے اس وجہ سے داخل نہیں ہوتی کہ تنورہ کی ہوا کی طرح اوسکے سامنے اوپر کی ہوا کو بھی آگ تحلیل کرکے اوڑاتی رہتی ہے ۱۲ منہ ع۶ وہ خط جس پر سیارے چکر لگاتے ہیں ۱۲ منہ

ڈنمارک شاگرد کوپرنیک یہ زمین کے سکون عہ کا قائل تھا۔ اس نے کوپرنیک کی غلطیوں
متوفی ۱۶۰۱ء کی اصلاح کی۔ اسکی اصلاحیں بھی بیکار ثابت ہوئیں جن کی اصلاح
اس کے شاگرد کیپلر نے کی۔

کیپلر جرمنی شاگرد ڈنمارک حرکت زمین کا قطعی حکم کیا۔ فن نجوم میں نمبر اول تھا۔ مدار سیارات
ولادت ۱۵۷۱ء م ۱۶۳۰ء کو بشکل اہلیلجی (ہلیلہ۔ ہڑ) قرار دیا۔

غالیلہ اٹالین ۱۵۶۴ء م ۱۶۴۲ء خرد بین دوربین لہ اسی نے ایجاد کی۔ قمر کی حرکت اہتزازیہ لہ دریافت کیا
پہاڑوں کی بلندی ناپنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ آفتاب کے مقابل کے
لکوں کی حرکت سے اوسکی گردش ثابت کی۔ مشتری کے لئے چار چاند ثابت کئے۔ زہرہ کے

عہ ٹھہرے رہنے کا ۱۲ منہ

لہ چھوٹی چیز کو بڑا کر کے دکھانے والی دوربین ۱۲ منہ

لہ کانپتی ہوئی حرکت ۱۲ منہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۹) اسکے جواب سے دونوں صاحب عاجز رہے تو میں نے جواب بتایا۔ پھر کہا کہ آپ لوگ علم حساب میں بڑی مہارت رکھتے ہیں ذرا یہ تو فرمائیے کہ وہ کون سا عدد عہ ہے کہ اگر بقدر اوسکے روپئے ہوں تو اون کل کو خرچ کر دینے کے بعد بھی اوسی قدر باقی بچ رہیں۔ اس کا بھی جواب ملا تو میں نے بتا دیا۔ پھر پوچھا کہ اگر چھ آدمی ایک مکان میں ترتیب بدل بدل کر جانا چاہیں تو کتنی دفعہ سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اس کا بھی جواب ملا تو میں نے تبدیل ترتیب اجتماع کا قاعدہ بتا دیا۔ پھر پوچھا کہ خدا کے موجود ہونے کا ثبوت کیا ہے جب اس کا بھی جواب ملا تو میں نے کہا کہ تف ہے ایسی زندگی پر کہ جس بنیاد پر لقا کبوتر کی طرح گردن اینٹھی جا رہی ہے نہ تو اوسی کے سوالوں میں سے کسی ایک کا جواب دیا اور نہ اوس مذہب ہی کو پہچانا جس پر ہونے کا دم بھر رہے ہیں۔ دونوں صاحب رخصت ہوئے اور سر جھکائے تشریف لے گئے ۱۲ منہ

---

عہ وہ عدد پینتالیس ہے مثال اوسکی یہ ہے:

| | | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جمع | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | {۴۵} | کل عددوں کو جمع کر لیجئے |
| خرچ | ۹ | ۸ | ۷ | ۶ | ۵ | ۴ | ۳ | ۲ | ۱ | {۴۵} | کل عددوں کو جمع کر لیجئے |
| فاضل | ۲ | ۳ | ۵ | ۷ | ۹ | ۱ | ۴ | ۶ | ۸ | {۴۵} | کل عددوں کو جمع کر لیجئے |

سے سات سو بیس ۷۲۰ دفعہ داخل ہونگے۔ اور اس کے حساب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو عدد فرض کیا جائے اوس کو اوس سے ایک کم میں ضرب کیا جائے۔ جیسے یہاں چھ عدد فرض کئے گئے ہیں اونکو پانچ میں ضرب کریں۔ پھر حاصل ضرب یعنی ۳۰ کو ۵ سے ایک کم یعنی ۴ میں پھر حاصل ضرب یعنی ۱۲۰ کو ۴ سے ایک کم یعنی ۳ میں۔ پھر حاصل ضرب یعنی ۳۶۰ کو ۳ سے ایک کم یعنی ۲ میں اب اس کا حاصل ضرب ۷۲۰ نکلے گا۔ اور اب کوئی عدد بھی ۲ کے نیچے ایسا نہیں ہے جسمیں ضرب دینے سے حاصل ضرب اس سے بڑھ جائے ۱۲ منہ

صفحات کو دریافت کیا۔ اسکی دوربین کو حکیم فلامریون تالی معجزہ (یعنی قریب معجزہ کے) قرار دیتے ہیں

**نیوٹن انگلستانی** کیپلر کے سوا باقی کل حکماء گذشتہ سے بہتر تھا۔ علماء فن نجوم نے

**و ۱۶۴۲ء م ۱۷۲۷ء** اسکی تحقیقات سے زیادہ فائدہ اوٹھایا۔ قوت جذب[ل] اجساد کو

اسی نے ثابت کیا۔ اسکی دوربین چیزوں کو نزدیک اور چار ہزار گونا بڑا کر کے دکھاتی ہے

**لاپلاس** اس نے سرعت[۲] رفتار مشتری۔ وبطوء[۳] رفتار زحل و سرعت سیر قمر

**و ۱۷۴۹ء م ۱۸۲۷ء** یا زمین دریافت کیا۔ جس میں اسلاف[۴] سرگرداں تھے۔ اس نے نیوٹن

ہالیلی۔ فلہ رو۔ ڈلمبر۔ اولبر کی تحقیقات کو جمع کیا۔

**ہرشل و ۱۷۳۸ء** زیادہ مشغلہ اس کا موسیقی سے تھا۔ انگلستان آکر دوربین تیار کر کے

**م ۱۸۲۲ء** ۱۷۸۱ء میں ستارہ اورانوس دریافت کیا۔ زحل کے لئے تین

چاند اور دریافت کر کے ۸ پورے کئے۔ اور اسکی تحقیقیں سابقین کی تحقیقوں سے بڑھی

ہوئی اور اسکی دوربین بے مثل سمجھی جاتی ہے۔ ان حکماء کے علاوہ عصر جدید کے مشہور

حکماء اور بھی ہیں جو ذیل میں بنظر اختصار بدون ذکر حالات ذکر کئے جاتے ہیں۔

**نی ٹی یوس** یہ حکیم ہرشل مذکورۂ بالا سے پہلے تھا۔ **پیازی** جو ۱۲۱۵ ہجری کے بعد مرا۔

**تیرس بستانی** جو ۱۸۸۳ء میں مرا۔ **پروفیسر منخائیل** جو ۱۸۹۵ء کے بعد مرا۔

**پوریہ فرانسیسی** جو ۱۲۶۴ ہجری کے بعد مرا۔ **فیلکس دربنہ** فرانسیسی جو انیسویں صدی میں تھا

**فلامریون** فرانسیسی جو انیسویں صدی میں تھا **کرنیلیوس** امریکائی زمانہ نامعلوم۔

**فانڈیک** جو ۱۸۹۵ء میں مرا۔

## عصر جدید کی مایۂ ناز دوربینوں اور آبدار تحقیقوں پر سرسری نظر

واضح رہے کہ ہر حکیم کی تحقیقات پر اوسکے زمانہ کے لوگ یقین رکھتے اور فخر و ناز کرتے رہے اور اوسکے بعد جب اوسکے مخالف تحقیق شائع ہوئی تو وہی یقینی مانی گئی اور سابق غلط سمجھی گئی۔

## بیان اختلافات حکماء و تبدل خیالات عوام کوپرنیک جس کا نظام آج کل رائج

بعض میں ان اوراق میں حکماء کی تحقیقوں کی بے اعتباری ثابت کرنے کے لئے اون کے آپس کے اختلافوں کو ذکر کرنا چاہتا ہوں **اور اگرچہ** حدیثوں میں بھی اختلاف ہے **لیکن** اونکا اختلاف اونکی بے اعتباری کا سبب نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ علیہم السلام اور صحابہ کرام لیسے

ل مقناطیسی یعنی جو چیز کو اپنی طرف کھینچے ۲ تیز چال ۳ دھیمی چال ۴ اگلے لوگ

عصر جدید کی دوربینوں کی بے اعتباری

ہے۔ یہ کہتا ہے کہ سیارے صرف چھ ہیں اور آفتاب وماہتاب سیاروں میں داخل نہیں
ہیں ٹی ٹی یوس کے بعد حکماء نے ساتویں سیارے کا احتمالی حکم دیا اور ہرشل نے یقینی
اسکے بعد پیازی آٹھ سیاروں کا قائل تھا۔ اس نے آٹھواں سیارہ ۱۲۵۱ھ میں
دریافت کیا تھا۔ پھر اسی عصر کے حکماء نے اسی سنہ ۵۱ ہجری میں تین سیارے اور دریافت
کر کے گیارہ سیاروں کے قائل ہو گئے اور دس برس تک (باوجود بڑی بڑی دوربینوں کے

(بقیہ حاشیہ صہ ۳۰۱) زمانہ میں تھے جس میں جاہل زیادہ تھے اور اہل علم کم اور ہر طرح کے لوگ سوالات کیا کرتے تھے۔ اور ان حضرات کا فریضہ یہ تھا کہ ہر شخص کو اوسکی عقل اور سمجھ کے مطابق جواب دیکر اوسکی تشفی کردیں اور کلام واقعیت سے ہٹا ہوا بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک جاہل آیا اور پوچھا کہ کیا خداوند عالم آسمان کو انڈے میں اوتار سکتا ہے۔ فرمایا اپنے سامنے نگاہ کرو۔ اوسنے نگاہ کی۔ پوچھا کیا دیکھا۔ عرض کیا آسمان۔ زمین پہاڑ۔ میدان۔ فرمایا تمہاری آنکھیں بڑی ہیں یا انڈا۔ عرض کیا انڈا۔ فرمایا کہ جس خدا میں اتنی قدرت ہے کہ اوس نے ان چیزوں کو تمہاری آنکھوں میں اوتار دیا کیا اوس میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ آسمان کو انڈے میں اوتار سکے وہ خوش خوش واپس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فلسفی آیا اور یہی سوال کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ چھوٹی چیز میں بڑی چیز کا اوترنا محال ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا خدا قادر مطلق ہے اوسکی قدرت میں کمی نہیں ہے لیکن چونکہ آسمان کے انڈے میں اوترآنے کی خود انڈے میں قابلیت نہیں ہے۔ اور یہ محال ہے۔ اس لئے خدا کی قدرت کا اس سے تعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ محال سے اوسکی قدرت متعلق نہیں ہوتی۔ وہ بھی خوش خوش واپس گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس دو طرح کے جواب کا سبب پوچھا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ کَلِّمِ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ یعنی ہر شخص سے اوسکی عقل کے مطابق گفتگو کرنی چاہیئے۔ پہلا شخص جاہل تھا اور دوسرا فلسفی اسلیئے میں نے دونوں کی عقلوں کے مطابق جواب دیا اور فلاسفہ کا وظیفہ اپنی واقعی تحقیقات کو بیان کرنا ہے۔ کیونکہ وہ اہل علم کے لئے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے اون کا اختلاف حقیقت اور واقعیت کے اختلاف کی دلیل ہوگا۔ اور ایک چیز کی دو حقیقت اور متعدد واقعیت نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوگا کہ انھوں نے تحقیق میں خطا کی۔ اس لئے ان کی تحقیقیں بے اعتبار سمجھی جائیں گی ۱۲ منہ

جو چیزوں کو چار ہزار گونا بڑا کر کے دکھاتی تھیں)۔ کوئی سیارہ نظر نہ آیا اور یہ بات مان
لیگئی کہ سیارے گیارہ ہی ہیں ۱۲۶۰ھ میں ایک ہی مہینہ میں سترہ سیارے دکھائی
دیئے اور سب ملکر ۲۸ سیارے مستقل ہوگئے اور یہ سترہوں مریخ اور مشتری کے درمیان
میں تھے ٹی ٹی یوس نے اپنی تحقیق کی بنا پر سیاروں کے درمیان جو فاصلہ پایا
تھا اوس سے ایک قیاسی اور تخمینی قاعدہ قرار دیا جو تحقیقی نہ تھا وہ یہ کہ سوائے زمین
کے جس کا فاصلہ آفتاب سے ۱۰ درجہ قرار دیا جاچکا ہے عطارد کو چار درجہ دیا جائے
اور اوسکے بعد کے سیاروں میں سے ہر مابعد کو اپنے ماقبل سے دُگنا درجہ دینا چاہیے
مثلاً عطارد ۴ درجہ زہرہ ۷ درجہ زمین ۱۰ درجہ مریخ ۱۶ چونکہ اسکی تحقیق میں مشتری ۵۲ درجہ
پر تھی اور زحل ۱۰۰ درجہ پر اسلئے منجموں کا خیال ہوا کہ مریخ اور مشتری
کے درمیان ۲۸ درجہ پر ایک اور سیارہ اس قاعدہ سے ہونا چاہیئے اور ایک سیارہ
۱۹۶ درجہ پر چنانچہ جب ہرشل نے ساتواں سیارہ ۱۹۶ درجہ پر اور پیازی نے
ایک سیارہ ۲۸ درجہ پر مشتری اور مریخ کے درمیان دریافت کرلیا جس کو سرس کہتے
ہیں تو منجموں کو ٹی ٹی یوس کے قاعدہ کی صحت پر بڑی خوشی ہوئی لیکن اسی سال
کے اندر جب مریخ اور مشتری کے درمیان دو سیارے اور نظر آئے تو منجمین ٹی ٹی یوس
کے قاعدہ کی طرف سے بد اعتقاد ہوگئے اور سیارے گیارہ ماننے لگے جب سترہ
سیارے انھیں دونوں کے درمیان اور دریافت ہوئے تو ٹی ٹی یوس کی طرف سے
بدعقیدگی بہت بڑھ گئی اسلئے حکماء وقت نے اوسکے کلام کو درست کرنے کی غرض سے
فوراً یہ بات گڑھ لی کہ سیارے تو درحقیقت ۷ ہی ہیں اور منجملہ ۲۸ کے ۲۰ سیارے جو
نظر آرہے ہیں یہ بظاہر ٹکڑے ہیں آٹھویں سیارے سرس کے جو ۲۸ درجہ پر تھا
اور زمانے کے انقلابات سے ٹوٹ[عہ] کر متفرق ہوگیا ہے۔ ثبوت اس کا یہ پیش کیا
جاتا ہے کہ ان کل ٹکڑوں کا مدار[عہ] بھی قریب قریب ہے اور حرکت بھی ایک ہی طرح
کی ہے۔ اسکے بعد حکیم لوریہ فرانسیسی نے ۱۲۶۴ھ ہجری میں ایک سیارہ مسمی بہ
بنتون اُرانوس کے بعد اور دوسرا فلکان عطارد کے پہلے ثابت کرکے ٹی ٹی یوس کے
حدسی اور تخمینی قاعدہ کو اور بھی خاک میں ملا دیا۔ کیونکہ فلکان سے وہ قاعدہ بالکل ہوا

عہ اس کلام میں عقلاء غور کریں ۱۲ منہ عہ یعنی حرکت کرنے کا خط ۱۲ منہ

ہوا جا رہا تھا۔ جمود اور حق پوشی و ناحق کوشی اس کو کہتے ہیں کہ جس قاعدہ کو ٹی ٹی
یوس خود بھی تحقیقی اور یقینی نہیں کہتا تھا اور اوس کی غلطی ثابت ہو چکی تھی اور دوربینی
تحقیق حدسی اور تخمینی تحقیق پر ترجیح رکھتی ہے پھر بھی اوسکو باقی رکھنے کے لئے پہلے
تو یہ ضد اور زبردستی کی گئی کہ گیارہ سیاروں کو مستقل مان کر جب اونکی تعداد ۲۵
تک پہونچی تو فوراً پلٹا کھایا اور صاف کہدیا کہ سیارے ۷ ہیں اور آٹھویں سیارے
پر خدائی پتھر برسا وہ چور ہو کر منتشر ہو گیا۔ دوسری زبردستی یہ کی گئی کہ لوریہ نے دو
سیارے دریافت کئے بنتون کو چونکہ اوس نے ارانوس کے بعد کہا اور اوس کو ٹی ٹی
یوس کے قاعدے کے مطابق درجہ دینا ممکن تھا اس لئے اوس کو مان لیا گیا اور ارانوس
کے بعد ۲۲۸ درجہ پر ایک سیارہ قرار دیا گیا لیکن فلکان کو چونکہ لوریہ عطارد سے
پہلے بتا رہا تھا اور اس سے ٹی ٹی یوس کا حدسی قاعدہ باطل ہو رہا تھا اس لئے یہ کہکر
ٹال دیا گیا کہ اس سیارے کی رصد بہت دشوار ہے اس کو بہت کم آدمی دیکھ سکے ہیں
اس لئے سیارے آٹھ ہی رہے فلکان نہیں مانا گیا۔ حالانکہ کسی چیز کے وجود کے لئے
یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ تمام دنیا کے لوگ دیکھیں ایک ہی آدمی کا دیکھ لینا کافی
ہے فلکان کو تو کئی حکیموں نے دیکھا تھا یہی ان لوگوں کی تحقیق اور یہی حق پرستی ہے
اگر یہ کہا جائے کہ فلکان (جسکو لوریہ نے بڑی بڑی دوربینیں لگا کر بڑی زحمت
سے دریافت کیا تھا) اوسکو نہ ماننا ضد اور حق پوشی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ
غیر مشہور ہونے کی وجہ سے ماننے کے قابل ہی نہ تھا تو پہلے یہ جواب دیا جائیگا کہ اس کا
مطلب یہ ہے کہ دوربینیں اپنے کمال پر پہونچنے کے بعد بھی بے اعتبار سمجھی جاتی
ہیں اور یہ میری غرض کے موافق ہے کیونکہ میری غرض دوربینوں کو بے اعتبار ہی
ثابت کرنا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا جائیگا کہ اگر فلکان بیچارہ عدم شہرت کی وجہ
سے گاؤخورد کردینے کے لائق سمجھا گیا تو آٹھواں سیارہ سرس نے کیا قصور کیا تھا
جو اوسکے بہتر ٹکڑے فرض کرکے اوس کا خون کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ حد شہرت پر پہونچ
گیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اوس کو دیکھ بھی لیا تھا۔ بلکہ اوسکے دریافت ہونے پر
اس وجہ سے خوشی کی گئی تھی کہ اس نے ٹی ٹی یوس کے حدسی اور تخمینی قاعدہ کا یقین
دلایا تھا پس معلوم ہوا کہ چونکہ درمیان مشتری اور مریخ کے بہت سے سیارے نکل آئے

اور اونسے قاعدۂ مذکورہ باطل ہورہا تھا۔ اس لئے کسی خاص غرض سے بات کی تیچ کی گئی اور بیچارہ سرس ٹکڑے ٹکڑے کرکے طاق نسیان پر رکھ دیا گیا اور سیاروں کے شمار سے خارج کردیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک حق اور واقع اور تحقیق کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اپنی غرض کی چیزوں کو لے لیتے ہیں اگرچہ بے اصل ہو اور مخالف غرض کو لات مارتے ہیں اگرچہ واقعیت اور حقیقت رکھتی ہو۔ پھر ایسے لوگوں کے اقوال کا کیا اعتبار باقی رہا درحالیکہ اسلام کی طرف سے متہم ہو چکے ہیں یعنی ان لوگوں کی غرض یہ ہے کہ بے اصل باتوں کو شہرت دے کر عقائد اسلامی کو ضعیف و سست کردیں لیکن باطل چھپ نہیں سکتا۔ ایک نے چھپایا دوسرے نے کھول دیا۔ اب ناظرین ذیل کی زریں تحقیقات کو ملاحظہ کریں اور جدید محققین کے نام پر صد ہزار آفریں کہیں۔ یہ امر پیش نظر رہے کہ غالیلہ کے وقت میں دوربینیں کمال کے حد تک پہونچ گئی تھیں اور ہرشل کی تحقیقیں کامل مان لی گئی تھیں۔

## سیارات کے قرب و بعد اور مقدار حرکت اور مقدار قد و قامت وغیرہ میں اختلاف

جس سے معلوم ہوجائیگا کہ ان لوگوں کا آلۂ تشخیص قرب و بعد اور انکے آلات رصدیہ اور حساب زمانہ حرکت اور آلۂ تشخیص مقدار ثوابت و سیارات وغیرہ سب کے سب ناقص اور بے اعتبار ہیں کسی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا واضح ہو کہ میری غرض یہ نہیں ہے کہ قدماء کی تحقیقیں صحیح ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ جو انسان اپنی ذات کی حقیقت صحیح طور پر نہیں بتا سکتا اوسکی آسمانی تحقیقیں حق بیان معصوم کی فرمائش کے مقابل میں لانے کے قابل نہیں ہیں۔ چاہے وہ متقدمین ہوں یا متاخرین۔ پھر وہ کلام معصوم کے پرکھنے کا آلہ اور کسوٹی کیونکر ہوسکتی ہے۔

رائے یعنی فلامریون خود اوسکی کتاب ہے اور رائے دیگر حکماء منقول ش یعنی شہرستانی و ذ یعنی شمس العلماء ذکاء اللہ پروفیسر سائنس الہ آباد

| نام سیارہ | قمر تعداد | آفتاب سے دوری | اپنے محور پر حرکت | آفتاب کے گرد حرکت | بزرگی یا خوردی زمین سے | دائرۃ البروج سے میلان | اسمائے محققین |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فلکان یا وُلکن | × | ۱۳ ہزار میل | ۱۸ گھنٹہ | ۲۰ دن میں | پورا حال معلوم نہ ہونے سے بوجہ رصد دشوار ہے معلوم نہیں ہوتا | زمین سے نزدیک | ش |

سیاروں کے متعلق اختلافات

| نام سیارہ | تعداد اقمار | آفتاب سے دوری | اپنے محور پر حرکت | آفتاب کے گرد حرکت | بزرگی یا خوردی زمین سے | دائرۃ البروج سے میلان | اسمائے محققین |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ولکان یا وُلکن | × | × | × | × | عجیب اور پھر حالتیں بیان کرنا | بھی تین عجیب ہے | ف |
| ″ | × | ۱۳۰ ۸۲۰۰۰ | | ۱۹٫۷۰ | | | ز |
| عطارد | × | ۳۵ ہزار میل | ۲۴ گھنٹہ ۵ منٹ | ۸۸ دن میں | ۱۶ حصہ زمین سے چھوٹا | کسی قدر مائل | ش |
| ″ | ۵ | ۵۳ ہزار میل | ″ | ″ | ۱۸ حصہ چھوٹا | | ف |
| ″ | ۵ | ۳۵۶۴۹۰۰۰ | ۱ دن ۵ منٹ | ۸۷٫۹۷ | | × | ز |
| زہرہ | × | ۶۶ ہزار میل | ۲۳ گھنٹہ ۲۲ منٹ | ۲۲۵ دن میں | منجملہ کے ایک حصہ چھوٹا | ۵۰ درجہ | ش |
| ″ | ۵ | ۹۹ ہزار میل | ۲۳ گھنٹہ ۲۱ منٹ | ۷ مہینے ۱۵ دن میں | ۱۸ حصہ چھوٹا | × | ف |
| ″ | ۵ | ۶۶۶۱۴۰۰۰ | ۲۳ گھنٹہ ۲۱ منٹ | ۲۲۴٫۷۰ | | × | ز |
| زمین | × | ۹۳ ہزار میل عہ | ۲۴ گھنٹہ | ۳۶۵ دن میں | قطر ۸۰۰۰ ہزار میل | ۲۳ درجہ ۳۰ دقیقہ | ش |
| ″ | ۱ | ۱۴۰ ہزار میل | ″ | ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ سہ | × | × | ف |

عہ مسٹر ایف اے ہینکس نے جوکہ گورنمنٹ برطانیہ کے سائنٹیفک ڈیمانسٹریٹر ہیں ایک رصدگاہ کی پہاڑی سے سورج کی پیمائش کی۔ انکا بیان ہے کہ انھوں نے اپنے آلۂ دوربین کے ذریعہ معلوم کیا کہ سورج زمین سے محض چند ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان آلات کے ذریعہ سے ہوائی جہازوں کا فاصلہ۔ تیزی کی مقدار و رفتار اور حرکت کے انداز سب نہایت صحت کے ساتھ معلوم کئے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے سورج کا فاصلہ بغیر کسی بنیاد کے قائم کئے ہوئے بغیر کسی حساب یا شمار کے اور بغیر سوچے سمجھے اور میزان عقل میں تولے ہوئے نو کروڑ تیس لاکھ میل بتلایا جاتا تھا (منقول از اخبار الواعظ لکھنؤ بابت ۸ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء) اس بیان سے تین باتیں معلوم ہوئیں ۱ ہر آنے والوں کا اپنے اگلوں کو جھٹلانا اور انکی تحقیقوں کو غلط ٹھہرانا ۲ علاوہ تین کلام کے جو نقشہ میں ذکر کئے گئے ہیں چوتھا کلام نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہونا ہے اور پانچواں کلام محض چند ہزار میل کے فاصلہ پر ہونا ۳ اگر سب کی تحقیقیں صحیح مان لی جائیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ آفتاب زمین سے دن بدن نزدیک ہوتا جارہا ہے۔ اسلئے ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ اسکی دوری ہمارے سروں سے محض ایک نیزے کے برابر ہو۔ اور اوسی دن کو ہم لوگ قیامت کا دن کہتے ہیں۔ کیونکہ حدیثوں میں ہے کہ اوس دن آفتاب کا فاصلہ اسی قدر ہوگا ۱۲ راحت حسین عہ قلیل مقدار غیر معین کو لفظ چند سے ادا کرتے ہیں ۱۲ منہ

سہ نیلکس ورنہ کی تحقیق کی بنا پر ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۸ منٹ ۳۸ سکنڈ میں سالانہ دورہ پورا ہوتا ہے

| نام سیارہ | تعداد اقمار | آفتاب سے دوری | اپنے محور پر حرکت | آفتاب کے گرد حرکت | بزرگی یا خوردی زمین سے | دائرۃ البروج سے میلان | [illegible] |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| زمین | ۱ | ۹۲۰۹۳۰۰۰ | ۱ دن | ۳۶۵٫۲۵ | × | | ذ |
| مریخ | × | ۱۴۰ ہزار میل | ۲۴ گھنٹہ ۳۸ منٹ | ۶۸۷ دن یعنی ۱ سال ۱۱ ماہ ۱۳ دن | ۶ حصہ چھوٹا | ۲۹ درجہ | ش |
| " | ۲ | ۲۱۰ ہزار میل | ۲۴ گھنٹہ ۳۷ منٹ | ۱ سال ۱۵ دن | ساڑھے چھ حصہ چھوٹا | × | ف |
| " | ۲ | ۱۴۰۳۲۲۰۰۰ | ۱ دن ۳۷ منٹ | ۶۸۶٫۹۸ | × | × | ذ |
| مشتری | ۸ | ۴۷۶ ہزار میل | ۱۰ گھنٹہ | ۱۲ سال میں | ۱۴۰۰ حصہ بڑا | ۴ درجہ | ش |
| " | ۴ | ۴۷۰ ہزار میل | ۹ گھنٹہ ۵۵ منٹ | " | ۱۳۰۰ حصہ بڑا | × | ف |
| " | ۴ | ۴۷۹۱۴۱۰۹۸ | ۹ گھنٹہ ۵۵ منٹ | ۴۳۳۲۶۲ | × | × | ذ |
| زحل | ۹ اور ا حلقہ | ۸۷۶ ہزار میل | ۱۰ گھنٹہ ۱۵ منٹ | ۲۹ سال میں | ۷۶۰ حصہ بڑا | ۲۸ درجہ | ش |
| " | ۸ | ۱۳۲۵ ہزار میل | " | ۳۰ سال میں | ۸۶۴ حصہ بڑا | × | ف |
| " | ۸ | ۸۷۸۴۶۱۰۰۰ | ۱۰ گھنٹہ ۲۹ منٹ | ۱۰۷۵۹۳۰ | × | × | ذ |
| ارانوس یا یورینس | ۶ | ۱۷۵۳ ہزار میل | تقریباً ۱۰ گھنٹہ | ۸۴ سال ۱ ہفتہ | ۷۲ حصہ بڑا | × | ش |
| " | ۴ | ۲۶۶۰ ہزار میل | نامعلوم | پورے ۸۴ سال | ۷۵ حصہ بڑا | × | ف |
| " | ۴ | ۱۷۶۶۵۶۵۰۰۰ | ۹ گھنٹہ ۳ منٹ | ۳۰۶۸۶۸۲ | × | × | ذ |
| نپتون یا نیجون | × | ۲۷۴۶۵ ہزار میل | پتہ نہیں ملا | ۱۶۴ سال ۸۵ دن | ۸۴ حصہ بڑا | × | ش |
| " | ۱ | ۱۷۰۱۴ ہزار میل | نامعلوم | ۱۶۵ سال پورے | ۸۵ حصہ بڑا | × | ف |
| " | ۱ | ۲۷۶۶۱۳۳۰۰۰ | | ۶۰۱۲۶۷۱ | | | ذ |

# خوابہائے پریشان یا انجارات معدۂ حکمائے عصر جدید پر ایک نظر

## خیالی اور وہمی گھوڑدوڑ پر یقینی ہار جیت ۔ یا احتمالی اور ربط دلیلوں پر یقینی حکم

### مدعی اعجاز حکمائے عصر جدید کے باہمی اختلافات

**آفتاب عالمتاب** (اختلاف انچہ زمین) زمین سے ۱۲۸۰۰۰۰ حصہ بڑا ہے (فلامریون حکیم) نہیں بلکہ ۳۵۵۰۰۰ حصہ بڑا ہے (میخائیل حکیم) اسکی محوری گردش کا زمانہ ۲۵ دن ۱۲ گھنٹہ ہے (فلامریون) بلکہ ۲۵ دن ۵ گھنٹہ ہے

(میخائیل) اس میں کچھ دھبے دیکھائی دیتے ہیں جو کبھی بڑھتے کبھی گھٹتے کبھی بالکل
محو ہو جاتے ہیں (فلامریون و میخائیل و فاندیک) یہ دھبہ نہ تھا بلکہ زہرہ ستارہ تھا
جو زمین اور آفتاب کے درمیان حائل ہو گیا تھا اور کچھ زمانہ تک حائل رہا (میخائیل
حکیم) بلکہ ایک ستارہ تھا جسکو فلکان کہتے ہیں جو حائل ہو گیا تھا (فاندیک) اور عطارد
بھی حائل ہو جایا کرتا ہے (فاندیک) بلکہ یہ دھبے درحقیقت جرم آفتاب ہی پر ہیں
(فلامریون) بلکہ یہ دھبے پہاڑ کے ٹکڑے ہیں (فونٹینال و لالاند حکیم) بلکہ یہ دھبے
بادل کے ٹکڑے ہیں (اکثر حکماء) بلکہ یہ دھبے خود آفتاب کے ہیں کیونکہ وہ خود نورانی
نہیں ہے جس کا بیان آتا ہے (ہرشل) آفتاب مثل آگ کے شعلہ ور جسم ہے جسکو
ایک صاف شفاف طبقہ اور دوسرا وسیع و باریک طبقہ گھیرے ہوئے ہے (میخائیل)
بلکہ آفتاب مثل پگھلائے ہوئے لوہے کے گرم بہنے والا کرہ ہے (فلامریون) آفتاب
کا نور ذاتی ہے (اکثر حکماء) بلکہ آفتاب کا جرم ٹھوس بے روشنی ہے اور یہ روشنی آتشی
دریا کی ہے جو اوسکو گھیرے ہوئے ہے (فونٹینال اور لالاند) بلکہ آفتاب بے روشنی
گوٹھلیوں سے بنایا گیا ہے خود روشن نہیں ہے بلکہ یہ روشنی دو ہوائی طبقوں کی ہے
جو اوسکو گھیرے ہوئے ہیں (حکیم ہرشل) بلکہ آفتاب خود نورانی چیز ہے یا تو بستہ چیز
ہے یا مثل پانی کے بہنے والی جسکو دو ہوائی طبقے گھیرے ہوئے ہیں ایک میں ہیڈ
روجن ہے اور دوسرے میں سوڈیم آفتاب کی شعاع نورانی ہے (اکثر حکماء) بلکہ آفتاب
کی شعاع تاریک ہے زمین پر آکر نورانی ہو جاتی ہے (تحفۃ العالم) عطارد اور زہرہ
دونوں اسکے دو چاند ہیں (بعض حکماء) بلکہ دونوں مستقل دو ستارے ہیں (اکثر
حکماء) آفتاب مع جملہ اجرام فلکیہ کے زمین کے گرد گھومتا ہے (ہیئت مصریین جو بطلیموسی
ہیئت کے بالکل مخالف ہے ۱۲ فاندیک) بلکہ آفتاب مع جملہ سیارات کے زمین کے
گرد گھومتا ہے (فاندیک بحوالہ ڈنمارک و منٹانوس حکیم جرمنی) بلکہ آفتاب اوس ستارے
کی طرف جا رہا ہے جس کا نام جاثی علے رکبتیہ ہے جو سطح معدل میں پایا جاتا ہے۔
(ہرشل) بلکہ آفتاب دائرہ افق پر حرکت کرتا ہے اور ستارہ ہرکل جبارہ کی طرف جھکا
جا رہا ہے (میخائیل) بلکہ آفتاب روزانہ ۴۲۰۰۰ میل اوس نقطہ کی طرف جاتا ہے
جو جاثی میں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ ستارہ عقد ثریا کے گرد گھومتا ہے (آیات بینات

بلکہ آفتاب بخط مستقیم شمال کی طرف حرکت کرتا ہے (حکیم کمبل) بلکہ زمین اور جملہ سیارات آفتاب کے گرد گھومتے ہیں (اکثر حکماء) آفتاب زمین سے ۹۴ ہزار میل دور ہے۔ (فلامریون) بلکہ ۷۴ ہزار میل دور ہے (میخائیل) بقول بعض کے آفتاب کا نور جوہر مستقل ہے (ڈیوٹن) اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں جو آفتاب اور ستاروں سے جدا ہو کر عالم میں پھیلتے ہیں۔ اور ڈاکٹر کارٹ نے کہا ہے کہ یہ نور لطیف مادے ہیں جو مستقل ہیں آفتاب یا کسی ستارے سے انکو کوئی تعلق نہیں ہے۔ (میخائیل پروفیسر) بلکہ یہ نور سیال لطیف بے وزن قائم بالذات ہے فضاء میں پھیلا ہوا ہے۔ اوسمیں حرکت ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ ہوا کے حرکت دینے سے متحرک ہوتا ہے (ونک اور فرسنبل) بلکہ یہ نور سیال لطیف ہے فضاء میں بھرا ہوا ہے اور ہر جسم میں یہانتک کہ زمین کے جگر میں بھی پیوست ہو گیا ہے (ڈرن بوسکو) چونکہ آفتاب کی روشنی بہت تیز ہے اس لئے اوسکی حالتوں کو دریافت کرنا ممکن نہیں ہے (میخائیل) **اب ناظرین** غور کریں کہ جب روشنی کی تیزی کی وجہ سے اوسکی حالتوں کو دریافت کرنا ممکن نہیں ہے تو یہ مذکورہ خرافات بخارات معدہ کا نتیجہ نہیں ہیں تو اور کیا ہیں۔ زہرہ کے متعلق بھی اوسکی تیزی کی وجہ سے اقرار عجز آئندہ مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسکے متعلق اور بھی خرافات حکماء کے ہیں جن کو بخوف طول چھوڑ دیا۔

**ماہتاب** اختلاف چیزوں میں (۱) یہ ایک تاریک چیز ہے اسمیں ذاتی روشنی نہیں ہے بلکہ جو روشنی اس میں دیکھائی دیتی ہے وہ اس کے پہاڑوں کی ہے (فلامریون ومیخائیل) بلکہ اسمیں ذاتی روشنی بھی ہے (ہرشل) (۲) اسکا دوسرا نصف بالکل تاریک ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ حصہ کسی زمانہ میں شعلہ ور تھا زیادہ زمانہ گذرنے پر اوسکی روشنی بجھ گئی (میخائیل) (۳) نہ اس میں فضاء ہے اور نہ ذی روح مخلوق۔ نہ اسمیں پانی ہے نہ عناصر نہ اسمیں دریا ہے نہ جھیل۔ نہ تالاب نہ نہر نہ چشمہ جسکو حکماء دریا سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت وسیع صحرا ہے۔ اس لئے اسمیں حیوانات ونباتات بھی نہ ہونگے۔ (فلامریون ومیخائیل) بلکہ اسمیں ہوا بھی ہے بخارات بھی ہیں۔ اسلئے اسمیں حیوانات بھی ہونگے (ہوک حکیم) کوئی کہتا ہے کہ مسطح اور برابر ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اسمیں بلندی پستی پہاڑ۔ میدان سب ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ زمین سے چھوٹا ہے کوئی کہتا ہے کہ زمین

سے بڑا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ چاند ایک ہی ہے۔ کوئی کہتا ہے کئی ہیں مسٹر فانڈیک
کہتے ہیں کہ بعض حکماء کی رائے ہے کہ مدار ستاروں میں سے ایک ستارہ چاند بنکر
زمین کے گرد گھومنے لگا لیکن باوجود بڑی بڑی دوربینوں کے محققین نے اسکو ابھی تک
نہیں دیکھا ہے۔ کوئی کہتا ہے اسمیں گرمی خفیف ہے۔ کوئی کہتا ہے اسمیں آتش خیز پہاڑ
اور آتشی بھٹیاں ہیں اور بہت گرم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ چاند جرم لطیف ہے۔ کوئی کہتا
ہے جرم کثیف ہے۔ فانڈیک وغیرہ کہتے ہیں کہ جاندار چیزوں کی سکونت کے قابل
نہیں ہے۔ اور ہرشل کہتے ہیں کہ سکونت کے قابل ہے (لیکن قابل سکونت ہونے کو
سکونت لازم نہیں ہے)

**اختلاف زمین دو چیزوں میں** زمین دنیا کے بیچو بیچ میں ٹھہری ہوئی ہے (ڈنمارک شاگرد کوبرنیک) بلکہ زمین خود بھی حرکت کرتی ہے (منٹانوس) بلکہ زمین اپنے محور پر حرکت کرتی
ہے جس سے دن رات پیدا ہوتے ہیں (فیثاغورس) بلکہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک روزانہ
دوسری سالانہ (پروفیسر میخائیل) بلکہ زمین میں پانچ حرکتیں ہیں (اکثر حکماء) بلکہ
زمین میں گیارہ حرکتیں ہیں (فیلاکس ورنہ فرانسیسی حکیم) آفتاب زمین سے بڑا ہے
اور بڑی چیز کا چھوٹی چیز کے گرد گھومنا معقول نہیں ہے (فلامریون) **لیکن** اپنے
مرکز جرم کے گرد اور زمین سے بھی چھوٹے ستارہ عقد ثریا کے گرد گھومنا اور ستارہ جاثی
اور ستارہ ہرکل اور نقطہ شمال کی طرف کھچکر جانا معقول سمجھا جاتا ہے (ملاحظہ ہو بیان
آفتاب یہی عقل اور یہی تحقیق ہے ان حکماء کی)

**اختلاف عطارد دو چیزوں میں** یہ ستارہ بہ نسبت آفتاب و زحل و اورانوس وغیرہ کے زمین سے زیادہ نزدیک ہے۔ باوجود اسکے موجودہ زمانہ کی دوربینیں اور آلات
رصدیہ اسکے پورے حالات دریافت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں بطول زمانہ اور
اور قوی دوربینوں کی ضرورت ہے (میخائیل) آفتاب کے قرب کی وجہ سے خود
ہی مشکل سے دکھائی دیتا ہے (فانڈیک) پھر بھی حکم کیا گیا ہے کہ اس میں ہوا کا
ہونا ثابت نہیں ہے (فانڈیک) (حالانکہ ہوا لطیف چیز ہے اور دکھائی نہیں دیتی)
اسکے روشن اور تاریک حصوں کے مقام اتصال پر کچھ چیزیں دیکھی گئی ہیں۔ اسلئے
گمان کیا جاتا ہے کہ وہ پہاڑ ہیں (فانڈیک) (حالانکہ تاریک حصہ کا پہاڑ ہونا ضرور

نہیں ہے ) حکماء میں مشہور یہ ہے کہ ستاروں میں سے کسی میں آبادی نہیں ہے کیونکہ ان میں اسباب حیاتِ حیوانات کا ہونا ثابت نہیں ہے (شہرستانی و میخائیل) ستاروں میں کسی ذی روح کا ہونا حکماء کا وہم و خیال ہے۔ میرے نزدیک سوا میری زمین کے کسی ستارے میں کوئی ذی روح نہیں ہے (میخائیل) چونکہ زمین سے آٹھ گونا زیادہ گرم ہے اس لئے یہاں کے آدمی اگر ہوں تو خاص (آتشی) خلقت کے ہونگے (فلامریون) دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ اوّلاً کوئی ذی روح ہے نہیں اور اگر ہوں بھی تو ویسے ہی ہونگے جیسے ہماری زمین کے پہلے باشندے (درندے۔ دیو پری) (شہرستانی) تیسرے صاحب فرماتے ہیں کہ عطارد میں رہنے والے آدمیوں کے مکانات چھوٹے چھوٹے ہیں کیونکہ اونکے قد چھوٹے چھوٹے ہیں اور اکثر مجنون ہیں (حکیم فونٹینال) چوتھے صاحب فرماتے ہیں کہ عطارد کے باشندے مثل فرشتوں کے پردار ہیں جسم اونکے چھوٹے ہیں ہوا میں اوڑتے پھرتے ہیں (شہرستانی) (بعض نے وجود ہی سے انکار کیا دوسرے نے احتمالی وجود بیان کیا تیسرے نے آگ بگولا اور آتشی مزاج بنا دیا چوتھے نے پاگل ٹھہرایا پانچویں نے درندہ گزندہ پری دیو کہا چھٹے نے فرشتہ پردار ثابت کیا ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا)

**زہرہ اختلاف چیزوں میں**

زہرہ اور مریخ بہ نسبت اور ستاروں کے زمین سے بہت نزدیک ہیں پھر بھی انکی اکثر حالتیں حکماء پر ظاہر نہ ہو سکیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو زہرہ کا جرم بھی تاریک ہے (فلامریون) بلکہ اس کا تاریک حصہ بھی مثل فاسفورس کے روشن ہے (فاندیک) اسمیں مثل زمین کے بہت لمبے لمبے پہاڑ ہیں (فلامریون) اسکے نورانی اور تاریک حصہ کے مقام اتصال پر کچھ چیزیں دکھائی دیتی ہیں جن سے بعض حکماء نے اسمیں پہاڑ اور میدان ہونے کا حکم کیا ہے (فاندیک) اسمیں کچھ دھبے دیکھے گئے ہیں لیکن وہ مقامات جن پر یہ دھبے ہوں بہت کم ہیں (فاندیک) اسکے نور کی کمی اور کلف کی وجہ سے ہوا اور بخار کا کرہ اس میں محسوس ہوا (فاندیک) اسمیں بخار اور ہوا ہونے پر ابھی تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے (فاندیک) اس کے بعض پہاڑوں کی پیمائش کی تو معلوم ہوا کہ ۲۷ میل ہے لیکن یہ بات ابھی مشکوک ہے کیونکہ اس ستارہ کی رصد بسبب زیادتی نور کے دشوار ہے (فاندیک)

عہ زہرہ کی نورانیت پہاڑ ناپنے سے مانع ہوئی لیکن آفتاب کی نورانیت آفتاب کے متعلق خرافات دریافت کرنے سے مانع نہ ہوئی ۱۲

ان دو سطروں میں تین خلاف بیانیاں ہیں ۱ پہاڑ کا وجود مشکوک اور پھر اوسکی پیمائش یقینی ہے ۲ نور کی کمی اور زیادتی ہے ۳ ہوا اور بخار جیسی لطیف چیز کا محسوس ہو جاتا اور پہاڑ جیسی چیز کی صحیح پیمائش نہ ہوسکتا نور کی کمی کے وقت پیمائش کر لینے سے کیا مانع تھا۔

بعض نے کہا ہے اسکے لئے ایک چاند ہے لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوئی (فاندیک) اسکی محوری حرکت اور انتقالی دونوں کا زمانا برابر ہے (شیاپرلی) یہ ثابت نہیں ہے (فاندیک) ستاروں میں سے کوئی ستارہ قابل آبادی کے نہیں ہے اور نہ کسی میں آبادی ہے۔ اور آبادی اور ذی روح کا ہونا حکماء کا وہم و خیال ہے (مینجائیل) آس زمانہ میں جو بات طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ زہرہ چونکہ تازہ حادث اور جوان ہے اسلئے قابل سکونت کے نہیں ہے اور اگر اس میں ذی روح ہوں بھی تو ویسے ہی ہوں گے جیسے اس زمین کے پہلے رہنے والے (درندے دیو پری) ڈاکٹر حکماء) بلکہ یہ زہرہ ہر طرف سے آبادی کے قابل ہے وہاں کے آدمی ہم لوگوں کی طرح سمجھدار اور متمدن ہیں۔ جس طرح ہم لوگ دوربین لگا کر اونکی زمین اور اون کے حالات کو دریافت کرتے ہیں اوسی طرح وہ بھی دوربین لگا کر ہماری زمین اور ہمارے حالات دریافت کرتے ہیں بلکہ شائد اونکی دوربینیں ہماری دوربینوں سے زیادہ قوی اور عمدہ ہوں (فلامریون) زہرہ کے رہنے والے زمین کے آدمیوں سے مشابہ ہیں۔ بعضے بھیڑ بکری کے چرواہے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر دیکھائی دیتے ہیں اور بعضے ان میں سے نہروں میں اپنا وقت گذرانتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ناچ۔ گانے۔ کھانے۔ پینے۔ عیش و عشرت کے شائق ہیں (ڈوسان پیٹیر)

maablib.org

**مریخ** اختلاف اہم چیزوں میں ستاروں سے زمین سے بہت نزدیک ہے باوجود اسکے اس میں بھی بہت سے اختلافات موجود ہیں۔ اسمیں جو سرخی نظر آتی ہے وہ اسکے بعض ٹکڑے میں ہے پورے جرم میں نہیں ہے (مینجائیل) اسمیں زرد اور سبز اور سرخ دھبے کی تحقیق کرنا ضروری ہے جس سے حکماء نے گمان کیا ہے کہ یہ رنگین حصہ خشکی ہے اور نیلا حصہ تری (فاندیک) سرخ خشکی کا حصہ ہے اور سبز پانی کا۔ (مینجائیل) اس کرہ کی مٹی گھانس درخت پتے سب سرخ ہیں (فلامریون) اس کے نصف حصہ کو کبھی ڈھکا ہوا اور کبھی کھلا ہوا دیکھکر حکماء نے سمجھا ہے کہ اسمیں ابر ہے

(میخائیل) اس میں جو ابر دکھائی دیتے ہیں وہ بخارات ہیں اسلئے وہاں نہر بھی ہے صحرا بھی ہے۔ پہاڑ بھی۔ ہوا بھی۔ اور جب کہ یہ سب چیزیں ہوئیں تو ذی روح بھی وہاں ہونگے (میخائیل) (بخارات کے پائے جانے کو نہر اور صحرا وغیرہ کے ہونے کی دلیل قرار دینا عجائبات سے ہے) اسمیں برف اور پانی کا ہونا چاہتا ہے کہ ہوا بھی ضرور ہو (فاندیک) (یہ ضروری نہیں ہے) اگر اسمیں پانی ہونا صحیح ہو تو پانی کا حصہ کم اور خشکی کا حصہ زیادہ ہوگا (فاندیک) (ایک ہی کتاب میں پانی کے متعلق شک اور یقین دونوں مذکور ہیں) اسکے دونوں قطب کے پاس گھٹنے والی بڑھنے والی سفیدی دیکھکر گمان کیا گیا ہے کہ یہ سفیدی برف ہے (فاندیک) فلامریون کا مریخ میں آدمیوں کا ہونا یقینی ہے (فلامریون) فاندیک نے جو فلامریون کے بعد مرا ہے مریخ میں پانی ہونے پر یقین نہیں کیا۔ دوسرے حکماء لکھتے ہیں کہ چونکہ مریخ میں اسباب زندگی زیادہ ہیں۔ اسلئے قوی خیال ہے کہ اسمیں آدمی بھی ہوں (حکماء) (فلامریون کہتے ہیں کہ) اسمیں متمدن کامل الصناعت لوگ ضرور رہتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے سیلاب سے حفاظت کے لئے بڑے بڑے باندھ بندھوائے ہیں (جنکے ٹھیکہ دار مسٹر فلامریون تھے) مسٹر لاول کہتے ہیں کہ چونکہ مریخ کا سن زیادہ ہے اسلئے اسمیں سختی اور سردی پہلے سے ہے اور اوسکے رہنے والے بھی زمین کے آدمیوں سے زیادہ ترقی کئے ہوئے ہیں چونکہ اوسکا وزن زمین سے ایک تہائی کم ہے اسلئے اسکے باشندوں کو ہلکا خوشرو اور خوش قامت ہونا چاہیئے (حکماء) (یہ قیاس غلط ہے) ہماری زمین کے سوا کسی ستارہ میں ذی روح کا ہونا ثابت نہیں ہے اور اونمیں ذی روح آبادی کا حکم وہمی اور خیالی ہے (میخائیل) خلاصہ یہ کہ خشکی۔ پانی۔ صحرا۔ پہاڑ۔ نباتات حیوانات ہر ایک میں سے کسی نے ایک کے وجود کا دعوے کیا دوسرے نے جھٹلا دیا حالانکہ سبکے پاس دوربینیں بلکہ کامل دوربینیں تھیں اور خود بھی کامل تھے اور سلطنت بھی موافق تھی۔ ان مذکور حکماء میں فرانسیسی۔ ٹرکی۔ جرمنی۔ امریکائی۔ روسی۔ اٹلی انگریزی سب ہی ہیں۔

| | |
|---|---|
| مشتری اختلاف ۱۴ چیزوں میں | اسمیں ایک ٹکڑہ جس کا طول تقریباً ۲۲۰۰ میل |

ہوگا ۳۰ دقیقہ میں منتشر ہوگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں پانی ہوا بخارات ہیں (سویٹ) اس کا ایک چاند چھپکر دیکھائی دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابر یا بخار میں چھپ گیا تھا۔ اسمیں دھاریاں ہیں جو کبھی مل جاتی ہیں کبھی منتشر ہوجاتی ہیں۔ یہ دور سے دھاریاں معلوم ہوتی ہیں لیکن دراصل ابر کے ٹکڑے ہیں (فاندیک) (ابر کا ہمیشہ ایک طرح پر دھاری کی صورت میں رہنا بہت بعید اور خلاف قیاس ہے خصوصاً اگر ہوا بھی وہاں ہو) اسمیں خاکی اور نیلے اور سرخ رنگ کے دھبے کبھی کبھی دیکھے گئے ہیں جو کبھی جلد فنا ہوگئے اور کبھی دیر تک رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں ہوا اور بخار ہے (فاندیک) اسکے قطر استوائی کو بعض نے قطر قطبی سے ۲ ۱/۱۵ حصہ بڑا کہا ہے اور بعض نے ۱/۱۶ اور بعض نے ۱/۱۷ حصہ (فاندیک) اسکے قمر پانچ ہیں (فاندیک) بلکہ اسکے قمر چار ہیں (فلامریون ومیخائیل) بعض نے کہا ہے کہ بعید نہیں ہے کہ یہاں ذی روح آبادی ہو (میخائیل) اگر اسمیں آدمی ہوں تو وہ عطارد و زہرہ و زمین و مریخ کے آدمیوں سے جداگانہ ہونگے (فلامریون) (اس کے دو سطر اوپر لکھا ہے کہ) یہاں کے آدمی اپنی فصلوں کے بدلنے کا احساس نہیں کرتے کیونکہ وہاں کی ہوا سال بھر زمانہ بہار کی ہوا کے مثل رہتی ہے (فلامریون) (پھر چار سطروں کے بعد لکھا ہے کہ) یہاں کے رہنے والے اگر ہونگے تو راتوں کو اپنے افق میں چار چاندوں کی چھٹکی ہوئی روشنی کا تماشا دیکھتے ہونگے (کتاب ہیئت جدیدہ فلامریون) (یہ احتمالی اور یقینی دونوں حکم وجود انسان کا تین ہی چار سطروں کے فاصلہ پر ہے ع) چونکہ یہ کرہ ہر وقت ابر سے گھرا رہتا ہے اور اوسکی اکثر سطح پر پانی ہے اسلئے ممکن ہے کہ اسمیں بحری جانور زیادہ ہوں (ھکمار) (فاندیک نے جس کا زمانہ بہت نزدیک تھا پانی کا وجود احتمالاً بیان کیا ہے اور یہاں یقینی حکم دیا جاتا ہے)۔ ہماری زمین کے سوا کسی ستارہ میں ذی روح نہیں ہیں اور ذی روح کے ہونے کا حکم وہمی اور خیالی ہے (میخائیل)

ع۵ ایسی اختلاف بیانیاں بتاتی ہیں کہ یہ تحریریں نشہ کی حالت میں لکھی گئی ہیں ۱۲

maablib.org

**زحل** اختلاف چیزوں میں — زحل[1] اور ارانوس اور نپتون کے متعلق ابھی کوئی بات تحقیق نہیں ہوئی ہے کیونکہ دوری بھی زیادہ ہے اور نور بھی کم ہے اور گرمی بھی کم ہے اور فصلیں بھی طولانی ہیں (حکماء) اس کا نور اور گرمی زمین کے نور اور گرمی سے ہے (فلامریون) (زہرہ میں نور کی زیادتی کا عذر کیا گیا اور زحل میں نور کی کمی کا) اسمیں نور اور گرمی کی کمی بیان کیجاتی ہے۔ اور منجائیل حکیم لکھتے ہیں کہ اوسکی روشنی مثل مشتری کے تیز ہے اور گرمی اوس میں اس قدر شدید ہے کہ اسکی لپک چاندوں تک پہونچتی ہے۔ پھر[2] لکھتے ہیں کہ اس کا جو ایک منطقہ (حلقہ) ہے وہ زحل میں سے ٹوٹکر جدا ہوگیا ہے اور اوس ٹکڑے سے تین حلقے بنگئے ہیں۔ جن میں سے پہلا تاریک اور دوسرا بہت روشن ہے۔ پھر[3] لکھتے ہیں کہ اسکے دونوں قطب نیلے رنگ کے ہیں اور اسکے استوائی اقلیم بالکل سفید ہیں۔ بعض[4] نے کہا ہے کہ یہ اقلیم بارہ ہیں اور بعض[5] کہتے ہیں کہ یہ اقالیم درحقیقت چھوٹے چھوٹے مستقل ستارے ہیں (میخائیل) اسمیں حلقے ہیں اور قرص اس کا ہلیلہ کی شکل کا ہے۔ بعض[6] نے مقدار قطر ۱/۹ کہا ہے اور بعض نے ۱/۱۲ (فاندیک) اس پر دھبے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اسمیں ہوا اور بخار ہونے کا بھی گمان کیا گیا ہے (فاندیک)

زحل کے متعلق

**فضاء** کل فضاء ہوا سے بھری ہوئی ہے (تھبراطیس) بلکہ اس دنیا کے کرۂ ہوا کے اوپر ہوا بالکل نہیں ہے اگر ہوا ہوتی تو دمدار ستارے پیدا نہ ہوسکتے (فلامریون)

فضاء کے متعلق

**سیارات** — سیارات اور ماہتاب آفتاب کے گرد گھومتے ہیں اور آفتاب مع سیارات کے زمین کے گرد (ڈنمارک شاگرد کو برنیک دنٹانوس) بلکہ سیارات اور زمین سب آفتاب کے گرد گھومتے ہیں (کوبرنیک وغیرہ) ثوابت اونکی رفتار بہ نسبت دوسرے ستاروں کے زیادہ تیز ہے زمین کے گرد گھومتے ہیں (تھبراطیس) بلکہ جرم ناریہ کے گرد گھومتے ہیں جو انکار کرتا ہے (فیثاغورس) جرم ناریہ کوئی چیز نہیں ہے (استارک شاگرد فیثاغورس)

سیارات کے متعلق

**ثوابت** اختلاف چیزوں میں — پہلی[1] قسم کے ۲۰ ہیں (فاندیک) بلکہ ۱۸ ہیں (منجائیل) دوسری[2] قسم کے ۵۴ ہیں (فاندیک) بلکہ ۵ ہیں (میخائیل)، تیسری[3] قسم کے ۱۴۰ ہیں (فاندیک) بلکہ ۱۷۰ ہیں (میخائیل)

ثوابت کے متعلق

ہ چوتھی قسم کے ۳۰ ہیں (فاندیک) بلکہ ۵۰۰ ہیں (میخائیل) پانچویں قسم کے ۹۵۰ ہیں (فاندیک) چھٹی قسم کے ۵۰۴۴ ہیں (فاندیک) بلکہ ۶۰۰ ہیں (میخائیل)
واضح رہے کہ فاندیک اور میخائیل دونوں ایک زمانہ میں تھے۔

**دُمدار ستارے** اختلاف جیزو میں — انکو سب سے پہلے منٹانوس نے دریافت کیا۔ بلکہ سب سے پہلے ڈنمارک نے (حدائق النجوم)

دُمدار ستارے ٹکڑے ہیں کسی آفتاب کے جو پہلے زمانہ میں تھا اور اپنی حیات[ع] پوری کر کے پھٹکر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بلکہ ٹکڑے ہیں کسی سیارہ کے جو کسی وجہ سے کسی وقت ٹوٹ گیا ہوگا۔[ع] بلکہ مستقل ستارے ہیں جو اسیطرح پیدا ہوئے[۲] یہ سب چاند ہیں۔ بلکہ چند ستارے ہیں جو قرب سیارات کے وقت اون سیاروں کی تاثیر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دُمدار بن جاتے ہیں (ہئیت و اسلام) بلکہ بہت لطیف اور ہلکے بخارات سے بنتے ہیں (فلاموون)

ہ دُمدار ستارے گول دائرے پر حرکت کرتے ہیں (ڈنمارک) بلکہ انکی حرکت بخط مستقیم ویسی ہی ہے جیسی پہلی کی حرکت پائی ہیں (کیپلر) موجودہ حکماء کہتے ہیں کہ نہ تو کوئی دُمدار ستاروں کی مثال قائم کر سکتا ہے اور نہ سوا موٹی اور مجمل باتوں کے کوئی انکی پوری حالت بیان کر سکتا ہے (میخائیل جکیم)

**شہاب ثاقب** — پتھر اور آگ کے ڈلے ہیں جو ماہتاب کے آتش فشاں پہاڑوں سے نکلے ہیں۔ جو پتھر آسمان سے گرتے ہیں وہ یہی شہاب ثاقب ہیں۔ بلکہ سیاروں کی دُمیں ہیں جنکو زمین نے کھینچ لیا ہے۔ بلکہ دُمدار ستاروں کے ٹکڑے ہیں بلکہ مثل دُمدار ستاروں کے یہ بھی مستقل ستارے ہیں جو اسی طرح سے پیدا ہوئے ہیں۔ بلکہ ابھی تک انکی حقیقت کا پتہ نہیں لگا کہ کیا ہیں۔ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ موجودہ ستاروں کا مسالا ہے جسکو بنانے والا اون ستاروں میں نہ لگا سکا جس وجہ سے بھی نہ لگا سکا ہو۔

ع یہ رجم بالغیب (اندھا گھاس) بیان عقلاء کی توجہ کے لائق ہے ۱۲ منہ
ع ٹوٹنا تو مشکوک ہے لیکن ٹکڑوں کا پیدا ہونا یقینی ہے عقلاء غور کریں ۱۲ منہ
سہ آفرین صد آفرین ۱۲ منہ لعہ اس خواب پریشان کا جواب ہی کیا ہے ۱۲ منہ
۲ کسی بڑے (ستارہ کے) ٹکڑے ہیں جو اونکی جگہ پر تھا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یا یہ کہا جائے کہ

**ستاروں میں آبادی ہونے پر بے نظیر دلیلیں** ستاروں میں پہاڑ ہیں اور پہاڑ پتھر اور ریت سے پیدا ہوتے ہیں اسلئے ضرور ہے کہ ستاروں کی زمین بھی مثل ہماری زمین کے ہو اور قابل زراعت ہو **ستاروں میں** بخارات ہیں اور اس زمین کے بخارات ہوا اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں اسلئے ستاروں میں پانی شدت سے برستا ہے آندھی چلتی ہے فصل بدلتی ہے جزر ومد اس زمین سے زیادہ ہوتا ہے اور جب ہوا۔ پانی۔ گرمی۔ سردی وہاں ہے تو نباتات بھی ضرور اُگتے ہوں گے **اور جب** نباتات ہوئے تو دنیا کے کل ذی روح اور پانی کی مچھلیاں بھی ضرور ہونگی (یہی زریں تحقیقات اور بے نظیر دلیلیں ہیں ہاروں گھٹنا ٹوٹے آنکھ لگا تو تیر نہیں تو تکا) اول تو یہی مسلم نہیں کہ ستاروں میں پہاڑ اور بخارات ہیں اور اگر ان کا وجود مان لیا جائے تو پہاڑ اور بخارات اور ہوا اور پانی اور زراعت اور نباتات اور حیوانات میں کون سا لزوم ہے تاکہ ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہو۔ یہ مختصر خرافات ان سفہاء کے بطور نمونہ کے لکھے گئے۔ اگر کل جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے غرض میری انکے حدسیات اور باہمی اختلافات کو دیکھانا تھی اور اس امر کو ظاہر کر دینا مقصود تھا کہ یہ کل خرافات انکے نظری خطاؤں کا نتیجہ ہیں جن پر کوئی مسکت اور تسلی بخش دلیل ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے حسابات بھی مثل قدماء کے حسابات کے بے انضباط اور حدسی اور تخمینی ہیں جن پر کسی طرح بھروسہ نہیں کیا جا سکتا یہی وہ نادر تحقیقیں ہیں جن کو پڑھنے پر ہمارے ہم وطنوں کی گردنیں لقا کبوتروں کی طرح اینٹھی جا رہی ہیں اور غرور (گھمنڈ) کا نشہ کسی وقت نہیں اترتا واضح ہو کہ ان مضامین کو میں نے مصری استنبولی۔ فارسی عربی ترجموں سے لیا ہے اسلئے ناموں کا انگریزی تلفظ معلوم نہ ہو سکا۔ انگریزی داں حضرات انکا تلفظ درست کر سکتے ہیں ۱۲ راحت حسین

**تیسرا فائدہ** **کصیب من السماء فیہ ظلمت** الخ **آقا ابوالحسن شریف** علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ صیب (باران) کی تاویل اون آیتوں اور معجزوں سے کی گئی ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام کی امامت سے تعلق رکھتے ہیں لہ **اور بسند صحیح** حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کی فرمائش باطنی تفسیر میں

ذکر کیگئی جس میں قرآن کی وہ آیتیں جو وحدانیتِ خالقِ عالم اور رسالتِ حضرت سرور دو عالم اور امامت حضرت امیر المومنین علیہم السّلام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ان دونوں بزرگواروں کے معجزات بمنزلہ صیب کے قرار دیئے گئے ہیں اور صیب کا معنی باران رحمت ہے اور ان آیتوں اور معجزوں کے رحمت ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے کیونکہ انکو اپنے لئے چراغ ہدایت قرار دینا اور ان سے فائدہ اوٹھانا ہر رحمت خدا اور اوسکی نعمتوں تک پہونچنے کا بے خطار استہ اور ذریعہ ہے اور آقا ابو الحسن شریف لفظ سماء کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سی آیتوں میں اس لفظ سے حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ مراد لئے گئے ہیں جنمیں سے ایک وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ہے جسمیں سماء سے حضرت مقصود ہیں اور بروج سے بارہوں ائمہ علیہم السّلام - اور وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ جسمیں سماء سے حضرتؐ مقصود ہیں اور الحبک سے حضرت علی علیہ السّلام (اور وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ جسمیں سماء سے حضرتؐ مقصود ہیں اور میزان سے حضرت علی علیہ السلام - یعنی خدا نے حضرت رسولؐ کو اوٹھالیا اور حضرت علی علیہ السلام کو اونچی جگہ پر رکھا جو ایمان اور اعمالِ امت کے لئے ترازو ہیں) [۲] اور بعض آیتوں میں حضرت علی علیہ السّلام بلکہ باقی ائمہ علیہم السلام کو بھی مراد لے سکتے ہیں آقاے موصوف پھر تحریر فرماتے ہیں کہ اس بنا پر لفظ سماء قرآن میں کہیں جہاں جہاں واقع ہوا ہے مقام کی مناسبت سے کسی جگہ اوسکی تاویل حضرت سرورِ عالم اور کسی جگہ حضرت علی علیہ السلام اور باقی ائمہ علیہم السلام سے کرنی صحیح ہے [۳] اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں بھی سماء سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ بطور استعارہ بالکنایہ [ع] کے مراد ہوں اور صیب سے قرآن مجید کی وہ

ع استعارہ بالکنایہ علم معانی بیان سے فن بیان کا مسئلہ ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ لفظ اپنے غیر اصلی معنی میں مناسبت سے استعمال کیا جائے اور اوس سے اوسکے اصلی معنی کو مراد لینا بھی جائز ہو جیسے اسی مقام میں لفظ سماء حضرت سرورِ عالم میں رفعت یعنی بلندی مرتبہ کی مناسبت سے استعمال کیا گیا ہے اور اوسکے اصلی معنی یعنی آسمان کو بھی اوس سے مراد لینا جائز ہے - اور ظاہری تفسیر میں مراد لیا گیا ہے ۱۲ منہ

[۱] مقدمہ مرآۃ الانوار لفظ سماء ص ۱۲۸ ۱۲ منہ

[۲] بحار الانوار جلد ۷ باب جوامع تاویل ص ۲۱۴ ۱۲ منہ

[۳] مقدمہ مرآۃ الانوار لفظ سماء ص ۱۲۸ ۱۲ منہ

آیتیں جو وحدانیت اور رسالت اور امامت سے تعلق رکھتی ہیں جنکو حضرت نے امت
کو سُنایا تھا اور حضرت سرور عالم اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے معجزات جو
ان حضرات کی نبوت اور امامت کا ثبوت ہیں۔ اور ظلمت و رعد و برق سے عقائد
حقہ سے انحراف اور سرکشی پر دھمکی اور لعنت اور عذاب کا وعدہ جو منافقوں کی آنکھوں
میں دنیا کو تاریک کر دیتی تھیں اور اُن کے دلوں پر گرج اور بجلی کا اثر دکھاتی تھیں
جن کو وہ اس غرض سے سُننا نہیں چاہتے تھے تاکہ اون کے چہروں پر اثر ظاہر نہ ہو
اور خالص مومنین سمجھ نہ جائیں کہ ان آیتوں سے یہی مقصود ہیں اور اس صورت میں
لفظ مثلهم کی ضمیر سے پہلی مثال یعنی کمثل الذی[عہ] استوقد کے مقام میں خود بیعت
توڑنے والے مراد لئے جائیں گے۔ اور دوسری مثال یعنی کصیب کے مقام میں بطور
[عہ] استخدام کے اون کے ہم خیال جن سے وہ انؤمن کما امن السفهاء (کیا ہم لوگ بیوقوفوں
کی طرح ایمان لائیں) کہا کرتے تھے اور اونکے پیرو جو اونکے بعد ہوئے۔ اور یہاں پر

---

عہ (آریہ) اس آیت میں منافق! آگ روشن کرنے والوں کے مشابہ بتائے گئے ہیں۔ اور
وجہ تشبیہ مشبہ بہ میں مشبہ سے زیادہ اور قوی ہوتی ہے اور آریہ! آگ کو خدا کہتے اور اوس کا صبح
و شام پوجا کرتے ہیں۔ آگ کو خدا کہنے کا ثبوت دیانندجی کا کلام ہے "بذاتہ متجلی ہونے کے باعث
"اگنی" اور بلا رکاوٹ محیط ہونے کے باعث "برہم" پرمیشور کا نام ہے (ستیارتھ پرکاش کا مستند
اردو ترجمہ صـ۱ سملاس پہلا) اور آگ کو پوجنے کا ثبوت جس کو یہ لوگ اگنی ہوتر کہتے ہیں۔ اسی کتاب
میں صـ۷۷ سے ۹۴ تک ملاحظہ فرمائیں **اسلئے** معلوم ہوتا ہے کہ آگ روشن کرنے والے آریہ تھے
جنھوں نے بجائے شام کے کچھ رات گئے اگنی ہوتر (یعنی پوجا) کے لئے آگ روشن کی تھی جس کو خدا نے
بجھا دی اور وہ تاریکی میں پڑ گئے ۱۲ منہ عہ استخدام علم معانی بیان سے فن بدیع کا مسئلہ
ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ جس لفظ کے دو معنی ہوں اوس سے ایک مرتبہ اوسکے ایک معنی کو
مراد لیں اور دوسری دفعہ اوسکی ضمیر سے دوسرے معنی کو۔ یا ایک ضمیر سے اوسکے ایک معنی کو اور
دوسری ضمیر سے دوسرے معنی کو۔ اور یہاں پر مثلهم کی ضمیر منافقون کی طرف پھرتی ہے
اور اُسکی دو فردیں ہیں ایک بیعت توڑنے والی اور دوسری اونکے ہم خیال اور پیرو۔ پس پہلے مقام
میں اسکی ضمیر سے پہلی فردیں مقصود ہونگی اور دوسرے مقام میں دوسری فردیں ۱۲ منہ

او واؤ یعنی اور کے معنی میں لیا جائیگا جیسا کہ بعض مفسروں نے کہا ہے اور اس کے بعد لفظ مثلھم پوشیدہ ہے یعنی او مثلھم کصاحب صیب الخ پس اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ بیعت توڑنے والوں کی مثال آگ روشن کرنے والے کی سی ہے اور اونکے ہم خیال اور پیرووں کی مثال خود اون بیعت توڑنے والوں کی سی جن پر حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے وحدانیت اور رسالت اور امامت کے متعلق حجتیں تمام کیں اور قرآن مجید سے بیعت پر باقی رہنے والوں کے حق میں آیاتِ رحمت اور توڑنے والوں کے حق میں آیاتِ لعنت و عذاب پڑھکر سنا دیں اور نبی و وصی دونو بزرگوں نے روشن معجزے دیکھا دیئے۔ لیکن جس طرح وہ حضرت علی علیہ السلام سے منحرف اور برگردہ رہے اور آیتوں کو سُنانے کے وقت کان بند کر لیتے تھے۔ اوسی طرح اون کے پیرو بھی حضرتؑ سے منحرف اور برگردہ ہیں اور حضرتؑ کی بلافصل امامت کی آیتوں اور حدیثوں اور دلیلوں کو سننا اور ماننا نہیں چاہتے گویا کہ کان بند کیئے ہوئے ہیں۔

**چوتھا فائدہ امامت** ان آیتوں میں بیعت توڑنے والوں کی انتہائی برائی بیان کی گئی ہے یہاں تک کہ واللہ محیط بالکافرین میں لفظ کافر سے تعبیر کیئے ہیں۔ اور باطنی تفسیر میں معصوم کی فرمائش بیان کی گئی کہ بیعت توڑنے والے مرد اور عورت کو بہشت اور اوسکی نعمتیں اور دوزخ اور اوسکے طرح طرح کے عذاب مرنے کے وقت دیکھا دیئے جاتے ہیں اور مرنے کے بعد اوسیمیں جھونک دیئے جاتے ہیں۔ اور علم کلام میں یہ مسئلہ مان لیا گیا ہے کہ ضررِ مظنون یعنی جس نقصان کا گمان ہو اوس سے بچنا اور اپنے اوپر آنے سے روکنا واجب ہے۔ اور خداوند عالم نے بھی قرآن مقدس میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (سورہ مطففین آیت ۴ پ ۳۰) یعنی کم تولنے والے کیا گمان نہیں کرتے کہ یہ لوگ قبروں سے اوٹھائے جائیں گے علماء شیعہ میں سے طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں احتمال ہے کہ لفظ ظن سے گمان مقصود ہو۔ کیونکہ جس کو جزا اور حشر کا گمان ہو اور یہ خیال اوسکے ذہن میں قوت پکڑلے تو اگرچہ اوسکو یقین نہ ہو لیکن عذاب کے ڈر سے جس کا اوسکو

ان آیتوں سے امامت کا ثبوت

گمان ہے مخالفتِ خدا سے پرہیز کرنا اوس پر واجب ہے مثل اوس شخص کے
جو کسی راہ میں ہلاکت کا گمان رکھتا ہو اوس پر چلنے سے پرہیز کرنا اوس پر
واجب ہو جاتا ہے اور علمار اہلسنت میں سے اونکے امام فخر الدین رازی
نے لکھا ہے کہ کم تولنے والے اگر حشر و نشر کا اور اس بات کا یقین نہ رکھتے ہوں کہ
خداوند عادل بُرے کام کا بدلا بُرا ضرور دیگا۔ تو کم سے کم گمان تو رکھتے ہیں۔ پس
آخرت کے بُرے انجام سے ڈرنے کے لئے یہ گمان ہی کافی ہے **حاصل یہ** کہ جس
نقصان کا گمان ہو اوس سے بچنے کے ضروری اور واجب ہونے پر عقل اور
مذہب دونوں ہی حکم کر رہے ہیں۔ اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وآلہ نے بھی حدیث ثقلین میں جو باقرار امام اہلسنت ابن حجر مکی کے متواتر ہے۔ قرآن
اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو اختیار اور اونکی پیروی کرنے کو مایۂ نجات اور عدم
گمراہی فرمایا ہے اور متواتر حدیث سے انکار کرنا سبب کفر ہے [له] **اور علم
اصول فقہ** کا قاعدۂ اشتغال واحتیاط بھی بتا رہے ہیں کہ یقینی نجات حاصل
کرنے کے لئے ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے بیعت اور اونکی پیروی کرنی ضروری
چیز ہے **بیان اس قاعدہ** کا یہ ہے کہ غدیری تبلیغ اور حدیث ثقلین نے ائمہ
اہلبیت علیہم السلام کی بیعت کو لازم کر دیا۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ حسبنا کتاب اللہ اس
بیعت کو لازم نہیں ٹھہراتا۔ لیکن ایک دوسری جماعت اس کلام کو وقعت کی نگاہ
سے نہیں دیکھتی اور انصاف یہ کہتا ہے کہ خدا اور رسولؐ کے کلام یعنی آیت یا ایُّها
الرَّسُولُ بَلِّغْ الخ اور حدیث ثقلین کے مقابل میں حسبنا کتاب اللہ کو وقعت کی
نگاہ سے دیکھنے والوں کے دلوں میں بھی اس بات میں شک ضرور پیدا ہونا چاہیے
کہ آیا اہلبیتؑ کا دامن چھوڑ دینے کے بعد نجات حاصل ہوگی یا نہیں اور ایسے موقع
پر قاعدہ اشتغال یہ کہتا ہے کہ خدا و رسول کی فرمائشوں یعنی غدیری تبلیغ اور حدیث
ثقلین سے جو یقینی بوجھ گردنوں پر آچکا ہے اوسکے اوتر جانے کا یقین حاصل کرنا
ضرور ہے اسلئے جب تک تم اہلبیت کی بیعت پر باقی نہ رہو گے نجات حاصل
ہونے کا یقین نہیں ہو سکتا اور قاعدۂ احتیاط یہ کہتا ہے کہ اخروی نجات حاصل
کرنے کے لئے ایسی راہ اختیار کرو جو بالکل بے خطر ہو اور نقصان کا اوس میں

[له] ملاحظہ ہو مقدمہ باب جس صفحہ ۱۵ ۱۲ منہ

احتمال بھی نہ ہو - اور وہ راہ وہی ہے جسکو خدا اور رسولؐ نے بتائی ہے - جسکو اختیار کرنے پر یقیناً مواخذہ اور سزا نہیں کرسکتا کیونکہ اپنی بتائی ہوئی راہ پر چلنے والے کی سزا کرنا ظلم اور عیب ہے اور خدا ان دونوں سے منزہ اور پاک ہے -

نتیجۂ کلام یہ ہے کہ یہ آیتیں جنکی تفسیر میں ہیں مشغول ہوں بتائید عقل و نقل اپنے منطوق یعنی صریح معنی سے ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بیعت توڑنے کی انتہائی مذمت اور بُرائی بیان کررہی ہیں اور اپنے مفہوم[ع] مخالف سے بیعت کرنے اور اوس پر باقی رہنے کی ہدایت اور مدح و تعریف -

**پانچواں فائدہ** فلما اضائت ما حولہ ذھب اللّٰہ بنورھم - اس آیت میں خداوند عالم نے منافقوں کی مثال آگ روشن کرنے والوں کو قرار دی ہے - اسلیئے تمثیل یہ چاہتی تھی کہ ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ (خدا نے اونکے نور کو لے لیا) کی جگہ پر اَطْفَأَ اللّٰہُ نَارَھُمْ (خدا نے اونکی آگ بجھادی) فرماتا تاکہ ممثل مثال کے مطابق ہوجائے لیکن چونکہ منافقوں سے نور چھن جانے کے لیئے خود آگ کے بجھنے کو مثال قرار دینا مقصود نہ تھا بلکہ آگ کی روشنی کے بجھ جانے کو مثال قرار دینا مقصود تھا اسلیئے اطفاء نار کی جگہ پر اذھاب نور فرمایا[⁂] ایک یہ کہ

ع کسی کلام سے اوسکے بولنے والے کا مطلب دو طرح سے سمجھا جاتا ہے - ایک اوسکے لفظی اور صریح معنی سے - دوسرے عقل کی مدد سے - جیسے اگر کوئی کہے "اگر مجھکو مارو گے تو میں بھی تمکو ماروں گا" تو مارنے پر مارنے کی دھمکی اس کلام کا صریح اور لفظی معنی ہے - اور عقل اس سے یہ سمجھتی ہے کہ اوسکی غرض یہ ہے کہ اگر تم نہ مارو گے تو میں بھی نہ ماروں گا - اسی کو مفہوم کہتے ہیں - اور مفہوم دو طرح کا ہوتا ہے ایک مفہوم موافقت یعنی صریح معنی اور مفہوم ؟ ثبوت یا عدم ثبوت میں دونوں ایک طرح کے ہوں - جیسے ماں باپ کو نہ جھڑکو جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ماں باپ کو نہ مارو - کیونکہ جب جھڑکنا ناجائز ہے تو مارنا بدرجہ اولی ناجائز ہوگا اسی کو مفہوم بالاولویۃ بھی کہتے ہیں - دوسرے مفہوم مخالفت جس میں ثبوت یا عدم ثبوت میں مفہوم ؟ صریح معنی کے مخالف ہوتا ہے - جیسے انھیں آیتوں میں بیعت توڑنے کی مذمت ہے جس سے عقل سمجھتی ہے کہ اوس پر باقی رہنا ضروری اور ممدوح اور مطلوب پروردگار ہے ۱۲ منہ

⁂ اطفاء نار کی جگہ پر اذہاب نور کیوں فرمایا ؟ او کصیب من السماء کی تفسیر میں دکھلاؤنگا اور کئی وجوہ ہیں

maablib.org

الفاظ صیب کی جامع تفسیر

خداوند عالم نے صیب یعنی بارش کے پانی کو قرآن سے تشبیہ دی ہے ۔ اور ظلمات یعنی تاریکی کو اوسکی امتحانی آیتوں سے (جیسے حکم جہاد وغیرہ جن کو سُنکر منافقوں کو تیور آتا تھا اور آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو جاتی تھی اور اسلامی لڑائیوں سے بھاگ کر کوئی تو پہاڑ کے دّروں میں پناہ لیتا تھا اور کوئی پہاڑ پر پہاڑی بکریوں کی طرح چھلانگیں مارتا تھا اور کوئی اعوص کے یہودیوں اور نصاریٰ کی گودوں میں چھپتا تھا) اور رعد یعنی گرج کو اوسکی زجر و ملامت والی آیتوں سے (جنکو سُنکر اونکے دل دہلتے تھے) اور برق یعنی بجلی کی روشنی کو اوسکی اون آیتوں سے جو (وحدانیت اور رسالت اور امامت کی) روشن دلیلیں ہیں ۔ اور صواعق یعنی جلانے والی بجلیوں کو اوسکی اون آیتوں سے جنمیں عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے ۔ یہ تفسیر ابن عباس سے نقل کیگئی ہے دوسرا کلام یہ ہے کہ دنیا کی سختی اور نرمی (یعنی تکلیف اور آرام کو صیب یعنی بارش کے پانی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اوس میں نفع اور نقصان دونوں ہیں اور مقصود پروردگار یہ ہے کہ منافق (دنیا کے) فوری نقصان کو دفع کرتے ہیں اور (آخرت کے) آنے والے نفع کو حاصل کرنا نہیں چاہتے ۔ یہ کلام کسی کی طرف نسبت نہیں دیا گیا ہے تیسرا کلام یہ ہے کہ صیب یعنی بارش کے پانی کو اسلام سے تشبیہ دی ہے ۔ کیونکہ جس طرح پانی (دنیاوی چند روزہ) حیات کا ذریعہ ہے اوسی طرح اسلام (اخروی ابدی) حیات کا ذریعہ ہے ۔ اور ظلمات یعنی تاریکی کو ان منافقوں کے اسلام سے تشبیہ دی ہے جسمیں کفر چھپا ہوا ہے ۔ اور رعد یعنی گرج کو اسلام کے حکم جہاد سے جسمیں جان جانے کا خوف ہوتا ہے اور آخرت میں عذاب کے وعدوں سے جس کا سبب دینِ اسلام کی حقیت میں شک رکھنا ہے ۔ اور برق یعنی بجلی کی روشنی کو اون فائدوں سے جو اسلام ظاہر کرنے سے منافقوں کو حاصل ہوئے ۔ جیسے اونکی جانوں کی حفاظت اور مسلمانوں میں شادی بیاہ اور اونکے متروکہ سے حصہ پانا ۔ اور صواعق یعنی جلانے والی بجلیوں کو قرآن کی اون آیتوں سے جنمیں ملامت اور عذاب کا ذکر ہے ۔ اور اس تفسیر کی تائید اوس مضمون سے ہوتی ہے جسکو حسن بصری سے نقل کیا گیا ہے ۔ چوتھا کلام ابن مسعود اور ایک جماعت صحابہ کا ہے جو ظاہری

تفسیر میں ذکر کیا گیا جس میں دو مدنی منافقوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کی خدمت سے بھاگ گئے تھے اور بارش اور رعد و برق میں مبتلا ہو گئے تھے لہ صم بکم عمی فہم لا یرجعون لفظ رجوع کا معنی واپس آنا ہے۔ اور واپس آنا اوس شخص کے لئے بولتے ہیں جو اپنی اصلی جگہ چھوڑ کر کہیں جائے پس اگرچہ لفظ مسلم اور مومن کا ظاہری اور شائع معنی وہ شخص ہے جو دل اور زبان سے ارکانِ اسلام و ایمان کا خود اقرار اور اعتقاد کرے اور اسلام و ایمان کے احکام اوس پر اصالۃً جاری ہوں۔ یا اوسکے ماں باپ دونوں یا انہیں سے ایک زبان سے اقرار اور دل سے اعتقاد رکھتے ہوں اور اوس پر اونکی تبعیت میں اسلام اور ایمان کے احکام جاری کئے جائیں جیسے بچے۔ اور بچپن سے دیوانے۔ اور بچپن سے مخبوط الحواس وغیرہ لیکن کہا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم نے اس جگہ لفظ اسلام اور ایمان کو اوس اسلام سے بھی عام لیا ہے جسکی طرف حدیث قدسی میں اشارہ فرمایا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ یعنی دین الاسلام یعنی ہر بچہ دینِ اسلام پر پیدا ہے پس ان دونوں لفظوں سے بطور عمومِ مجاز عہ کے فطرتی اسلام و ایمان کو بھی مراد لے کر لا یسلمون اور لا یومنون کی جگہ پر لا یرجعون دو غرض سے ارشاد فرمایا ہے ایک یہ کہ کل وہ لوگ اسمیں داخل ہو جائیں جو مرتد ہو گئے یعنی دینِ حق سے پلٹ گئے خواہ اسلام اونکا فطرتی اور قہری رہا ہو جسکو حدیث قدسی بیان کر رہی ہے۔ یا اختیاری جسکو بلوغ کے بعد خود اختیار کیا تھا۔ یا تبعی جسکے ماں باپ دونوں یا ایک مسلمان تھے۔ دوسرے یہ کہ تین باتوں کی طرف اشارہ ہو جائے ایک یہ کہ

لہ مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۲۴ ۱۲ منہ

لایرجعون کیوں فرمایا لا یسلمون و لا یومنون کیوں نہ فرمایا

عہ عموم مجاز علم معانی بیان کا مسئلہ ہے۔ اور معنی اس کا یہ ہے کہ کسی لفظ سے ایک ایسا عام غیر اصلی معنی مراد لیا جائے جسمیں اصلی معنی اور غیر اصلی یعنی مجازی معنی دونوں کی فرد یں داخل ہو جائیں۔ جیسے رأیت اسدین میں اسد سے حیوان شجاع یعنی بہادر جاندار مراد لے کر اوسمیں شیر اور زید شجاع دونوں کو داخل کریں پس لفظ اسلام اور ایمان سے مطلق اطاعت مراد لے کر اوسمیں اختیاری اور قہری یعنی فطرتی دونوں طرح کی اطاعت کرنے والوں کو داخل کر لیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ اپنے ارتداد سے نہ وہی پھرینگے

اوس منعم و محسن حقیقی کے احسان اور بندوں کے ساتھ محبت کی کوئی حد و پایان نہیں ہے اور منجملہ اوسکے بہت سے احسانوں اور نعمتوں کے اوس کا بہت بڑا احسان اور بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ اوس نے پیدا ہوتے ہی اسلام و ایمان جیسی نعمتِ عظمےٰ سے سرفراز کیا دوسرے یہ کہ وہ اپنے محبوب بندوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی کفر اور شرک اور عصیان اور گناہ کو پسند نہیں کرتا یہاں تک کہ اوس وقت بھی اوس نے کفر کی گندگی میں رہنے دینا پسند نہ کیا جبکہ انسان نہ تو کوئی شعور رکھتا تھا اور نہ شرعی احکام اوس پر جاری تھے یعنی بچپن میں پس اشاعرہ کا یہ عقیدہ کہ اَلْخَیْرُ وَالشَّرُّ کُلُّہٗ مِنَ اللّٰہِ یعنی اچھا اور برا کل کام خدا ہی کرتا ہے۔ فاسد اور باطل اور خدا پر ظلم کا الزام اور اوسکی مقدس ذات پر بہت بڑا عیب لگانا ہے۔ تیسرے یہ کہ منافق اور کافر انتہا درجہ کے بیوقوف ہیں کہ ایسی نعمتِ عظمےٰ یعنی اسلام و ایمان کی جو اونکی پیدائشی ملکیت اور دنیا و آخرت دونوں جگہوں کے لئے ذریعہ عزت اور ثروت تھی کوئی قدر نہ کی اور دنیا کی چند روزہ منفعت پر اوسکو ہاتھوں سے کھو بیٹھے حالانکہ عقلاءِ دنیا ایک تو پائدار اور ہمیشہ باقی رہنے والے فائدوں سے۔ اور دوسرے اون چیزوں سے بہت محبت رکھتے اور مانوس ہوتے۔ اور پسند کرتے ہیں جو زمانہ پیدائش سے اونکے قبضہ اور ملکیت میں ہوں اور اچھی ہوں۔

## چھٹاں فائدہ صفات ثبوتیہ وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکٰفِرِیْنَ

اس آیت کی تفسیر میں چار معنی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴) جو بارادۂ ایمان لائے تھے اور نہ وہ جو ایمان پر پیدا ہوئے تھے ۱۲ منہ

عہ (آریہ) دیانند جی اپنے ایشور یعنی خدا کے محیط ہونے کا معنی یوں لکھتے ہیں کہ ”وہ بوجہ محیط کل ہونے کے کتوں اور اونٹ وغیرہ کے جسموں میں بھی موجود ہے“ (ستیارتھ پرکاش کا مستند ترجمہ صفحہ ۲۴۹ سملاس ساتواں فقرہ ۴۴) اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۰ فقرہ ۵۴ میں لکھتے ہیں کہ ”کیا پرمیشور رحم میں نہیں تھا جو کہیں سے آیا اور کیا باہر نہیں تھا جو اندر سے نکلا“ پھر صفحہ ۲۵۱ فقرہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ ”پرمیشور جسم میں داخل ہوئے۔ جیوؤں کے ساتھ داخل مابعد کی مانند ہوکر بذریعہ وید کے تمام نام واشکال وغیرہ کے علم کو ظاہر کرتا ہے“ پھر صفحہ ۲۶۶ فقرہ ۶۹ میں لکھتے ہیں کہ ”منہ اور زبان سے حروف کا تلفظ اپنے سے جدا آدمی کو جتلانے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ اپنے

خداوند عالم الغیوب منافقوں کی دلی باتوں کو جانتا ہے اپنے نبی کو اونسے آگاہ کردیگا
دوسرے یہ کہ خدا اون پر قدرت رکھتا ہے اوسکی قدرت سے نہیں نکل سکتے۔
تیسرے یہ کہ قیامت کے دن منافق اوسکے علم سے باہر نہ ہوں گے۔
چوتھے یہ کہ خدا انکو ہلاک کریگا (اور ہلاکت سے یا تو مارنا مقصود ہے یعنی یہ
ہمیشہ زندہ نہ رہیں گے اور ہمارے پاس ضرور آئیں گے۔ یا اخروی ہلاکت یعنی
عذاب میں مبتلا کرنا) پس پہلے اور تیسرے معنی کی بنا پر صفات ثبوتیہ میں سے
اوس نے اپنے علم کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور دوسرے معنی اور چوتھے معنی کی پہلی شق
کی بنا پر اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور دوسری شق کی بنا پر عدالت اور
انصاف کو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس آیت میں لفظ قدیر فعیل
کے وزن پر اسم فاعل یعنی قادر کے معنی میں ہے جو مبالغہ کے مقام میں استعمال
کیا جاتا ہے۔ اور مقصود پروردگار یہ ہے کہ خداوند عالم ہر چیز پر کامل اور پوری

---

(بقیہ حاشیہ ص۳۲۵ لئے ..... چار سطروں کے بعد لکھتے ہیں ..... کہ چونکہ پرمیشور
بے شکل اور محیط کل ہے پس اپنی تمام وید ودیا کا اپدیش (یعنی وید کے علوم کی تعلیم) جیودن
کے اندر موجود ہونے سے جیوآتما پر روشن کر دیتا ہے اور اسی کتاب کے پہلے سملاس ص۱۲
فقرہ ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ "بذاتہ خود نور مجسم اور سب کو روشنی بخشنے والا ہے اسلیئے اوس کا نام
سُوریہ ہے" اور سنسکرت میں سوریہ سورج یعنی آفتاب کو کہتے ہیں ان تحریروں
سے چند باتیں ثابت ہوئیں ایک[۱] یہ کہ انکا خدا آگ اور آفتاب ہے۔ دوسرے[۲] یہ کہ وہ مجسم ہے
تیسرے[۳] یہ کہ وہ ہر چیز یہاں تک کہ اپنی ماننے والی عورتوں کے رحم میں بھی گھسا ہوا ہے۔
اور جسموں کے اندر اس طرح پھیلا ہوا ہے جس طرح جیو یعنی روح اور اس کا حاصل یہ ہے
کہ آریہ مجسمہ اور حلولی اور آتش پرست اور آفتاب پرست ہیں۔ اور خدا اُن کا جسم کا محتاج ہے
جس طرح روح محتاج ہے اور محتاج ہستی خدا نہیں ہو سکتی۔ اسلیئے اُن کا خدا درحقیقت وجود
نہیں رکھتا بلکہ محض خیالی ہے۔ اگر ہستی رکھنے والا ان کا کوئی خدا ہے تو وہ آگ اور آفتاب ہے ۱۲ منہ

عہ ۵ اگرچہ کافر اوسکو کہتے ہیں جو دین حق کا نہ زبان سے اقرار کرے نہ دل سے اعتقاد۔ اور
منافق اوسکو کہتے ہیں جو زبان سے اقرار کرتا ہو۔ لیکن یہاں کفر کا عام معنی یعنی کفر جحود یا ترک
ماموربہ مراد لیکر بطور عموم مجاز کے یہ دونوں اوسمیں داخل کرلیئے گئے ہیں اور مقصود پروردگار یہ ہے کہ

عہ ۵ ملاحظہ ہو کفر کے معانی کی تفصیل تفسیر سورۂ بقرہ ص۱۶۶ میں ۱۲ منہ

قدرت رکھتا ہے۔ کوئی چیز اوسکی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

**تنبیہ** :۔ خدا کی کامل قدرت کا معنی یہ نہیں ہے کہ محال چیزوں کو بھی کر دکھائے جیسے آسمان کو انڈے میں اوتار دینا۔ یا اپنا شریک یعنی دوسرا خدا پیدا کر دینا کیونکہ اگرچہ اوسکی قدرت میں کسی طرح کی کمی نہیں ہے لیکن محال سے اوس کا تعلق نہیں ہوتا اسلئے کہ محال میں قدرت کے تعلق کی قابلیت ہی نہیں ہے۔ پس نہ تو انڈا آسمان کو اپنے میں لے سکتا ہے نہ پیدا شدہ خدا ہو سکتا ہے۔

ملاحظہ ہو بیان اختلاف حکماء عصر جدید کا حاشیہ گذشتہ اوراق میں ۱۲ منہ صـ ۳۰

## ساتواں فائدہ

**چند سوالوں کے جواب**۔ سوال ۱: آگ روشن کرنے والوں کے لئے نور حاصل ہوا جو بعد میں بجھ گیا اور منافقوں کے لئے نور حاصل ہی نہیں ہوا اسلئے مثال ممثل کے مطابق نہ ہوئی سوال ۲: آگ والوں نے اوسکی روشنی سے فائدہ اوٹھایا اور منافقوں نے ایمان سے فائدہ نہیں اوٹھایا کیونکہ ایمان ہی نہیں رکھتے تھے اسلئے مثال اور ممثل مطابق نہیں ہیں۔ سوال ۳: آگ والوں نے اپنے لئے نور حاصل کیا اور منافقوں نے حاصل نہیں کیا۔ اسلئے مثال اور ممثل مطابق نہیں ہیں

چند سوالوں کے جواب۔

**جواب** :۔ تینوں سوالوں کا ایک جواب یہ ہے کہ ایمان کے معنی میں فقہاء نے دو جزء بیان کئے ہیں ایک زبان سے اصول دین کا اقرار کرنا دوسرے دل سے انکا اعتقاد کرنا اور فروع دین پر عمل کرنے کو بے دغدغہ اور بغیر سزا و عذاب کے نجات کی شرط قرار دیتے ہیں۔ اور متکلمین فروع دین پر عمل کرنے کو بھی اوسکے معنی کا ایک جزء قرار دیتے ہیں بہر حال فروع دین پر عمل کرنا خواہ جزء قرار دیا جائے یا شرط ان تینوں چیزوں کا اثر اور فائدہ شروع اسلام میں جدا جدا تھا۔ زبان سے اقرار کرنے کا اثر مسلمانوں کے دنیاوی حکموں میں شریک کر دینا تھا اور دل سے اعتقاد کرنے کا اثر آخرت میں ہمیشہ کے لئے عذاب سے نجات اور بہشت میں جگہ پانا اور فروع دین پر عمل کا اثر کم اور زیادہ دونوں سزا سے محفوظ

(بقیہ حاشیہ صـ ۳۲۶) نہ تو منافق ہی خدا کے علم و قدرت سے باہر ہیں نہ کفار۔ وہ سب کے عقیدوں اور خیالات کو جانتا ہے اور سب کی سزا کریگا ۱۲ منہ

رہنا۔ اور تفسیر ظاہری اور باطنی دونوں میں ذکر کیا گیا کہ منافقوں کے ظاہری اقرار کی وجہ سے اون پر مسلمانوں کے ظاہری احکام جاری کیے گئے۔ جانیں اونکی قتل سے مال اونکے لوٹے جانے سے محفوظ رہے۔ مسلمانوں میں شادی بیاہ کرنے لگے۔ اونکے متروکہ اور مال غنیمت اور مال زکوۃ سے حصہ پانے لگے۔ پس انکو نور ایمان کا کچھ حصہ حاصل بھی ہوا۔ اور اونھوں نے اوس سے فائدہ بھی اوٹھایا اور یہ نور اونکا خود حاصل کیا ہوا تھا کیونکہ ظاہر میں اپنے ارادہ سے اقرار کیا تھا۔

سوال ۴ وقود اور نار اور ظلمۃ کا معنی کیا ہے اور ضوء اور نور میں کیا فرق ہے

جواب۔ آگ بھڑکنے اور شعلہ اوٹھنے کو وقود کہتے ہیں۔ اور نار یعنی آگ ایک جوہر لطیف ہے جو روشن اور گرم اور جلانے والی ہوتی ہے۔ اور روشنی نہ ہونے کو ظلمۃ کہتے ہیں۔ اور گرم روشنی کو ضوء کہتے ہیں جیسے آفتاب کی روشنی اور ٹھنڈی روشنی کو نور جیسے ماہتاب کی روشنی لیکن کبھی ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کے معنی میں بھی مجازاً استعمال کر لیتے ہیں۔ سوال ۵ منافقوں کو صیب والوں سے جنمیں تاریکی اور گرج اور چمک اور بجلی تھی کس طرح کی مشابہت تھی۔

جواب امام اہلسنت فخرالدین رازی نے مشابہت کے بیان میں چوتھی صورت یہ لکھی ہے کہ منافقوں کی عادت ع۵ تھی کہ جان جانے کے خوف سے جہاد میں سے قدم پیچھے رکھتے تھے (یعنی اسلامی لڑائیوں سے ہچکتے اور مجاہدوں کے پیچھے رہتے تھے اور بھاگنے والوں کے آگے) اسلیئے خداوند عالم نے انکی حالتوں کو اون لوگوں کے مشابہ فرمایا جو بارش اور تاریکی اور گرج وغیرہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال کر جانیں بچانی چاہتے تھے۔ اور ساتویں صورت یہ لکھی ہے کہ صیب سے ایمان اور قرآن مقصود ہے اور ظلمات اور رعد اور برق سے وہ احکام جو منافقوں پر کھلتے تھے جیسے نماز ع۶۔ روزہ (ناحق) حکومت سے

منافقوں کی عادت فرار اور خوف القتل کی تھی

ع۵ اور ع۶ اہلسنت رازی صاحب نے اگرچہ دونوں صورتیں صحیح لکھی ہیں لیکن انکی غفلت اور انجام نہ سوچنے کو میں کیا کروں ہر سچی بات لکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ جس طرح بہت سی سچی باتیں ان کے محدثوں اور مورخوں اور مفسروں نے چھپا دی ہیں اوسیطرح انکو بھی چاہیے تھا کہ ان دونوں صورتوں کو ذکر نہ کرتے کیونکہ انہیں بڑی ہستیاں داخل ہوئی جا رہی ہیں نمبر ع۵ کے متعلق جن قابل اخفا باتوں کو انکے ناعاقبت اندیش محدثوں نے ذکر کی ہیں اونکو میں تفسیر

دست بردار ہوجانا - باپ ماں سے جہاد کرنا - اپنے اگلے دین کو چھوڑنا حضرت رسولؐ کی (بہ بوری) فرماں برداری کرنی باوجود اسکے وہ حضرتؐ کی فرماں برداری سے نہایت درجہ نفرت رکھتے تھے پس جس طرح انسان گرج اور بجلی وغیرہ کی وجہ سے فائدہ مند بارش سے بھی پرہیز کرتا اور بھاگتا ہے اوسیطرح یہ منافق ان دشوار عبادتوں کی وجہ سے ایمان اور قرآن سے بھی بھاگتے اور دل سے ماننا نہیں چاہتے تھے ۳ؔ

(آٹھواں فائدہ) پانی آسمان ہی سے برستا ہے کصیب من السماء الخ سماء یعنی آسمان سے پانی برسنے کا ذکر قرآن مجید میں بیس بائیس جگہ سے زیادہ واقع ہوا ہے - اور لفظ سماء کے حقیقی معنی وہی ساتوں آسمان ہیں جنکو پیدا کرنے کا ذکر قرآن مقدس میں بیسوں مقام میں کیا گیا ہے - اور محض بلندی میں بھی کبھی کبھی مجازاً استعمال ہوا ہے - اور ہر زبان کا قاعدہ ہے کہ جب تک مجازی (غیر اصلی) معنی کے مراد ہونے پر قرینہ نہ ہو اوس لفظ کا حقیقی (اصلی) ہی معنی اوس سے مراد لیا جاتا ہے - اور اس قاعدہ کو علم اصول فقہ اور علم معانی بیان میں بھی بیان کر دیا ہے اور دنیا کے کل کاروبار اور انتظام کی چکی اسی پر چل رہی ہے

(بقیہ حاشیہ صؔ ۳۲۸) سورہ بقرہ صؔ ۱۷۵ اور ۱۸۴ اور صؔ ۱۸۹ کے حاشیوں میں ذکر کر چکا ہوں رہ گیا نمبر ۵ تو اوسکے متعلق انکے محدثوں نے لکھا ہے کہ بڑا منجھلے صاحب نماز جیسی رکن دین اور لائق خضوع و خشوع و حضور قلب کی چیز میں فوج یا اوسکے خرچ کا سامان درست کیا کرتے تھے ۱ؔ روزہ کو ایک لونڈی کے ساتھ بری طرح خراب کیا ۲ؔ ناحق ریاست و حکومت سے کوئی صاحب دست بردار نہیں ہوئے ۳ؔ ماں باپ سے جہاد کرنا تو درکنار کسی صاحب نے ایمان لانے کو کسی عزیز سے محبتانہ بھی نہ کہا ۔ حضرت رسولؐ کی مخالفت صلح حدیبیہ میں کی گئی - لڑائیوں میں کیگئی - جیش اسامہ کے بارے میں کیگئی - اہلبیتؑ کے حقوق کے بارے میں کیگئی - بے شمار مخالفتیں کی گئیں کہاں تک بیان کی جاسکتی ہیں ۱۲ منہ

۱ؔ صحیح بخاری جلد ۱ چھاپہ مصر کتاب الصلوۃ ابواب العمل باب یکفر الرجل صؔ ۱۴۷ ۱۲ منہ
۲ؔ کنز العمال جلد ۴ کتاب الصوم قسم افعال صؔ ۳۲۷ ۱۲ منہ
۳ؔ تفسیر کبیر چھاپہ مصر جلد ۱ صؔ ۱۹۶ ۱۲ منہ

اور بادل یا پانی کے بخار (بھاپ) سے پیدا ہونے پر فلاسفہ کے نزدیک سوا بخارات
معدہ اور خواب پریشان کے کوئی دوسری معقول دلیل نہیں ہے اسلئے انکی باتیں ذرہ
برابر توجہ کے لائق نہیں ہیں خاص کر کے اوس وقت جبکہ خود پیدا کرنے والے کا کلام انکی غلطی کو
بتاتا ہو۔ پس خداوند عالم کا بیس بیس جگہوں میں اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
(پانی کو ہمیں نے آسمان سے برسایا) فرمانا فلاسفہ کے کلام کو روشن طریقہ سے
رد کر رہا ہے۔ اور اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ پانی جو کچھ بھی برستا ہے وہ
آسمان ہی سے برستا ہے۔ بھاپ سے نہیں برستا۔ اور اونچے پہاڑوں

عہ (فلاسفہ) علمائے اہلسنت میں سے جُبّائی نے کہا ہے کہ فلاسفہ کا یہ کلام غلط ہے
کہ زمین سے جو بھاپ اوٹھتی ہے وہی پانی بنکر برستی ہے۔ اور اسکے غلط ہونے کی تین وجہیں
ہیں ایک یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شدید گرمی کے زمانہ میں اولے برستے ہیں (حالانکہ شدت گرمی کی
وجہ سے اوس زمانہ میں اولہ پیدا نہ ہونا چاہیئے) اور شدید سردی کے زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ پانی
برستا ہے (حالانکہ شدید سردی کیوجہ سے اوسکو اولہ بنکر برسنا چاہیئے) دوسرے یہ کہ جب بخارات اونچے
ہوکر پھیل جاتے ہیں تو اون سے پانی کے قطرے پیدا نہیں ہوتے تیسرے یہ کہ اگر بخارات
سے پانی پیدا ہوتا تو چونکہ سمندر سے بخارات ہمیشہ ہی اوٹھا کرتے ہیں اسلئے چاہیئے تھا کہ
سمندر میں پانی ہمیشہ برسا کرتا (حالانکہ ہمیشہ نہیں برستا) پس اسکے بعد کہا ہے
کہ فلاسفہ کے اس عقیدہ کا سبب یہ ہے کہ وہ جسموں کو قدیم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں نہ
کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی۔ اسلئے کہ جو نئی چیز پیدا ہوتی ہے وہ واقعی کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ
انھیں قدیم جسموں کی صفت بدلتی ہے اور ایک صورت کو چھوڑ کر دوسری صورت اختیار کرتے
ہیں اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے ایک معین مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔
(غرض اونکی یہ ہے کہ پانی کوئی نیا جسم نہیں ہے بلکہ وہی بخارات یعنی پانی اور ہوا اور
مٹی کے اجزاء ہیں جو صورت بدل کر کبھی بخار ہوجاتے ہیں اور کبھی پانی کبھی
ہوا وغیرہ لیکن چونکہ مسلمان خدا کو قادر مطلق جانتے ہیں اور قرآن کی آیتیں
صاف بتا رہی ہیں کہ اسکو خدا پیدا کرتا ہے اور آسمان سے برستا ہے۔ اسلئے
اون کو ان تکلفات باطلہ کو ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے (بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۰
بحوالہ رازی) ۱۲ منہ

معلوم ہوا کہ پانی بخارات سے نہیں پیدا ہوتا

کی چوٹی کے نیچے برستا ہوا جو کبھی دیکھا جاتا ہے اوسکے بخار سے ہونے پر بھی کوئی مستکت اور دل کو لگتا ہوا ثبوت موجود نہیں ہے۔ وہ بھی خدا ہی کی قدرت کے آثار ہیں۔ کبھی پہاڑ ہی پر برستا ہے اور کبھی نیچے اور کبھی دونوں جگہ کبھی کہیں نہیں۔ اوسکی حکمت و مصلحت جب جس بات کی مقتضی ہوتی ہے ویسا ہوتا ہے بادل کے آخری بیان میں جو میں لکھ آیا ہوں کہ مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے دو طرح کا پانی تحریر فرمایا ہے۔ اور میں نے اوسکی تائید میں دو حدیثیں بطریق شیعہ و سنی نقل کی ہیں تو مجلسی علیہ الرحمہ کی فرمائش اس بنا پر ہے کہ فلاسفہ کا کلام ثابت ہو جائے اور صحیح مان لیا جائے۔ کیونکہ اون مرحوم نے اس فرمائش کو توجیہ کی شکل میں ارشاد فرمایا ہے۔ رہ گئیں دونوں حدیثیں تو حدیث شیعہ میں بخار سے پانی برسنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اوسکی اصل عبارت یوں ہے اَلْمَطَرُ الَّذِیْ مِنْهُ اَرْزَاقُ الْحَیَوَانِ مِنْ بَحْرٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ یعنی بارش کا وہ پانی جس سے جانداروں کا رزق پیدا ہوتا ہے وہ اس دریا سے آتا ہے جو عرش کے نیچے ہے۔ اسمیں لفظ الذی المطر کا وصف واقع ہوا ہے۔ اور اگرچہ علماء علم اصول نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ وصف مفہوم رکھتا ہے یا نہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام طور سے نہیں رکھتا۔ لیکن چونکہ اس حدیث میں الذی اوصفیت پیدا کر رہا ہے اور منہ کو ارزاق الحیوان پر مقدم کرنا حصر یا اختصاص کو ظاہر کر رہا ہے اسلئے اسمیں صاف اشارہ اس امر کی طرف پایا جا رہا ہے کہ مفہوم مقصود ہے۔ یعنی رزق پیدا کرنے والا پانی آسمان ہی سے برستا ہے بخارات سے پیدا نہیں ہوتا اسی وجہ سے بشرط صحت کلام فلاسفہ یہ حدیث اوسکی مؤید قرار دی گئی اور اگرچہ حدیث اہلسنت میں اسکی تصریح کر دیگئی ہے کہ پانی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک آسمان سے برستا ہے اور دوسرا دریا کا جس کو بادل اوٹھا لیتا ہے لیکن ایک تو اسمیں بخار سے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے اسکی سند معلوم نہ ہونے سے اس کا اعتبار معلوم نہیں ہے۔ تیسرے اگر صحیح مان بھی لی جائے تو اوس کا معصوم سے صدور یعنی معصوم ہی کی فرمائی ہوئی ہونا معلوم نہیں بلکہ صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ خالد بن یزید نے اپنا خیال بیان کیا ہے اور غیر معصوم کا ذاتی خیال نہ مذہبی حیثیت

سے حجت نہیں ہوتا۔ چوتھے اگر ثابت بھی ہو جائے کہ خالد نے معصوم ہی سے لیا ہے لیکن معصوم کا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ جب بھی اس کا معصوم سے صادر ہونا مظنون ہوگا۔ یعنی گمان کے حد میں ہوگا اور قرآن مقدس کا صدور یعنی فرمائش پروردگار ہونا قطعی یعنی یقینی ہے۔ اور ظنی الصدور حدیث (جسکے معصوم سے صادر ہونیکا گمان ہو) قطعی الصدور (یعنی جسکے فرمودہ خدا ہونے کا یقین ہو) کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اسی وجہ سے یہ بھی مستقل دلیل نہیں قرار دی گئی بلکہ مؤید ہی قرار دیگئی۔ پس ثابت ہوا کہ پانی آسمان ہی سے برستا ہے۔ بخار سے نہیں بنتا۔ رہ گئی علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ کی فرمائش جو بادل کے شروع بیان میں ذکر کی گئی تو اوسمیں اس کا یقین نہیں ہے کہ اونھوں نے بادلوں کے بخارات سے پیدا ہونے کو بیان کرنا چاہا ہے جیسا کہ وہاں بھی حاشیہ میں ذکر کردیا گیا ہے۔ یہاں تک تو میں نے دوسروں کے خیالات کو اپنے لفظوں میں تقویت اور تائید کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ بخاروں سے بادلوں کا بننا چونکہ مشاہدہ میں آچکا ہے۔ اور مشاہدہ بھی لائق اعتماد دلیل ہے پس اگر اون بادلوں سے پانی برسنا ثابت ہو جائے تو بظاہر کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا اگر یہ کہا جائے کہ لفظ سماء بطور عموم مجاز کے مطلق بلندی میں استعمال ہوا ہے اور جہاں زیادہ تر خدا کے قدرتی بادلوں سے پانی برستا ہے وہاں کبھی اون بادلوں سے بھی برستا ہے جو بھاپ سے بنتے ہیں اور یہ بھی اوسی کی قدرت کے آثار ہیں۔ باقی رہ گئی رعد یعنی گرج اور برق یعنی بجلی کی اصالت وحقیت۔ تو اسکے متعلق یہ قطعی فیصلہ ہے کہ مذہبی بیان جو اوپر بیان کیا گیا برحق اور صحیح ہے۔ اور حکماء کا بیان جو شروع بیان میں گذرا غلط اور باطل ہے۔ اور بخارات کی حقیقت اور ماہیت بھی اون کے خیالات کی تائید نہیں کرتی۔ کیونکہ بھاپ میں دو جزو ہوتے ہیں ایک پانی دوسرا ہوا۔ پانی کا مزاج سرد وتر ہے اور ہوا کا مزاج گرم وتر۔ پس دونوں کی تری بھاپ کی لطافت کو چاہتی ہے اسلئے خواہ بادل بھاپ سے بنتے ہوں یا قدرت خدا سے۔ ہم چونکہ ہمیشہ ہی دیکھا کرتے ہیں کہ بادلوں کو ہوا دھنکی ہوئی روئی کی طرح اوڑائے پھرتی اور کبھی

اکٹھا اور کبھی فنا کردیتی ہے۔ اسلئے ہرگز عقل اسکو تجویز نہیں کرسکتی کہ ایک تو ایسی لطیف چیز میں وہ آگ بند ہوجائے جو زمین پر گرکر انھیں فلاسفہ کے کلام کے مطابق ایک لمحہ میں فولاد کو پگھلا کر پانی کی طرح بہادیتی ہے اور پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیتی ہے لیکن اوس بھاپ کو پگھلا نہیں سکتی جسکو دنیا کی کمزور گرمی فنا کردیتی ہے۔ دوسرے اس طرح بند ہوجاتی ہے کہ نکلنے کے لئے چیرنے اور پوری قوت صرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان بھاپوں کے پھٹنے سے ایسی مہیب آواز پیدا ہوتی ہے جسکو رعد گرج کہتے ہیں تیسرے ہوا میں گرمی کم ہوتی ہے اور تری زیادہ۔ اور بھاپ میں ہوا اور پانی کے مل جانے سے پانی کی سردی ہوا کی گرمی پر غالب آکر اوسکو فنا کردیتی ہے اسی وجہ سے برابر ہی دیکھا جاتا ہے کہ ذرا سی ٹھنڈک پہونچنے سے بھاپ فوراً پانی بن جاتی ہے اوسکی گرمی اس قدر جلد سردی قبول کرلینے سے نہیں روکتی۔ اسلئے جلانا تو درکنار اوسمیں کسی چیز کو زیادہ گرم کردینے کی بھی طاقت نہیں ہوتی اور اگر گرمی مان بھی لی جائے تو اس قدر یقیناً نہیں ہوتی جتنا دنیاوی آگ میں ہوتی ہے چہ جائیکہ اس قدر کہ آن کی آن پہاڑ کو ٹکڑے اور فولاد کو پانی کردے۔ فلاسفہ کے پاس اون کے ان دعوؤں پر سوا خیالی بے سروپا باتوں کے کوئی لائق توجہ ثبوت نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ۲ ع ۱۳ ۲
وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ۲۱ الَّذِي جَعَلَ
لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا
تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ۲۲

| | |
|---|---|
| الفاظ کے معانی | یا۔ اے + ایھا ع۵ + ناس ۔ لوگ + اعبدوا فرمانبرداری ۔ اطاعت ۔ عبادت کرو + رب ۔ پروردگار |

ع۵ اس لفظ کے معانی "اے ۔ جو ۔ جس ۔ کس وغیرہ ہیں ۔ لیکن یہاں پر اس کا کوئی معنی کوئی

+ کم + تم - اپنے - تمہارے + الذی - جس نے + خلق - پیدا کیا + جعل - بنایا - قرار دیا + ل - واسطے + ارض - زمین + فراش - فرش - بچھونا + سماء - آسمان + بناء - چھت - عمارت + انزل - اُتارا + ماء - پانی + ف - پس + اخرج - نکالا اور اگایا - پیدا کیا + رزق - روزی + لا - نہ - نہیں + تجعلوا - بناؤ - قرار دو + للّٰہ اللہ کے لئے + انداد - شریک - ہمسر - برابر + و - حالانکہ + انتم - تم + تعلمون - جانتے ہو -

**بامحاورہ معنی** اے لوگو اپنے پالنے والے کی عبادت کرو (اور حکم پر چلو) جس نے تم کو اور انکو جو تم سے پہلے تھے (اس واسطے) پیدا کیا ہے تاکہ تم لوگ پرہیزگار بنو - (وہ پالنے والا) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (بچھونا) اور آسمان کو چھت بنایا - اور آسمان سے پانی برسایا پھر اوس پانی سے طرح طرح کے پھل پیدا کئے جن کو تمہارا رزق[ع] قرار دیا پس (بتوں کو) خدا کا مثل

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۳) مقصود نہیں ہے بلکہ صرف صلہ یعنی اپنے قبل کے حرف ندا کو اپنے بعد کے لفظ سے ملا دینے کے لئے لایا گیا ہے - یا حرف ندا ہے جس سے پکارا جاتا ہے اور صرف یا الناس بھونڈا سا معلوم ہوتا ہے اسلئے اوسکے بعد ایھا بڑھا دیا گیا جس سے بھونڈا پن جاتا رہا اور خوبی پیدا ہو گئی ۱۲ منہ

ع رزق ہر اوس چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان فائدہ اوٹھا سکے خواہ وہ کھانے پینے کی ہو یا پہننے کی یا زینت کی یا اولاد اور اس آیت میں لفظ ثمرات سے پھلوں اور غلوں اور پھولوں اور پتوں اور چھالوں کا مقصود ہونا تو کھلی ہوئی بات ہے کیونکہ ثمر ہر فائدہ مند چیز کو کہتے ہیں جو حاصل ہو - اور پانی سے بے واسطہ حاصل ہونے والی چیزیں یہی ہیں - اسلئے ظاہری معنی رزق کا یہاں پر کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں ہونگی - لیکن سونا چاندی جواہرات وغیرہ جو کپڑوں کے علاوہ زینت کی چیزیں ہیں چونکہ اونکی پیدائش میں بھی پانی کو بہت زیادہ دخل ہے - اور اسی طرح انسان کی زندگی بھی پانی ہی سے ہے - اور اولاد کی پیدائش میں ماں باپ کی زندگی شرط لازم ہے اسلئے پانی علۃ العلل اور سبب الاسباب قرار پاتا ہے - اس واسطے ہو سکتا ہے کہ یہاں پر ثمرات میں فائدہ کی کل چیزیں یہاں تک کہ اولاد

قرار نہ دو (نہ سمجھو) حالانکہ تم جانتے ہو (کہ وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے گڑھے ہوئے ہیں۔ اسلئے اونیں خدا ہونے کی قابلیت نہیں ہے)

(قرائت) بعض قاریوں نے جعل لکم کو جعلکم پڑھا ہے اور وجہ اوسکی یہ بیان کی ہے کہ جعل اور لکم کا لام ایک قسم کا ہے اور لکم کے لام کو باقی رکھنے میں حرکت (زبر۔ زیر۔ پیش وغیرہ) بھی بڑھ جاتی ہے اسلئے اوسکو گم کر دینا بہتر ہے۔ اور باقی قاریوں نے اوس کو باقی رکھا ہے اور اوس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ چونکہ دونوں لام جدا جدا دو لفظوں کے دو حرف ہیں اسلئے دونوں کو باقی ہی رہنا چاہئے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جعل کا لام گر نہیں سکتا کیونکہ وہ اس لفظ کا اصلی حرف ہے اور لکم کا لام انتفاع کے معنی میں ہے یعنی فائدہ کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ یہ آیت امتنان (یعنی احسان کو ظاہر کرنے) کی غرض سے لائی گئی ہے۔ اسلئے اس لام کو باقی رکھنا ہی صحیح ہے۔

(صرف) تَتَّقُوْنَ اصل میں تَوْتَقِیُوْنَ تھا۔ اور علم صرف کا قاعدہ ہے کہ باب افتعال میں جب "و" اور "ت" ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو "و" کو "ت" سے بدل کر دونوں "ت" کو آپس میں ملا دیتے ہیں۔ اسی قاعدہ کے مطابق یہاں بھی "واو" کو "ت" کرکے "ت" میں ملا دیا تَتَّقِیُوْنَ ہوگیا۔ پھر "ی" پر ضمہ (پیش) گراں معلوم ہوتا تھا اوسکو "ق" کو دیدیا اور "ق" کے کسرہ (زیر) کو گرا دیا۔ اب "ی" اور "و" دو حرف ساکن (جزم والے) اکٹھا ہوگئے جو کلام عرب میں جائز نہیں ہے اسلئے "ی" کو گرا دیا تَتَّقُوْنَ ہوگیا۔

(نحو) یا حرف ندا معنی میں اَدْعُو فعل کے۔ انا جو پوشیدہ ہے فاعل۔ ایھا جو صلہ کے

(بقیہ حاشیہ ۳۳۴) بھی جو ثمرۃ الفواد (دل کے پھل) ہیں داخل کئے گئے ہوں اور اگر آیت کریمہ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (سورہ انبیاء پ۱۷ آیت ۳۱) (ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا) میں ماء سے پانی اور نطفہ بطور عموم مجاز کے دونوں مراد لئے جائیں اور حیات سے ہر چیز کی وہ زندگی جو اوسکے لئے عرف میں سمجھی جاتی ہے اور حَيٍّ کو نہ سمجھیں تو کل چیزوں کا ثمرات میں داخل ہونا واضح ہوجائیگا ۱۲ منہ

لئے ہے موصوف یا مبدل منہ۔ الناس اوسکی صفت یا بدل۔ دونوں ملکر ادعوا کا مفعول۔
فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ۔ اعبدوا فعل با فاعل۔ رب مضاف
کم مضاف الیہ۔ دونوں ملکر موصوف۔ الذی اسم موصول موصوف۔ خلق فعل۔ ھو جو پوشیدہ
ہے فاعل۔ کم معطوف علیہ۔ و حرف عطف۔ الذین اسم موصول۔ من حرف جار۔ قبل مضاف
کم مضاف الیہ۔ دونوں ملکر مجرور۔ جار اور مجرور ملکر متعلق خلقھم جملہ فعلیہ کا جو پوشیدہ
ہے۔ یہ جملہ فعلیہ الذین کا صلہ۔ اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر معطوف۔ معطوف علیہ و معطوف
ملکر مفعول خلق کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر الذی کا صلہ اور صفت۔
موصوف اپنے صفت سے ملکر رب کی پہلی صفت۔ موصوف اور صفت ملکر اعبدوا کا مفعول
فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ۔ لعل حرف مشبہ بفعل۔ کم اوس کا اسم۔ تتقون
فعل۔ انتم اوس کا فاعل۔ دونوں ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔ لعل اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ
الذی اسم موصول موصوف۔ جعل فعل۔ ھو جو پوشیدہ ہے فاعل۔ ل حرف جار۔ کم
مجرور۔ دونوں ملکر جعل کا متعلق۔ الارض معطوف علیہ۔ و حرف عطف۔ سماء معطوف۔ دونوں
ملکر جعل کا پہلا مفعول۔ فراشا اوس کا دوسرا اور بناء تیسرا مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور
تینوں مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ و حرف عطف۔ انزل فعل۔ ھو جو
پوشیدہ ہے فاعل۔ من حرف جار۔ سماء مجرور۔ دونوں ملکر انزل کا متعلق۔ ماء مفعول۔
فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ معطوف علیہ اور معطوف
ملکر الذی کا صلہ اور صفت۔ موصوف اور صفت ملکر رب کی دوسری صفت۔ ف حرف
تفریع۔ اخرج فعل۔ ھو جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ ب حرف جار۔ ہ مجرور۔ من حرف
جار۔ ثمرات مجرور۔ دونوں ملکر اخرج کا متعلق۔ رزقاً مفعول۔ ل حرف جار۔ کم مجرور۔
دونوں ملکر اخرج کا دوسرا متعلق یا کائناً کا متعلق جو رزقاً کی صفت ہے۔ فعل اپنے فاعل اور
مفعول اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ۔ ف حرف تفریع۔ لا حرف نہی۔ تجعلوا فعل۔ انتم
جو پوشیدہ ہے فاعل اور ذوالحال۔ ل حرف جار۔ لفظ اللہ مجرور۔ دونوں ملکر تجعلوا کا متعلق
انداداً مفعول۔ و حرف عطف۔ انتم مبتدا۔ تعلمون فعل۔ انتم جو پوشیدہ ہے فاعل
فعل اور فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔ مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال۔ ذوالحال
اور حال ملکر فاعل۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

(ظاہری تفسیر) ملا محسن فیض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خداوند عالم مکلف ۵ یعنی قابل خطاب لوگوں کے (تینوں) فرقوں (مومن۔ کافر۔ منافق) اور اونکے خیالات اور اعمال کو ذکر کرنے کے بعد! اونکی طرف خطاب کے ساتھ متوجہ ہوا ہے یعنی ان آیتوں میں خود اون سے کلام کر رہا ہے تاکہ ایک تو اس ہم کلامی کی شرافت اور بزرگی سے وہ خوش ہوجائیں اور اسکی لذت سے عبادتوں کی مشقت اونکے دلوں پر نہ کھلے۔ اور دوسرے عبادتوں کے بارے میں اہتمام اور اونکی بزرگی اور عظمت ظاہر ہوجائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ چونکہ کفار اور منافقین خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے اسلیے ہم کلامی کی شرافت اور لذت سے وہ کوئی فائدہ اوٹھا نہیں سکتے۔ اور نہ عبادتوں کی عظمت ہی اونکی نگاہوں میں ثابت ہوسکتی ہے۔ اور علاوہ اسکے کہ مومنوں سے معرفت اور عبادت دونوں ہی کی خواہش کرنی (جس کا ذکر حدیث میں آئیگا) تحصیل حاصل ہے ان آیتوں کا آخری حصہ یعنی فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا صاف بتا رہا ہے کہ یہ خطاب صرف کفار اور منافقوں سے ہے جو بتوں کی خدائی کے دل سے معتقد تھے۔ اسلئے مناسب ہے کہ ان مضامین کو کفار اور منافقوں ہی کے ساتھ خاص سمجھا جائے اور ان فرمائشوں کی توجیہ میں یہ کہا جائے کہ وہ اپنے احسانوں اور نعمتوں کو ذکر کرکے کفار اور منافقوں پر حجت

---

۵ (اختیاری اضطرار بھی اختیاری ہی فعل کے حکم میں ہے) مکلف ہر اوس شخص کو کہتے ہیں جو بالغ اور عاقل ہو یعنی سلامتی عقل کے ساتھ لڑکا پورے پندرہ برس کا اور لڑکی پورے دس برس کی ہو چکی ہو خواہ کافر ہو یا مسلمان یا منافق پس خدا کے احکام اونکے خیالات اور اعمال ان سب پر جاری ہیں۔ اور فروع دین پر عمل کرنے کو ان سب سے چاہتا ہے۔ اگرچہ غیر مسلمان سے بغیر اسلام قبول کئے ہوئے اعمال صحیح اور مقبول نہیں ہیں۔ اور ان سے فروع دین کو چاہنا اور پھر قبول نہ کرنا تکلیف مالا یطاق یعنی قدرت سے باہر کی فرمائش نہیں ہے۔ کیونکہ خدا نے اعمال کی قبولیت کی شرط۔ اصول دین کے اعتقاد اور اقرار کو قرار دی ہے۔ اور جس طرح فروع دین پر عمل کرنے کو چاہتا ہے اوسی طرح اصول دین کے اعتقاد اور اقرار کو بھی چاہتا ہے۔ اور یہ اعتقاد اور اقرار ہر شخص کا اختیاری امر ہے۔ پس اگرچہ اعمال کی صحت یا عدم صحت اور مقبولیت یا عدم مقبولیت بندوں کے اختیار سے باہر ہے لیکن چونکہ صحت یا بطلان۔ اصول دین کے اعتقاد اور عدم اعتقاد پر موقوف ہے اسلئے اوسکے ذریعہ سے صحت یا بطلان بھی اختیاری ہی ہوجائیگا ۱۲ منہ

تمام کرنا چاہتا ہے اور بعوض اسکے کہ معرفت اور عبادت کی فرمائش کا حکم حضرت رسول
صلے اللہ علیہ وآلہ کو دے خود خطاب کر کے اتمام حجت اور قطعِ عذرِ عدم تبلیغ کو اعلےٰ
پیمانہ پر پہونچانا چاہتا ہے۔ بہرحال پروردگار حکیم سوائے بچوں اور دیوانوں اور
غشی والوں کے اپنے باقی کل مکلف منحرف بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ اپنے ایسے پروردگار
کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے اگلوں کو پیدا کیا تاکہ جہنم کی آگ سے بچے رہو
لفظ اعبدوا کی تفسیر میں ابن عباس نے وحدوہ کہا ہے یعنی خدا کی واحدانیت
کا اعتقاد و اقرار کرو۔ اور دوسروں نے تَقَرَّبُوا اِلَيْهِ بِفِعْلِ الْعِبَادَةِ کہا ہے
یعنی عبادت کر کے خدا کی بارگاہ میں قرب یعنی عزت حاصل کرو۔ میں عرض کرتا ہوں
ہو سکتا ہے کہ دونوں معانی مقصودِ پروردگار ہوں۔ کیونکہ قرآنِ مقدس جامع الکلم ہے
یعنی تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی کو ادا کرتا ہے خواہ سب کو ظاہری معنی سے ادا
کرتا ہو یا بعض کو ظاہری سے اور بعض کو باطنی سے۔ یا بعض کو منطوق اور بعض کو مفہوم
سے جس صحابی نے جس معنی کو معصوم سے سنا اوسکو بیان کیا۔ اس لئے مختلف تفسیریں
آپس میں مخالف نہیں کہی جائینگی جب تک کہ انمیں صریح مخالفت "مثل ہاں۔ اور نہیں کے"
نہ ہو علاوہ اسکے خاص ان دونوں تفسیروں یعنی اعتقاد و اقرار وحدانیت۔ اور
عبادت میں مخالفت کا نہ ہونا یقینی ہے کیونکہ ایک انمیں سے یعنی اعتقاد و اقرارِ وحدانیت
ملزوم ہے اور دوسری یعنی عبادت لازم۔ اسلئے کہ جو شخص سچے دل
سے خدا کی وحدانیت کا اعتقاد اور اقرار کرے گا ممکن نہیں ہے کہ اوسکی اطاعت اور
فرمانبرداری نہ کرے کیونکہ لفظ "خدا" اور اوسکی "وحدانیت" یہ دو لفظ اوسکے کل حقوق
کو منوا دیتے ہیں۔ پس سچے دل سے ان دونوں کا اعتقاد و اقرار خدا کی اطاعت سے

عہ مطابق فرمائش حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معرفت و اطاعت میں کلی لزوم

سلہ ملاحظہ ہو تیئیسواں اور چوبیسواں مقدمہ صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۷ ۱۲ منہ

عہ کیونکہ لفظ اللہ کا معنی ذاتِ جامعِ صفات کمال ہے (ملاحظہ ہو تفسیر سورہ الحمد صفحہ ۱۷) اور صفات کمال
میں اسماءِ ذات اور صفات ذات جو صفحہ ۱۷ میں ذکر کئے گئے اور صفاتِ افعال جو صفحہ ۱۷ میں ذکر کئے گئے
سب داخل ہیں پس خدا کی خدائی کا اعتقاد کرنے والے کے لئے ضرور ہے کہ اوس کے کل صفات
کا معتقد ہو جائے۔ اور کل صفتوں کو پہچان لینے کے بعد ممکن نہیں ہے کہ اوس کے
کل حقوق کو نہ پہچانے ۱۲ منہ

جدا نہیں ہو سکتے اسی طرح چونکہ عبادتوں میں قصد قربت ضروری ہے یعنی اس بات کا
ارادہ رکھنا کہ "میں اپنے مالک اور خالق کے حکم کے مطابق اوسکی خوشی کے لئے اوسکے
حکم کی تعمیل کر رہا ہوں"۔ اس لئے ایسا ارادہ کرنے والا ضرور ہے کہ عبادت سے پہلے
اوس ہستی کو پہچان لے جسکی خوشی کے لئے اوسکے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔ اس لئے
پہلی تفسیر بلزوم سے کی گئی ہے اور دوسری لازم سے۔ کیونکہ ان میں سے جس ایک کو
مراد لیا جائے چونکہ دوسرا اوسکے ساتھ ہے اسلئے دوسرے کو خاص کرکے
اس لفظ سے مراد لینا ضروری نہیں ہے اور اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ الخ سے اوس نے
دو امروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک اس امر کی طرف کہ میری عبادت اور اطاعت اور
معرفت تم لوگوں پر عقلاً لازم ہے کیونکہ میں تم لوگوں کا منعم اور خالق اور محسن ہوں۔
اور محسن اور منعم کا شکریہ عقلاً واجب ہے۔ دوسرے اس امر کی طرف کہ میں صرف تمہارا
ہی منعم اور محسن نہیں ہوں بلکہ جس طرح تم میرے نعمت خوار ہو تمہارے باپ دادا
ہزاروں پشت تک سب کے سب نعمت خوار رہ چکے ہیں پس میری دُہری نعمتوں کا
تم کو شکر گذار ہونا چاہئے ایک خود تم پر اور دوسری تمہارے بزرگوں پر۔ اور شکریہ
اطاعت و فرمانبرداری کا نام ہے۔ اور اوسکی نعمتیں حد شمار سے گذر چکی ہیں اِنْ
تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا یعنی اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے
لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اس جملہ کے کئی معنی ذکر کئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں نے تم کو
اس لئے پیدا کیا تاکہ مجھ سے ڈرو اور میری عبادت و اطاعت کرو اور میرے حقوں
کو پہچانو۔ جیسا کہ اس مطلب کو آیہ کریمہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ
میں ذکر فرمایا ہے۔ یعنی جن اور انسان کو پیدا کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ مجھے
پہچانیں اور میری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ دوسرے یہ کہ میری عبادت کرو
تاکہ پرہیزگار بن جاؤ۔ تیسرے یہ کہ میری عبادت کرو تاکہ جن چیزوں کو میں نے حرام
اور ناجائز کہا ہے اون سے بچ جاؤ۔ اور یہ فرمائش مثل اوس کلام کے ہے جسکو
لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں کی بات مانو تاکہ ٹھیک راہ پر لگ جاؤ یعنی اوس کے کلام
پر چلنا ٹھیک راہ پر لگا دیتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ میری عبادت ناجائز کاموں سے بچاتی
ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ میں بیان فرمایا

ہے کہ نماز فحشاء ع۵ اور منکر سے روکتی ہے) اور ایسے کلام میں لفظ لعلّ اس واسطے
لاتے ہیں تاکہ نصیحت اور مشورۂ نیک دل پر اثر کرے۔ اور "لعلّ" لانے سے شک کو
ظاہر کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ فلاں کام کرو تاکہ اوس کا بدلا تم کو
حاصل ہو اور اوس سے فائدہ اوٹھاؤ۔ جس طرح مزدور سے کہا کرتے ہیں اِعمَل لَعَلَّکَ
تَاخُذُ الاُجرَۃَ یعنی کام کرو تاکہ مزدوری پاؤ۔ چوتھے سیبویہ نے کہا ہے کہ لفظ
"لعل" مخاطب کو امیدوار کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ اسی بنا پر حضرت موسےٰ
اور ہارون علیٰ نبینا وعلیہما السلام سے خطاب ہوا فَقُولَا لَهُ قَولًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ
يَتَذَكَّرُ اَو يَخشٰى یعنی تم دونوں فرعون کے پاس یہ امید لیکر جاؤ اور اوس سے
نرم باتیں کرو کہ وہ خدا کو یاد کرے اور اوس سے ڈرے پانچواں کلام یہ ہے
کہ لعل سے اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بندے اپنے کسی اچھے عمل پر مغرور نہ ہوں اور
بھروسہ نہ کریں بلکہ ہر حال میں اور ہمیشہ عمل خیر پر حریص رہیں۔ اور اوسکو
چھوڑ نہ دیں چھٹواں کلام یہ ہے کہ جہنم سے بچنے کی امید میں اپنے پروردگار کی
عبادت کرو۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے جس کو سیبویہ نے کہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ
خداوندعالم نے لفظ لعل سے اپنے شک کو ظاہر نہیں کیا ہے کیونکہ شک اوس کے
لئے محال ہے۔ اور چونکہ عمل خیر اور اپنے مطلوب کا حکم دیکر اوسکی اجرت اور
مزدوری کو مشکوک رکھنا بھی ناجائز اور قبیح اور اپنی غرض کو اپنے ہاتھوں کھونا ہے
اس لئے یہ بھی مقصود نہیں ہوسکتا کہ تم میری عبادت کرو شائد میں تم کو اوس کا بدلا
دیدوں اسلئے لفظ لعل سے یا تو بندوں کو امیدوار کرنا مقصود ہوگا یا حتمی عوض
کا وعدہ جیسا کہ چھؤں کلاموں میں ذکر کیا گیا۔ اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
فِرَاشًا اوس خدا کی عبادت کرو جس نے زمین کو تمہارے لئے پھیلا ہوا فرش
بنایا تاکہ تم اوس پر قرار لے سکو اور اوسکو کام میں لاسکو۔ اور یہ فائدے حاصل
نہیں ہوسکتے جب تک کہ زمین پھیلاؤ نہ رکھتی ہو اور ٹھہری نہ رہے لہ (اور چونکہ

ع۵ فحشاء اوس قوت کو کہتے ہیں جو ناجائز لذتوں کے حاصل کرنے پر آمادہ کرے۔ اور منکر
اوس قوت کو کہتے ہیں جو ناحق ستانے اور تکلیف پر آمادہ کرے ۱۲ منہ

لہ مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۲۵ ۱۲ منہ

maablib.org

انسان کو زمین سے کئی طرح کے فائدے اوٹھانیکی ضرورت ہے اس وجہ سے خداوند منان
اپنے احسانات کو اوسنے اس طرح ظاہر کر رہا ہے کہ (میں نے) زمین کو تمہاری طبیعتوں کے
مناسب اور تمہارے جسموں کے موافق بنایا کہ تم اوسمیں زراعت کرسکو۔ مکان بناسکو۔ مردے
دفن کرسکو۔ زیادہ گرم نہیں بنایا جو تم کو جلادے اور زیادہ سرد نہیں بنایا جو تم کو جکڑ دے۔
زیادہ خوشبودار نہیں بنایا جس سے تمہارے سروں میں درد ہونے لگے۔ زیادہ بدبودار
نہیں بنایا جس سے تم پریشان ہو جاؤ (مثل دلدل کے) زیادہ نرم نہیں بنایا جس میں
تم دھس جاؤ۔ زیادہ سخت نہیں بنایا جس سے کھیتی کرنی۔ مکان بنانا۔ مردوں کو دفن
کرنا تم پر دشوار ہو جائے۔ بلکہ اوسمیں سختی اس اندازسے رکھی کہ تم اوس سے فائدہ اوٹھا
سکو۔ اور تمہارے بدن اور مکان اوس سے میل کھاسکیں۔ اور نرمی اس اندازسے رکھی
کہ تم اوسمیں مکان اور قبریں بناسکو اور ہر طرح کے فائدے اوٹھاسکو۔ وَالسَّمَاءَ بِنَاءً
اور آسمان کو تمہارے اوپر چھت بنائی جو گرنے سے محفوظ ہے اور اوسمیں آفتاب اور ماہتاب
اور ستاروں کو تمہارے فائدہ کے لئے پھرا رہا ہوں [ع] وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ اور بادل یا بلندی سے
پانی برسایا تاکہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں اور پہاڑیوں اور ٹیلہوں اور گڑھوں سب
پر پہونچے۔ اور پانی کو چار قسموں پر تقسیم کیا ۱ رذاذ (ہلکی بارش جو کبھی کبھی برسے)
۲ ہطل (ہلکی بارش جو پے درپے برسے) ۳ وابل (بڑے بڑے بوندوں والی شدید
بارش) ۴ طل (پھوہار) تاکہ تمہاری زمینیں اوسکو جذب کریں (سوکھ لیں) اور پودے

ع (فلاسفہ) لفظ سماء! جعل کا مفعول ہے۔ اور جعل کا معنی لغت میں صنع اور خلق یعنی بنایا اور پیدا کیا
ہے اور بنائی اور پیدا کی ہوئی چیز وجود ہوتی ہے۔ اس لئے یہ آیت آسمان کے موجود ہونے کا بہت صاف ثبوت ہے اور اون لوگوں کے
کلام کو رد کررہی ہے جو آسمان کو موجود نہیں جانتے۔ باوجودیکہ اسکے موجود نہ ہونے پر اونکے پاس سوا خیالی اور غلط باتوں کے
کوئی لائق قبول ثبوت موجود نہیں ہے۔ اون کے اس خیال کے بطلان کی کسی قدر توضیح! میں قبل اسکے لکھ آیا ہوں چونکہ
آسمان کا موجود ہونا قرآن مقدس سے صاف طور پر ثابت ہے اسلئے مسلمانوں کو ان حکماء کے کلام پر اعتبار اور اوسکے وجود سے
انکار کرنے سے پرہیز رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ انکار! قرآن کی رد اور کفر کا سبب ہے۔ اور کفر و اسلام اپنی
من مانی چیز نہیں ہے تاکہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے کوئی مسلمان کہا جائے بلکہ مسلمان وہی ہے جو اصول اسلام
کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو اور خدا و رسول اور اوصیاء رسول اوسکو مسلمان سمجھیں ۱۲ منہ [۱] تفسیر صافی چھاپہ ایران ص ۲۳ ۱۲ منہ

پانی کو موٹی دھار سے یا اکٹھا کر کے اسلئے نہیں اُتارا تاکہ تمہاری زمینیں اور درخت اور
زراعت اور پھل خراب و برباد نہ ہو جائیں۔ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے
ارشاد فرمایا کہ ہر قطرہ کے ساتھ ایک فرشتہ آتا ہے جو اوسکو وہاں اوتارتا ہے جہاں خدا
کا حکم ہوتا ہے۔ اور اوس پانی کے ذریعہ سے تمہارے کھانے اور پینے اور پہننے اور کل
فائدوں کی چیزوں کو پیدا کیا لہ اور اس آیت میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ اوسی
مقدس ہستی نے تم کو اور تمہارے رزق کو پیدا کیا (یعنی نعمتِ وجود بھی عطا کیا اور ہر ایک
نعمت سے بھی سرفراز کیا جو تمہارے وجود کے باقی رہنے کا ذریعہ اور عزت کا سبب ہے)
اور ان نعمتوں میں اون بتوں کو کوئی دخل نہیں ہے جن کو تم خدائی میں اوس کا شریک سمجھتے ہو
پھر ان بتوں کو شریک سمجھنے پر اونکی ملامت کی ہے اور یوں منع کیا ہے کہ فَلَا تَجْعَلُوا
لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی جب تم جانتے ہو کہ بتوں میں کسی قسم کی قابلیت
نہیں ہے نہ تو سمجھ رکھتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ ان نعمتوں کے دینے پر
قدرت رکھتے ہیں (کیونکہ وہ خود تمہارے ہی بنائے اور تراشے ہوئے ہیں) تو اونکو
خدا کا مثل اور مشابہ نہ سمجھو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی تفسیر میں تین احتمال ہیں ۱؎ یہ
مقصود ہو کہ تم جانتے ہو کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اونھوں نے یہ نعمتیں تم کو نہ دیں
جن کو میں نے ذکر کیا ہے اور نہ کوئی دوسری ہی نعمت دی ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ
نہ تو نقصان پہونچا سکتے ہیں نہ فائدہ ۲؎ یہ مقصود ہو کہ تم عقل اور سمجھ رکھتے ہو اور عقل اور
سمجھ رکھنے والوں میں تکلیف (یعنی شرعی حکموں کے جاری اور متعلق ہونے) کی پوری شرطیں
حاصل ہو جاتی ہیں اور اوس پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور دینِ حق حاصل نہ کرنے اور
اصول دین میں غور و فکر نہ کرنے کے متعلق اوس کا کوئی عذر سننے اور قبول کرنے کے لائق
باقی نہیں رہتا ۳؎ مجاہد اور دوسروں کا کلام ہے کہ اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے
خطاب کیا گیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ (جب کہ) تم نے توریت اور انجیل میں اس کو پڑھا ہے
(کہ یہ نعمتیں میری طرف سے ہیں تو تم یہود عُزیرؑ اور عزیزؑ کو اور تم نصرانیو عیسےٰؑ کو
میرا شریک اور خدا یا مثل اور مشابہ اور بیٹا کیوں سمجھتے ہو اب ایسا نہ کرو) مولانا
سید مرتضےٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ہے کہ ابو علی جبائی

نعمتوں میں شریک کی ملامت اور ممانعت

وانتم تعلمون میں تین احتمال

لہ تفسیر صافی صد ۲۳ و ۲۴ ۱۲ منہ ۲؎ صافی صد ۲۴ ۱۲ منہ

نے آیت کریمہ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا اور بِسَاطًا کو جو دوسری آیت میں ہے منجموں کے اس کلام کے بطلان کی دلیل قرار دی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ زمین کُرَوِیُّ الشکل (یعنی گول) ہے پھر فرمایا ہے کہ یہ آیت اس کلام کے بطلان کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمارے لئے نعمت قرار پانے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ زمین کا کچھ حصہ مسطح اور مبسوط ہو یعنی برابر ہو اور پھیلاؤ رکھتا ہو۔ اور یہ ضرور نہیں ہے کہ اوس کے کل حصے اسی طرح کے ہوں۔ اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ زمین کے کل ٹکڑے مسطح اور مبسوط نہیں ہیں (کیونکہ اسمیں پہاڑ اور پہاڑیاں اور ٹیلے بھی ہیں) ہاں جو مقامات (زراعت وغیرہ کے) کام میں آتے ہیں وہ البتہ مسطح ہیں۔ اور نجومی اس قدر مسطح ہونے سے انکار نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ زمین کی مجموعی شکل کروی یعنی گول ہے

زمین کی گولائی پر بحث

# حدیثیں

**(الطریق شیعہ)** یا ایہا النّاس اعبدوا ربکم الخ بسند صحیح حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السّلام اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یا ایہا الناس سے (مومنوں کے سوا) باقی کل وہ بنی آدم مقصود ہیں جو مکلف ہیں یعنی خداوند عالم کے احکام اون پر جاری ہوچکے ہیں (اور زین ع[5]

مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۵۷ سنہ ۱۲

---

ع[5] واضح ہو کہ معصوم کی فرمائش کے الفاظ یہ ہیں یَا اَیُّھَا النَّاسُ یعنی سَائِرَ الْمُکَلَّفِیْنَ مِنْ وُلْدِ آدَمَ - اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ اَطِیْعُوْا رَبَّکُمْ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمْ اَنْ تَعْتَقِدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الخ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الخ اس فرمائش میں لفظ المکلفین جمع مُحلّٰی بلام ہے یعنی اوس پر الف لام داخل ہے۔ اور ایسی جمع اگرچہ استغراق کے لئے ہوتی ہے یعنی کل افراد کو شامل ہوتی ہے۔ لیکن اونھیں افراد کو شامل ہوتی ہے جو اوسمیں داخل ہوسکتے ہوں۔ اور چند قرینے یہاں پر ایسے موجود ہیں جو اطمینان دلاتے ہیں کہ لفظ المکلفین میں مومنین داخل نہیں ہیں۔ ایک لفظ سائر[1] جو اس پر داخل ہے جس کا معنی مَا بَقِیَ یعنی باقیماندہ ہے (لغت المنجد) دوسرے تیح حکم تحصیل حاصل کیونکہ مومنوں سے وحدانیت و رسالت کو چاہنا باوجودیکہ وہ معتقد ہوچکے ہیں حاصل شدہ چیز کو حاصل کرنے کا حکم دینا ہے اور ایسا

[1] اہل لغت نے اتفاق کیا ہے کہ سائر الشئے کا معنی اوس کا باقیماندہ حصہ ہے خواہ زیادہ ہو یا کم اور اسکو کل کے معنی میں لینا غلطی ہے (مجمع البحرین ذکر سائر)

طبرسی علیہ الرحمہ کی فرمائش پر اعتراض

خدا سے منحرف ہیں اوس کے معتقد اور پابند نہیں ہیں۔ خداوند عالم اون سے خطاب کرتا اور حکم دیتا ہے کہ) اپنے پروردگار کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔ کیونکہ اوس نے تم کو حکم دیا ہے کہ اوسکی وحدانیت کا اعتقاد کرو کہ اوسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور نہ کوئی اوس کا مثل اور نظیر ہے۔ اور یہ کہ وہ انصاف ور ہے ظلم نہیں کرتا۔ جواد (سخی) ہے بخل نہیں کرتا۔ حلیم (بُردبار) ہے۔ سزا کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ حکیم (دانا) ہے غلطی نہیں کرتا۔ اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ الطیبین اوسکے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ آل محمد کل انبیاء کی اولاد سے افضل ہیں۔ اور یہ کہ علی علیہ السلام کل رسولوں کی امت سے افضل ہیں اوس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو ذلیل پانی یعنی نطفہ سے پیدا کیا (پھر اس ذلت سے نکالا اور ایسی عزت بخشی کہ عقل جیسی نعمت عطا کر کے اشرف المخلوقات بنایا اور دینِ حق کی طرف ہدایت کی اور فرشتوں کو تمہارا خادم بنایا۔ اور تمہاری زیارت کو اپنی زیارت اور تمہاری توہین کو اپنی توہین قرار دی) اس نطفہ کو رحم میں معین مدت تک رکھا۔ پس میں (اس پر) قدرت رکھتا ہوں۔ اور کل قدرت رکھنے والوں اور کل جاننے والوں سے بہتر ہوں۔ محمد اور علی علیہما السلام کی بزرگیوں کو مانتے ہوئے اوسکی عبادت کرو جس نے تم کو انسان (اشرف المخلوقات) کی صورت پر پیدا کیا اور تمہارے اعضاء کو اعتدال پر رکھا اور اچھی صورت گڑھی۔ اور (تم کو اور) تم سے پہلے لوگوں کو اس واسطے پیدا کیا تاکہ اتقاء اختیار کرو (جس کو اپنے مقدس کلام لعلکم تتقون سے ادا فرمایا ہے) اور اس کلام سے (خداوند متعال نے) دو مطلب کا ارادہ کیا ہے ایک مرتبہ (اس کو خلقکم سے متعلق کر کے) تقوے سے عبادت

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۳) حکم ہر عاقل کے لئے عیب ہے چہ جائیکہ خداوند حکیم کے لئے تیسرے ان مضامین پر فلا تجعلوا للہ انداداً کی تفریع یعنی بطور نتیجہ کے بیان کرنا اور اوس پر ملامت کرنی۔ جیسا کہ صاحب مجمع البیان نے تحریر فرمایا ہے چوتھے اسکے قبل کافروں اور منافقوں کا ذکر صفت تردد طغیان کے ساتھ ہے پس اگرچہ تکلف اور توجیہ کے ساتھ اس لفظ المکلفین میں مومنین بھی داخل کئے جا سکتے ہیں لیکن ان قرینوں کے ہوتے ہوئے اسمیں مومنوں کو داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسلئے طبرسی علیہ الرحمۃ کا اونکو داخل کرنا مناسب نہیں ہے اسی وجہ سے میں نے منحرف کی قید بڑھا دی ہے ۱۲ منہ

maablib.org

مراد لی ہے یعنی تتقون سے تعبدون مقصود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو اور
تمہارے اگلوں کو اس لئے پیدا کیا تاکہ میری عبادت کرو۔ جیسا کہ آیت مبارکہ مَا
خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں صراحت سے بیان فرمایا ہے۔ یعنی جن
جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا تاکہ میری عبادت واطاعت کریں اور دوسری
دفعہ (اس کو اعبدوا سے متعلق کرکے) تقویٰ سے پرہیز کرنا اور بچنا مراد لیا
ہے یعنی میری عبادت کرو تاکہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ (اور حضرت نے جو یہ
فرمایا ہے کہ اس سے دو مطلب کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اس فرمائش میں حضرت نے
اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن مقدس کی آیتوں سے ایک وقت میں کئی معانی
مراد لئے جاسکتے ہیں اور سب کا ارادہ کرنا صحیح ہے اور یہ اوسکی بلاغت اور خوبیوں
سے ہے لہ) حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ لفظ لَعَلَّ (جو زیادہ تر شک کے معنی میں
استعمال ہوتا ہے) خدا کے وعدوں میں واجب (اور یقین) کے معنی میں استعمال ہوا
ہے۔ کیونکہ خدائے (عادل) کی شان اس سے بہت بزرگ اور بلند ہے کہ کسی بندہ
پر بے فائدہ بوجھ ڈالے اور کسی بخشش کی امید دلا کر اوس سے محروم رکھے کیا نہیں
دیکھتے کہ اوسکے بندوں کے لئے یہ بات عیب سمجھی جاتی ہے کہ کسی سے کہے کہ تم میری خدمت
کرو تاکہ فائدہ اوٹھاؤ اور میں تم کو فائدہ پہونچاؤں اور جب وہ اوسکی خدمت کر چکے تو
اوسکو محروم کردے۔ پس جو فعل بندوں کے لئے عیب ہے وہ خدائے جلیل کے
لئے بہت زیادہ عیب ہے (کیونکہ بندوں کی ذات ناقص اور معیوب ہے اور اوسکی
ذات اشرف واعلےٰ اور ہر نقص وعیب سے منزہ اور پاک۔ پس کیونکر ہوسکتا ہے
کہ کوئی فعل ناقص اور معیوب ذات کے لئے عیب ہو اور منزہ اور پاک ذات کے لئے
عیب نہ ہو) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا بسند صحیح حضرت امام
زین العابدین علیہ السّلام اسکی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے
زمین کو تمہاری طبیعتوں کے مناسب اور تمہارے جسموں کے موافق بنایا اور اوسکو
زیادہ گرم نہیں بنایا جو تمہیں جلادے اور زیادہ سرد نہیں بنایا جو تمہیں جکڑ دے
اور زیادہ خوشبودار نہیں بنایا جس سے تمہارے سروں میں درد ہونے لگے اور نہ
زیادہ بدبودار بنایا جس سے تم کو تکلیف ہو اور نہ پانی کی طرح زیادہ ڈھیلا بنایا

لعلکم تتقون کی دو تفسیریں

لہ اسکی تفصیل چوبیسویں مقدمہ ص ۱۷۲ اور چھبیسویں مقدمہ ص ۱۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲

جس میں تم ڈوب جاؤ- اور نہ زیادہ سخت بنایا جس سے عمارتوں اور مکانوں اور قبروں کا بنانا تم پر دشوار ہو جائے بلکہ اوسکی سختی کو اس اندازے سے رکھا ہے جس سے تم فائدہ اوٹھا سکو اور تمہارے بدن اور مکانات اوس سے میل کھا سکیں اور مکانات اور قبریں بنا سکو اور بہت سے دوسرے فائدے اوٹھا سکو وَالسَّمَاءَ بِنَاءً اور تمہارے سروں پر آسمان کو چھت بنایا جو گرنے اور خراب ہونے سے محفوظ ہے اور تمہارے بہت سے فائدوں کے لئے اوسمیں آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں کو پھرا رہا ہے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اور بلندی سے پانی برسایا تاکہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں اور پہاڑیوں اور ٹیلوں اور گڑھوں سب پر پہونچے پھر اوسمیں سے کچھ حصہ کو رذاذ بنایا یعنی ہلکی بارش جو کبھی کبھی برسے- اور کچھ حصہ کو وابل یعنی بڑے بڑے بوندوں والی شدید بارش اور کچھ حصہ کو ہطل یعنی ہلکی بارش جو پے در پے برسے- تاکہ تمہاری زمین اچھی طرح سیراب ہو- اور اس بارش کو ایک ٹکرا اکٹھا کر کے نہیں برسایا کیونکہ اس سے تمہاری زمینیں اور درخت اور زراعتیں اور پھل خراب ہو جاتے- فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ الخ پس زمین میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں اونسے تمہارے لئے رزق قرار دیا پس اوس کا شبیہ اور مثل بتوں کو قرار نہ دو جو نہ تو سمجھ رکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں- اور تم خود بھی جانتے ہو کہ جو نعمتیں میں نے تم کو دی ہیں انمیں سے کسی ایک پر وہ قدرت نہیں رکھتے ہیں

(بطریق اہلسنت) نمبر ۱ اور ۲ و ۳ و ۴ و ۵ پانچ حدیثوں میں علقمہ[1] اور ضحاک[2] اور میمون[3] بن مہران اور عروہ[4] اور عکرمہ[5] نے بیان کیا ہے کہ جن آیتوں میں یَا اَیُّهَا النَّاسُ (اے لوگو) اور یَا بَنِیْ آدَمَ (اے اولاد آدم) ہے

عـ (اکثر ملکی مسلمانوں کے ایمان کی بے وقعتی) مومن کی عزت اور شرافت کا مختصر بیان جو تفسیر سورہ بقرہ صـ ۱۱۴ سے ۱۲۲ تک اور صـ ۲۵۹ سے ۲۶۰ تک میں ذکر کیا گیا ہے اوسکو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب تعظیمی اور عزت کا ہے اور بمقابل اوسکے یا ایھا الناس اور یا بنی آدم سے معمولی خطاب سے بھی پست اور توہینی اور حدیث نمبر ۱ تا ۵ سے معلوم ہوا کہ خداوند عالم نے ہر دفعہ مکیوں کو اسی توہینی خطاب سے مخاطب

وہ مکہ میں نازل ہوئیں اور جن آیتوں میں یا ایھا الذین آمنوا (اے ایمان والو) ہے
وہ مدینہ میں نازل ہوئیں ؎۶ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ یا ایھا الناس سے کفار
اور مومنین (یعنی مسلمین) دونوں مقصود ہیں ؎۷ لعلکم تتقون الخ ابومالک
کہتے ہیں کہ لعل اکی (تاکہ) کے معنی میں یعنی غرض اور انجام کو بیان کرنے کے
لئے ہے ؎۸ اور عبداللہ بن غنیمہ بیان کرتے ہیں کہ لعل خدا کے وعدوں میں (واجب
اور بالیقین) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ؎۹ مجاہد کہتے ہیں کہ تتقون اطیعون کے
معنی میں ہے یعنی خدا کی اطاعت اور فرماں برداری کرو ؎۱۰ اور ضحاک کہتے ہیں کہ
تتقون سے تتقون النار مقصود ہے۔ یعنی خدا کی عبادت کرو تاکہ جہنم کی آگ سے بچو
الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء ؎۱۱ ابن مسعود
اور کئی صحابہ نے بیان کیا کہ خدا نے زمین کو فرش قرار دیا جس پر لوگ چلتے اور رہتے

(بقیہ حاشیہ ص۳۴۶) کیا ہے۔ اور مدنیوں کو ہر دفعہ تعظیمی خطاب سے۔ اور حدیث ؎۶ میں
ابن عباس نے بیان کیا کہ یہاں پر اس (توہینی) خطاب میں کفار اور مکی مسلمان دونوں داخل ہیں
اور باطنی تفسیر ص۲۳۷ سے آپکو معلوم ہو چکا کہ اس توہینی خطاب کے قبل کی آیتیں غدیری بیعت توڑنے والوں
سے تعلق رکھتی ہیں جو ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں کافر پس اس پورے بیان کا خلاصہ
یہ نکلتا ہے کہ مکی مسلمانوں (غدیری بیعت توڑنے والوں) کے ایمان کی وقعت خدا کی نگاہ میں ایسی
ہی تھی کہ اوس نے بمقابل مدنی مسلمانوں کے ان لوگوں کو کفار کا شریک رکھا اور ایک لفظ سے دونوں
سے خطاب کیا اور جملہ یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب کرنے کا مستحق کبھی نہ سمجھا اور ص۱۷۵ و ص۱۸۰ اور ص۲۳۰
تا ص۲۳۳۔ اور ص۲۳۶ کے حاشیے بھی اسکی تائید کرتے ہیں عرفی احکام کی کلیت! منطقی کلیت کی طرح
کل فردوں کے لحاظ سے نہیں ہوتی بلکہ اکثر فردوں کے لحاظ سے ہوتی ہے اور اس عرف میں عرف عام اور عرف
شریعت دونوں داخل ہیں اسلئے جس طرح تعظیمی خطاب میں بعض مدنی منافق داخل نہیں ہو سکتے
اوسی طرح توہینی خطاب میں بعض مکی مومن جیسے حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار وغیرہ بنو ہاشم بھی
داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نگاہ پروردگار میں ان لوگوں کی عزت و وقعت دوسری ہی تھی حضرت
امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اہلبیت رسول ہیں ہم پر کسی غیر کا قیاس
نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ جاحظ نے قیاس نہ کئے جا سکنے کی وجہ جو بیان کی ہے اوسمیں سبب فضیلت

ہیں۔ اور آسمان کو زمین پر گنبد کی طرح بنایا ہے جو اوسکے لئے مثل چھت کے ہے۔ ۱۲ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آسمان کے کنارے (جو دیکھنے میں افق حسی پر زمین سے ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں) زمین اور دریاؤں کو گھیرے ہوئے ہیں جس طرح خیموں کے کنارے اپنے اندر کے حصہ زمین کو گھیرے رہتے ہیں

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۱۳ حسن بصری سے پوچھا گیا کہ پانی آسمان سے برستا ہے یا بادل سے؟ تو جواب دیا کہ آسمان سے۔ اور بادل مثل پہاڑ کے ہے جس پر پانی آسمان سے برستا ہے ۱۴ کعب کہتے ہیں کہ بادل پانی کے لئے چھلنی ہے اگر بادل نہ ہوتا تو پانی آسمان سے برسنے کے وقت زمین کو خراب کر دیتا ۱۵ خالد بن یزید کہتے ہیں کہ پانی کچھ تو آسمان سے برستا ہے اور کچھ بادل سے جس کو وہ دریا سے پی لیتا ہے۔ پس اوس کو رعد (گرج) اور برق (بجلی) میٹھا بناتے ہیں پس دریا والے پانی سے گھاس نہیں اوگتی اور آسمان والے سے اوگتی ہے ۱۶ ابن عباس کہتے ہیں کہ بارش کے پانی میں بہشت کا پانی ملا ہوا ہوتا ہے جسمیں بہشت کا پانی زیادہ ہوتا اوسمیں برکت زیادہ ہوتی ہے اگرچہ پانی کم ہو۔ اور جسمیں بہشت کا پانی کم ہوتا ہے اوسمیں برکت کم ہوتی ہے اگرچہ پانی زیادہ ہو۔ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۱۷ ابن عباس اسکی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اون چیزوں کو خدا کا شریک نہ سمجھو جو نہ تو نقصان پہونچا سکتے ہیں نہ نفع۔ حالانکہ تم خود بھی جانتے ہو کہ خدائے واحد کے سوا کوئی دوسرا تمہارا خدا نہیں ہے جو تم کو رزق دیتا ہو ۱۸ ابن مسعود کہتے ہیں کہ انداد سے وہ لوگ

مقدمہ مراۃ الانوار صـ۲۴۳ لغت انداد ۱۲ منہ

---

(بقیہ حاشیہ صـ۳۴۷) بنو ہاشم حضرت حمزہ اور حضرت جعفر کو بھی قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انیسواں مقدمہ آخر صـ۹۶) اور اہلبیت رسولؐ وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور کل بنو ہاشم ہیں (صواعق محرقہ صـ۸۷) ۱۲ منہ ؏ علامہ ابوالحسن شریف علیہ الرحمہ کافی اور غیبت نعمانی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ جابر انصاری نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت مبارکہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ ناس سے فلاں اور فلاں کے دوست مقصود ہیں جنھوں نے اونکو اپنا پیشوا بنا رکھا ہے اور اوس امام کو چھوڑ دیا ہے جن کو خدا نے لوگوں کا پیشوا بنایا ہے (پس انداد سے وہی دونوں مقصود ہیں جنکی پیروی میں بقول ابن مسعود کے خدا کی مخالفت کی جا رہی ہے) لہ

مقصود ہیں جنکی اطاعت اور فرماں برداری میں اون کے پیرو خدا کی مخالفت کرتے ہیں
۱۹ مجاہد کہتے ہیں کہ کسی کو خدا کے برابر نہ سمجھو کیونکہ تم جانتے ہو کہ خدا ایک ہے۔ توریت
اور انجیل میں (کوئی اوسکے برابر نہیں ہے (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خطاب میں
یہودی اور نصرانی بھی داخل ہیں جیسا کہ قبل اسکے ظاہری تفسیر میں ذکر کیا گیا) لہ

**باطنی تفسیر** خداوند عالم! غدیری بیعت توڑنے والے مکی مہاجروں سے خطاب کرتا ہے کہ اے لوگو خدا کی اطاعت و فرماں برداری کرو جس نے تم کو
اور تمہارے اگلے بزرگوں کو پیدا کیا۔ تاکہ جہنم کی آگ سے نجات پاؤ۔ اوس خدا
کی اطاعت کرو جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور
اوپر سے پانی برسایا اور اوس سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا فَلَا تَجْعَلُوا
لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ پس خدا کی مخالفت نہ کرو اور جس کو اوس نے
سب لوگوں کا برحق پیشوا بنایا ہے پیشوائی میں اوس کا ہمسر اور شریک دوسروں
کو قرار نہ دو حالانکہ تم جانتے ہو کہ دوسروں میں پیشوائی کی اہلیت اور کسیطرح
کی فضیلت اور قابلیت نہیں ہے۔ **واضح ہو** کہ بہت سی حدیثوں میں اس بات
کی تصریح ہے کہ قرآن مقدس کی بہت سی آیتوں کے باطنی معنی میں لفظ اللہ اور
رب سے امام برحق۔ اور لفظ اٰلِهَه اور ارباب اور انداد سے خلفاء جور اور
پیشوایانِ باطل مقصود ہیں۔ اور مولانا ابوالحسن شریف تحریر فرماتے ہیں کہ یہ استعمالات بعض
الفاظ میں بطور مجاز عقلی کے ہیں اور بعض میں بطور مجاز لغوی کے لیکن میں عرض کرتا ہوں
کہ ممکن ہے کہ ان الفاظ کا استعمال ان باطنی معانی میں بطور حقیقت کے ہو اور ذاتِ مقدسِ پروردگار
میں بطور مجاز لغوی کے خواہ حقیقتِ شرعیہ کے عنوان سے یا بالقرینہ بیان اس کا یہ ہے کہ لفظ
اَللّٰه ! اَلِٰه سے بنایا گیا ہے جس کا معنی لغت میں عَبَدَ یعنی اَطَاعَ (فرماں برداری کی)
ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں عبادۃ کا معنی
حُسْنُ النِّيَّةِ بِالطَّاعَةِ عَنِ الْوُجُوْهِ الَّتِيْ يُطَاعُ مِنْهَا فرمایا ہے۔ یعنی جن صورتوں سے
اطاعت (فرماں برداری) کی جاتی ہے اون کل صورتوں سے اطاعت کرنے کی نیت
خالص رکھنی (یعنی اطاعت کا مستحق سمجھکر خوشی سے اطاعت کرنی نہ لالچ سے اور نہ جبراً قہراً
خوف سے)۔ اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے لَيْسَ الْعِبَادَةُ هِيَ الرُّكُوْعُ

لہ تفسیر در منثور علامہ سیوطی جلد ۱ ص ۳۲ تا ۳۵ کل نمبر ۱۴ منہ

لفظ اللہ و الٰہ و اٰلہہ وغیرہ کا استعمال امام برحق اور باطل پیشواؤں اور ائمہ ضلالت میں

وَالسُّجُوْدُ وَاِنَّمَاھِیَ طَاعَۃُ الرِّجَالِ فَمَنْ اَطَاعَ مَخْلُوْقًا فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ فَقَدْ عَبَدَہٗ یعنی عبادت رکوع اور سجدہ کرنا نہیں ہے بلکہ عبادت! لوگوں کی اطاعت کرنا ہے۔ پس جو شخص خالق (خدا) کی مخالفت میں کسی مخلوق کی اطاعت کرے اوس نے اوسکی عبادت کی لہ اور طریحی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ عبادۃ! انتہائے فرماں برداری اور فروتنی کو کہتے ہیں ۲ہ اور کراجکی شاگردِ شیخ مفید علیہما الرحمۃ و الرضوان نے لفظ اللہ کا معنی وَلِہُ الْعِبَادِ اِلَیْہِ لکھا ہے یعنی بندوں کا خدا کی طرف پوری توجہ کرنی اور اوس سے کامل محبت رکھنی ۳ہ پس ان معانی کے لحاظ سے جس ذات کی اطاعت و فرماں برداری خالص نیت اور خوشی اور تہِ دل سے اور اوسکی طرف محبتانہ پوری توجہ اور اوس سے کامل محبت کی جائے۔ اوس مطاع اور محبوب ذات پر لفظ اَللّٰہ کا اطلاق اور استعمال بطور حقیقت لغوی کے ہوگا جیسا کہ میں اوپر عرض کرچکا ہوں۔ خواہ وہ ذات! ذاتِ مقدس پروردگار ہو یا خدایانِ باطل۔ یا امامِ برحق۔ یا ائمہ کفر و ضلالت۔ اور اس صورت میں اس لفظ کا ذات پروردگار کے ساتھ شرعی اختصاص مجازِ لغوی ہوگا۔ اور حقیقتِ شرعی! کیونکہ اس لفظ میں حقیقتِ شرعیہ کا ثبوت لائق انکار نہیں ہے اور اگر حقیقتِ شرعیہ کو اصل قرار دیکر یہ کہا جائے کہ اس لفظ کا حقیقی معنی ذات مقدس پروردگارِ واجب الاطاعۃ ولازم الاتباع ہے۔ اور باطل فرقے والے اپنے باطل پیشواؤں کو واجب الاطاعت سمجھکر وجوب اطاعت کی مناسبت سے لفظ اَللّٰہ کو اون پر بولنے لگے۔ اور اسی بنا پر خداوند عالم نے بھی اونکے اعتقاد کے مطابق اسی مناسبت سے اونکے ہر باطل پیشوا میں ان الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ خواہ وہ اونکی خدائی کے معتقد ہوں یا خلافت و وصایت و امامت و مذہب کے تو اس صورت میں لفظ اَللّٰہ کا استعمال ذاتِ پروردگار میں حقیقی ہوگا اور غیروں میں مجازی جیسا کہ مولانا ابوالحسن شریف تحریر فرمارہے ہیں۔ بہر حال ائمہ برحق اور ائمہ باطل اور بتوں پر لفظ اللہ کا قرآن میں بولا جانا لائق انکار نہیں ہے اور اسی طرح لفظ رب جسکے متعلق مولانا کراجکی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ تربیۃ سے نکالا گیا ہے۔ یعنی اصلی معنی اوس کا اصلاح حال ہے اوس کے بعد مَلِکْ یعنی بادشاہ کے معنی میں نقل کرلیا گیا ہے۔ اور مولانا ابوالحسن شریف وغیرہ نے اسکے پانچ معنی لکھے ہیں جن کو میں سورہ الحمد کی تفسیر

لہ مقدمہ مرآۃ الانوار مقدمہ ۲ مقالہ ۱ فصل ۲ صفحہ ۱۲ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

۲ہ مجمع البحرین ذکر لفظ عبد ۱۲ منہ

۳ہ کنز الفوائد فصل معرفۃ اسماء خدا صفحہ ۲۰ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

ص۸۶ میں لکھ آیا ہوں یہ لفظ الف لام کے ساتھ یعنی الرب صرف خدا پر بولا جاتا ہے اور اضافت کے ساتھ جیسے رب البیت وغیرہ دوسروں پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور انداد کا معنی ہمسر اور مثل اور برابر ہے۔ نتیجۂ کلام یہ ہے کہ حدیث ۱۳ میں ابن مسعود صحابی جلیل نے جس مطلب کیطرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ آیت کریمہ فلا تجعلوا اللہ انداداً میں لفظ اللہ سے ائمہ برحق علیہم الصلوۃ والسلام اور انداد سے خلفاء جور اور ائمہ ضلالت مراد ہیں۔ اب میں بطور مثال کے چند آیتیں اور چند حدیثیں بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جن میں یہ الفاظ غیر خدا میں استعمال کیے گئے ہیں۔

# آیتیں اور حدیثیں

(آیتیں جن میں لفظ الٰہ و الٰہۃ غیر خدا برحق پر بولے گئے ہیں) ۱ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (پ ۱۸ سورہ مومنون آیت ۹۱) یعنی اوس ایک خدا کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اگر ہوتا تو ہر خدا اپنے پیدا کئے ہوئے کو دوسرے کے پیدا کئے ہوئے سے جدا کر لیتا یا ہر ایک اونمیں سے چیزوں کے پیدا کرنے میں دوسرے کو اوسکے ارادہ سے روکتا اور اوس پر بڑائی کرنا چاہتا ۲ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (پ ۱۷ سورہ انبیاء آیت ۲۲) یعنی اگر آسمان اور زمین میں کئی خدا ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو گئے ہوتے ۳ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ (پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۲۷) قوم فرعون نے اوس سے کہا کہ کیا تو موسے اور اونکی قوم کو چھوڑ رکھے گا تاکہ زمین میں فساد کریں اور تجھکو اور تیرے خداؤنکو چھوڑ دیں ۴ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ (پ ۱۹ سورہ فرقان آیت ۴۳) کیا تم نے اوسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے

## (آیتیں جن میں مطابق فرمائش اہلبیت عصمت و طہارت کے لفظ اللہ وغیرہ ائمہ برحق و ائمہ ضلالت پر بولے گئے ہیں)

غبر ۱ و ۲ و ۳ طبرسی علیہ الرحمہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آیت مبارکہ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَّفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ (وہی ہے جو اہل آسمان میں بھی پیشوا ہے اور اہل زمین میں بھی) وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (اور تم جہاں بھی رہو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے) مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (جب بھی تین آدمی راز کی باتیں کرتے ہیں تو وہ اونمیں چوتھا ہوتا ہے یعنی اونکی سرگوشی سے آگاہ ہوجاتا ہے) ان تینوں آیتوں میں خداوند عالم نے اسی امر کو بیان کرنا چاہا ہے کہ اوسکے امین (یعنی ائمہ) اوسکی کل مخلوقات پر اوس قدرت سے غالب ہیں جسکو خدا نے اونکی سرشت میں داخل کیا ہے اور اونکا فعل بمنزلہ خدا کے فعل کے ہے ۴ عیاشی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ آیت مبارکہ لَا تَتَّخِذُوْا إِلٰهَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے مقصود پروردگار یہ ہے کہ دو امام (یعنی امام برحق کے ساتھ امام باطل کو) اختیار نہ کرو کیونکہ امام برحق ایک ہی ہیں (علی علیہ السلام) ۵ کراجکی علیہ الرحمہ نے ابوالجارود سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آیت مبارکہ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ میں مقصود پروردگار یہ ہے کہ امام ہدایت کے ساتھ امام ضلالت کوئی چیز نہیں ہے مگر اکثر لوگ (جو امام ضلالت کے معتقد ہیں) اس کو جانتے نہیں ہیں ۶ کافی اور غیبت نعمانی میں جابر انصاری سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ میں (مِنَ النَّاسِ) سے وہ لوگ مقصود ہیں جو فلاں اور فلاں کو دوست رکھتے ہیں اور اونکو اپنا پیشوا قرار دیا ہے اور اون سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی امام برحق سے کرنی چاہیے اور اونکو چھوڑ دیا ہے جن کو خدا نے لوگوں کا پیشوا بنایا ہے ۵

مرآۃ الانوار مقدمہ مقالہ ۱ فصل ۱ صفحہ ۴ ۔ ۱۲ منہ

## (آیتیں جن میں لفظ ارباب اور رب غیر خدا برحق پر بولے گئے ہیں)

۱ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ - کئی خدا بہتر ہیں یا

ایک خدا ہے[2] اَمَّا اَحَدُ کُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّہٗ خَمْرًا لیکن تم میں کا ایک پس وہ اپنے
رب (مالک) کو شراب پلائیگا[3] اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ (اپنے مالک کے نزدیک
میرا ذکر کرنا[4] اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ
خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا ہے۔

**(آیتیں جنمیں لفظ رب امام برحق پر بولا گیا ہے)** [1] وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ
بِنُوْرِ رَبِّھَا یعنی زمین
روشن ہوئی اپنے امام کے نور سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ
رَبُّ الْاَرْضِ سے اِمَامُ الْاَرْضِ (پیشوائے زمین مقصود ہیں) [2] وَسَقٰھُمْ
رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (اونکے سردار (علی علیہ السلام) اونکو شراب طہور پلائینگے)
[3] وَکَانَ الْکَافِرُ عَلٰی رَبِّہٖ ظَھِیْرًا اور کافر نے اپنے پیشوا علی علیہ السلام
کے خلاف اونکو نقصان پہونچانے کے لئے اونکے دشمن کو مدد دی۔ حضرت امام محمد باقر
علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ باطن قرآن میں لفظ رب سے علی علیہ السلام مقصود ہیں۔
[4] مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ اَعْمَالُھُمْ کَرَمَادِ اِشْتَدَّتْ بِہِ
الرِّیْحُ (جن لوگوں نے اپنے اماموں کی امامت کو نہ مانا اونکے اعمال کی مثال راکھ
کی سی ہے جس کو سخت ہوا نے اوڑا کر لاپتہ کر دیا ہو[له])

**تنبیہ:-** بیانِ استعمال اور باطل خداؤں اور ائمہ ضلالت اور بادشاہوں
کے متعلق ذکر کیگئیں اور لفظ اللہ وغیرہ کے غیر خدا میں استعمال کرنے کا بیان جو
ان آیتوں سے پہلے گذرا؟ ان سب کو پڑھ لینے کے بعد یہ شبہ پیدا نہیں ہوسکتا
کہ ائمہ برحق پر ان الفاظ کا اطلاق (بولا جانا) غلو (افراطِ محبتِ ناجائز) کی راہ
سے ہے۔ کیونکہ یہ اطلاق یا تو لغوی معنی کے لحاظ سے بطریق حقیقت ہے یا شرعی
معنی کے لحاظ سے بطریق مجاز۔ بہرحال غلو نہیں ہے۔ غلو اُس وقت ہوتا جب کہ اوسی
معنی میں لے کر ان پر بھی اطلاق کیا جاتا جس معنی سے خدا پر بولا جاتا ہے۔ اور
ان حضرات[ع] کو خدا یا خدا کا ہمسر یا خدائی میں شریک معاذاللہ سمجھا جاتا شبہ غلو کے
برطرف کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ باطل خداؤں اور بادشاہ مصر یعنی عزیز پر
خود خدا نے اطلاق کیا ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا

[له] مقدمہ مرآۃ الانوار مقدمہ ۳ مقالہ ۱ فصل ۷ صلالہ ۱۲ منہ

وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ
رِزْقًا لَّكُمْ مولانا ابوالحسن شریف علیہ الرحمہ نے مقدمہ مرآۃ الانوار میں حدیثوں
سے ثبوت کے ساتھ اس آیت کے مندرجۂ ذیل الفاظ کے باطنی معانی جو تحریر فرمائے
ہیں وہ یہ ہیں ارض عہ ائمہ اور دین فراش ذلول یعنی بہی خواہ۔ منکسر المزاج۔ وسیع
الاخلاق جس کو اردو محاورہ میں بچھ جانا کہتے اور کثرت سے بولتے ہیں کہ فلاں شخص
فلاں کے لئے بچھ گیا یعنی نہایت نرمی اور فروتنی اور خوش اخلاقی سے پیش آیا۔
اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے اسکی تفسیر "مناسب طبیعت" سے کی ہے۔ جیسا
کہ بیانِ حدیث میں ذکر کیا گیا سماء حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ۔
بناء چھت یعنی سایۂ لطف و رحمت ماء دینی علوم ثمرات حضرت امام حسن
اور حضرت امام حسین اور باقی ائمہ اہلبیت علیہم الصلوۃ والسلام رزق جسمانی

---

عہ جابر انصاری نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آیت فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ ارض سے اوصیاء مقصود ہیں (کتاب اختصاص صدوق علیہ الرحمہ)
فراش جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا أَيْ ذَلَّلَهَا لَكُمْ وعن الرضا جعلها ملائمة
لطباعكم یعنی زمین کو تمہارا فرمانبردار بنایا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے
زمین کو تمہارے لئے فراش یعنی تمہاری طبیعتوں کے مناسب بنایا (مجمع البحرین) سماء حضرت
سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ اما السماء فانا یعنی لیکن آسمان پس میں ہوں (اختصاص بروایت
ابن عباس) ماء آیت مبارکہ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام نے فرمایا کہ مَاءً غَدَقًا سے علم کثیر (زیادہ علم) مقصود ہے (کنز الفوائد کراجکی علیہ الرحمہ) ثمرات
حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ شجرۂ طیبہ کی جڑ میں ہوں اور علیؑ اوسکی
شاخ اور حسن وحسین اوسکے پھل اور شیعے اوسکی پتیاں ہیں۔ پس جس نے اس شجرہ طیبہ کو اختیار
کیا اوس نے نجات پائی اور جو اس سے جدا ہوا وہ ہلاک ہوا (تفسیر فرات وغیرہ) رزق کلام
پروردگار مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا مِمَّا عَلَّمْنَا
هُمْ يَبُثُّونَ یعنی جو کچھ ہیں نے اونکو تعلیم کیا ہے اوسکو پھیلاتے یعنی دوسروں کو تعلیم کرتے ہیں۔ اور
امام اہلسنت ابن اثیر نے لکھا ہے کہ رزق کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر بدن کے لئے جیسے کھانے پینے کی

اور روحانی فائدہ کی چیزیں ہیں۔ اور روحانی فائدہ کی چیزوں سے دینی علوم کو بہترین فائدہ فرمایا ہے۔ اور لفظ شجر کے ذکر میں تحریر فرمایا ہے کہ ان تاویلوں کی بنا پر جن آیتوں کی تاویل کے متعلق کوئی خاص حدیث نہ ہو اون میں بھی ان تاویلوں کو جاری کرنا ممکن ہے اسلئے میں عرض کرتا ہوں کہ اس آیت کی بھی باطنی تفسیر میں ممکن ہے کہ خداوند عالم نے لفظ ارض سے ائمہ علیہم السّلام کو مراد لے کر یہ ارادہ کیا ہو کہ اوس خدا کی اطاعت اور عبادت کرو جس نے تمہارے لئے ائمہ اہلبیتؑ کو منکسر المزاج اور بہی خواہ اور وسیع الاخلاق اور حضرت سرورؐ عالم کو تمہارے سروں پر سایۂ رحمت بنایا۔ اور حضرت سرورؐ عالم سے تم پر معرفتیں اور دینی علوم برسائے اور اونکے بعد اونکی تعلیم کئے ہوئے علوم کو ائمہ اہلبیتؑ کے ذریعہ سے تمہارے لئے ظاہر کئے جو تمہارے روحانی فائدہ کی چیزیں اور بہترین فوائد ہیں یا لفظ ارض سے دین مراد لے کر یہ ارادہ کیا ہو کہ اوس خدا کی اطاعت اور عبادت کرو جس نے دین اسلام کو تمہاری طبیعت کے مناسب اور حضرت رسولؐ کو تمہارا مربی اور سرپرست بنایا۔ اور تم پر پہلے اون سے معرفتیں اور دینی علوم برسائے یعنی تمہارا معلم قرار دیا۔ اور اونکے بعد ائمہ اہلبیت علیہم السّلام کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دینی علوم پھیلائے جو تمہاری روحانی غذائیں ہیں۔

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا پس ان برحق پیشوایانِ دین کا ہمسر اور برابر کسی دوسرے کو قرار نہ دو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم خود ہی جانتے ہو کہ جن کو اونکا ہمسر بنا رہے ہو وہ ہر فضیلت سے محروم اور ہر کمال سے خالی ہیں اور کسی طرح کی قابلیت نہیں رکھتے واضح ہو کہ آخری آیت یعنی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کی توضیح کو میں نے ترتیب کے خلاف پہلے اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث ابن مسعودؓ سے بہت زیادہ تعلق رکھتی تھی اس لئے چاہا کہ بلا فاصلہ اوسکے بعد ہی ذکر کردوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۴) چیزیں ہیں اور ایک باطن دلوں کے لئے جیسے معرفتیں اور علوم (مقدمہ مرآۃ الانوار صفحہ ۱۰۹) ۱۲ منہ عفی عنہ واضح ہو کہ اگرچہ مطیع انسان کے لئے لفظ ذلیل اور غیر انسان کے لئے لفظ ذلول استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں پر لفظ ذلول لفظ ارض کے لحاظ سے بولا گیا ہے نہ معنی یعنی ائمہ کے لحاظ سے ۱۲ منہ

# چند فائدے

## یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم الخ

(پہلا فائدہ) جملہ یعنی اوس کلام کو جو پورے مطلب کو ادا کرتا ہو علم منطق میں قضیہ کہتے ہیں۔ اور جن جملوں کی دلیلیں اونکے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں اونکو اس علم میں قضایا قیاساتھا معہا کہتے ہیں یعنی وہ جملے جنکی دلیلیں اونکے ساتھ ساتھ ہیں یہ آیت کریمہ بھی انھیں قضیوں کی مثل ہے کیونکہ جملہ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ؛ حَقِّىْ عَلَيْكُمْ اِطَاعَتِىْ ۔ لِاَنِّىْ خَلَقْتُكُمْ کے حکم میں ہے جس کا معنی یہ ہے کہ تم پر میرا حق میری اطاعت کرنی ہے۔ کیونکہ میں نے تم کو پیدا کیا پس جملہ حقی علیکم اطاعتی دعوا ہے اور لانی خلقتکم اوس کی دلیل۔ اس لئے کہ عرف اور شرع اور عقل تینوں حکم کر رہے ہیں کہ ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ یعنی بھلائی کا بدلا بھلائی ہی ہے اور چونکہ خلق یعنی پیدا کرنے کا معنی نعمتِ وجود سے سرفراز کرنا ہے۔ اس لئے خداوند حکیم منّان نے اس آیت میں چند امروں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک اپنی اعلا نعمت کی طرف دوسرے اقتضاءِ فطرتِ مخلوقات اور حکم عرف و شرع و عقل کیطرف تیسرے انسان کی ابتدائی ذلت اور آخری عزت کیطرف چوتھے اپنے اور اوسکے درمیان کے تعلقات کی طرف۔ پہلے امر کا بیان یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں تین قسم کی ہیں ایک نعمتِ مال دوسری نعمت عزت تیسری نعمت ہستی و وجود۔ نعمت مال پست اور تیسرے درجہ میں ہے کیونکہ عزت کی حفاظت یا اوس کو حاصل کرنے کے لئے انسان مال کو خرچ کرتا اور اوس کا فدیہ قرار دیتا ہے اور نعمت عزت وجود سے پست اور دوسرے درجہ میں ہے کیونکہ جان کی حفاظت یا اوس کو حاصل کرنے کے لئے انسان تھوڑی دیر کی بے عزتی کو گوارا کر لیتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کی شرمگاہ میں کوئی ایسا مرض ہو جس کا دفعیہ اور جان کی حفاظت

ع‍ ذیل میں جو مطالب لکھے جائیں گے اونکی توضیح اور تائید کے لیے دوسرے مقدمہ صفحہ ۶ تا ۱۳ کو ضرور ملاحظہ فرمائیں ۱۲

ڈاکٹر یا طبیب کے دیکھنے یا ہاتھ لگانے پر موقوف ہو تو بے تامل لوگ اس کو گوارا کر لیتے ہیں اور عقل اور شریعت بھی اسکی اجازت دیتے ہیں اسی طرح حمل قرار پانے کے لئے رحمی امراض میں ڈاکٹرنیوں کا دیکھنا اور ہاتھ لگانا اور اپریشن (جراحی) کرنا اور بچہ پیدا ہونے کے وقت خاص کر کے اوس وقت جب کہ پھسکر رہ جائے قابلہ (دائیوں کا) ہاتھ لگانا اور دیکھنا اور عمل بالید (دستکاری) کرنا آئے دن ہوا ہی کرتا ہے جس کو عورتیں خوشی سے گوارا کرتی ہیں اور غیر وقت میں راضی نہیں ہوتیں۔ خلاصہ یہ کہ مال سے عزت زیادہ عزیز اور قیمتی ہے اور عزت سے وجود اور ہستی پس وجود بہترین نعماتِ دنیا ثابت ہوا۔ خداوند حکیم اسی بات کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے کہ بہترین اور عزیز ترین نعمت تم کو میں نے دی جس سے بہتر اور زیادہ عزیز کوئی دوسری نعمت نہیں ہے دوسرے امر کا بیان یہ ہے کہ علماء علم کلام کہتے ہیں کہ اَلْوُجُوْدُ خَیْرٌ مَّحْضٌ وَالْعَدَمُ شَرٌّ مَّحْضٌ یعنی وجود (ہستی) خالص بھلائی ہے اور عدم (نیستی) خالص برائی ہے پس میں نے تم کو صرف ایک خیر اور بھلائی سے سرفراز نہیں کیا ہے بلکہ پانچ بھلائیوں سے ایک جسم دوسرے جان تیسرے باڑھ چوتھے حس و حرکت یعنی نرمی سختی۔ سردی گرمی دیکھنے سننے چکھنے سونگھنے کی قوت و قابلیت پانچویں عقل و شعور جس سے اچھے اور برے کو سمجھتے ہو۔ کیونکہ یہ کل چیزیں وجودی ہیں۔ پس میرا احسان تم پر اور تمہارے باپ ماں دادا دادی نانا نانی ہزاروں پشت پر پانچ پانچ اعلا نعمتوں سے ہے۔ اور تمہارا کیا ذکر ہے کیونکہ تم تو اشرف مخلوقات ہو۔ وہ مخلوق جو تم سے چوتھے درجہ میں نیچے اور تین درجہ پست ہے یعنی ڈھیلا مٹی اینٹا پتھر وغیرہ کی فطرت بھی محسن شناسی رکھتی اور اوسکے حقوق کو ادا کرتی ہے۔ اسلئے تم کو بدرجہ اولے محسن شناس ہونا اور اوسکے حقوق کو ادا کرنا عرفاً۔ عقلاً۔ شرعاً لازم ہے۔ پس اگر تم محسن کے خاص کر کے مجھ جیسے محسن کے حق کو نہ پہچانو اور اوسکے حقوق کی ادا کاری کا خیال نہ رکھو تو ڈھیلے پتھر سے بھی پست اور ذلیل ٹھہروگے بلکہ شیطان جیسا پلید اور ملعونِ خلائق بھی تم سے برائت چاہیگا اور بیزار ہوگا جیسا کہ وہ خود بھی کہتا ہے کہ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تجھ سے میں بھی بری اور بیزار ہوں

کیونکہ میں خدا سے ڈرتا ہوں تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا۔ حالانکہ انصاف پسند اور حیادار انسان معمولی محسن کے آگے بھی اوسکے شکریہ میں سر جھکاتے اور اوسکے حقوق کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔ **تیسرے امر کا بیان** یہ ہے کہ میں نے تم کو دو حالتوں کے درمیان میں رکھا ہے۔ **ایک فطرتی** (پیدائشی) پستی اور ذلت اور عاجزی اور مجبوری اور نقص و عیب میں۔ تاکہ سمجھو اور غور کرو کہ آیا میری مقدس ذات اور حقیقی محسن و منعم کے مقابل میں سرکشی اور سرتابی اور نخوت اور غرور اور بڑائی کرنے کا تم کو حق حاصل ہے یا نہیں **دوسرے** مرتبتی عزت و شرافت میں یہاں تک کہ فرشتوں کو تمہارا خدمتگار اور محافظ بنایا تاکہ میری نعمتوں اور میرے حقوق کو پہچانو اور انسانی صفت اختیار کرو یعنی میرا شکریہ ادا کرو۔ اور شکریہ کا معنی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔

**فطرتی پستی کا بیان** یہ ہے کہ تم کو نطفہ نجس اور قابل نفرت چیز سے پیدا کیا اور مرنے کے بعد تمہارے مردے پر گرمی کو مسلط کیا تاکہ سڑ اگر اس طرح بدبو بنا دے جسکو دماغ برداشت نہ کر سکے۔ اور ضعیف الخلقت کیڑوں کی غذا بنے اور کیڑوں سے جو بچ رہے وہ خاک ہو کر ہر مخلوق شریف و ذلیل کے پاؤں کے نیچے روندی جائے اور زندگی کی حالت میں بھنگی کی مثال بنے ہو یعنی جس طرح وہ فضلہ اوٹھائے پھرتا ہے اوسی طرح تم بھی اپنے جسم کے اندر اوٹھائے پھرو۔

(حضرت **امیر المؤمنین** علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اَوَّلُکُمْ نُطْفَۃٌ وَّاٰخِرُکُمْ جِیْفَۃٌ وَّاَوْسَطُکُمْ حَامِلُ نِجَاسَۃٍ یعنی ابتدا تمہاری نطفہ نجس ہے اور آخری حالت مُردۂ گندیدہ اور بیچ کی حالت نجاست اوٹھانے والا) پھر تمہارے بدن کی چیزوں کو یا تو نجس بنایا جیسے پاخانہ۔ پیشاب۔ خون۔ منی یا قابل نفرت کثافت اور بدبو جیسے میل۔ تھوک۔ پسینہ وغیرہ اوسکے علاوہ ضعیف الخلقت ایسا بنایا کہ ایک تو ہر شخص اگرچہ ہفت اقلیم (ساتوں حصۂ زمین) کا بادشاہ ہو اپنے ہر کام اور اسباب زندگی میں دوسرے کا محتاج ہے۔ دوسرے کیسا ہی طاقتور ہو کسی خاص مکھی یا مچھر کو دعوا کر کے مار نہیں سکتا۔ اور ایک دن کی تپ مثلاً صورت بگاڑ دیتی ہے۔ پھر ایسا محتاج بنایا کہ جب پیدا ہوتا ہے تو نہ تو ہاتھوں میں ایک پیسہ ہوتا ہے اور نہ بدن پر ایک چیتھڑا۔ اور جو کچھ پاتا ہے مجھ ہی سے۔ **پس** غور کرو کہ کیا

ایسی ہستی حق رکھتی ہے کہ اپنی کسی بات پر بڑائی کرے اور میرے مقابل میں سر بلند کرے۔

مرتبتی عزت اور شرافت کا بیان ہے کہ تم کو اپنی اکثر مخلوقات پر فضیلت دی۔ کیونکہ پانچوں بھلائیاں (وجود) جو اوپر ذکر کی گئیں۔ اونمیں سے کوئی صرف ہستی رکھتا ہے کوئی ہستی اور باڑھ۔ کوئی ان دو کے ساتھ جان بھی کوئی ان تین کے ساتھ حس و حرکت بھی لیکن عقل جیسی نعمت کے اضافہ کے ساتھ کل بھلائیوں سے سوا تمہارے کسی دوسرے کو سرفراز نہیں کیا بلکہ تمکو فرشتوں پر بھی اس طرح فضیلت دی کہ اونکو صرف قوت ملکوتی عطا کی جبکا اقتضاء صرف اطاعت ہے اور قوت شہوانی جو لذت کی تحصیل کیطرف متوجہ کرتی ہے اون کو نہ دی۔ پس اگر تم قوتِ شہوانی کو مغلوب کر کے میری اطاعت میں منہمک ہو گئے اور امتحان میں پورے اُتر گئے تو فرشتوں سے بھی عزت اور شرافت میں تم کو بڑھا دوں گا۔ اور ملائکہ مقربین کو تمہارا خادم بنا دوں گا۔ بلکہ عَبْدِیْ اَطِعْنِیْ اَجْعَلْکَ مِثْلِیْ اَنَا حَیٌّ لَا اَمُوْتُ اَجْعَلْکَ حَیًّا لَا تَمُوْتُ۔ اَنَا غَنِیٌّ لَا اَفْتَقِرُ اَجْعَلْکَ غَنِیًّا لَا تَفْتَقِرُ۔ اَنَا مَهْمَا اَشَاءُ یَکُوْنُ اَجْعَلْکَ مَهْمَا تَشَاءُ تَکُوْنُ میرا ہی کلام ہے یعنی اے میرے بندے میری اطاعت (فرماں برداری) کر میں تجھکو اپنا مثل بنا دوں گا (خدا نہیں کیونکہ خدا بنانے کے قابل نہیں ہوتا بلکہ) میں زندہ جاوید ہوں جسکے لئے موت نہیں ہے تجھے (یعنی تیرے ذکرِ خیر کو) بھی زندہ رکھوں گا جسکے لئے موت نہ ہوگی (یعنی نہ مٹیگا)۔ میں غنی ہوں محتاج نہ ہونگا تجھے بھی غنی بنا دوں گا کہ محتاج نہ ہوگا۔ میں جو چاہتا ہوں ہو کر رہتا ہے تجھے بھی ایسا بنا دوں گا کہ جو چاہے گا ہو کر رہیگا (ملائکہ پر بزرگی اور غذا سے مفصلہ بالا مثلیت میں حضرت سرور عالم اور اہلبیت عصمت و طہارت کے حالات و واقعات کو مثال کے لئے ملاحظہ فرمائیں) اِنَّ اَکْرَمَکُمْ

---

لہ جواہر السنیہ چھاپہ بمبئی ص ۲۹۲ باب مالم یتصل بامام ۱۲ منہ

عہ غنا بدل است نہ بمال یعنی تونگری دل سے ہے نہ مال سے ۱۲ منہ عسہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یَا دُنْیَا غُرِّیْ غَیْرِیْ فَاِنِّیْ طَلَّقْتُکِ ثَلٰثًا اے دنیا میرے غیر کو دھوکا دے میں تیری طرف توجہ نہ کروں گا کیونکہ میں نے تجھے طلاق بائن دیا ہے یعنی تجھ سے پوری طرح قطع تعلق کر لیا ہے ۱۲ منہ

عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ بتحقیق کہ تم میں سے زیادہ بزرگ اور صاحب عزت خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو اوس سے زیادہ ڈرتا ہو۔ خَلَقۡتُ الۡجَنَّۃَ لِمَنۡ اَطَاعَنِیۡ وَخَلَقۡتُ النَّارَ لِمَنۡ عَصَانِیۡ میں نے بہشت اوس کے لئے پیدا کیا جو میری فرماں برداری کرے اور جہنم اوس کے لئے پیدا کیا جو میری مخالفت کرے۔

چوتھے امر کا بیان یہ ہے کہ اگر خداوند حکیم منان اُعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ کی جگہ پر اُعۡبُدُوۡنِیۡ (میری اطاعت کرو) یا اُعۡبُدُوا اللّٰہَ (خدا کی اطاعت کرو) فرماتا تو مختصر اور صریح لفظوں سے مطلب ادا ہو جاتا۔ اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا پس ایک تو الفاظ کی تبدیل دوسرے صریح یعنی متکلم کی یٰ اور لفظ اللّٰہ کو چھوڑ کر غیر صریح یعنی لفظ رب کو اختیار کرنا جو دوسروں پر بھی بولا جاتا ہے۔ تیسرے مختصر یعنی متکلم کی یٰ یا لفظ اللّٰہ کو چھوڑ کر جس میں ربکم سے ایک حرف کم ہے زائد حرفوں والے لفظ کو اختیار کرنا چوتھے ربکم کی توضیح کے لئے دو صفتیں یعنی الذی خلقکم الخ اور الذی جعل الخ ذکر کرنی ضرور ہے کہ کسی حکمت اور مصلحت سے ہو اور وہ حکمت و مصلحت اپنے حقوق اور تعلقات کو ظاہر کرنا ہے۔ اور یہ حقوق اور تعلقات وہی ہیں جن کو لفظ رب اپنے چاروں معانی سے[^1] ظاہر کر رہا ہے اور اوسکی دونوں صفتیں یا یوں کہئے کہ آخری آیت یعنی فلا تجعلوا للّٰہ تک کے مضامین اون معانی کی تفصیل اور توضیح کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کے تعلقات ایسے ہیں جن کا مثل میرے سوا کسی دوسرے کو یہاں تک کہ تمہارے ماں باپ کو بھی حاصل نہیں ہے کیونکہ تمہارے ماں باپ تمہاری پیدائش کے ذریعہ ہیں اور حقیقی پیدا کرنے والا میں ہوں۔ وہ تمہارے مجازی مربی اور پالنے والے ہیں کیونکہ اونکے اسباب پرورش بھی میرے ہی بارگاہ کے عطایا ہیں اور ہر ذریعۂ پرورش میں وہ بھی مثل تمہارے میرے ہی محتاج ہیں۔ اور حقیقی مربی اور پالنے والا میں ہوں۔ وہ تمہارے مجازی مصلح ہیں کیونکہ صحیح اصلاح بغیر میری تعلیم کے نہیں کر سکتے۔ پس صحیح اصلاح میں مثل تمہارے وہ بھی میرے ہی محتاج ہیں اور حقیقی مصلح اور متمم میں ہوں۔

[^1]: تفصیل کے لئے تفسیر سورہ فاتحہ صہ ۸۶ تا ۹۱ ضرور ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ

ان کل باتوں کو سمجھ لینے کے بعد اگر تم عقل اور انصاف اور حیاء و شرم کو اپنا
پیشوا بناؤ اور نظروں کے سامنے رکھو تو یقیناً اس بات کو قبول کروگے کہ
جس قدر دنیاوی محسنوں کو اطاعت و فرماں برداری کا مستحق سمجھتے اور
اون کے حکموں کی تعمیل کرتے ہو اوس سے کروروں درجہ زیادہ
اطاعت و فرمانبرداری کا میں مستحق ہوں۔ کیونکہ عقلاء کا کلام ہے شکر
نعمتہاے او چندانکہ نعمتہاے او محسن کی نعمتوں کا شکریہ اوسی قدر ہونا چاہیے
جس قدر اوسکی نعمتیں ہیں۔ اور چونکہ میری نعمتوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ اسلئے
تمہاری طرف سے شکریہ کی بھی کوئی حد نہ ہونی چاہیے اور شکریہ کا معنی اطاعت
اور فرمانبرداری ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارے شکریہ کی حد یہ ہونی چاہیے
کہ ہر وقت اپنے سر کو میری بارگاہ کے سامنے جھکائے ہوئے بزبانِ حال یہ کہتے رہو
کہ اے محسنِ حقیقی یہ سر جو تیری ہی نعمت ہے تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔ اگر تو
چاہے تو اپنے ہاتھوں سے اس کو بدن سے جدا کردینے سے بھی
تامل نہ کروں گا۔ حالانکہ کوئی مخلوق میرا شکریہ ادا نہیں کرسکتا کیونکہ جان
یا مال جس سے بھی شکریہ ادا کرنا چاہیگا وہ میری ہی نعمت ہوگی۔ پس میری
نعمت کو میری نعمتوں کے شکریہ میں صرف کرنا درحقیقت میری نعمتوں کے ایک
جزء کو میری طرف پلٹا دینا ہے حالانکہ شکریہ وہ ہے جو اپنی ملکیت اور اپنی
چیز سے کیا جائے باوجود اسکے یہ میری انتہا رافت اور محبت ہے کہ میں
اسی کو تم سے کافی سمجھتا اور اوسی قدر تم پر بوجھ ڈالنا چاہتا ہوں جس قدر تم سے
ہوسکے۔ اور تمہارے امکان میں یہی ہے کہ میرے شکریہ میں میری نعمتوں
کو صرف کرو۔ کیونکہ جان یا مال یا اعضاءِ بدن کوئی چیز تمہاری نہیں ہے بلکہ
سب میری نعمت ہے اور پھر بھی اداے شکریہ میں اپنی ہی نعمت صرف کرنے کو
تمہارے لئے حسنہ اور احسان کا بدلا بلکہ ابتداءً عملِ خیر قرار دیکر اوس کا پھر بدلا
دوں گا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي
لَشَدِيدٌ۔ یعنی اگر تم میرا شکریہ ادا کروگے تو میں اپنی نعمتیں تم پر زیادہ کروں گا۔
اور اگر ناشکری کروگے تو سمجھ لو کہ میرا عذاب سخت ہے واضح ہو کہ اگر انسان سمجھ لے

کہ وہ کیا ہے۔ اور پیدائش کیا چیز ہے۔ اور موت کس کو کہتے ہیں۔ اور مدت حیات کا معنی کیا ہے۔ تو کسی وقت خداوند منعم کی اطاعت و فرمانبرداری سے غافل نہ ہو پس جاننا چاہیئے کہ واقعی انسان روح ہے کیونکہ ہر عمل کی کرنے والی وہی ہے اور اچھے یا بُرے بدلے کی وہی مستحق سمجھی جاتی اور کل احکام اوسی پر جاری ہوتے ہیں بے جان جسم سے کسی چیز کا تعلق نہیں ہوتا۔ یہ جسم بجائے ہتھیار کے ہے روح مثل بھاپ کے ہے۔ اور جسم مثل انجن کے اور اعضاء مثل پُرزوں کے۔ جس طرح بھاپ ہی کی طاقت سے انجن اپنی کل ضرورتوں کو انجام دیتا ہے لیکن بھاپ بغیر انجن کے اونکو پورا نہیں کرسکتی۔ اوسی طرح روح کی طاقت سے جسم اپنی کل ضرورتوں کو پورا کرتا ہے لیکن روح بغیر مدد جسم کے کچھ نہیں کرسکتی۔ دنیا مزرعۂ آخرت یعنی آخرت کے لئے کھیتی کی جگہ ہے۔ اور انسان یہاں معین مدت کے لئے بھیجا گیا ہے تاکہ اس کھیتی سے اس قدر پیداوار حاصل کرے جو اوسکے اصلی وطن میں پہونچنے کے بعد اوسکے کام آئے اور آرام سے وہاں کی زندگی بسر کرے۔ اسی وجہ اسکو یہ ہتھیار اوتنے ہی دنوں کے لئے دیا گیا جتنے دنوں اوسکو اس کھیتی میں کام کرنے کی ضرورت ہے جب اس کھیت میں آنے لگتا ہے تو یہ ہتھیار یعنی جسم اسکو کام کیلئے ضرورتوں کو انجام دینے کے لئے اوس کو تین پردوں کی تاریکی میں دیا جاتا ہے۔ ایک ماں کے پیٹ کا چمڑہ۔ دوسرے رحم۔ تیسرے مشیمہ (آنول۔ پُرین)۔ اور جب یہاں سے جانے لگتا ہے تو یہ ہتھیار اوس کو اوسی طرح تین پردوں کے اندر چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ ایک کفن دوسرے تختہ تیسرے مٹی۔ اور پیدائش نام ہے اصلی وطن یعنی آخرت کو چھوڑ کر اس کھیتی میں آنے کا خداوند صادق و مصدق ارشاد فرماتا ہے یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً (اے روح مطمئن پلٹ آ اپنے پروردگار کی طرف ایسی حالت میں کہ تو اوس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے اور غیر جگہ سے اصلی وطن (گھر) کی طرف پلٹنے کو رجوع یعنی واپس آنا کہتے ہیں۔ پس یہ آیت مبارکہ صاف بتا رہی ہے کہ انسان کا اصلی وطن (گھر) آخرت ہے جہاں سے آتا ہے اور پھر وہیں چلا جاتا ہے اور ہمیشہ وہیں رہے گا۔ اگر اس کھیت (دنیا) میں کافی ریاضت اور محنت کرکے پیداوار

(اچھے اعمال) حاصل کر چکا ہے تو وہاں اچھی زندگی بسر کریگا اور اگر یہاں سستی اور غفلت کی ہے اور عمر عزیز کو گنوایا ہے تو وہاں بری زندگی بسر کریگا اور موت نام ہے اس کھیت سے نکل کر اپنے گھر کی طرف جانے کا۔ اور کھیتی سے فراغت ہو جانے کے بعد گھر کی طرف میلان ہر گھرست کا طبعی امر اور اوسکی طرف پلٹ آنا اوس کا دستور العمل ہے۔ کوئی گھرست فراغت کے بعد کھیت میں نہیں رہتا۔

حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی گھر (آخرت) سے محبت رکھنا ایمان کا اثر ہے۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ مِنْ کَرَمِ الْمَرْءِ بُکَاءُہٗ عَلٰی مَا مَضٰی مِنْ زَمَانِہٖ وَحُنَیْنُہٗ اِلٰی اَوْطَانِہٖ [1] یعنی انسان کی بزرگی (بیکاری میں) گذرے ہوئے زمانوں پر رونا اور اپنے گھروں (آخرت) کی طرف شوق رکھنا ہے۔ اور ممکن ہے کہ لفظ وطن سے دونوں بزرگوں کی غرض دنیاوی وطن بھی ہو پس اس صورت میں یہ کلام ذو معنیین (دو معنی رکھنے والا) اور نہایت بلیغ ہو جائیگا۔ اور ظاہر ہے کہ جو مسافر گھر کا شائق ہوتا ہے گھر واپس جانے کے اسباب پوری توجہ سے مہیا کرتا ہے۔

اسلئے حضرت کی فرمائش کا حاصل یہ ہے کہ مسافرت میں گھر واپس جانے کے اسباب کی فراہمی میں جو کچھ سستی اور غفلت ہو چکی ہے اوس پر روؤ۔ اور آنے والے دنوں میں پوری توجہ سے اسباب فراہم کرو۔

اور مدت حیات نام ہے اس کھیت (دنیا) میں اُتنے دنوں رہنے کا جتنے میں اوسکی ضرورتوں سے فراغت ہو جائے۔

اس پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ واقعی انسان روح ہے جس سے خداوند عالم نے مذکورہ بالا آیت میں بلفظ نفس مطمئن خطاب کیا ہے۔ اور جسم بجائے ہتھیار کے ہے جو کھیتی یعنی اطاعت پروردگار میں استعمال کرنے کے لئے اُتنے دنوں کے لئے دیا گیا ہے جب تک (وہ اس کھیت

[1] کنز الفوائد کراجکی مطبوعہ صفحہ ۱۱۲

(دنیا) میں رہیگا۔ اور وہ یہاں اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اس قدر
پیداوار (اطاعت پروردگار) مہیا کرلے جو اوس کے اصلی مکان (آخرت)
میں ہمیشہ کے لئے کافی ہوسکے۔ اور وہ یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں
آیا ہے۔ کیونکہ کھیت میں کوئی بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ اور اس سے فرصت
کرکے اپنے اصلی گھر (آخرت) کی طرف ضرور چلا جائے گا۔ جس طرح بہتیرے
جا چکے۔ حقیقی بادشاہ اپنے رعایا سے خطاب کرتا ہے کہ:۔ اَفَحَسِبْتُمْ
اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ کیا تمہارا
گمان یہ ہے کہ میں نے تم کو بیکار پیدا کیا (کھیت میں بھیجا) اور تم
میرے پاس (اصلی گھر میں) پلٹ کر نہ آؤ گے (اور ہمیشہ کھیت ہی میں
رہو گے) مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ میں نے
جن اور انسان کو اپنی معرفت اور اطاعت ہی کے لئے پیدا کیا ہے
(کیونکہ دنیا پیداوار یہی ہے)

ع۵ (مذاہب باطلہ) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بغیر بار حق و احسان کے کوئی ہستی
تعظیم و احترام کی مستحق نہیں ہے اور تعظیم کی حد ادنےٰ درجہ سے اعلےٰ یعنی سجدہ اور
اطاعت مطلقہ یعنی بے قید اور بے انتہا فرماں برداری تک حق و احسان کی مقدار کے
لحاظ سے ہونی چاہیئے تاکہ مذموم افراط یعنی غلو (حد سے بڑھا دینا) اور تفریط یعنی حق
تلفی لازم نہ آئے اور برتاؤ میانہ روی کا اور عدالت و انصاف کے مطابق ہو۔
پس اگر غور اور انصاف کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ باطل مذہب والے جن کو اپنا
خدا جانتے ہیں وہ ہرگز اس تعظیم کے مستحق نہیں ہیں جس کو ان مذاہب والے اون کے
لئے تجویز کرتے اور برتتے ہیں۔
مثلاً حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام جن کا خالق اور رازق نہ ہونا تو یقینی
بات ہے جس سے انکار کرنا کسی منصف مزاج عاقل کا کام نہیں ہے۔ رہ گئی دینی اور مذہبی
تعلیم جو بہترین نعمات و احسانات ہے تو اوسکے متعلق بھی آنریبل سر ولیم میور صاحب
لکھتے ہیں کہ دین مسیحی کا کچھ اثر عرب پر ہوا تھا مگر وہ ایسا نا پائدار اور خفیف تھا۔ جیسے
کسی جھیل کے پانی کی سطح پر کبھی کبھی کوئی لہر آجاتی ہے۔ مگر پانی کے نیچے کہیں ذرا سی بھی

حرکت معلوم نہیں ہوتی اور (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ) کی تیرہ برسوں کی تعلیم نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کر لی اور وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ **اور راڈویل صاحب** لکھتے ہیں کہ حیاتِ روحانی ابتدائے دین یہی سے اوس وقت (بعثت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ) تک کبھی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی جیسی کہ چند اوامر و احکام اسلام کی تعلیم سے ہوئی **اور ہگنس صاحب** لکھتے ہیں کہ عیسائی اگر اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہوگا کہ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ) کے مسائل نے وہ درجہ نشۂ دینی اپنے پیروؤں میں پیدا کیا جسکو (حضرت) عیسےٰ (علے نبینا وعلیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اوس کا مذہب اوس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں [1]

**پس** اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام خدائی تعظیم کے تو کسی طرح مستحق ہو ہی نہیں سکتے اُتنی تعظیم کے بھی مستحق نہیں ہو سکتے جس کا استحقاق حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ کو ہے۔

۲۔ **بت پرستوں کے بُت** تو وہ کیا زیادہ کسی طرح کی تعظیم کے مستحق نہیں ہیں بلکہ اگر وہ جاندار ہوتے تو انصافاً اون کو چاہیے تھا کہ سنگ تراشوں (پتھر تراشنے والوں) کی تعظیم کرتے کیونکہ اگر وہ ان کے خالق نہیں ہیں تو صانع (بنانے والے) ضرور ہیں اور یہ مرتبہ خالقیت کے بعد کا ہے۔ کیونکہ لویس عیسائی نے **خلق** کا معنی عدم سے پیدا کرنا لکھا ہے (منجد) اور علامہ اسمٰعیل حقی نے لکھا ہے کہ خلق بغیر مادہ (اصل) کے پیدا کرنا ہے اور مادہ سے پیدا کرنے کو جَعْلُ (صنعت) کہتے ہیں (کتاب فروق حقی)

۳۔ **آریوں کا ایشور** (خدا) تو میں آیت کریمہ وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکَافِرِیْنَ کی تفسیر کے حاشیہ میں لکھ آیا ہوں کہ آریوں نے اپنے ایشور یعنی خدا کے جو صفات دوسروں کو دیکھانے کے لئے لکھے ہیں اون صفتوں کا ایشور موجود نہیں ہے۔ اور واقع میں وہ آگ اور آفتاب کو خدا مانتے اور اوسی کی پرستش (پوجا) کرتے ہیں۔

لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے ایسے ایشور کو موجود بھی مان لیا جائے جب بھی بتوں کی طرح وہ بھی کسی طرح کی تعظیم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ دیانند جی لکھتے ہیں کہ "اناوی پدارتھ (غیر آغاز اشیاء یعنی ازلی) تین ہیں ایک

[1] اسکی تفصیل مسترہ ہدیہ مقدمہ الف تا ۶۹ میں ضرور ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ

انسان کے ضروریات دنیا و آخرت سب کو خدا نے مہیا کر دیا ہے

(دوسرا فائدہ) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا الخ

واضح ہو کہ پیدائش سے دفن تک انسان تین حالتیں رکھتا ہے ۱ پیدائش ۲ زمانۂ حیات ۳ موت سے دفن تک اور پیدائش سے موت تک بشر ہونے کی حیثیت سے تین چیزوں کا محتاج ہے ۱ بقاء نسل و سلسلۂ توالد و تناسل کا ۲ اسباب زندگی و آرام جیسے کھانا ۔ پینا کپڑا ۔ مکان کا ۳ اسباب زینت جیسے زیورات اور ضروری مقدار سے زائد لباس کا اور مرنے کے بعد کفن اور قبر کا اور بلحاظ آخرت مالک جزا و سزا بادشاہ کا محکوم بندہ ہونے کی حیثیت سے بھی تین چیزوں کا محتاج ہے ۱ ایسے احکام کا جو اس کے دنیاوی اور اخروی امور کے مصلح اور منتظم ہوں یعنی خدا اور خلق خدا کے حقوق کو پہچاننا اور ان کو پورا کرنا ۲ ان احکام کے معلم اور مروج کا ۳ ان چیزوں کو پہچاننے کا جن سے

حاشیہ صفحہ ۳۶۵ دو "ایشور" دوسرا "جیو" تیسرا "پرکرتی" یعنی جہان کی علت (مادہ) انہیں کو نتیہ (ابدی) بھی کہتے ہیں ۔ جو پدارتھ نتیہ (ازلی ۔ ابدی) ہیں ان کے صفات ۔ حرکات اور حواس بھی نتیہ (ابدی) ہوتے ہیں ۱ اور ہر ذات کے عوارض بھی تین یعنی صفات ۔ حرکات ۔ حواس ہیں ۔ اور صفات کی دو قسمیں ہیں انفعالی جیسیں صورت بھی داخل ہے اور انتزاعی جیسیں علم و ادراک اور حرکات جنیں ترکیب یعنی جسم کی تیاری بھی داخل ہے ۔ اس بنا پر دیانند جی کی تحریر کا حاصل یہ ہوا کہ جیو یعنی روح (جس کو ہم نے متن میں حقیقی انسان لکھا ہے) اور پرکرتی یعنی مادہ جسم (جس کو ہم نے اطاعت پروردگار کے لئے ہتھیار لکھا ہے) یہ دونوں ایشور آریہ کے برابر کے بھائی اور ذات و صفات سب میں بالکل ہمسر ہیں اور انکی صورتیں اور ترکیب جسمانی بھی ازلی و ابدی ہیں خلاصہ یہ کہ آریوں کے ایشور کو نہ تو روح اور مادہ کی پیدائش سے کسی طرح کا تعلق ہے نہ انکے رزق وغیرہ دوسری چیزوں سے کیونکر قدیم (ازلی ۔ ابدی) ذات پیدائش یا رزق کسی چیز کی محتاج نہیں ہوتی اسلئے دنیا کی ہر موجودہ چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان آریوں کے اعتقاد اور دیانند جی کی تحریر کے مطابق سب کی سب ازلی اور ابدی اور ایشور جی کی ہمسر اور اون سے بے نیاز ہیں جن پر آریوں کے ایشور کا نہ کوئی حق ہے نہ احسان ۱۲ منہ

۱ ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ منتوبہ انتوبہ ۱۸۹۷ فقرہ ۶ چھاپہ نولکشور پریس ۱۸۹۹ء

بچنا ضروری اور اونکو اختیار کرنا دنیا میں مبسوط الید یعنی با اختیار حاکم شرع کے دربار میں اور آخرت میں بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں ہلاکت اور بے انتہا مضرت اور نقصان کا سبب ہے اگرچہ کلام مقدس پروردگار اعبدوا ربکم میں لفظ رب اپنے چاروں معانی سے ان کل ضرورتوں کے پورا ہونے کو بتا رہا تھا لیکن چونکہ ایک لفظ کے ذریعہ سے ہر نگاہ ان معانی تک پہونچ نہیں سکتی تھی۔ اس واسطے خداوند حکیم کو اس اجمال کی تفصیل کرنے کی ضرورت ہوئی۔ پس مرحلۂ پیدائش اور سلسلۂ توالد وتناسل کو اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ قَبْلِکُمْ سے بیان فرمایا ہے۔ اور اسباب زندگی اور زینت اور فقر کو اس کے بعد کی آیتوں سے۔ جیسا کہ ظاہری تفسیر اور اوسکی حدیثوں میں تفصیل سے ذکر کیا گیا اور مرحلۂ آخرت کے دو نمبروں کو شروع آیت سے رِزْقًا لَّکُمْ تک سے بیان فرمایا ہے اور تیسرے نمبر کو فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا الخ سے جیسا کہ باطنی تفسیر میں ذکر کیا گیا اور ممکن ہے کہ سلسلۂ توالد وتناسل کو اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ سے رِزْقًا لَّکُمْ تک کے دوسرے باطنی معنی سے ادا فرمایا ہو

بیان اوس کا یہ ہے کہ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی وغیرہ میں حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام موسےٰ کاظم علیہما السّلام سے روایتیں نقل کی گئی ہیں جن میں کلام پروردگار وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ (اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کی تاریکی میں) کی تفسیر میں ان حضرات نے ارشاد فرمایا ہے کہ حَبَّةٍ سے جنین مقصود ہے اور ظُلُمٰت سے ارحام اور ارض سے عورتیں اور کلام پروردگار نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں) بھی اس پر شاہد ہے [1] اور فراشا کی تفسیر مجمع البحرین میں مبسوطۃ یعنی پھیلے ہوئے کیگئی ہے اور سماء کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ظلیلہ یعنی سایہ ڈالنے والا یا ڈھانکنے والا فرمایا ہے [2] اور مہذب لوگ اپنے محاوروں میں ہم بستری لفظ غشیان (ڈھانکنے) اور لفظ بنی علیہا اور بنی بہا سے تعبیر کیا کرتے ہیں او جد سو میں بھی یہ محاورے پائے جاتے ہیں اسلئے ممکن ہے کہ یہاں پر لفظ ارض سے بیبیاں مقصود ہوں اور فراشا سے اونکا پھیلنا یعنی لیٹنا اور لفظ سماء سے اون کے

---

[1] مقدمہ تفسیر مراۃ الانوار ذکر لغت ارحم ص ۱۲ و لغت حبۃ ص ۱۳۶ و لغت ظلمۃ ص ۲۲۰ [2] مقدمہ مراۃ الانوار ذکر لفظ سما ص ۱۸۹

شوہروں کی طرف اشارہ ہو اور بناء فعل محذوف یعنی یبنی کا مفعول مطلق ہو۔
اور اصل اسکی یوں ہو وَالسَّمَاءُ الَّذِیْ یَبْنِیْ عَلَی الْاَرْضِ بِنَاءً یعنی آسمان (شوہر)
کو پیدا کیا جو ارض یعنی اپنی بیبیوں پر سایہ ڈالتے ہیں۔
اور لفظ ماء نطفہ کے معنی میں خود قرآن ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسے مَاءٍ
مَّهِیْنٍ اور ثمرات کا معنی اولاد اور رزق کا معنی ہر وہ چیز جو فائدہ پہونچائے جو اوپر
ذکر کیا جا چکا پس اس بنا پر اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ سلسلۂ توالد و تناسل
کے لئے میں نے زمین (عورتوں) کو فرش (لیٹنے والی) بنایا اور آسمان (اون کے
شوہروں کو) اون پر سایہ ڈالنے والا یعنی ہم بستری کرنے والا اور اون آسمانوں (یعنی
کے صلب سے پانی (نطفہ) برسایا اوس نطفہ سے اولاد پیدا کیئے جو تم کو فائدہ پہونچانے والے ہیں
پس اگر خداوند عالم نے اس مطلب کو ان الفاظ سے مراد لیا ہو تو یہ آیت نہایت
درجہ بلیغ آیتوں سے اور ایک ظاہری اور دو باطنی معنی پر شامل ہو گی علاوہ اس کے
کہ انسان کے دنیاوی اور اخروی اور اسباب حیات و موت سب کو اپنے مختصر الفاظ
سے بیان کر رہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ خداوند رحیم و کریم نے بنی آدم کو
پیدا کیا اور بیبیاں دین بچے دیئے اور اسباب زندگی اور ضروریات آخرت
سب سے سرفراز اور بہرہ مند کیا۔ اور اپنے لطف و رحمت کو اونڈیل دیا اب ہمارا جو فریضہ
ہے اوسکو ہمارے امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے چند
لفظوں میں یوں ارشاد فرمایا ہے:۔ وَجَدْتُ عِلْمَ النَّاسِ فِیْ اَرْبَعٍ اَحَدُهَا
اَنْ تَعْرِفَ رَبَّكَ وَالثَّانِیْ اَنْ تَعْرِفَ مَا صَنَعَ بِكَ وَالثَّالِثُ اَنْ تَعْرِفَ مَا اَرَادَ مِنْكَ وَالرَّابِعُ اَنْ تَعْرِفَ
مَا یُخْرِجُكَ مِنْ دِیْنِكَ ؎ یعنی میں نے لوگوں (یعنی علمائے ربانی) کے علوم کو
چار جملوں میں پایا ایک یہ کہ اپنے پروردگار کو پہچانو (کیونکہ اوس نے مذکورۂ بالا کل
نعمتوں سے تم کو سرفراز کیا اور محسن کا حق یہ ہے کہ اوس کو اوس کے حق احسان کے ساتھ پہچانو)
دوسرے سمجھو کہ اوس نے تمہارے ساتھ کس کس طرح سے بھلائیاں کیں (نعمتِ وجود
نعمتِ اولاد۔ نعمتِ مال۔ نعمتِ عزت۔ اسباب زندگی۔ ضروریات کفن و دفن۔ ضروریاتِ
آخرت سبھی کچھ دیا۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جس کی تم کو ضرورت ہو

؎ کنز الفوائد کراجکی علیہ الرحمہ ص ۹۹ ۱۲ منہ ؎ حاشیہ بر ص ۳۶۹

اور خدا نے نہ دی ہو) تیسرے سمجھو کہ تم سے کیا چاہتا ہے (اپنے احسانات کا بدلا یعنی شکر گذاری جسکو دوسرے الفاظ میں اطاعت و فرمانبرداری کہتے ہیں) چوتھے سمجھو کہ کیا چیز تم کو تمہارے دین سے نکال دیگی (خدا کا خدائی میں رسول کا رسالت میں امام کا امامت میں غیر مستحقوں کو شریک کرنا جس سے اوس نے اپنے کلام بلاغت نظام فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ میں منع کیا ہے) مولانا الاجل شیخ مفید علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس فرمائش کی شرح میں تحریر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۸) واضح ہو کہ احکام شخصی نہیں ہوتے بلکہ نوعی یعنی اکثر افراد کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس مقام پر اگر مجموع انسان اور اوسکی ضرورت کی مجموعی چیزوں کو دیکھا جائے تو ماننا پڑیگا کہ مجموع انسان کے ضرورت کی کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی ہے جسکو خداوند حکیم نے پیدا نہ کیا ہو۔ رہ گیا کسی کو صحیح کسی کو بیمار۔ کسی کو فقیر کسی کو مالدار۔ کسی کو ناقص خلقت کا کسی کو پوری خلقت کا مثلاً اوس نے بنایا ہے تو یہ شخصی مصلحت کے لحاظ سے ہے اور شخصی مصلحتیں عام حکموں میں دخل نہیں رکھتیں اور نہ قابل گرفت و اعتراض ہوتی ہیں ۱۲ منہ

عہ مولانائے مذکور الصدر رحمۃ اللہ تعالٰی کے مکارم اور بزرگیاں حد تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ ان کے شاگرد شیخ الطائفہ طوسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ مولانائے موصوف بزرگ ترین متکلمین امامیہ سے تھے اور اپنے زمانہ میں علم کلام اور علم فقہ اور جملہ علوم میں سب پر فوقیت رکھنے اور رئیس مذہب امامیہ اور حاضر الجواب تھے۔ اور چھوٹی بڑی کل دو سو کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ مخالفوں سے برابر مناظرہ کیا کرتے اور ان کو مغلوب کیا کرتے تھے حضرت آخر الزمان روحی و ارواح العالمین لہ الفداء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو خطوط لکھے ہیں جنمیں سے ایک میں اَلْاَخُ السَّدِیْدُ وَالْوَلِیُّ الرَّشِیْدُ اور سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْکَ تحریر فرمایا تھا یعنی ہدایت یافتہ بھائی اور سمجھدار دوست تم پر خدا کا سلام ہو۔ اور آپ کے انتقال کے بعد حضرتؑ نے آپکا مرثیہ یوں نظم فرمایا تھا

اَلَا صَوَّتَ النَّاعِیْ بِفَقْدِکَ اِنَّہٗ ٭ یَوْمٌ عَلٰی اٰلِ الرَّسُوْلِ عَظِیْمٌ ٭ اِنْ کَانَ قَدْ غُیِّبْتَ فِیْ جَدَثِ الثَّرٰی ٭ فَالْعَدْلُ وَالتَّوْحِیْدُ فِیْکَ مُقِیْمٌ ٭ وَالْقَائِمُ الْمَہْدِیُّ یَفْرَحُ کُلَّمَا ٭ تُلِیَتْ عَلَیْکَ مِنَ الدُّرُوْسِ عُلُوْمٌ ٭ یعنی تمہارے انتقال کی خبر ملی۔ تمہارے انتقال کا دن آل رسولؐ پر بہت سخت گذرا۔ اگر تم قبر میں دفن کر دیئے گئے تو توحید و عدالت خدا جو

فرمایا ہے کہ معصوم علیہ السلام کے یہ چار جملے کل واجب معرفتوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بندوں پر پہلی چیز جو واجب ہے وہ معرفتِ پروردگار جل جلالہ ہے پس جب سمجھ لیا کہ اوس کا کوئی خدا ہے تو واجب ہے کہ سمجھے کہ اوس نے اوس کے ساتھ کیا کیا۔ پس جب اوس نے اسکو سمجھ لیا تو ضرور ہے کہ اوسکی نعمتوں کو بھی سمجھ لیا۔ اور جب نعمتوں کو سمجھ لیا تو شکر گذاری اوس پر واجب ہوگئی۔ پس جب وہ چاہیگا کہ اوس کا شکریہ ادا کرے تو لازم ہوگا کہ یہ سمجھ لے کہ شکریہ کیونکر چاہتا ہے تاکہ اوسکی خواہش اور فرمائش کے مطابق انجام دے اور جب اطاعت اوسکی واجب ہوئی تو اب اُس کو ضروری ہوا کہ یہ بھی سمجھ لے کہ اوس کے دین سے اوس کو کیا چیز نکال دیتی ہے تاکہ اوس سے بچے اور خدا کا شکریہ اور اسکی اطاعت خالص طور سے انجام دے سا۔

(تیسرا فائدہ) اصول دین یا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الخ حدیثوں میں ذکر کیا گیا کہ حضرت امام ہمام حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوۃ والسلام نے اعبدوا کی تفسیر اطیعوا سے کی ہے اور اوسکی تفصیل میں اعتقاد وحدانیت اور عدالت اور حلم وغیرہ صفاتِ پروردگار۔ اور اعتقاد رسالتِ حضرت سرورِ عالم اور افضلیت اہلبیت اطہار علیہم الصلوۃ والسلام کو ارشاد فرمایا ہے۔ اور

لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا میں باطل پیشواؤں کی امامت و پیشوائی کے اعتقاد سے ممانعت کی گئی ہے جس کا حاصل برحق پیشواؤں کو ماننا اور ناحقوں سے کنارہ کشی کرنی ہے۔ اور لعلکم تتقون میں آتش جہنم سے ڈرایا گیا ہے اور ان آیتوں کے باقی حصوں میں ان اعتقادوں کے واجب ہونے کی دلیلیں بیان کیگئی ہیں ایک بعنوان اظہارِ نعمات و احسانات جس کا حاصل یہ ہے کہ منعم کا شکریہ عقلاً واجب ہے اور شکریہ کا معنی اطاعت و فرماں برداری ہے۔ اور اطاعت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۹) تم خلق خدا کو تعلیم کر گئے ہو باقی ہے۔ تم جب جب علوم کی تعلیم کیا کرتے تھے قائم مہدی خوش ہوا کرتے تھے کراجکی علیہ الرحمہ کے متعلق علمائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ نام آپکا محمد اور آپ کے پدر بزرگوار کا نام علی تھا اور آپ شیخ مفید اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور شیخ الطائفہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے شاگرد اور عالم فاضل متکلم فقیہ محدث ثقہ جلیل القدر تھے اور آپکی کتاب کنز الفوائد مشہور ہے اور آپکے بعد کے علماء نے اوس سے مضامین لئے ہیں ۱۲ منہ

اصول دین

کنز الفوائد کراجکی علیہ الرحمہ ص ۹۹ ۱۲ منہ

وفرماں برداری کی تفصیل اصول دین کا اعتقاد اور فروع دین پر عمل کرنا ہے اس لئے کہ جب تک منعم اور اوس کے حقوق کو پہچان نہ لے اطاعت نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک اوسکے کل حکموں پر عمل نہ کرے صحیح مطیع وفرماں بردار نہیں کہا جا سکتا۔ اور اوس کے احکام اصول دین اور فروع دین سب کو شامل ہیں دوسرے بعنوان اظہارِ استحقاق اطاعت و فرماں برداری جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اطاعت وفرماں برداری کی مستحق وہی مقدس ذات ہو سکتی ہے جو خالق و رازق وغیرہ ہو سکتی ہو۔ اور جو ذات اسکی قابلیت نہیں رکھتی وہ کسی طرح اطاعت کی مستحق نہیں ہو سکتی جس کو فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کے بعد والا جملہ یعنی وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی تم خود جانتے ہو کہ جن کو تم خدا کا شریک سمجھتے اور اون کی خدائی کا اعتقاد رکھتے ہو اون میں خلق ورزق وغیرہ کی قابلیت نہیں ہے۔ جیسا کہ قبل اس کے تفسیر میں ذکر کیا جا چکا۔

حجۃ الاسلام مولانا شیخ محمد حسین علیہ الرحمہ کا کلام تفسیر سورہ بقرہ ص ۲۱۳ میں نقل کر آیا ہوں کہ جو شخص شیعہ ہونے کا دعوا کرتا ہو لیکن اعمال اوس کے منافقوں کے اعمال کے مثل ہوں تو اوسکے دعوائے تشیع سے دھوکا نہ کھانا چاہئے کیونکہ ؎ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ۔ یعنی دوست اپنے دوست کی فرماں برداری کرتا ہے۔ ان مرحوم کی اس فرمائش کی بہتر دلیل ایک تو مشاہدہ ہے کہ دوست دوست کی اطاعت کرتا اور اوسکی مخالفت اور آزردگی پر راضی نہیں ہوتا جیسا کہ مصرع میں بیان کیا گیا۔ اور دوسری عمدہ دلیل یہ ہے کہ روح ایمانی مثل چراغ کے ہے۔ اور اطاعت وفرماں برداری جو اوس کو لازم ہے مثل روشنی کے جو چراغ کو لازم ہے۔ اور جسم انسانی جس میں سیکڑوں سوراخدار رگیں اعضاء کی طرف پھیلی ہوئی ہیں مثل کنٹر (پیپا) کے ہے جس میں سیکڑوں سوراخ کر دیئے جائیں پس یہ چراغ کو اوس سوراخدار پیپا میں رکھدینے کے بعد جس طرح محال ہے کہ اوسکی روشنی بعض سوراخوں سے باہر نکلے اور بعض سے نہ نکلے اوسی طرح محال ہے کہ ایمان کا لازم اور قہری اثر یعنی اطاعت ؟ ایمان رکھنے والے جسم کے بعض اعضاء سے ظاہر ہو اور بعض سے نہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ واقعی اور کھرے مومن سے ممکن نہیں ہے کہ احکام پروردگار

یں سے بعض حکموں کی تعمیل ظاہر ہو اور بعض کی مخالفت۔

(چوتھا فائدہ) علم کلام اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الخ اس میں دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ حکم پروردگار یعنی اعبدوا مولوی ہے یا ارشادی دوسرے یہ کہ معارف یعنی اصول دین میں تقلید جائز ہے یا نہیں۔ اور اس آیت سے تقلیدی معرفت کے جائز یا ناجائز ہونیکا کچھ پتہ ملتا ہے یا نہیں۔

پہلی بحث کا بیان یہ ہے کہ اس آیت میں اُعْبُدُوْا اور اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں اَطِیْعُوْا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں قُلْ اور جو الفاظ کہ ان کے مثل ہیں کل امر کے صیغے ہیں۔ اور امر (حکم) دو طرح کا ہوتا ہے ۱ مولوی ۲ ارشادی امر مولوی حاکمانہ حکم کو کہتے ہیں کہ جس کی مخالفت استحقاقِ سزا کا سبب ہوتی ہے جیسے مالک کا حکم مملوک کو۔ بادشاہ کا حکم رعایا کو۔ حاکم کا حکم محکوم کو۔

اور امر ارشادی مشورۂ نیک کو کہتے ہیں اور اوسکی دو قسمیں ہیں ایک عقل کے قائم مقام بنکر نفع اور نقصان کو جتلانا اور صلاح نیک دینی۔ دوسرے اپنے یا کسی دوسرے کے حقوق کو طلب کرنا یا اوسکو ادا کرنے کی فرمائش کرنی مذکورہ بالا لفظوں میں چونکہ اپنی معرفت کا مطالبہ ہے۔ اس لئے یہ اوامر مولوی نہیں ہوسکتے کیونکہ معرفت کے مطالبہ کو مولوی قرار دینے سے دور لازم آتا ہے۔ اسلئے کہ مولوی حکم معرفت حاصل ہونے پر موقوف ہے یعنی محکوم جب تک حاکم کو اپنا حاکم مان نہ لے۔ حاکم کو اوس پر جابرانہ حکم کرنے کا نہ تو عقلاً کوئی حق ہے اور نہ محکوم اوسکے حکم سے کوئی اثر لے سکتا ہے اسلئے یہ حکم بے فائدہ اور خلافِ عقل ہوگا۔ اور چونکہ یہ حکم معرفت حاصل کرنے کے لئے ہے اس لئے معرفت کا حصول اس حکم پر موقوف ہے پس لازم آئیگا کہ معرفت حکم سے پہلے حاصل ہو۔ اور حکم معرفت سے پہلے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ انمیں سے ہر ایک کا وجود بھی پہلے ہو اور عدم بھی یا یوں کہئے کہ ہر ایک کا وجود اوسکے عدم سے پہلے ہو۔ اسی کو دور کہتے ہیں اور چونکہ درمیان میں تیسری چیز واسطہ نہیں ہے اسلئے یہ دور مصرح ہوگا جو یقیناً محال اور قبیح ہے۔ (عہ حاشیہ بر ص ۳۷۳)

حاصل یہ کہ ایسے اوامر کو جنمیں معرفت حاصل کرنے کی فرمائش ہو مولوی قرار دینا چونکہ امر محال کا سبب ہے اس لئے ہر عاقل کے لئے ایسا حکم کرنا عیب اور قبیح اور محال ہے چہ جائیکہ خداوند حکیم علی الاطلاق کے لئے اسلئے ضرور ہے کہ فرمائش حکیم علی الاطلاق یعنی اُعْبُدُوْا رَبَّکُمُ ارشادی ہو اور اسکے بعد کے مضامین میرے خیال کے مؤید ہیں کیونکہ ان مضامین میں سے بعض اظہارِ حقوق کر رہے ہیں۔ جیسے پیدا کرنے۔ زمین کو فرش۔ آسمان کو چھت قرار دینے۔ پانی برسانے۔ رزق پیدا کرنے کا ذکر۔ اور بعض نفع و نقصان اور عدم معقولیت تشریکِ خدایانِ باطل کو ظاہر کر رہے ہیں جیسے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اور اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی عبادت کرو تاکہ جہنم کی آگ سے بچو۔ اور تم خود جانتے ہو کہ بتوں یا باطل پیشواؤں میں خدائی اور پیشوائی کی قابلیت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان مضامین میں تین چیزیں ہیں ۱؎ اپنے حقوق اور نعمات اور احسانات کا اظہار کرکے اپنے حقوق یعنی معرفت واطاعت کا مطالبہ ۲؎ جہنم کا ذکر کرکے عدمِ معرفت کے نقصان کا اظہار اور اپنی حجت کا اتمام ۳؎ اس امر کا بیان کہ جن کو تم خدا یا پیشوا مانتے ہو وہ اسکی اہلیت نہیں رکھتے اور اونکو ایسا ماننا عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

**دوسری بحث کا بیان** یہ ہے کہ اسمیں پانچ مسئلے ہیں ایک یہ کہ اصولِ دین ایمیں عام طور سے لوگوں کی تقلید جائز ہے یا نہیں، خواہ اونکی تقلید سے صحیح معرفت حاصل ہو یا نہ ہو دوسرے یہ کہ اوس شخص کی تقلید جائز ہے یا نہیں جسکی تقلید سے صحیح معرفت حاصل ہو جائے اگرچہ وہ جاہل ہو

---

ع۴ دور کی دو قسمیں ہیں مُصَرَّح اور مُضْمَر ۱؎ مصرح اوسکو کہتے ہیں جسمیں توقف صرف دو چیزوں میں دائر ہو جیسے زید کا وجود عمرو کے وجود پر موقوف ہو اور عمرو کا وجود زید کے وجود پر ۲؎ اور مضمر اوسکو کہتے ہیں جسمیں توقف تین یا اوس سے زائد میں دائر ہو جیسے زید کا وجود عمرو کے وجود پر موقوف ہو اور عمرو کا وجود بکر کے وجود پر اور بکر کا وجود زید کے وجود پر پس زید اور بکر کے درمیان عمرو واسطہ ہو گیا ہے ۱۲ منہ

ع۵ جس کا معنی یہ ہے کہ میری معرفت چھوڑنے میں نقصان ہے اور جس چیز میں نقصان کا احتمال ہو اوس سے بچنا عقلاً واجب ہے۔ اسی لئے میری معرفت حاصل کرنا عقلاً واجب ہے میں نے تم کو آگاہ کر دیا اگر مخالفت کرو گے جہنم میں ڈالے جاؤ گے ۱۲ منہ

جیسا کہ عام مسلمانوں کی جاہل اولاد اپنے ماں باپ یا مربی وغیرہ سے صحیح عقائد حاصل کر لیتے ہیں لیکن اوسکی دلیلوں کو نہیں جانتے تیسرے یہ کہ ایسی معرفت ان کے لئے کافی اور مقبول ہے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ ایسی صحیح معرفت رکھنے والوں پر دلیلوں کو نہ جاننے اور اون میں غور نہ کرنے سے عذاب کیا جائیگا یا نہیں۔

پانچویں یہ کہ معصوم کی تقلید جائز ہے یا نہیں اور لوگوں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت عصمت وطہارت کی تقلید کی اور وہ لوگ اوس پر راضی رہے یا نہیں۔

ان پانچ مسئلوں میں بموافقت اکثر علماء کرام کے جن میں غواصِ بحار احادیث اہلبیت یعنی مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بھی داخل ہیں میری رائے یہ ہے کہ چونکہ خداوند عالم کا اصلی مطلوب یہ ہے کہ اوسکی اور حضرت سرور عالم اور ان کے اوصیاء کرام کی معرفت اور باقی اصول دین کا اعتقاد حاصل کر لیا جائے اور واجب بالذات یعنی اصالۃً واجب یہی ہے۔ اس لئے اون لوگوں کی تقلید جائز نہیں ہے جنکی تعلیم عقائد حقہ تک پہونچا نہ سکے۔ رہ گئے وہ لوگ جن کی تعلیم سے صحیح عقائد حاصل ہو جاتے ہیں تو اونکی تقلید بے شبہ جائز ہے۔ اور معصوم کی بدرجۂ اولے۔ اور ایسی معرفت کافی اور ذریعۂ نجات بھی ہے اور چونکہ دلیلوں میں غور و فکر کرنا بذاتہ واجب اور مطلوب پروردگار نہیں ہے۔ اور تقویتِ عقائد کے سوا کوئی ذاتی مصلحت اور موضوعیت نہیں رکھتا۔ یا وجوب اس کا عرضی اور تحصیلِ عقائد کی غرض سے ہے۔ اسلئے اگر دوسرے ذریعوں جیسے تقلید معصوم یا تقلید حق پرست سے عقائد حاصل ہو جائیں اور مقلد دلیلوں کی طرف توجہ نہ کرے تو اوس پر عذاب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ مالکِ عادل عذاب[ع] کرے گا۔ اور قرآن و احادیث میں بظاہر کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے۔ جس سے دلیلوں میں غور و فکر کرنے کا ذاتی وجوب اور ذاتی مصلحت معلوم ہوتی ہو۔ باوجود اسکے قرآن مقدس میں بہت سی آیتیں ایسی موجود ہیں جن سے صاف

ع کیونکہ علم اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ مقدمہ (ذریعۂ تحصیل مطلوب اصلی) کے چھوڑ دینے پر عذاب نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو اس پر ایک عذاب نماز نہ پڑھنے پر اور ایک

صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرادِ پروردگار صرف معرفت حاصل کر لینا ہے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہو کہ خدا ایک ہے اور فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ایمان لاؤ خدا اور اوسکے رسول اور اوس نور پر جسکو ہمیں نے اتارا۔ اور اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اطاعت کرو خدا اور رسول اور امام وقت کی جو تم میں سے ہیں۔ اور حدیثیں بھی اس مضمون کی بہت ہیں جنہیں سے ایک مشہور ومتواتر حدیث مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ اِلَّا بِشُرُوْطِهَا وَنَحْنُ مِنْ شُرُوْطِهَا یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اوس پر بہشت واجب ہے لیکن اوسکے لیئے شرطیں ہیں اور وہ شرطیں ہم اہلبیت کی امامت کا اعتقاد کرنا ہے۔

باقی رہیں وہ آیتیں جن میں آیاتِ خدا میں غور و فکر کرنے کا ذکر ہے تو وہ اون لوگوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں جو خدا کی نشانیوں کے موجود ہوتے ہوئے یا تو ایمان نہیں لاتے یا احکامِ خدا کی مخالفت کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ نہ تو اس قسم کی کوئی آیت موجود ہے نہ حدیث جسمیں اصولِ دین کی دلیلوں میں غور و فکر کرنے کا ذاتی وجوب بیان کیا گیا ہو اور غور و فکر نہ کرنے پر عذاب کا وعدہ کیا گیا۔ اور وہ صحیح ایمان جو معصومین علیہم السلام یا حق پرست مومن کی تقلید سے حاصل ہوا ہو ناکافی بتایا گیا ہو اگر ایسا ہو تو آفت برپا ہو جائیگی اور ہرج ومرج لازم آئیگا اور دنیا کے مسلمانوں میں سے منجملہ سو حصوں کے ننانوے حصہ مسلمان احاطۂ اسلام سے نکل جائیں گے حالانکہ دنیا کی روش بتا رہی ہے کہ زمانہ حضرت سرورِ عالم اور ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک ان حضرات اور کل مسلمانوں کی اس امر پر سیرت جاری رہی ہے کہ کھانے پینے اور برطبق معاشرت کرنے میں ہمیشہ مسلمانوں کے ظاہری ایمان کو کافی سمجھتے رہے اور نہ تو معصومین میں سے کسی بزرگ کا معاشرت کرنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۴) سیکھنے پر اور ایک وضو نہ کرنے پر اور ایک پانی نہ بھرنے پر اور ایک لوٹا ذرہ حاصل نہ کرنے پر کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ صرف نماز چھوڑنے پر ہوگا اسی طرح چونکہ وضو کے لیئے پانی حاصل کر لینا مطلوب ہے اسلئے اگر بجائے بھرنے کے کسی سے لے کر وضو کرلے تو مطلوب حاصل ہو جانے کی وجہ سے نہ بھرنے پر عذاب کرنا غیر معقول اور قبیح ہے۔ پس یہاں بھی چونکہ معرفت حاصل کر لینا اصلی مطلب ہے اس لئے اگر حق پرست کی تقلید ہی سے حاصل کرلے تو دلیلوں میں غور و فکر نہ کرنے پر عذاب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے ۱۲ منہ

سے پہلے کسی مسلمان کے ایمان کی دلیلوں کو اوس سے پوچھنا ثابت ہے نہ کسی عالم یا باخبر مسلمان کا۔ اور نہ آج کوئی پوچھتا ہے۔ علاوہ اسکے اگر دلیلوں سے عقلی دلیلیں مقصود ہیں تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ دلیلیں اکثر خطا کی طرف لے جاتی ہیں اور بہت سے حکمار و فلاسفہ و متکلم اسکے چکر میں پڑ کر راہِ حق سے گمراہ ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے حدیثوں میں اس سے ممانعت کی گئی ہے۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اہل کلام ہلاک ہوتے ہیں اور مسلمان نجات پاتے ہیں۔ اور حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ دین میں کلام کرنے سے جو ممانعت کی گئی ہے اوسکی توجیہ آپ کے پیرو متکلموں نے یہ کی ہے کہ یہ ممانعت اوس شخص کو ہے جو اچھی طرح بحث اور گفتگو نہ کر سکتا ہو لیکن جو شخص اسکی قابلیت رکھتا ہو وہ ممنوع نہیں ہے۔ تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ قابلیت رکھنے والے اور نہ رکھنے والے کسی کو کلام نہ کرنا چاہیے انتہیٰ بقدر حاجت۔ اور اگر دلیلوں سے قرآن و حدیث مقصود ہے تو معلوم ہو چکا کہ کسی آیت یا حدیث سے انمیں غور کرنے کا ذاتی وجوب ثابت نہیں ہے اور اگر اس سے دنیا کی موجودہ چیزیں مقصود ہیں تو معلوم ہو چکا کہ بہت سے مسلمان انکی طرف سے بھی غافل ہیں میری غرض یہ نہیں ہے کہ دلیلوں میں غور و فکر نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ نہ تو ایمان و معرفت اس پر موقوف ہے نہ اس کا وجوب ذاتی ہے اور نہ اس کو چھوڑنا سبب عذاب و سزائے آخرت ہے باقی رہا یہ شبہ کہ عقلی دلیلوں کو چھوڑ کر نقلی دلیلوں یعنی قرآن و حدیث اختیار کرنے میں دور لازم آئیگا تو اوس کا جواب یہ ہے کہ معرفت کا وجوب عقلی ہے اور اوسکے حاصل ہونیکا ذریعہ اور دلیلیں نقلی۔ اس معنی سے کہ عقل سے یہ سمجھو کہ خدا کوئی چیز ہے جس کو پہچاننا چاہیے۔ اور عام معلموں کی جگہ پر حضرت سرور عالم اور اہلبیت علیہم السّلام کے فضل و کمال اور حالتوں اور عادتوں اور معجزوں اور حکیمانہ کلاموں کو دیکھ لینے کے بعد انکو ایک کامل المعرفت معلم کی حیثیت میں رکھکر پہلے معلم اور معرفت کے بعد رسولؐ و امام مانو جس طرح انکے آج اغیار سرچشمۂ معرفت و کمالات سمجھتے ہیں (دیکھو سترہویں مقدمہ میں عیسائیوں کی تحریریں)۔ اس بارے میں مولانا محمد بن علی کراجکی علیہ الرحمہ نے لبطور سوال

د جواب کے ایک تحریر لکھی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو نمبروں پر تقسیم کر کے نقل کروں اور ہر نمبر پر (قوس کے اندر) رائے زنی کروں۔ ارشاد فرماتے ہیں ۱۔ اگر کوئی پوچھے کہ پہلا واجب کیا ہے تو کہو کہ دلیلوں میں غور و فکر کرنا جو معرفت حاصل کرادے (اوپر میں لکھ چکا کہ غور و فکر ذاتاً خود واجب نہیں ہے بلکہ کسی کے لئے معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مقدمۂ واجب ہے اور کسی کے لئے تقویت ایمان اور زیادتی فضل و کمال کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحب ہے) ۲۔ اگر کہے کہ غور و فکر کو واجب کیوں کہا تو کہو اس وجہ سے کہ خدا نے اپنی معرفت واجب کی ہے اور دلیلوں میں جب تک غور و فکر نہ کی جائے معرفت حاصل نہیں ہو سکتی (معرفت کا حصول غور و فکر میں منحصر نہیں ہے بلکہ تعلیم معصوم اور تقلید حق پرست سے بھی حاصل ہو جاتی ہے بلکہ زیادہ لوگوں کی معرفت اسی قسم کی ہے۔ بلکہ قبل بلوغ یا ابتداء بلوغ کی معرفت قریب قریب کل لوگوں کی اسی طرح کی ہوتی ہے) ۳۔ اگر کہے کہ جب معرفت بغیر غور و فکر کے حاصل نہیں ہو سکتی تو چاہئے کہ مقلد صاحب معرفت نہ کہا جائے تو کہو کہ ہاں ایسا ہی ہے (اوپر لکھ آیا ہوں کہ تقلید سے بھی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور حاصل ہو جانے کے بعد اوس کو صاحب معرفت نہ کہنا بے معنی ہے۔ کیونکہ صرف عقائد حقہ کو معرفت کہتے ہیں نہ اون عقائد کو جو غور و فکر سے حاصل ہوں۔ اسلئے کہ ذکر کیا گیا کہ غور و فکر معرفت کا ذریعہ اور مقدمہ ہے۔ معرفت کے معنی کا جز نہیں ہے تاکہ اس

عہ صاحب مجمع البحرین لکھتے ہیں کہ سلطان المحققین (خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ) نے فرمایا ہے کہ ادنے درجہ کی معرفت مقلدوں کی معرفت ہے جنھوں نے دین کی تصدیق کی اور دلیلیں اونکو معلوم نہ ہوئیں۔ اور اوس سے بہتر اون لوگوں کی معرفت ہے جن لوگوں نے دلیلوں میں غور و فکر کر کے یقینی دلیلوں سے خدا کے وجود کو ثابت کیا ہے۔ اور اوس سے بہتر خالص مومنوں کی معرفت ہے جن کو خدا کی ہستی پر کامل اطمینان حاصل ہو چکا ہے۔ اور اوس سے بہتر اہل شہود کی معرفت ہے جو فنا فی اللہ ہو گئے ہیں اور معرفت کا یہ اعلےٰ درجہ ہے۔ میری غرض اسس کلام کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ مقلدوں کی معرفت بھی معرفت ہے اور "دلیل سے حاصل کرنا" اوسکے معنی میں داخل نہیں ہے ۱۲ منہ

جزء کے حاصل نہ ہونے سے حاصل شدہ معرفت؟ معرفت نہ کہی جاسکے) نمبر۴ اگر کہے کہ جب تقلیدی معرفت؟ معرفت نہ ہوئی تو چاہیے کہ ایسی معرفت والے سب کے سب جہنم میں جائیں تو کہو کہ غور و فکر سے حاصل کر سکنے والے عاقل نے جب غور و فکر چھوڑ دی اور لوگوں کی تقلید پر اکتفا کی تو خدا کی مخالفت اور اوسکے حکم اور مراد سے روگردانی کی (منہ پھیرا) اور واجب کے ادا ہونے میں تقلید کافی نہیں ہے اور خدا کی مخالفت اور کوتاہی پر عذاب کا مستحق ہوگا ہاں اگر حق پرست کی تقلید کی ہو (یعنی حق پرست کی تقلید سے صحیح معرفت حاصل کر چکا ہو) تو امید ہے کہ خدا اوسکو بخشدے اور فضل و کرم کرے لیکن باطل پرستعہ کی تقلید کرنے والوں کے لئے بخشائش کی امید نہیں ہے اور نہ اس کا اعتقاد رکھتا ہوں اور ہر مکلف (بالغ و عاقل) پر بقدر اپنی سمجھ اور استعداد کے غور و فکر کرنا واجب ہے لیکن وہ شخص جو بالکل عاجز ہے اور اچھی سمجھ نہیں رکھتا تو اوسکے لئے مسلمانوں کے ظاہری ہی عقیدہ کو اختیار کر لینا کافی ہے (میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ پروردگار عالم کا اصلی مقصد معرفت حاصل کرنا ہے اور غور و فکر کا وجوب ذاتی نہیں ہے بلکہ عرضی مقدمی ہے اور حاشیہ میں لکھ آیا ہوں کہ مقدمہ کے چھوڑ دینے پر عذاب نہیں ہو سکتا پس تقلید سے معرفت حاصل کرنے والوں نے چونکہ مقصود پروردگار حاصل کر لیا ہے اسلئے نہ تو اوسکی مخالفت کی ہے نہ اوس کے مراد سے روگردانی اور نہ ادائے واجب میں کوتاہی اسلئے تقلیدی معرفت بھی کافی اور بارگاہ پروردگار عادل حکیم میں مقبول اور ذریعۂ نجات اخروی ہے اور نہ تو کوئی مقلد جہنم میں جائیگا اور نہ جہنم سے باہر اوس پر عذاب ہوگا اور نہ وہ اس کا مستحق ہے تاکہ عفو اور بخشائش کا امیدوار ہے)، نمبر۵ اگر کہے کہ تقلید کیونکر بری ہو سکتی ہے حالانکہ حضرت سرور عالم کی تعلیموں میں لوگوں نے اونکی تقلید کی اور وہ

عہ تقلید کی مذمت میں جو حدیثیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے نقل کی گئی ہیں اون سے یہی تقلید مقصود ہے۔ جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اِیَّاكَ اَنْ تَنْصِبَ رَجُلاً دُوْنَ الْحُجَّۃِ فَتُصَدِّقَہٗ فِیْ كُلِّ مَا قَالَ (فصول المہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ ص۹) یعنی ہرگز ایسا نہ کرنا کہ حجت خدا کو چھوڑ کر (غیروں میں سے) کسی کو پیشوا بنالو اور اوسکی ہر بات کی تصدیق کرو یعنی جو کچھ کہے اوس کو مانو ۱۲ منہ

بھی اس پر راضی رہے اور غور و فکر کرنے پر اونکو مجبور نہ کیا تو کہو کہ معاذ اللہ ہم لوگ ایسا اعتقاد نہیں رکھتے اور نہ ایسی بات زبان پر لاتے ہیں۔ اور حضرت صرف اپنی تقلید پر راضی نہیں ہوئے اور اون لوگوں کو غور و فکر کرنے کا حکم دیا اور آیات قرآن سے استدلال کرنے کی فرمائش کی جیسے کلام پروردگار اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ (کیا اون لوگوں نے آسمانوں اور زمین اور باقی مخلوقاتِ خدا کو نہیں دیکھا) اور اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (یعنی آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور رات اور دن کے پے در پے آنے جانے میں سمجھداروں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں) اور فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (یعنی اگر یقین حاصل کرنا چاہو تو زمین میں اور خود تم میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں کیا تم اونکو دیکھتے نہیں ہو) اور اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ (کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اونٹ کیونکر پیدا کئے گئے اور آسمان کیوں کر اونچے کئے گئے اور پہاڑ کیونکر کھڑے کئے گئے اور زمین کیونکر بچھائی گئی) اور ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے ان آیتوں سے غور و فکر کے سوا کسی دوسری چیز کا ارادہ نہیں کیا پس اگر حضرت سرور عالم لوگوں سے تقلید ہی چاہتے اور استدلال مقصود نہ ہوتا تو ان آیتوں کا نزول بے وجہ ٹھہرتا۔ اور حضرت کو معجزے دیکھانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن حضرت کی سچائی (یعنی آپکی فرمائشوں کی حقیت) دلیلوں سے سمجھ لینے کے بعد حضرت کی فرمائشوں کو قبول کرنا تسلیم کہلاتا ہے تقلید نہیں ہے۔ اور اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام کی فرمائشوں کو ہم لوگوں کا قبول کرنا اور اون کے شرعی فتواؤں کو ماننا بھی تسلیم ہی ہے تقلید نہیں ہے

(۵) میں عرض کرتا ہوں کہ ان مرحوم نے اسکے بعد تحریر فرمایا ہے کہ جسکے کلام کی سچائی (یعنی حقیت) معلوم نہ ہو اوس کے کلام کو قبول کرنا تقلید کہلاتا ہے اور اس فرمائش کا صاف مطلب یہ ہے کہ جسکے کلام کی حقیت ثابت ہو جائے اوس کے کلام کو

ماننا تسلیم کہلاتا ہے جو جائز ہے اور جس کے کلام کی حقیت ثابت نہ ہو اوس کے کلام کو ماننا تقلید کہلاتا ہے جو ناجائز نہیں ہے۔ **پس ایسی صورت میں** ان مرحوم کی فرمائشوں پر چند اعتراض وارد ہو رہے ہیں۔ **ایک یہ کہ** تقلید کا معنی کسی کے دعوا کو بے عذر مان لینا ہے بغیر اس کے کہ خود اوس دعوا پر دلیل کا مطالبہ کیا جائے خواہ اوسکی عام سچائی ثابت ہو یا نہ ہو اور ثبوت بھی غلط ہو یا صحیح۔ جیساکہ معصوم نے فرمایا اَنْ تَنْصِبَ رَجُلاً دُوْنَ الْحُجَّةِ فَتُصَدِّقُهُ فِیْ کُلِّ مَا قَالَ جو قبل اس کے حاشیہ میں لکھی گئی۔ **دوسرے یہ کہ** ان مرحوم کا حق پرستوں کی تقلید کو بھی ناجائز اور سبب عذاب فرمانا اور تسلیم جائز قرار نہ دینا باوجود یکہ حق پرست غلط عقائد تعلیم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ غلط تعلیم حق پرستی نہیں ہوسکتی۔ درست نہیں ہے۔ **تیسرے یہ کہ** جب معلوم ہے کہ حضرت اپنی فرمائشوں کی حقیت کو خود جانتے تھے تو جو لوگ حضرت سے معرفتوں کو تقلیداً لینا چاہتے تھے اونکے تقلید کرنے پر حضرت کا راضی نہ ہونا جیسا کہ مرحوم تحریر فرما آئے ہیں بے معنی ہے **اور اگر** کہا جائے کہ لوگ حضرت کی سچائی سمجھنے کے بعد آپ سے معرفتوں کو بے دلیل قبول کرتے تھے اور حضرت اس پر راضی تھے اور اس کو تسلیم کہتے ہیں تقلید نہیں کہتے۔ اور حضرت تسلیم پر راضی تھے اور تقلید پر راضی نہ تھے۔ **تو علاوہ اس کے** کہ یہ نزاع لفظی ہے۔ مرحوم کی اوس فرمائش کے مخالف ہے جو تحریر فرما آئے ہیں کہ حضرت لوگوں کو دلیلوں سے سمجھنے کی ہدایت کرتے اور معرفتوں کے ثبوت میں قرآن کی آیتیں اونکے سامنے پیش کرتے تھے۔ **چوتھے یہ کہ** یہ بات انکار کے لائق نہیں ہے کہ اگلے زمانہ میں حضرت سرور عالم اور اہلبیت اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کچھ لوگوں نے معرفتوں کو قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کو دیکھکر حاصل کیا اور کچھ لوگوں نے انکے معجزات کو دیکھکر اور کچھ لوگوں نے ان کے فضائل اور کمالات کو دیکھکر اور کچھ لوگوں نے انکے اخلاق کریمہ سے متاثر ہوکر۔ اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں کہ ایمان لانے والوں نے متاثر ہونے کے بعد اقرار وحدانیت و رسالت و امامت کیا اوسکے بعد رفتہ رفتہ علوم و معارف اور اونکی دلیلیں حاصل کرتے رہے۔

کسی حدیث میں یہ مضمون دیکھا نہیں گیا کہ اونکے اقرار وحدانیت وغیرہ کے وقت معصومؑ نے فرمایا ہو کہ یہ معرفت تمہاری ناقص اور تقلیدی ہے اسکی دلیلوں کو بھی اسی وقت سمجھ لو کیونکہ اسکے بعد تقلیدی معرفت میں زندگی بسر کرنی اگرچہ چند ہی گھنٹے ہوں جائز نہیں ہے پانچویں یہ کہ مرحوم نے جن آیتوں کو ذکر فرمایا ہے یہ اون لوگوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں جو دنیا میں خدا کی نشانیوں کو دیکھتے رہنے پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے یا گناہ کیا کرتے تھے۔ اوپر میں لکھ آیا ہوں کہ غالباً کوئی آیت یا حدیث اس مضمون کی نہیں ہے کہ صحیح اعتقاد بھی بغیر دلیل سے سمجھے ہوئے مقبول نہیں ہے اور ایسی معرفت؟ معرفت نہیں سمجھی جائیگی اور ایسا اعتقاد رکھنے والا عذاب کا مستحق ہے۔ چھٹیں یہ جو فرمایا ہے کہ اگر حضرت سرورِ عالم لوگوں کو تقلیدی معرفت کی دعوت دیتے تو ان آیتوں کا نزول بے معنی ہوتا۔ تو اس کا جواب بھی یہیں سے معلوم ہو گیا کہ یہ آیتیں مذمت کی غرض سے ہیں کہ فلاں فلاں نشانیوں کے ہوتے ہوئے بھی تم ایمان نہیں لاتے یا گناہ سے باز نہیں آتے اسی طرح معجزے ظاہر کرنا بھی معرفتوں پر استدلال کرنے کی غرض سے نہ تھا بلکہ دعوائے رسالت و امامت کے ثبوت کے لئے تھا۔

اس طویل تحریر اور رد و قدح سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ معرفتوں پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مطلوب پروردگار صرف صحیح عقائد حاصل کر لینا ہے اور اوس کے لئے جس طرح ایک ذریعہ دلیلیں ہیں اوسی طرح تقلید حق پرست بھی ہے خاص کر کے تقلید معصوم۔ اور جس طرح دلیل سے حاصل شدہ معرفت مقبول اور مایۂ نجات ہے اوسی طرح تقلیدی معرفت بھی ہاں چونکہ دلیلوں کو سمجھ لینا ایمان کی قوت اور زوال اور شکوک سے حفاظت کا سبب ہوتا ہے اسلئے اونکو سمجھ لینا ضرور ہے۔ لیکن چاہئے کہ وہ دلیلیں قرآن وحدیث سے ہوں کیونکہ فلسفی دلیلیں راہ حق سے ہٹا بھی دیتی ہیں۔ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ حق الیقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سے تقلیدی معرفت والوں کا ایمان منطقیوں اور فلسفیوں کے ایمان سے بہت زیادہ قوی دیکھا جا رہا ہے جس کا پتہ اونکے اعمال اور کی و زیادتی خوف خدا سے ملتا ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

**(الفاظ کے معانی)** و - اور + ان - اگر + کنتم - ہو تم + فی - میں + ریب شک + قلق - بیچینی - تہمت + من - سے + ما - جو چیز - اوس چیز + نزلنا - اُتارا ہیں نے + علے - پر - اوپر + عبد - بندہ + نا - اپنے + ف - پس + آتوا - لاؤ + ب - صلہ کی ہے یہاں پر اس کا کوئی معنی مقصود نہیں ہے + سورۃ - کوئی سورہ + مثل - جیسا - طرح + ہ - اوس - اِس - اوسی - اِسی - اون - اِن - اونھیں اِنھیں + ادعوا - بلاؤ + شہداء - پاس کے لوگوں - مددگاروں - خداؤں - گواہوں + کم - اپنے + دون - غیر - سوا + صادقین - سچے + لم - نہیں + تفعلوا - کرو - کرسکو + لن - ہرگز نہیں + اتقوا - ڈرو - پرہیز کرو - بچو + نار - آگ - جہنم + التی - ایسی + وقود - ایندھن - لکڑی + ناس - آدمی + حجارۃ - پتھر + اعدت مہیا کی گئی ہے + ل - واسطے + کافرین - کافروں +

**(بامحاورہ معنی)** جو چیز (قرآن) ہیں نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اوتاری ہے اگر تم (اوس کے میرا کلام ہونے سے عناداً انکار کرتے اور) محمدؐ پر بنانے کی تہمت لگاتے ہو تو (اے کافرو اور منافقو) اون عربوں سے جو (انسانیت میں) انھیں (محمدؐ) کے مثل (اور تمہارے درمیان میں اعلا درجہ کے فصیح وبلیغ) ہیں ایک ہی سورہ (بنواکر) لاؤ - اور اے یہود - یو اور نصرانیو اوس کتاب (توریت اور انجیل) سے جو (آسمانی کتاب ہونے میں) میری اوتاری ہوئی کتاب (قرآن) کی مثل ہیں ایک ہی سورہ لاؤ - اور اگر تم (اپنے اس دعوا میں) سچے ہو (کہ قرآن میرا کلام نہیں ہے) تو میرے سوا جن لوگوں کو اپنا مددگار سمجھتے ہو اونکو بلاؤ کہ (ایک ہی سورہ بنانے میں تمہاری مدد کریں) پس اگر تم (ایسا) نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکوگے تو (سمجھ لو کہ تمہاری عاجزی میری حجت ہے جو تم پر تمام ہوچکی اس لیے

ع۵ آخری چاروں معانی لفظی ومحاورہ کے لحاظ سے لکھے گئے ہیں ۱۲ منہ

**تتمہ کلام** جس طرح قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ وغیرہ میں تقلیدی معرفت کا مطالبہ کیا گیا یعنی صرف معرفت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور معرفتوں کی دلیل ذکر نہیں کی گئی ہے۔ اوسی طرح آیت مبارکہ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ میں بھی تقلیدی ہی معرفتوں کا مطالبہ ہے۔ معرفتوں کے مطالبہ کا ثبوت یہ ہے کہ اسکی تفسیر میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعبدوا ربکم سے مقصود یہ ہے کہ تمہارے پروردگار نے جو اعتقاد وحدانیت اور عدالت وغیرہ اور رسالتِ رسول اللہ اور افضلیت ائمہ اہلبیت کا تم کو حکم دیا ہے اوس میں اوس کی اطاعت کرو۔ اور ان معرفتوں پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی گئی ہے اور پیدا کرنے اور پانی برسانے اور رزق اُگانے کا جو ذکر ہے وہ معرفتوں کے واجب ہونے کی دلیلیں ہیں خود معرفتوں کی دلیلیں نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر میری معرفت اِس وجہ سے واجب ہے کہ میں تمہارا محسن ہوں۔ کیونکہ میں نے تم کو پیدا کیا پانی برسایا رزق دیا۔ اور محسن کا شکریہ عقلاً واجب ہے۔ اور شکریہ معرفت اور اطاعت کو کہتے ہیں۔

maablib.org

انسان اور پتھر ہیں جو (تم جیسے) کافروں کے لیئے مہیا کیا گیا ہے۔

**(صرف)** فَاْتُوا کی ف جزا کی ہے۔ اور اْتُوا اصل میں اِئْتِیُوا تھا۔ اور فعل ماضی اوس کا اَتٰی ہے جس کا پہلا حرف جس کو فا کلمہ کہتے ہیں ہمزہ ہے۔ اَتٰی کے فعل مضارع یعنی تَاْتِیْ سے جب امر کا صیغہ بناتے ہیں تو ت کی جگہ پر ایک ہمزہ وصلی یا دو کر دیتے ہیں جس کو کسرہ (زیر) ہوتا ہے اور صیغہ اِئْتِیْ ہوجاتا ہے جس میں دو ہمزے جمع ہو جاتے ہیں پہلا مکسور (جس پر زیر ہے) دوسرا ساکن (جس پر جزم ہے) اور اسکے بعد ت پر زیر ہے پس ت کے زیر کی مناسبت سے اس دوسرے ہمزہ کو ی سے بدل دیتے ہیں اور صیغہ اِیْتِیْ ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس کے پہلے کوئی حرف یا لفظ آ کر اس سے مل جاتا ہے جس طرح یہاں پر ف مل گئی ہے تو پہلا ہمزہ گر جاتا ہے کیونکہ وہ صرف اس واسطے لایا گیا تھا کہ دوسرا ہمزہ جو ساکن تھا شروع میں نہ پڑے اس لیئے کہ شروع لفظ میں جزم نہیں ہوتا۔ اب چونکہ متحرک (زیر رکھنے والی) ف کے مل جانے سے یہ ضرورت پوری ہوگئی اس لیئے ہمزہ کو غیر ضروری سمجھکر گرا دیا اور صیغہ فَاْتِیْ ہوگیا۔ اسکی جمع بنانے کے لیئے ی کے بعد و بڑھایا۔ اور و اپنے پہلے ضمہ (پیش) چاہتا ہے اس لیئے ی کو ضمہ دیا فَاْتِیُوا ہوگیا۔ چونکہ ی پر ضمہ گراں معلوم ہوتا ہے اس لیئے ی کا ضمہ ت کو دے دیا اور اوسکے کسرہ (زیر) کو گرا دیا اب دو حرف ساکن (جزم والے) جمع ہوگئے ایک ی۔ دوسرا و۔ ی کو گرا دیا فَاْتُوا ہوگیا۔

اُدْعُوا کی اصل اُدْعُوْوا تھی یہ لفظ جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اس کا پہلا و اصلی ہے اور دوسرا جمع کا اور واحد اس کا اُدْعُوْ ہے۔ چونکہ فعل امر کے آخر میں جزم ہوتا ہے اور جزم کی حالت میں حرف علت و یا ی یا الف گر جایا کرتا ہے اسلیئے اسکے واحد اور جمع دونوں میں سے اصلی و جو حرف علت تھا گر گیا۔ واحد کا صیغہ اُدْعُ ہوگیا اور جمع کا اُدْعُوا جس کا و جمع کا ہے۔

فَاتَّقُوْا کی ف جزا کی ہے اور اِتَّقُوْا اصل میں اِوْتَقِیُوا تھا و اور ت ایک جگہ جمع ہوئے و کو ت سے بدل کر دوسری ت سے ملا دیا اِتَّقِیُوا ہوگیا۔ ضمہ (پیش) ی پر گراں معلوم ہوتا ہے اس لیئے اوس ضمہ کو ق کو دے دیا اور ق کا کسرہ (زیر) گرا دیا۔ اب دو حرف ساکن (جزم والے) جمع ہوگئے ایک ی۔ دوسرا و۔ ی کو گرا دیا

اِلقَوُا ہوگیا۔
اُعِدَّتْ کی اصل اُعْدِ دَتْ تھی۔ دو حرف یعنی دا یک قسم کے ایک لفظ میں جمع ہوئے اور دونوں متحرک (زیر اور زبر رکھنے والے) تھے۔ اور اوس کے قبل کا حرف ساکن۔ پہلے د کی حرکت (زیر) ع کو دیدی اور دونوں د کو ملادیا کیونکہ علم صرف میں ایسے لفظوں کا یہی حکم ہے اُعِدَّتْ ہوگیا۔

**(نحو)** وحرف استیناف (جو شروع کلام میں آتا ہے) ان حرف شرط۔ کنتم فعل۔ انتم جو پوشیدہ ہے فاعل جو اس کا اسم کہلاتا ہے۔ فی حرف جار۔ ریب موصوف۔ کائن جو محذوف ہے اوسکی صفت۔ من حرف جار۔ ما بمعنی الذی اسم موصول نزلنا فعل نحن جو پوشیدہ ہے فاعل۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کی جو محذوف ہے اور اسم موصول کی طرف پھرتی ہے اوس کا مفعول بہ۔ علے حرف جار۔ عبد مضاف۔ نا ضمیر جمع متکلم کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ ملکر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر متعلق نزلنا کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ۔ اسم موصول اور صلہ مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر متعلق کائن کا۔ کائن اسم فاعل اپنے فاعل ضمیر واحد مذکر غائب سے جو اوسمیں پوشیدہ ہے اور متعلق سے مل کر ریب کی صفت۔ موصوف اور صفت مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر کنتم کی خبر۔ فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ ف جزائیہ۔ اْتوا فعل۔ انتم ضمیر جمع مذکر حاضر کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ ب حرف جار۔ سورة مجرور اور موصوف۔ من حرف جار۔ مثل مضاف۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر متعلق کائنة محذوف کا ہو کر سورة کی صفت۔ موصوف اور صفت مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر متعلق اْتوا کا۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء۔ شرط اور جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔ وحرف استیناف (جو شروع کلام میں آتا ہے) اُدْعُوا فعل۔ انتم ضمیر جمع مذکر حاضر کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل۔ شہداء مضاف۔ کم ضمیر جمع مذکر حاضر کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر موصوف۔ من حرف جار۔ دون مضاف۔ لفظ اللہ مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر کائنین محذوف کا متعلق ہو کر

شمل انکم کی صفت ۔ موصوف اور صفت مل کر ادعوا کا مفعول بہ ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول
سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء مقدم ۔ ان حرف شرط ۔ کنتم فعل انتم ضمیر جمع مذکر حاضر
کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل جو اوس کا اسم کہلاتا ہے ۔ صادقین اوسکی خبر ۔ فعل اپنے
اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط موخر ۔ شرط موخر اور جزاء مقدم مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ
ف حرف تفریع ۔ ان حرف شرط لم حرف جازم فعل مضارع تفعلوا فعل انتم جو پوشیدہ ہے
اوس کا فاعل ۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ۔ و حرف عطف لن
حرف ناصب فعل مضارع تفعلوا فعل انتم جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ۔ فعل اپنے
فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ۔ معطوف علیہ اور معطوف مل کر جملہ شرطیہ ۔ ف
حرف جزاء ۔ اتقوا فعل ۔ انتم ضمیر جمع مذکر حاضر کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ۔
نار موصوف ۔ التی اسم موصول ۔ وقود مضاف ۔ ھا ضمیر واحد مونث غائب کی مضاف
الیہ ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتداء ۔ ناس معطوف علیہ ۔ و حرف عطف ۔ حجارۃ
معطوف ۔ معطوف علیہ اور معطوف مل کر خبر ۔ مبتداء اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ ۔
اسم موصول اور صلہ مل کر نار کی صفت موصوف اور صفت مل کر ذوالحال ۔ اعدت
فعل ۔ ھی ضمیر واحد مونث غائب کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ۔ ل حرف جار ۔ کافرین
مجرور ۔ جار اور مجرور مل کر متعلق اعدت کا ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ
ہو کر حال ۔ ذوالحال اور حال مل کر مفعول بہ ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر
جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء ۔ شرط اور جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ۔

**تنبیہات** پہلی تنبیہ ان حرف شرط کسی ایسے فعل ماضی پر داخل نہیں ہوتا جکی
گذشتہ زمانہ پر دلالت باقی رہ جائے یعنی جس فعل ماضی پر داخل ہوتا
ہے اوس کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے یعنی وہ فعل گذشتہ زمانہ کی جگہ پر حال
(موجود) اور استقبال (آنے والے زمانہ) پر دلالت کرنے لگتا ہے لیکن کان
پر جب داخل ہوتا ہے تو اوسکی دلالت زمانہ ماضی پر باقی رہ جاتی ہے کیونکہ وہ استمرار
یعنی تینوں زمانوں پر دلالت کیا کرتا ہے ۔ دوسری تنبیہ من مثلہ کی دو تفسیریں
کی گئی ہیں ۔ ایک یہ کہ محمد (صلے اللہ علیہ و آلہ) جیسے انسان سے کوئی سورہ بنوا کر
لاؤ ۔ دوسری یہ کہ قرآن کی مثل آسمانی کتابوں (توریت اور انجیل) سے کوئی سورہ

قرآن جیسا فصیح و بلیغ لاؤ۔ یہی تفسیر کی بنا پر مثلہ کی ضمیر عہ حضرت سرور عالم کی طرف پھر یگی اور من حرف جار ابتداء کے لئے ہوگا اور یہ خطاب کافروں اور منافقوں سے متعلق ہوگا اور معنی اوس کا یہ ہوگا کہ کوئی ایسا سورہ لاؤ جس کے وجود کی ابتدا اون لوگوں سے ہو جو انسانیت میں حضرت رسولؐ کے مثل ہیں۔ اور دوسری تفسیر کی بنا پر یہ من تبعیضیہ ہوگا یا زائد جو کلام میں حسن پیدا کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ تبعیضیہ

عہ طبرسی علیہ الرحمہ کی فرمائش میں یہاں پر تدافع[1] اور اشتباہ واقع ہوگیا ہے۔ کیونکہ بیان اعراب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مِنْ کو بعض مفسروں نے تبعیض کے لئے لیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کے مثل کے بعض کو لاؤ اور وہ بعض سورہ ہے۔ اور بعض نے بیانیہ لیا ہے اور بعض نے زائد اور بعض نے ابتدار کے لئے اور مثلہ کی ضمیر کو عبد (حضرت رسولؐ) کیطرف پھیرا ہے اسکے بعد تحریر فرمایا ہے وَالْاَوَّلُ اَقْوٰی لِمَا نَذْکُرُہٗ بَعْدُ یعنی پہلا (تبعیض کے لئے لینا) زیادہ قوی ہے جسکی وجہ میں بعد میں لکھوں گا۔ پھر بیان معنی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تم کو شک ہو کہ قرآن خدا کی طرف سے ہے یا نہیں فَأْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِنْ مِثْلِہٖ اَیْ مِنْ مِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ تو اس قرآن کے مثل سے کوئی سورہ لاؤ۔ اور جس نے مثلہ کی ضمیر کو عبد کی طرف پھیرا ہے اوس کے کلام کی بنا پر معنی یہ ہوگا کہ کوئی سورہ ایسے انسان سے لکھوا کر لاؤ جو محمدؐ کی طرح پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو۔ وَالصَّحِیْحُ ھُوَ الْاَوَّلُ لِقَوْلِہٖ فِیْ سُوْرَۃٍ اُخْرٰی فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِثْلِہٖ وَقَوْلِہٖ فَأْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِثْلِہٖ یعنی صحیح پہلا ہے کیونکہ دوسرے سورہ میں خداوند عالم نے بحدیث مثلہ اور بسورۃ مثلہ (بغیر من کی زیادتی کے) فرمایا ہے[2] میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں پہلا تدافع یہ ہے کہ بیان اعراب میں تبعیض کے لئے قرار دینے کو اقوی فرمایا ہے جو قوی کے مقابل میں بولا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تبعیض کے لئے لینا زیادہ قوی ہے اور غیر تبعیض یعنی بیانیہ اور زائد اور ابتدائیہ لینا قوی۔ اور بیان معنی میں تبعیض کے لئے لینے کو جس پر مِنْ مِثْلِہٖ اَیْ مِنْ مِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ میں مِنْ کا ہونا شاہد ہے؟ صحیح فرمایا ہے جو غلط کے مقابل میں بولا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تبعیض کے لینا صحیح ہے اور باقی تینوں یعنی بیانیہ اور زائد اور ابتدائیہ لینا غلط۔ حالانکہ قوی کلام غلط نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا تدافع یہ ہے کہ تبعیض کے لئے قرار دینے کو دعوا میں اقوی اور صحیح فرمایا ہے اور کلام پروردگار حدیث مثلہ اور سورۃ مثلہ؟

[1] ایک کلام کا دوسرے کلام کو دفع کرنا ۱۲ منہ [2] مجمع البیان جلد ۱ ص ۳۶ ۱۲ منہ

ہونے کی صورت میں یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے متعلق ہوگا اور معنی اوس کا یہ ہوگا کہ کوئی سورہ قرآن کی طرح کا فصیح و بلیغ لاؤ جو تمہاری آسمانی کتابوں کا بعض یعنی جزء اور ایک حصہ ہو اور زائد ہونے کی صورت میں یہ خطاب کافروں اور منافقوں سے متعلق ہوگا۔ اور معنی اوس کا یہ ہوگا کہ ایسا سورہ لاؤ جو فصاحت و بلاغت میں قرآن کا مثل ہو اور یہ کلام پروردگارِ علاّم کا نہایت درجہ فصیح و بلیغ ہے کیونکہ صرف ایک حرف مِنْ کے بڑھا دینے سے یہ خطاب کافروں اور منافقوں اور یہودیوں اور نصرانیوں سب کو شامل ہوگیا۔ اور تین معنی پیدا کردیا **ایک** یہ کہ اے کافرو اور منافقو اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ قرآن محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) کا کلام ہے تو تم بھی محمدؐ جیسے انسان سے قرآن جیسا فصیح و بلیغ ایک ہی سورہ بنوا لاؤ **دوسرے** یہ کہ اے یہودیو اور نصرانیو اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ میں نے محمدؐ کے لئے قرآن کو معجزہ اور اون کی رسالت کی دلیل اور ثبوت قرار نہیں دیا ہے اور وہ رسول نہیں ہیں تو تم قرآن جیسا فصیح و بلیغ ایک ہی سورہ اپنی آسمانی کتابوں

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷) جسکو اوسکی دلیل قرار دی ہے وہ زائد قرار دینے کی تقویت کررہے ہیں جسکو مرحوم نے اپنے دعوے میں غلط فرمایا ہے حالانکہ تبعیضیہ اور ابتدائیہ اور زائد تینوں قرار دینے سے اس آیت کی بلاغت اور جامعیت بڑھ جاتی ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اور بلاغت اور جامعیت قرآن مقدس کے خاص اوصاف اور محاسن اور خوبیوں سے ہے۔ اور **اشتباہ** یہ ہوا ہے کہ مِن کو ابتدائیہ قرار دینے اور مثلہ کی ضمیر کو عبد (حضرت رسولؐ) کی طرف پھیرنے کو مرحوم نے بیان اعراب میں مرجوح اور بیان معنی میں غلط فرمایا ہے حالانکہ اس آیت کی تفسیر جو بسند صحیح حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے اوسمیں حضرت نے مِن مثلہ کی تفسیر میں پہلے قریش کو مخاطب کرکے مِنْ مِثْلِ مُحَمَّدٍ مِنْ رَجُلٍ مِنْكُمْ فرمایا ہے۔ پھر یہود و نصاریٰ کو مخاطب کرکے مِنْ مِثْلِ الْقُرْاٰنِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ اَوْ سُوْرَةٍ كَسُوْرَةٍ مِنْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مِنْ پہلی صورت میں ابتدائیہ لینا اور مثلہ کی ضمیر کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی طرف پھیرنا اور دوسری صورت میں تبعیضیہ لینا ہی صحیح ہے۔ بیان احادیث میں یہ حدیث انشاء اللہ تعالےٰ ذکر کی جائیگی۔ رہ گیا حدیث مثلہ اور سورۃ مثلہ کو مِنْ کی زیادتی کی صحت پر دلیل قرار دینا تو یہ بھی کمزور ہے کیونکہ ستائیسویں مقدمہ ۱۸۸ کے حاشیہ

maablib.org

سے اوس کے مقابل میں لاؤ اور تیسرے معنی سے قرآن کی فصاحت اور بلاغت کی طرف اشارہ کیا ہے

**(ظاہری تفسیر)** اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

(يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الخ میں) وحدانیت کی دلیلوں کو بیان کرنے کے بعد خداوند عالم نے اب (آیت مبارکہ وان کنتم فی ریب الخ میں دو چیزوں کو بیان کرنا چاہا ہے ایک) نبوت کی دلیلوں کو (دوسرے) اوس چیز (مطالبہ سورہ) کو جو (معجزہ اور طاقت سے باہر ہونے کی وجہ سے) اون کے (ایمان نہ لانے کے) عذر کو قطع کردے پس ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم کو میرے اس کلام کی سچائی میں شک ہو جس کو میں نے (اپنے بندہ) محمدؐ پر اُتارا ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ معلوم نہیں کہ یہ کتاب خدا کے پاس سے اُتری ہے (یا محمدؐ نے خود بنایا ہے) تو اس قرآن کے مثل سے ایک ہی سورہ لاؤ۔ اور جن لوگوں نے مثلہ کی ضمیر کو عبدنا کی طرف پھیرا ہے اون کے کلام کی بنا پر معنی یہ ہوگا کہ ایک ہی سورہ ایسے شخص سے بنوا کر لاؤ جو محمدؐ کی طرح نہ لکھنا جانتا ہو اور نہ پڑھا ہوا ہو۔ اور صحیح پہلا ہے (یعنی مثلہ کی ضمیر کا ما نزلنا یعنی قرآن کی طرف پھرنا۔ اور مقصود پروردگار قرآن کا مثل طلب کرنا ہے) کیونکہ خداوند عالم نے دوسرے سوروں میں (بغیر من کے ایک جگہ) فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ (پس چاہیے کہ قرآن کا مثل کوئی کلام لائیں) فرمایا ہے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۸) میں لکھ آیا ہوں کہ خلیفہ سوم نے اپنے ترتیب دلوائے ہوئے قرآن میں غلطیاں دیکھیں تو کہا کہ غلطیاں رہ گئی ہیں چھوڑ دو عرب صحیح کرلیں گے اور غلطی سے من کا چھوٹ جانا بہ نسبت زائد ہو جانے کے زیادہ ترقرین قیاس ہے ۱۲ منہ

ے۔ اس کے قبل کے حاشیہ میں لکھ آیا ہوں کہ مرحوم نے مِنْ مِّثْلِهٖ کی تفسیر مِنْ مِّثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ سے کی ہے جس کا ظاہر تبعیض ہے۔ یعنی اس قرآن کے مثل کا کوئی جزو لاؤ۔ اور اسکی صحت کے ثبوت میں تین آیتیں نقل کی ہیں ۱۔ بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ ۲۔ بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ ۳۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الخ جس میں بمثلہ ب کے ساتھ ہے جو یأتوا از ریاتون کے صلہ کے لئے لائی گئی ہے۔ اس لئے یہ تینوں آیتیں دعوا کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ دعوا کا ظاہر تبعیض ہے اور ان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو تبعیض کو بتاتا ہو ۱۲ منہ

اور (دوسری جگہ) فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ (بس قرآن کا مثل ایک ہی سورہ لاؤ)
اور (تیسری جگہ) قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا
الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ (کہدو کہ اگر انسان اور جن قرآن کا مثل لانے پر اکٹھا ہوئیں
جب بھی اوس کا مثل نہیں لا سکتے) مقصود پروردگار یہ ہے کہ جو کتاب محمد
(صلے اللہ علیہ وآلہ تمہارے پاس) لائے ہیں ویسا ایک ہی سورہ لاؤ جو تعبیروں کی
عمدگی اور لفظوں کی نفاست اور (اعلےٰ درجہ کی) فصاحت میں جو اوسکی خاص صفت ہے
اور گذشتہ اور آئندہ خبروں کے شمول میں معجزہ ہو (اور یہ سورۃ ایسے شخص کا بنایا ہوا ہو جو محمد
صلے اللہ علیہ وآلہ کی طرح) نہ کتابیں پڑھی ہوں نہ خبریں سیکھی ہوں وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ابن عباس کہتے ہیں کہ شہداء سے اعوان
اور انصار مقصود ہیں جو حضرت سرور عالم کو جھٹلانے میں کافروں کی مدد کرتے تھے ان مددگاروں
کو خداوند عالم نے شہداء اس واسطے فرمایا ہے کہ مدد کے وقت کفار اون کو دیکھا کرتے تھے
اور شہید مُشَاہَد کے معنی میں آتا ہے (یعنی سامنے کی چیز) جیسے ساتھ کھانے والا۔ ساتھ
بیٹھنے والا اور شہید گواہ کو بھی کہتے ہیں اور من دون اللہ سے من غیر اللہ مقصود ہے
یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ اس کتاب کو محمدؐ خود بنا کر لائے ہیں تو غیر خدا جن کو تم نے
اپنا مددگار قرار دیا ہے اون کو بلاؤ (تاکہ اس کتاب کا مثل بنانے میں وہ تمہاری مدد کریں)
اور فراء نے کہا ہے کہ شہداء سے اونکے خدا مقصود ہیں اور مجاہد اور ابن جریح نے کہا ہے
کہ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں جو کافروں کے پاس اس بات پر گواہی دیتے تھے کہ
قرآن کو خود حضرت سرور عالم بناتے ہیں۔ لیکن ابن عباس کا کلام زیادہ
قوی ہے کیونکہ مراد پروردگار یہ ہے کہ قرآن کا مثل بنانے میں اپنے مددگاروں سے مدد لو۔
اس لئے کہ دعاء کا معنی استعانت بھی ہے (پس وَادْعُوا! اِسْتَنْصِرُوا اور اِسْتَعِينُوا
یعنی مدد چاہو کے معنی میں ہوگا۔ اور شہداء مددگاروں کے معنی میں) اور مجاہد کا کلام
بے وجہ ہے۔ کیونکہ گواہ یا مومن ہونگے یا کافر۔ مومن کافروں کے گواہ ہو نہیں سکتے۔
اور کافر یا تو بعوض گواہی کے حق کو باطل ثابت کرنے کی خود ہی کوشش کرینگے یا باطل کو
حق ثابت کرنے کی۔ پس مناسب یہ ہے کہ یہ آیت ؛ آیت مبارکہ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ
الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ

مدد کے معنی میں استعانت

بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا کے قائم مقام قرار دی جائے (یعنی ادعوا؟ مدد چاہو کے معنی میں لیا جائے اور شہداء مددگاروں کے معنی میں) اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ مجاہد کا کلام بھی درست ہے کیونکہ جو چیز قرآن کی مثل نہیں ہے اور اوسکی مقابل نہیں ہوسکتی عاقل اوس کے مثل اور مقابل ہونے پر ہرگز گواہی نہ دے گا (پس گویا مراد پروردگار یہ ہے کہ سورہ لاؤ اور گواہوں کو بلاؤ جو اوس سورہ کے مثلِ قرآن اور اوس کے مقابل ہونیکی گواہی دیں۔ اور اس مطالبہ سے مقصود یہ ہے کہ سمجھدار کفار اس پر گواہی نہ دینگے اور کافروں کا عذر قطع ہوجائیگا پس وادعوا بلاؤ؟ امر تعجیزی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ یہ کام کرو لیکن نہ کرسکوگے اور شاہد اس پر فان لم تفعلوا ولن تفعلوا ہے یعنی اگر مثل نہ لاسکو؟ اور ہرگز نہ لاسکوگے) یہ آیت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کی صحت کی دلیل ہے اور خداوند عالم نے پورے قرآن اور اوس کے بعض حصہ سے تحدی کی تھی (مقابلہ کے لئے بلایا تھا)

**بیانِ استدلال** یہ ہے کہ اوس نے اس آیت میں ایسے لوگوں سے خطاب کیا تھا جو عاقل اور اعلےٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ تھے اور اونہیں کی زبان اور محاورہ میں اپنا کلام (قرآن) اونکے سامنے پیش کیا اور اوس پورے یا اوس کے بعض حصہ کا مثل بنا کر مقابلہ میں لانے کا یوں مطالبہ کیا کہ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ (اوس کی طرح کے دس سورے بنا کر لاؤ) اور فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (اوسکی طرح کا ایک ہی سورہ بنا کر لاؤ) اور اس سے اون کے عاجز رہنے کو اون پر حجت اور حضرت سرور عالم کے دعوائے رسالت کی سچائی کی دلیل قرار دی اور وہ باوجودیکہ حمیت اور غیرت والے تھے قرآن کے مقابلہ میں ایک سورہ بلکہ ایک خطبہ بھی بنا کر نہ لاسکے۔ اور حضرتؐ کی رسالت کو مٹانے کی فکر میں مجبوراً جان ومال کی تباہی اور بربادی گوارا کرلی۔ جس سے ہم سمجھے کہ قرآن کا مقابل لانے سے وہ عاجز تھے (ورنہ حضرتؐ کے دعوائے رسالت کو مٹانے کے لئے اس آسان صورت کو چھوڑ کر جان ومال کی تباہی وبربادی پر تیار نہ ہوتے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مثل لانا بشری طاقت سے باہر اور حضرتؐ کے دعوائے رسالت کی صحت کی دلیل ہے) فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا پس اگر تم اور تمہارے شریک اور مددگار اوس کا مثل نہ لاسکو اور تم پر ثابت ہوجائے کہ تم اور پوری دنیا کے لوگ اوس کا مثل لانے سے عاجز ہیں وَلَن تَفْعَلُوا اور (معلوم ہے کہ

ع۵ حضرتؐ کے دعوائے رسالت کی صحت پر تحدی یعنی طلب مقابلہ اور کافروں کی عاجزی کے علاوہ

ہرگز نہ لاسکو گے تو چاہیے کہ رسولؐ کے دعوائے رسالت کو جھٹلانے سے باز آؤ۔ اور جہنم جو جھٹلانے کی سزا ہے اوس سے ڈرو۔ کیونکہ مقابل لانے سے عاجزی ثابت ہو جانے کے بعد میری حجت تم پر تمام ہو چکی اور جھٹلانے سے باز آکر جہنم سے اپنی حفاظت تم پر واجب ہوگئی وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ وہ جہنم جس کے ایندھن (جلاون۔ لکڑی) انسان اور پتھر ہیں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پتھر سے گندھک پتھر مقصود ہے جسکی آگ روشن ہونے پر بے حد گرم ہوتی ہے اور یہ کلام ابن مسعود اور ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان پتھروں سے پتھروں کے بُت مقصود ہیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنی یقیناً تم اور وہ غیر خدا بت جنکی تم عبادت کرتے ہو سب کے سب) جہنم کے ایندھن (جلاون) ہوں گے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پتھر کو ذکر کرنے سے آگ کی بے انتہا گرمی کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ جب تک بہت زیادہ گرم نہیں ہوتی پتھر کو نہیں جلاتی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اون کافروں کے جسموں کو خداوند عالم جہنم کی دہکتی ہوئی آگ پر اوس طرح برقرار رکھے گا جس طرح پتھر جلتا ہوا بہت دیر تک برقرار رہتا ہے اور ثبوت اس کا کلام پروردگار كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا الخ ہے یعنی جب اون کے چمڑے پک جائیں گے تو میں دوسرا چمڑا پیدا کر دونگا اور بعض نے کہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ پتھر گرم کر کے اونھیں سے اون پر عذاب کیا جائیگا۔ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ وہ جہنم جو کافروں کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور چونکہ وہ اوسمیں ہمیشہ رہیں گے اور جہنمیوں میں زیادہ فرد بس اونھیں کی ہونگی۔ اس لئے اس آیت میں اونکی طرف نسبت دی گئی کہ وہ اونھیں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صـ ۳۹۱) جملہ لن تفعلوا (ہرگز نہ لاسکو گے) ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ اسمیں آئندہ کی خبر ہے کہ وہ ہرگز نہ لاسکیں گے اور ایسا ہی واقع بھی ہوا مجمع البیان) ۱۲ منہ

ع۵ دو معتبر حدیثیں بھی اس کلام کی مؤید ہیں جو ظاہری اور باطنی تفسیروں کی حدیثوں میں ذکر کی جائیں گی انشاء اللہ تعالے ۱۲ منہ

اور بعض نے کہا ہے کہ اگرچہ جہنم میں فاسق بھی جائیں گے لیکن اس آیت میں جہنم کو کافروں کے ساتھ اس وجہ سے خاص کردیا ہے کہ اس جہنم سے خاص جہنم مقصود ہے جس میں کافر ہی جائیں گے غیر کافر نہ جائیگا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافق جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ڈالے جائیں گے [1] (میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کلام ضعیف ہے کیونکہ میں اس کے قبل تفسیر سورہ بقرہ صـ۱۹۹ میں لکھ آیا ہوں کہ منافق کافروں سے بدتر ہیں اور ان کا انجام ان سے زیادہ بُرا اور ان کی جگہ ان سے زیادہ دردناک اور تکلیف دہ ہے۔ مگر یہ کہ لفظ کافرین سے بطریقِ عموم مجاز کافر اور منافق دونوں مقصود ہوں۔ چونکہ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ الخ میں خطاب کافروں اور منافقوں دونوں سے ہے۔ اور لفظ نار کو صفتِ اَلَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ سے مقید کرکے اوسکی گرمی کی تیزی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ ابن مسعود اور ابن عباس نے بیان کیا۔ اسلئے آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ کافرین سے یہی دونوں مقصود ہیں اور مرادِ پروردگار یہ ہے کہ اے کافرو اور منافقو؟ اپنے فاسد خیال کو چھوڑ کر اسلام اختیار کرو اور منافق رہ جانے کی صورت میں تمہارے ہی لئے پیدا کیا اور مہیا کر رکھا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان کافروں اور منافقوں کے علاوہ ان سے بدتر کوئی دوسرا کافر اور منافق ایسا نہیں تھا یا ہے جسکے لئے جہنم پیدا کیا گیا ہو جس میں ڈالنے کی دھمکی ان کو دیگئی ہو)

# حدیثیں

اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا الخ

(بطریق شیعہ) با سند صحیح حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ان آیتوں کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ جن کافروں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی نبوت سے اور جن منافقوں اور ناصبیوں نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور امامت اور فضائل اور مکارم سے انکار کیا تھا۔ اور جن

[1] مجمع البیان جلد ۱ صـ۲۶ و ۲۷ ۱۲ منہ

آیتوں کو حضرت سرورِ عالم نے اون سے بیان فرمایا تھا اور جو معجزے اونھیں دیکھائے تھے اون کے خدا کی طرف سے ہونے کو اونھوں نے قبول نہیں کیا تھا۔ جب اون کے لیئے خداوند عالم مثالیں ذکر فرما چکا اور مثالوں کے بعد بھی اون کی شورپشتی اور سرکشی بڑھتی گئی تو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ ؏ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔ یعنی جو کتاب (قرآن) میں نے اپنے بندے پر اُتاری ہے اگر عداوت اور عناد کی وجہ سے ) تم محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) کے رسول اللہ اور اُس اُتاری ہوئی کتاب کے میرا کلام ہونے سے انکار کر رہے ہو۔ باوجودیکہ میں اون پر روشن نشانیوں کو ظاہر کر چکا ہوں جیسے ؎۱ بادل کا سفروں میں اون پر سایہ ڈالے رہنا ؎۲ اور بے جان چیزوں یعنی پہاڑ۔ پتھر۔ سنگریزے۔ درخت کا اون پر سلام کیا کرنا ؎۳ اور اون کے قتل کا ارادہ رکھنے والوں کو اونکا دفع اور قتل کر ڈالنا ؎۴ اور رفعِ حاجت (بول و براز) کے وقت پردہ کرنے کے لئے دو جُدا جدا درختوں کا مل جانا اور فرصت کے بعد اپنی اپنی جگہوں پر چلا جانا ؎۵ اور درخت کو اونکا بلانا اور اوس کا عاجزی

---

؏ ریب کے معانی شک۔ قلق۔ بے چینی۔ تہمت ہیں۔ اور شک قہری اور اختیار سے باہر کی چیز ہے۔ اور غیر اختیاری چیز پر عتاب اور ملامت کرنا عقلاً صحیح نہیں ہے۔ اور ان آیتوں کا ملامت اور عتاب آمیز لہجہ میں ہونا بھی قابلِ انکار نہیں ہے۔ اور کفار قریش اور منافق اور ناصبی جو مخاطب ہیں وہ ایسے لہجہ کے مستحق بھی تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مخاطب لوگوں میں سے بعض جیسے اکثر نصارے بشہادت احادیث و تواریخ اور بعض وہ مشرک جن کو دشمنوں نے بہکایا تھا حضرتؐ سے عداوت نہیں رکھتے تھے اور اون کا انحراف شک کی وجہ سے تھا اور منافقوں اور ناصبیوں کا عناد کی وجہ سے۔ اس لئے ریب کو صرف شک کے معنی میں لینا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ دشمنوں کے حق میں عناد اور تہمت کے معنی میں لینا چاہیئے۔ اور صاف دلوں کے حق میں شک کے معنی میں اور اس حدیث میں دونوں کا شاہد موجود ہے اور ہو سکتا ہے کہ خداوند حکیم نے دو حرفی لفظ شک کو چھوڑ کر سہ حرفی لفظ ریب کو اسی عموم کے ارادہ سے اختیار کیا ہو ۱۲ منہ

اور فروتنی کے ساتھ چلا آنا اور واپس جانے کے لئے اون کا حکم دینا اور اوس کا واپس جانے میں اونکی اطاعت و فرماں برداری کرنی فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ الخ تو اے گروہِ قریش اور ناصبیو۔ جو ظاہر میں تو اسلام کا دعوا کرتے ہو لیکن واقع میں اون سے بیزار ہو۔ اور اے گروہِ عرب جو فصیح اور بلیغ اور زبان آور ہو۔ ایک ہی سورہ اپنے لوگوں میں سے کسی ایسے شخص سے بنوا کر لاؤ جو محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) کی طرح نہ پڑھتا ہو نہ لکھتا ہو۔ نہ کوئی کتاب پڑھی ہو۔ نہ کسی عالم کے پاس آیا گیا ہو۔ نہ کسی سے کچھ (زبانی) سیکھا ہو۔ تم اونکے سفر اور حضر کی حالتوں کو جانتے ہو کہ چالیس برس تک وہ اسی طرح (بغیر پڑھے لکھے) رہے۔ پھر ایسی کتاب اونکو دیگئی جو کل علوم یہاں تک کہ اولین اور آخرین کے علوم کی بھی جامع ہے۔ پس اگر تم کو ان آیتوں (نشانیوں کی صحت) میں شک ہے تو محمدؐ ہی جیسے شخص سے اس کلام (کتاب) جیسا کلام بنوا کر لاؤ تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے خیال کے مطابق محمدؐ اپنے دعوا میں جھوٹے ہیں (یا سچے) کیونکہ جو چیز بھی غیر خدا کی بنائی ہوئی ہوتی ہے باقی خلقِ خدا میں اوس کا مثل پایا جا سکتا ہے اور اے اہل کتاب یہود ونصارے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو تمہارے پاس نیا دین لائے ہیں اور اپنے بھائی سید الوصیین کو اپنا وصی (خلیفہ۔ جانشین) بنایا ہے اور تم کو معجزے بھی دیکھائے ہیں۔ جیسے زہر آلود ران[1] اور بھیڑئیے کا گفتگو کرنا[2] اور ممبر پر چڑھنے کے وقت درخت خرما کا آپ کے پاس آنا[3] اور یہودیوں نے جو کھانے میں زہر ملایا تھا خدا کا اوس زہر کے اثر کو مٹا دینا اور اُن یہودیوں پر بلا نازل کرنی اور اونکو ہلاک کرنا[4] اور کم کھانے کو زیادہ کر دینا۔ اگر ان چیزوں کو دیکھنے کے بعد بھی تم کو اونکی رسالت اور علیؑ کی ولایت اور وصایت میں شک ہے تو توریت اور انجیل اور زبور اور (حضرت) ابراہیمؑ کے صحیفوں اور باقی چودہ کتابوں سے جو مثل قرآن کے آسمانی ہیں ایک ہی سورہ لاؤ (جو فصاحت اور بلاغت میں قرآن کا ہم پلہ ہو۔ لیکن تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ) ان کل آسمانی کتابوں میں کوئی سورہ قرآن کے سوروں کی طرح کا نہ پاؤ گے۔ اور محمدؐ جو میرا کلام تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ میرے باقی کلام اور کتابوں سے کیونکر افضل نہ ہو (کیونکہ میں نے اسی کلام کو اون کے لئے

معجزہ قرار دیا ہے)۔ پھر اوس نے کفار قریش۔ اور یہود و نصارے اور ناصبیوں سب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے وَادْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی اے مشرکو؟ اپنے بتوں کو جن کی عبادت کرتے ہو اور اے یہود و نصارے؟ اپنے شیطانوں کو اور اے منافق ناصبیو؟ جو آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ الطیبین سے عداوت رکھتے ہو اپنے ہم نشینوں اور مددگاروں کو بلاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اگر تم اپنے اس کلام میں سچے ہو کہ قرآن کو محمدؐ نے خود بنایا ہے اور کل امت سے جو علیؑ کو افضل بتاتے اور اون پر اونکی سرداری اور حکومت کو ظاہر کر رہے ہیں وہ احکم الحاکمین یعنی میری طرف سے نہیں ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اے سرکشو اور حجتِ خدا کے نہ ماننے والو اگر تم قرآن کا مثل کوئی کلام نہ لا سکو وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور (معلوم ہے کہ) ہرگز نہ لا سکو گے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ تو اوس آگ سے ڈرو جسکے ایندھن آدمی اور وہ پتھر ہیں جو جہنمیوں پر عذاب کرنے کے لئے روشن کئے گئے ہیں اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ جو اون کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے جو خدا کے کلام اور اوسکے نبیؐ کو جھٹلاتے اور خدا کے ولی اور رسولؐ کے وصی سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جب تم قرآن کا مثل نہ لا سکو تو تم کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اگر مخلوق کی طرف سے ہوتا تو تم بھی اوس کا مثل لا سکتے حضرت

ع کافی میں حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر امت میں جس چیز کا رواج زیادہ تھا اوس امت کے نبی کو اوسی قسم کی چیز معجزہ میں دی گئی جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا رواج زیادہ تھا تو اون کو جادو کے باطل کرنے کا معجزہ دیا گیا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا رواج زیادہ تھا تو اون کو بیماروں کے علاج اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا۔ اوسی طرح حضرت سرور عالم کے زمانہ میں چونکہ فصاحت و بلاغت کا رواج زیادہ تھا تو حضرتؐ کے لئے قرآن کی فصاحت و بلاغت معجزہ قرار دی گئی (صافی صفحہ ۲۴ بحوالہ کافی) تفصیل کے لئے بائیسویں مقدمہ کا صفحہ ۱۴۰ اور صفحہ ۱۴۱ ملاحظہ کریں ۱۲ منہ

امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار اور منافقین اور یہود و نصاریٰ تحدی (طلب مقابلہ) کے بعد جب اوس کا مثل لانے سے عاجز رہے تو خداوند عالم نے فرمایا قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا (اے محمدؐ ان سے) کہہ دو کہ اگر کل انسان اور جن اکٹھا ہوکر اس کا مثل بنانا چاہیں جب بھی بنا نہیں سکتے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔[۱]

وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ایک پہاڑ کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اوس کے بعض حصہ سے آنسو جاری ہے پس حضرت سرور عالم نے اوس سے پوچھا کہ کیوں رو رہا ہے اوس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ایک مرتبہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام میرے پاس پہونچے اور لوگوں کو اوس آگ سے ڈرا رہے تھے جسکے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ پس میں ڈر رہا ہوں کہ (شائد) وہ پتھر میں ہی ہوں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ نہ ڈر اوس سے گندھک والا پتھر مقصود ہے۔ پس اوس کا رونا موقوف ہوگیا۔[۲] حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے جو دنیا میں لانے کے وقت پانی سے ستّر مرتبہ بجھانے کے بعد روشن ہوئی ہے۔ اگر بجھائی نہ گئی ہوتی تو کوئی آدمی اوسکو بجھا نہ سکتا۔ قیامت کے دن یہ آگ جہنم پر رکھی جائیگی تو اوس کی گرمی سے اس طرح چیخے گی کہ اوسکی آواز کے خوف سے کل مقرب فرشتے اور انبیا گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجائیں گے۔[۳]

**(بطریق اہلسنت)** اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ الخ۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ خداوند عالم کا یہ خطاب اون کافروں سے ہے جو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی لائی ہوئی کتاب میں شک رکھتے تھے۔[۲] قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے خداوند عالم کا مقصود یہ ہے کہ جو کچھ میں نے اپنے بندے پر اُتارا ہے

---

[۱] تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۶۳ ۱۲ منہ

[۲] تفسیر صافی صفحہ ۲۴ ۔ [۲] بحوالہ احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ و [۳] بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ ۱۲ منہ

اگر تم کو اوسمیں شک ہے تو قرآن کے مثل سے کوئی ایسا سورہ لاؤ جو حق اور سچ ہو اوسمیں باطل اور جھوٹی بات نہ ہو ۔ ۳ وادعوا شہدائکم الخ ابن عباس نے ایک حدیث میں شہداء کا معنی گواہ بیان کیا ہے جو گواہی دیتے کہ کفار جو سورہ بنا کر لائے ہیں وہ قرآن کا مثل ہے ۔ اور دوسری حدیث میں اس کا معنی مددگار بیان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مددگاروں کو بلاؤ تاکہ قرآن کا مثل بنانے میں تمہاری مدد کریں ۔

۴ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا قتادہ اور ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ تم اس کا مثل لانے پر ہرگز قدرت نہ پاؤ گے اور تمہاری عاجزی تم پر حق کو ثابت کر دے گی ۔ فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ پس اگر ثبوتِ حق کے بعد بھی تم ایمان نہ لاؤ تو اوس آگ (جہنم) سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں ۔

۵ ابن مسعود اور ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ اس پتھر سے سیاہ گندھک کا پتھر مقصود ہے جس کو خدا نے اپنی تجویز کے مطابق وہیں پیدا کیا ہے ۔ ۶ انس کہتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ آگ ہے جو ہزار برس روشن کی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس روشن کی گئی یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر ہزار برس روشن کی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی ۔ پس وہ اب کالی سیاہ ہے جس کا شعلہ بجھنے والا نہیں ہے ۔

۷ انس کہتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری (دنیاوی) آگ اوس آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے ۔ اگر دو مرتبہ پانی سے بجھائی نہ گئی ہوتی تو تم اس سے کچھ بھی فائدہ نہ اوٹھا سکتے اور یہ خدا سے دعا کرتی ہے کہ اس کو جہنم میں پھر نہ بھیجے ۔ ۸ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے اعدت للکافرین ۔ ۹ ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد پروردگار یہ ہے کہ یہ جہنم تم جیسے کافروں کے لئے پیدا کیا گیا ہے لہ

(باطنی تفسیر) مولانا ابوالحسن شریف اور مولانا محمد باقر مجلسی علیہما الرحمۃ والرضوان کی تحریر کتاب کے حوالہ کے ساتھ تفسیر سورۂ بقرہ صہ ۱۴۱ باطنی تفسیر میں نقل کر آیا ہوں کہ جن آیتوں میں مَآ اُنْزِلَ اور اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ اور مَآ اَنْزَلْنَا اور مَا نَزَّلْنَا سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور امامت مقصود ہے اون آیتوں

لہ تفسیر در منثور سیوطی جلد ۱ صہ ۳۵ - ۳۶ کل نمبر ۱۲ منہ

ہیں سے ایک؟ آیہ مبارکہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا بھی ہے
اور ظاہری تفسیر کی حدیث شیعہ میں جو قبل اس کے ذکر کی گئی دو جگہ اسکی صراحت موجود
ہے۔ اور باطنی تفسیر کی حدیث میں بھی جو عنقریب ذکر کی جائیگی اسکی تصریح کی گئی ہے
**اس بنا پر** اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے کافرو اور منافقو اور اہلبیتؑ کے دشمنو
اور یہودیو اور نصرانیو؟ اگر علی (علیہ السلام) کے برحق وصی ہونے میں تم کو شک ہے
اور رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ) کو غدیری تبلیغ کے بارے میں سچا اور اوس تبلیغ
کو میری طرف سے نہیں سمجھتے ہو تو قرآن کی طرح کا فصیح و بلیغ کوئی سورہ اوس کے
مقابل میں پیش کرو (کیونکہ محمدؐ کی سچائی اور اونکی رسالت کی صحت کا ثبوت میں نے
قرآن کی فصاحت و بلاغت ہی کو قرار دی ہے۔ اگر تم نے اوس کا مثل پیش کردیا تو سمجھو
کہ تمہارا خیال درست ہے) اور اگر نہ لاسکو اور (معلوم ہے کہ) ہرگز نہ لاسکوگے تو سمجھو
کہ تمہارا خیال غلط اور فاسد ہے اور علیؑ اون کے برحق وصی اور خلیفہ ہیں اور اونکی
خلافت میری تجویز سے اور غدیرخم کی تبلیغ میرے حکم سے ہے اور اس خلافت سے
سرکشی کرنے کے بارے میں) اوس جہنم سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس کو
میں نے تم ہی جیسے کافروں کے لئے پیدا اور مہیا کیا ہے۔

**میں عرض کرتا ہوں** کہ لفظ سورہ کی تحقیق میں مولانا طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں
اَلسُّوْرَةُ غَيْرُ مَهْمُوْزَةٍ مَأْخُوْذَةٌ مِنْ سُوْرِ الْبِنَاءِ وَكُلُّ مَنْزِلَةٍ رَافِعَةٍ فَهِيَ
سُوْرَةٌ یعنی لفظ سورہ کے واو پر ہمزہ نہیں ہے اور یہ لفظ سور البناء سے نکالا
گیا ہے جس کا معنی عمارت یا شہر پناہ کی بہت اونچی دیوار ہے اور ہر اونچے درجہ کو سورہ
کہتے ہیں **اسکے بعد** تحریر فرمایا ہے فَكُلُّ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِمَنْزِلَةِ دَرَجَةٍ
رَفِيْعَةٍ وَمَنْزِلٍ عَالٍ رَفِيْعٍ یعنی قرآن کا ہر سورہ درجۂ بلند اور منزل عالی کی جگہ
پر ہے **اور** اہلبیتِ سرور عالم قرآن ناطق ہیں چنانچہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

عہ زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر نابغہ کہتا ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَعْطَاكَ سُوْرَةً ترٰى
كُلَّ مَلِكٍ دُوْنَهَا يَتَذَبْذَبُ کیا نہیں دیکھتے کہ خدا نے تم کو ایسا بلند مرتبہ عطا کیا ہے
کہ اوسکے مقابل میں ہر بادشاہ کانپتا ہوا یا حیرت زدہ دیکھا جارہا ہے (مجمع البیان جلد ا
صـ۲۶) ۱۲ منہ سلہ ملاحظہ ہو بائیسویں مقدمہ کا وسط صـ۱۴۷ ۱۲ منہ

نے جنگ صفین میں فرمایا تھا اَنَا القُرْاٰنُ النَّاطِقُ میں بولتا ہوا قرآن ہوں اور ساکت سے ناطق افضل ہوتا ہے۔ اور یہ گذر چکا کہ من مثلہ کی ضمیر کو بعض مفسروں نے زائد کہا ہے اسلئے ممکن ہے کہ آیۂ مبارکہ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ سے مراد پروردگار یہ ہو کہ اگر علیؑ کی امامت اور وصایت سے تم کو قلق* اور بے چینی ہو تو اون کا مثل رفیع المرتبت اور عالی منزلت لاؤ۔ پس اگر نہ لاسکو اور ہرگز نہ لاسکو گے تو سمجھو کہ رسول کے برحق خلیفہ یہی ہیں اور اس منصب کی قابلیت انھیں میں ہے۔ تم میں کا کوئی بھی اسکی قابلیت نہیں رکھتا۔ اس مطلب کی طرف معصوم نے بھی اشارہ فرمایا ہے ملاحظہ ہو آنے والی حدیث کا ابتدائی حصہ۔

## حدیث تفسیر باطن

اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ الخ بسند صحیح حضرت سید الساجدین (بطریق شیعہ) و زین العابدین حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے منقول ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ (خداوند عالم باطل پرستوں سے خطاب کر رہا ہے کہ) اے مشرکو اور یہودیو اور ناصبیو؟ تم جو محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ) کو قرآن کے بارے میں اس وجہ سے جھٹلا رہے ہو کہ اونھوں نے قرآن کی آیتوں کے مطابق) اپنے بھائی علی (علیہ السلام) کو دوسروں سے افضل کہا ہے۔ وہ علیؑ جن کو ہر فضیلت والوں پر واقع میں فضیلت حاصل ہے اور مجاہدوں (راہ خدا میں جہاد کرنے والوں) سے بیشک افضل ہیں۔ جن کا نہ تو متقیوں (خدا ترسوں) کی نصرت اور مدد میں کوئی مثل و نظیر ہے نہ فاسقوں کے دفع کرنے میں نہ کافروں کو ہلاک کرنے اور دین خدا کو دنیا میں پھیلانے میں جو کچھ میں نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر اُتارا (اونکو حکم دیا) ہے کہ بت پرستی کو مٹائیں دشمنان خدا سے محبت اور دوستان خدا سے دشمنی کرنے سے روکیں۔ اپنے بھائی (علی علیہ السلام) کی اطاعت و فرماں برداری اور اونکو پیشوا ماننے اور اونکے سب سے بہتر اور افضل ہونے کا اعتقاد کرنے پر لوگوں کو اُبھاریں (اور اس بات کو ظاہر کردیں کہ) بغیر اونکی امامت کے اعتقاد کے کسی کے

* وحقیقۃ الریبۃ قلق النفس واضطرابها۔ یعنی ریب کا اصلی معنی روح کا قلق اور اوسکی بے چینی ہے (مجمع البحرین ذکر لغت ریب) ۱۲ منہ

ایمان کو اور بغیر اونکی محبت کے کسی کی عبادت کو قبول نہ کرونگا اگر تم کو ان باتوں کے حق ہونے میں شک ہے اور یہ کہتے ہو کہ ان کل باتوں کو محمدؐ اپنے دل سے کہتے اور میری طرف نسبت دیتے ہیں تو ایک ہی سورہ کسی ایسے شخص سے بنوا کر لاؤ جو محمدؐ کی طرح کبھی کسی اہل کتاب کے پاس بیٹھا نہ ہو (تاکہ گذشتہ خبروں کو اون سے سنا ہو) اور نہ کسی کی (زبانی) شاگردی اختیار کی ہو اور نہ کسی سے (کتاب) پڑھی ہو۔ محمدؐ کے حضر اور سفر ہر حال میں تم میں سے کچھ لوگ اونکے ساتھ برابر رہے ہیں اور اونکی حالتوں کو خوب جانتے ہیں وہ تم سے کبھی جدا نہیں ہوئے۔

پھر وہ (یک بیک) تمہارے پاس اس کتاب (قرآن) کو لائے جسمیں یہ عجیب و غریب باتیں مذکور ہیں (جنکو تم دیکھ رہے ہو) پس اگر وہ ان باتوں کو اپنے دل سے کہتے ہیں جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ تو تم لوگ بھی فصیح و بلیغ اور شاعر اور ادیب ہو اور تمہارا مثل و نظیر نہ تو دوسرے دین والوں میں ہے نہ دوسری قوموں میں اور تمہاری اور اونکی زبان ایک ہے اور قومیت ایک اور طبیعت ایک (اگر قرآن اونکا بنایا ہوا ہے تو) تم میں سے کچھ لوگ یا بعض لوگ اون کے کلام سے بہتر یا اوس کا مثل بنا سکتے ہو۔ کیونکہ جو چیز انسان کی بنائی ہوئی ہو ویسی چیز کا بنا لینا دوسروں کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتا پس تم بھی قرآن کا مثل بنوا کر لاؤ تاکہ تم کو اور تمہارے ہمچشموں کو معلوم ہو جائے کہ وہ محمدؐ کا بنایا ہوا ہے یا میرا کلام ہے) اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ قرآن کو محمدؐ نے بنایا ہے تو اون لوگوں کو بلاؤ جو تم کو حق پر سمجھتے ہیں تاکہ اس بات پر گواہی دیں کہ جو کلام تم بنا کر لائے ہو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ محمدؐ تمہارے پاس لائے ہیں۔ اور اون لوگوں کو بلاؤ جن کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ وہ رب العالمین کے نزدیک اس بات پر گواہی دینگے کہ تم اونکی عبادت کرتے تھے اور وہ اوس سے تمہارے لئے سفارش کرینگے۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا پس اگر تم میرے مطالبہ کے مطابق نہ لا سکو اور (معلوم ہے کہ) ہرگز نہ لا سکو گے اور نہ اس پر قدرت رکھتے ہو تو تمکو سمجھ لینا چاہیئے کہ تمہارا دعوا باطل ہے اور محمدؐ سچے اور امین (دیانت دار) ہیں اور خداوند رب العالمین نے اونکو رسول بنایا ہے اور روح الامین (جبرئیل) اور اونکے بھائی امیرالمومنینؑ اور سید الوصیین سے اونکی مدد کی ہے پس خدا کیطرف سے جو کچھ خبر دیں اور اوس کا جو حکم بیان کریں اور اپنے وصی اور بھائی علیؑ کی جو فضیلت بیان کریں اوسمیں اونکی تصدیق کرو (اونکو سچا سمجھو اور مان لو اور عمل کرو)

اور اس تصدیق کے ذریعہ سے اوس جہنم سے بچ جاؤ جسکے ایندھن آدمی اور گندھکی پتھر ہیں جن کی آگ بہت زیادہ گرم ہوتی ہے جو اون لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے جو محمدؐ کے ساتھ کفر کریں اور انکی رسالت میں شک کریں اور اون کے بھائی علی (علیہ السّلام) کو اون کے حق سے ہٹا دیں اور انکی امامت کو نہ مانیں ؎۱

## چند فائدے

(پہلا فائدہ) علم معانی بیان بدیع (معانی) فأتوا بسورۃ۔ اس جملہ میں فعل یعنی فأتوا؟ امر کا صیغہ ہے اور صیغۂ امر اصل میں کسی بزرگ کے اپنے چھوٹے سے طلب فعل (کسی کام کو چاہنے) کے لئے بنایا گیا ہے اور اکثر علماء علم اصول فقہ اور علم معانی بیان نے اس کے کئی معانی اور بھی لکھے ہیں جنمیں سے ایک التماس (برابر کے شخص کا کسی کام کو چاہنا) ہے جیسے یا اخی افعل کذا اے بھائی فلاں کام کیجئے۔ دوسرے دعا (چھوٹے کا بڑے سے کسی کام کو چاہنا) جیسے ربّ اغفرلی پروردگارا مجھے بخشدے تیسرے تہدید (دھمکی) جیسے اعملوا ما شئتم جو چاہو کرو۔ چوتھے تعجیز (کسی کی کسی کام سے عاجزی کو ظاہر کرنی) جیسے فأتوا بسورۃ کوئی سورہ لاؤ ع

؎۱ تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۴۳ ۱۲ منہ

ع پانچویں تسخیر (ذلیل کرنا) جیسے کونوا حجارۃ او حدیدا پتھر ہو جاؤ یا لوہا چھٹیں ندب (مستحب کرنا) جیسے فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا اگر ان غلاموں میں بھلائی پاؤ تو مکاتب بنا دو۔ ساتویں اباحت (مباح جائز کرنا) جیسے فاذا حللتم فاصطادوا جب محل ہو جاؤ۔ احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو۔ آٹھویں امتنان (احسان رکھنا) جیسے کلوا مما رزقکم اللہ جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہے اوس میں سے کھاؤ۔ نویں تادیب (ادب سکھانا) جیسے کل مما یلیک اپنے پاس کی چیز کھاؤ۔ دسویں دوام (ہمیشہ کے لئے چاہنا) جیسے اھدنا الصراط المستقیم ہم لوگوں کو راہ راست پر ہمیشہ باقی رکھ۔ گیارہویں ارشاد (اچھا مشورہ دینا) جیسے اشھدوا گواہ بنالو۔ بارہویں تسویہ (کرنے اور نہ کرنے کی برابری ظاہر کرنی) جیسے اصبروا او لا تصبروا صبر کرو

پس اس آیت میں طلب تعجیزی ہے۔ یعنی کفار چونکہ کہا کرتے تھے کہ قرآن کو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے خود بنایا ہے اس لئے اونکے اس فاسد خیال اور غلط بات کو رد کرنے کی غرض سے خداوند حکیم نے اونکو حکم دیا ہے کہ اگر قرآن کو رسول نے خود بنایا ہے تو تم لوگ بھی اونھیں کی طرح انسان ہو اور فصاحت و بلاغت میں بھی مہارت رکھتے ہو اس کا مثل بنالاؤ۔ تاکہ جب وہ نہ بنا سکیں گے تو

(بقیہ حاشیہ صہ ۴۰۲) یا نہ کرو۔ تیرہویں[۱۳] تخییر (چند کاموں میں اختیار دینا) جیسے اِصنَعْ مَاشِئْتَ تم کو اختیار دیتا ہوں جو کام چاہو کرو۔ لیکن محقق و مدقق مولانا المفخم واستاد المعظم آخوند ملا محمد کاظم خراسانی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ تحقیق یہ ہے کہ صیغہ امر کا معنی صرف طلب فعل ہے۔ پس اگر بڑا بن کر طلب کرے تو اوسکو امر کہتے ہیں اگرچہ طلب کرنے والا چھوٹا ہو اور اگر برابر کا آدمی بن کر طلب کرے تو التماس کہتے ہیں اگرچہ طلب کرنے والا بڑا یا چھوٹا ہو۔ اور اگر چھوٹا بنکر طلب کرے تو اوس کو دعا کہتے ہیں اگرچہ طلب کرنے والا بڑا ہو۔ اور باقی دسوں معانی میں سے بعض اغراض ہیں جن کے لئے فعل طلب کیا گیا ہے یا یوں کہئے کہ حکم دیا گیا ہے جیسے فَأْتُوا بِسُورَةٍ میں اَتُوا کا معنی سورہ طلب کرنا ہی ہے لیکن غرض اوس سے اونکی عاجزی کو خود اون پر اور دوسروں پر ظاہر کردینا ہے۔ اور بعض طلب فعل کی خصوصیتیں ہیں جو حالیہ یا مقالیہ[ع] قرینہ سے سمجھی جاتی ہیں جیسے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کو جب مومن پڑھا کرتے ہیں تو اونکی ایمانی حالت بتاتی ہے کہ اِهْدِنَا سے ہدایت کرنا اون کے حال سے مناسب نہیں ہے کیونکہ طلب تحصیل حاصل لازم آئیگی جو محال ہے اس لئے دوام یعنی طلب البقاء (ہدایت پر باقی رکھنے کی خواہش ہی) اونکے حال کے مناسب ہوگی۔ پس اس معنی کے لئے اون کا صفت ایمان پر ہونا قرینہ حالیہ ہے اور اِصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا میں بھی اِصْبِرُوْا کا معنی التسویہ (صبر پر باقی رہنے اور نہ رہنے کی برابری) نہیں ہے۔ بلکہ اس کا معنی طلب صبر ہی ہے لیکن اَوْ لَا تَصْبِرُوْا کو او حرف تردید کے ساتھ ذکر کرنا اس امر پر قرینہ مقالیہ ہے کہ اِصْبِرُوْا سے حتمی طلب مقصود نہیں ہے بلکہ صبر کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہے

ع قرینۂ حالیہ؟ حال جو کسی بات کو بتائے۔ قرینۂ مقالیہ؟ کلام جو کسی بات کو بتائے ۱۲ منہ

اپنے کو عاجز پاکر شرمندہ ہوں گے اور سمجھ جائیں گے کہ اون کا خیال اور کلام غلط اور بے اصل ہے اس سے واقعی طلب مقصود نہیں ہے تاکہ یہ اعتراض کیا جا سکے کہ جب کفار وغیرہ اس کا مثل لانے پر قدرت نہیں رکھتے تھے جیسا کہ لن تفعلوا (ہرگز نہ لاسکوگے) خود ہی فرمارہا ہے تو غیر مقدور کام کو کیوں طلب کیا جو دو وجہوں سے ہر عاقل کے لئے عیب ہے چہ جائیکہ اوس مقدس ہستی کے لئے **ایک** بیکار حکم دینا؟ جو حاصل نہو سکے۔ دوسرے محکوم کی قدرت سے باہر کی چیز کو اوس سے واقعاً طلب کرنا؟ جو عقلاً جائز نہیں ہے اور خداوند حکیم خود بھی ارشاد فرمارہا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (خدا کسی شخص کو حکم نہیں دیتا مگر اوسی چیز کا جو اوسکی قدرت کے اندر ہے)

(بیان) نزلنا علےٰ عبدنا ہ مولانا طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ عبد؟ تعبید سے بنایا گیا ہے اور تعبید کا معنی تذلیل (اور عبد کا معنی ذلیل یعنی فروتن اور بے حد فرمانبردار ہے۔ کیونکہ بندہ اپنے آقا (مالک) کے ساتھ بہت زیادہ فروتنی اور فرمانبرداری کرتا ہے عہ اور اس آیت میں لفظ عبد؟ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی طرف کنایہ (اشارہ) کے لئے لایا گیا ہے۔ اور علماء علم معانی۔ بیان۔ کہتے ہیں کہ اَلْكِنَايَةُ عہ اَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِيْحِ یعنی صاف نام ذکر کرنے کی جگہ پر صاحب نام کی طرف کنایہ (اشارہ) کرنے سے کلام کی خوبی بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ مسئلہ اونکے درمیان میں مشہور اور مسلم ہے **پس** نَزَّلْنَا عَلٰى مُحَمَّدٍ

لفظ عبد سے ذات اور صفت اطاعت کی طرف اشارہ

---

(بقیہ حاشیہ ص۴۰۳) اسی طرح فَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا میں فَاصْطَادُوْا کا معنی اباحت (جائز کرنا) نہیں ہے بلکہ حالت احرام میں شکار کو حرام کرنے کے بعد فَاِذَا حَلَلْتُمْ کی شرط کر کے شکار کو طلب کرنا شکار کی اباحت اور جواز کو بتاتا ہے کیونکہ حرام کرنے کے بعد ایک شرط کے حاصل ہونے پر اوس حرام شدہ فعل کو طلب کرنا جواز کا عقلی ثبوت ہے ۱۲ منہ ۔ مجمع البیان جلد ۱ ص۲۶

عہ کنایہ فن بیان کا مسئلہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ لفظ کو اوسکے غیر اصلی معنی میں کسی مناسبت سے استعمال کریں اور اوس غیر اصلی معنی کے ساتھ اوسکے اصلی معنی کا ارادہ کرنا بھی جائز ہو۔ اور کنایہ نہ تو حقیقت کی قسم سے ہے کیونکہ غیر اصلی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور نہ مجاز کی قسم سے ہے کیونکہ اسمیں اصلی کا ارادہ کرنا بھی جائز ہے پس لفظ عبد کا معنی بندہ۔ مملوک۔ فروتن ہے اور یہاں پر یہ معنی بھی مقصود ہے اور حضرت کی ذات اقدس بھی ۱۲ منہ

کی جگہ پر نزلنا علےٰ عبدنا لانے سے اس کلام میں بہت زیادہ خوبی اس وجہ سے پیدا ہوگئی ہے کہ ایک تو اسمیں حضرت کی مقدس ذات کی طرف کنایہ (اشارہ) ہے دوسرے حضرت کی مبارک صفت یعنی خدا کے نہایت درجہ مطیع و فرماں بردار اور اوسکی عزت و جلالت کے مقابل میں بے حد خاضع و خاشع اور فروتن ہونے کی طرف۔

(بدیع) معنوی خوبیاں اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ آہ ایسے مقام میں اِنْ حرف شرط وہ شخص بولتا ہے جو شک رکھتا ہو اور واقعی بات کا علم نہ رکھتا ہو۔ اور ذاتِ اقدس پروردگار اس سے بہت اعلےٰ اور ارفع (بہت بلند) ہے کہ اوس کے لئے شک حاصل ہو۔ کیونکہ وہ عالم الغیب ہے ہر زبان میں یہ بات رائج ہے کہ واقف کار شخص بھی ملامت یا تاکید وغیرہ کی غرض سے باوجود جاننے کے اپنے کو جاہلوں (نہ جاننے والوں) کے حکم میں قرار دے کر ایسا جملہ بولتا ہے جو جاہل کو بولنا چاہئے۔ جیسے اگر انسان ہو تو اچھی چلن اختیار کرو۔ اگر میرے بیٹے ہو تو میری فرمانبرداری کرو۔ حالانکہ مخاطب کا پہلی مثال میں انسان اور دوسری مثال میں اپنا بیٹا ہونا خطاب کرنے والے کو معلوم ہوتا ہے اسکو تجاہل کہتے ہیں خداوند حکیم نے بھی اس آیت مبارکہ میں اسی عادت اور رواج کے مطابق اس کلام کو جملۂ شرطیہ کی صورت میں ادا فرمایا ہے حالانکہ جانتا تھا کہ وہ سب شک رکھتے ہیں۔ اور اس تعبیر سے اون سب کے مستحقِ ملامت ہونے کی طرف اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی رسالت اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی امامت و خلافت بلافصل اور قرآن مجید کی حقیت کے قابل شک نہ ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسالتِ رسول اور امامتِ بلافصل علی علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور قرآن کی حقیت میں شک کرنا چونکہ غلط اور بے وجہ ہے اس وجہ سے جو شخص بھی انمیں شک رکھتا ہو وہ ملامت کا مستحق ہے۔ اور فأتوا بسورۃ۔ اور لن تفعلوا میں صنعت طباقِ سلب ہے اور طباقِ سلب یہ ہے کہ ایک معنی کے دو لفظوں کو ذکر کریں جنمیں سے ایک ثبوتی ہو۔

---

ع (آریہ) فأتوا بسورۃ الخ پنڈت دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے بارہ۔ تیرہ۔ چودہ۔ تین بابوں میں ہندو۔ یہودی۔ نصرانی۔ مسلمان کے مذہب پر اعتراضات کئے ہیں اور ہر اعتراض کے شروع میں اپنے کو محقق لکھا ہے۔ چنانچہ اس آیت پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔

جیسے فأتوا بسورۃ (کوئی سورہ لاؤ) اور دوسرا بھی جیسے لم تفعلوا (نہ لاسکو) اور لن تفعلوا (ہرگز نہ لاسکوگے)۔ اور شہداء (گواہوں) اور صادقین (سچے) اور اتقوا (بچو) اور نار (آگ) اور وقود (ایندھن۔ جلاون) میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔ اور مراعاۃ النظیر یہ ہے کہ ایسے چند لفظوں کو ایک جگہ ذکر کریں جو آپس میں مناسبت رکھتے ہوں۔ جیسے شہداء گواہ جن کو صدق سچائی سے مناسبت ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) پہلے ترجمہ یہ لکھا ہے "جو تم اوس چیز سے شک میں ہو۔ جو ہم نے اپنے پیغمبر کے اوپر اُتاری تو اوسکی سی ایک سورہ لے آؤ۔ اور شاہدوں اپنے کو پکارو۔ سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے اور ہرگز نہ کروگے۔ تم اوس آگ سے ڈرو کہ جس کا ایندھن آدمی ہیں اور کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں"۔ پھر اعتراض یہ کیا ہے "بھلا[۱] یہ کوئی بات ہے کہ اوس کے مانند کوئی سورہ نہ بنے؟ کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مولوی فیضی نے بے نقط قران نہیں بنایا تھا؟ وہ[۲] کون سی دوزخ کی آگ ہے؟ کیا[۳] اس دنیا کی آگ سے نہ ڈرنا چاہیئے اس آگ میں بھی جو کچھ پڑے وہ اُس کا ایندھن ہے؟ جیسے[۴] قرآن میں لکھا ہے کہ کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں ویسے پُرانوں میں لکھا ہے کہ ملیچھوں (لامذہبوں) کے لئے گھور نرک بنا ہے اب کہیئے کس کی بات سچی مانیں؟ اُپنے[۵] اپنے قول سے دونوں بہشت میں جانے والے اور ایک دوسرے مذہب کی رو سے دونوں دوزخی ہوتے ہیں؟ پس ان سب کا جھگڑا جھوٹا ہے؟ ہاں[۶] جو دھارمک (نیکوکار) ہیں وے سُکھ (آرام) اور جو پاپی (بدکار) ہیں وے سب مذہبوں میں دُکھ (تکلیف سزا) ہی پاوینگے[۱] محقق صاحب نے جو آیت کا ترجمہ عربی کے بڑے بڑے (آریہ) عالموں سے درست کرا کر لکھا ہے اوسمیں قابل تعریف پہلے تو اوسکی فصاحت وبلاغت ہے۔ دوسرے وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ کا ترجمہ کہ "کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں"۔ تیسرے انکی تحقیق کہ فیضی نے بے نقط قرآن لکھا۔ حالانکہ فیضی نے بے نقط تفسیر لکھی تھی جو نول کشور پریس میں چھپ چکی ہے۔ چوتھے ان کی اس سے بے خبری کہ صرف عربی زبان میں سورہ نہیں مانگا گیا ہے بلکہ قرآن کا مثل فصیح وبلیغ سورہ مانگا گیا ہے پانچویں یہ بھونڈا اعتراض کہ "کیا اس دنیا کی آگ سے نہ ڈرنا چاہیئے"۔ کیونکہ معلوم

[۱] ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ سمواس چودہواں صفحہ ۶۷۴ نمبرہ چھاپہ نولکشور سنہ ۱۸۹۹ء ۱۲ منہ

اور نار آگ جس کو ایندھن اور بچاؤ سے مناسبت ہے۔ اور ناس (آدمی) اور حجارۃ (پتھر) میں نرمی اور سختی کے لحاظ سے صنعت تقابل ہے۔ اور تقابل یہ ہے کہ ایسے دو لفظوں کو ایک جگہ بولیں جو آپس میں مقابلہ رکھتے ہوں جیسے حیات اور موت۔ آسمان اور زمین۔ پست اور بلند۔ سیاہ اور سفید وغیرہ۔

**(دوسرا فائدہ) اصول دین** ظاہری اور باطنی تفسیروں کی حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ ان آیتوں میں خداوند احکم الحاکمین نے رسالت اور امامت بلافصل اور قرآن کی حقیت میں شک رکھنے والوں کی ملامت کی ہے اور شک رکھنے والے مخالفوں کو محجوج (دلیل سے مغلوب) اور اونکی زبانوں کو بند اور عذروں کو قطع کردینے کے لئے سورہ بنا کر لانے کا مطالبہ اور ان چیزوں پر ایمان نہ لانے کی صورت میں جہنم میں ڈالنے کا وعدہ کیا ہے اور سب سے زیادہ ضروری آخرت کا خیال ہے اور کل نعمتوں سے زیادہ فائدہ مند وہاں کی نعمتیں ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف دہ وہاں کا عذاب ہے۔ اس لئے عقل حکم کررہی ہے کہ دنیا سے زیادہ آخرت کا خیال اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر کیجائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۶) ہے کہ نقصان پہونچانے والی ہر چیز سے ڈرنا چاہئے۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ دنیا کی آگ سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ دوزخ کی آگ کا ذکر خاص کرکے اس لئے کیا گیا ہے کہ بداعمالوں کی سزا کے لئے اوسکی آگ بہت تیز اور سخت کردی گئی ہے۔ دنیا کی آگ اوسکے مقابل میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اوسی کے خوف سے دیانندجی تناسخ سے چمٹے ہوئے ہیں اور کیڑے مکوڑے کی صورت میں ہو کر رہنے کو غنیمت سمجھکر دل کو دلاسا دے لیتے ہیں۔ چھٹیں قرآن اور پرانوں کا مقابلہ۔ حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ ہر مذہب والے اپنے مخالف مذہب کو باطل اور اہل مذہب کو جہنمی سمجھتے ہیں۔ دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ واقع میں حق مذہب کون ہے۔ پران والا جسمیں اپنا بنایا ہوا بت پوجا جاتا ہے۔ یا آریوں کا جس میں آفتاب اور آگ پوجے جاتے ہیں اور ویدوں کا صرف آڑ کرلیا گیا ہے جن کو دیانندجی سیٹ کے نیچے رکھ کر اوپر بیٹھے ہوئے تھے جو ویدوں کی توہین تھی (دیکھو تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۹۶) اور اُن کا دل خدا کے اعتقاد سے خالی تھا (دیکھو تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۲۳۳ کے حاشیہ میں کرنیل الکاٹ صاحب کی تحریر) یا مسلمانوں کا جس میں خداوند جامع صفات کمال کی پرستش کیجاتی ہے

رسالت اور بلافصل امامت کا اعتقاد واجب ہے

کیونکہ جو نعمتیں اوپر کی آیتوں میں ذکر کی جاچکی ہیں اونکا شکریہ اور جو ضرر (جہنم) اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے اوس سے نجات کی فکر عقلاً واجب ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ رسالت اور امامت اور قرآن کی حقیت کا اعتقاد نہ کیا جائے **پس** ان چیزوں کے اعتقاد کا وجوب عقلاً ثابت ہوگا۔ اور یہ آیت؛ ارکانِ دین میں سے رسالت اور امامت بلافصل کی واضح دلیل ہوگی۔

**تنبیہ**۔ میں نے جو یہاں پر امامت میں بلافصل کی قید بڑھادی ہے جو پروردگارِ عالم کا واقعی مطلوب بھی ہے۔ اوسکی بنا اوس تقریر پر ہے جس کو میں نے باطنی تفسیر کے آخر بیان میں اپنی طرف سے یہ لکھا ہے کہ فأتوا بسورۃ سے علی علیہ السّلام کا مثل لانیکا مطالبہ کیا گیا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خلافت وامامت کی قابلیت ان کے سوا ان کے مقابل کے لوگوں میں سے کسی ایک میں نہیں ہے۔ جسکی طرف باطنی تفسیر

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۷) اس کے بعد پنڈت جی نے جو فیصلہ کیا ہے کہ "دونوں کا جھگڑا جھوٹا ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ دونوں مدعی اور دونوں مدعا علیہ اور تنہا تنہا ہیں۔ اس لئے اصول فقہ کے قاعدہ إِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا سے دونوں کا کلام چھوڑ دیا جائیگا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ساتھ مرجح نہیں رکھتا۔ اوس کو تھوڑی دیر کے لئے مان کر کہتا ہوں کہ پنڈت جی نے اپنے متعلق کچھ نہ لکھا۔ حالانکہ وہ اپنے کو حق پرست اور بہشتی کہنے میں تنہا ہیں اور اونکے مقابل میں مسلمان اور پران والے دونوں مل کر اونکو باطل پرست اور ادھرمی کہتے ہیں اور خود اُن کا اقرار (دیکھو تفسیر البقرہ صفحہ کا حاشیہ) اور وید ونکی توہین اور کرنیل الکاٹ صاحب کی تحریر اسکی تائید کر رہے ہیں۔ پھر آخری فیصلہ اس طرح کیا ہے کہ ہر مذہب کا دھارمک (نیکوکار) آرام پائیگا اور پاپی تکلیف۔ اسکو بھی تھوڑی دیر کے لئے مان کر پوچھتا ہوں کہ ۱؎ اپنا ٹھیک نام اور پتہ بتانے میں جو مہراج جھوٹ بولے؟ دھارمک تھے یا پاپی (بدکار) ۲؎ اپنی ماں کو مار ڈالا؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۳؎ گھر سے زیور وغیرہ لے کر بھاگے؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۴؎ رات کو گرفتار کرنے والے سپاہی کی لوٹیا لیکر بھاگے؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۵؎ گنگا کے کنارے آدمی کا گلا کاٹا؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۶؎ اسسٹنٹ کلکٹر کی صرف سوال کرنے پر توہین کی؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۷؎ نشہ کی چیزیں استعمال کیا کرتے تھے؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۸؎ اپنے باپ کو دھوکا دیا؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ ۹؎ منشی اندرمن کے مقدمہ کا چندہ لاپتہ کردیا؟ دھارمک تھے یا پاپی؟ اور یہ جماعت غور کرے کہ کس کے پیچھے چل رہی ہے ۱۲ منہ

کی حدیث کے ابتدا میں بھی اشارہ کیا گیا ہے " وہ علیؑ جن کو ہر فضیلت والوں پر ترجیح

**(تیسرا فائدہ) کلام** جن لوگوں نے (معرفت کے متعلق) غور و فکر کرنے اور عقلی دلیلوں سے ثابت کرنے کو ناجائز کہا ہے۔ یہ آیت اون لوگوں کے کلام کو غلط اور باطل ٹھہرا رہی ہے۔ کیونکہ اس میں خود خداوند عالم نے کافروں پر عقلی دلیل پیش کی ہے اور اپنے نبیؐ کی تصدیق پر اس طرح حجت تمام کی ہے کہ اگر یہ قرآن محمدؐ کا کلام ہے تو تم اس طرح کا کوئی سورہ بنا لاؤ۔ کیونکہ اگر یہ انسان کا کلام ہے تو تم بھی انسان ہو اور فصاحت و بلاغت میں مہارت اور کمال رکھتے ہو تمہارے لئے بھی اس کا مثل بنا لینا ممکن ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ بنانے کی ضرورت (یعنی مقابلہ کا مطالبہ) بھی موجود ہے۔ پس اگر نہ بنا سکو تو تم کو سمجھنا چاہئے کہ خدا کا کلام ہے (محمدؐ نے نہیں بنایا ہے) اسی کو عقلی دلیل کہتے ہیں [1]

**(چوتھا فائدہ) بہشت اور دوزخ موجود ہیں** اعدت للکافرین لفظ اعدت ؟ دوزخ اور بہشت دونوں کے لئے لایا گیا ہے۔ دوزخ کے لئے اس آیت میں ہے (اور بہشت کے لئے سورہ حدید کی اکیسویں آیت سَابِقُوا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ میں (جلدی کرو اپنے پروردگار کی طرف سے بخشائش اور اوس بہشت کے حاصل کرنے کی طرف جسکی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے (اور لمبائی اوس سے زیادہ) وہ بہشت جو اون لوگوں کے لئے مہیا کیا گیا ہے جو خدا اور اوس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں) اور اس لفظ کا معنی "مہیا کیا گیا" ہے۔ اور لفظ مہیا اوسی چیز کے لئے بولتے ہیں جو موجود ہو اس لئے یہ دونوں آیتیں بہشت اور دوزخ کے اس وقت موجود ہونے کو بتا رہی ہیں رہ گیا یہ سوال کہ جب کہ یہ دونوں ہماری نظروں سے اوجھل ہیں تو انکے اس وقت موجود ہونے کا فائدہ کیا ہے تو اس کے چند جواب ہیں

پہلا جواب یہ ہے کہ ' اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھتے لیکن فرشتے دیکھتے ہیں۔ اور جس طرح معرفت اور اطاعت پروردگار کا بوجھ ہم پر ڈالا گیا ہے اون پر بھی ڈالا گیا ہے۔ اور

[1] مجمع البیان جلد ۱ ص ۲۷ ۱۲ منہ

وہ دلیلوں کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ پس ان دونوں کے اس وقت موجود ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ بہشت خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہے اور دوزخ کافروں کے لئے [۱] میں عرض کرتا ہوں کہ اس سے بہتر [۲] دوسرا جواب یہ ہے کہ متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہشت اور ایک دوزخ دنیا میں ہے اور ایک ایک آخرت میں اور ان دونوں کا ذکر قرآن مقدس میں بعض جگہ بلفظِ نکرہ ہے جس کا عموم بدلی ہوتا ہے یعنی اپنی کل فردوں پر بارا باری صادق آتا (یعنی اونکو بتاتا ہے) اور بعض جگہ بلفظِ معرفہ جس پر الف لام داخل ہے اور ممکن ہے کہ وہ الف لام عہد کا ہو۔ اور دنیا کے لوگ پانچ قسم کے ہیں ۱۔ انبیاء۔ اوصیاء اولیاء۔ خالص مومن ۲۔ خالص کافر۔ نواصب۔ خوارج ۳۔ مستضعف مومن۔ جن کے حق میں خداوند عالم نے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ آخَرَ سَيِّئًا ارشاد فرمایا ہے (یعنی اچھے اور بُرے دونوں طرح کے اعمال کئے ہیں) ۴۔ غیر مومن جو ناصبی نہیں ہیں۔ ۵۔ مستضعف جو کچھ نہیں جانتے کہ دین و مذہب کیا چیز ہے۔ بہت سی حدیثوں سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ ۱۔ انبیاء۔ اوصیاء۔ اولیا۔ اور خالص مومن؟ اس دنیا سے جانے کے بعد ہی بہشتِ آخرت میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ اور ۲۔ خالص کافر وغیرہ دوزخِ آخرت میں۔ کیونکہ ان میں سے کسی پر بھی حساب و کتاب نہیں ہے۔ انبیاء وغیرہ بے حساب بہشت کے حقدار ہیں۔ اور خالص کافر جیسے فلاں و فلاں اور فلاں بے حساب دوزخ کے۔ رہ گئے ۳۔ مستضعف مومن ۴۔ اور غیر مومن جو ناصبی نہیں ہیں۔ تو پہلے کی بدعملیوں کی سزا دنیا میں کر کے مرنے کے بعد بہشت دنیا میں رکھے جاتے ہیں۔ اور قیامت میں حساب و کتاب کے بعد بہشت آخرت میں ہمیشہ کے لئے بھیجے جائیں گے۔ اور دوسرے مرنے

maablib.org

[۱] مجمع البیان جلد ا صـ۲۷ ۱۲ منہ

[۲] پہلے جواب سے اس کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے وعدے جزا و سزا کے متعلق انسان کو رغبت دلانے اور ڈرانے کے لئے ہیں اور بہشت و دوزخ ان کے اعمال کے بدلا کے لئے۔ اس لئے فرشتوں کا علم اور اون کا استدلال؟ نہ تو ان کی رغبت اور ڈر میں کوئی اثر رکھتا ہے نہ اعمال کے بدلے ہیں۔ اس لئے جواب ایسا ہونا چاہیئے جو ان کے لئے کوئی فائدہ ظاہر کرے ۱۲ منہ

کے بعد دوزخِ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور حساب وکتاب کے بعد دوزخِ آخرت میں ہمیشہ کے لئے جائیں گے۔ کیونکہ عدم ایمان کی شان یہی ہے۔ اور پانچویں یعنی مستضعف کا آخرت میں امتحان لیا جائیگا امتحان میں جیسے ثابت ہوں گے ویسا اون کے ساتھ برتاؤ کیا جائیگا۔ یا بہشت یا دوزخ۔ اور امتحان کے پہلے اونکی روحیں اوس طرح رہیں گی جس طرح جانوروں کی۔ پس لفظ بکرہ اپنے عموم بدلی سے ہر ایک قسم کے لوگوں کی جگہ کو بارا باری بتائیگا اور لفظ معرفہ کا الف لام اون جگہوں کی طرف اشارہ کریگا جو ہر ایک قسم کے لئے علم پروردگار عالم میں معین اور اوس کے نزدیک معہود ہیں۔ اور ان دونوں کے اس وقت موجود ہونے کا فائدہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص مرنے کے بعد ہی اپنی معین جگہ پر پہونچ جائے۔ اور انکے موجود ہونے کا فائدہ نہ تو صرف دیکھنے میں منحصر ہے اور نہ اوس کا مترتب اور حاصل ہونا دیکھنے پر موقوف ہے۔ تاکہ بغیر دیکھے ان کا موجود ہونا بیکار ٹھہرے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ دنیا کے کل انتظام کی چکی خوف ورجا (امید و بیم) وعد (اچھے بدلا کے وعدہ) و وعید (بُرے بدلا کے وعدہ) پر چل رہی ہے۔ ہر شخص ایک رعیت مزدور کے حکم میں ہے۔ جو دو حالتوں کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ ایک مالک کے حکم کی مخالفت میں سزا دوسرے اوس کے حکم کی تعمیل میں جزا یعنی اچھا بدلا اور کام کا پھل۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں کوئی کام لینے والا؟ مزدور کو اونکی مزدوری پہلے نہیں دیکھا دیتا بلکہ مزدوری طے کر کے کام لیتا ہے اور کام ختم ہونے پر مزدوری حوالہ کر دیتا ہے۔ پس جب عام ہم چشم یعنی برابر کے لوگ مزدوری پہلے نہیں دیکھا دیتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ سلاطین یا مالک اپنی رعیت سے کام لینے کے وقت اونکی مزدوری اونکو پہلے دیکھا دیں۔ اور ایسا کرتے بھی نہیں ہیں۔ اور بہ نسبت عام ہم چشم کام لینے والوں کے؟ نہ دیکھانے کے وہ زیادہ حقدار بھی ہیں کیونکہ ایک تو مالک ہیں۔ دوسرے زیادہ اعتبار رکھتے ہیں کیونکہ سزا اور جزا ار دونوں پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ پس خداوند مالک الملوک نہ دیکھانے کا حق؟ سلاطین دنیا سے بھی زیادہ رکھتا ہے کیونکہ ایک تو اوس کا خزانہ کسی قسم کے مزدور کی مزدوری سے خالی نہیں ہے۔ دوسرے بہ نسبت سلاطین دنیا کے سزا پر بھی کامل قدرت رکھتا ہے تیسرے بہ نسبت سلاطین دنیا کے زیادہ صادق القول اور صادق الوعد یعنی کلام کا سچا

اور وعدے کا پکا ہے۔ اس لئے بندوں کی رغبت اور ڈر کے لئے اوس کا صرف یہ فرمادینا ہی کافی ہے کہ میں جزاء اور سزا پر کامل قدرت رکھتا ہوں اچھا کام کروگے اچھا بدلا پاؤگے اور بُرا کام کروگے بُرا بدلا پاؤگے جس پر میں پوری قدرت رکھتا ہوں۔ اچھا بدلا بہشت ہے اور بُرا بدلا جہنم جن کو میں پیدا کرچکا ہوں پس صادق القول اور صادق الوعد قادر مطلق کا فرمادینا ہی میرے دیکھنے کے برابر ہے۔ اور جب میں اپنے ہم چشم کام لینے والے کے ظاہری اعتبار پر بھروسہ کرکے اوس سے کبھی بھی نہیں کہتا کہ جب تک مزدوری دیکھ نہ لونگا کام نہ کرونگا۔ تو ایسے مالک کے واقعی اعتبار پر بھروسہ نہ کرکے اوس سے یہ کہنا کہ جب تک بہشت اور دوزخ نہ دیکھوں گا تیرے حکم کی تعمیل نہ کروں گا؟ صرف بے وجہ ہی نہیں بلکہ نہایت درجہ دلیری۔ شوخ چشمی۔ بے شرمی۔ بد ذاتی۔ بے عقلی اور اپنے حق میں کانٹا بونا اور اپنے آپ کو سخت خطرہ میں ڈالنا ہے۔ جس کو کوئی سمجھدار پسند اور تجویز نہیں کرسکتا۔ اس لئے اگرچہ بہشت اور دوزخ کو ہم اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔ لیکن مقدس ہستی کے فرمادینے کے بعد عقل کی آنکھوں سے ضرور دیکھتے ہیں۔ اور فائدہ مند ہونے کے لئے اس رویت (دیکھنے) سے بڑھکر کوئی دوسری رویت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پانچوں حواس کے محسوسات کی صحت یا غلطی کا فیصلہ بھی عقل ہی کی آنکھیں کرتی ہیں۔ آنکھ کے اندھے زیادہ نقصان نہیں اوٹھاتے لیکن عقل کے اندھے بہت زیادہ گھاٹے میں رہتے ہیں۔

**چوتھا جواب** یہ ہے کہ جس طرح دفعِ ضررِ محتمل (یعنی جس نقصان کا احتمال ہو اوس کو روکنا) عقلاً واجب ہے۔ اوسی طرح زیادہ یا بڑے نقصان سے بچنے کے لئے کم یا چھوٹے نقصان کو گوارا کرلینا بھی عقلی چیز اور عقلاء کا دستور العمل ہے۔ جیسے اگر سانپ کاٹ لے اور جان کی حفاظت اوس زخمی عضو کو کاٹ دینے پر موقوف ہو تو عقل یہی تجویز کرتی ہے کہ بڑے نقصان یعنی تلف ہوجانے سے جان کی حفاظت کے لئے چھوٹا نقصان یعنی عضو کو کٹوا دینا گوارا کرلینا چاہیئے۔ اور عقلاء کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ ایک شخص (حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ) نے خبر دی کہ درحقیقت تمہارا خالق و رازق اور مالک و بادشاہ بُت نہیں ہے بلکہ ایک ایسی ہستی ہے جو ازلی ابدی اور ہر صفتِ کمال سے متصف (اوس کا رکھنے والا) اور ہر عیب سے پاک ہے۔ بُت

تمہارے بنائے ہوئے ہیں اور اوس نے تم کو پیدا کیا۔ بُت بے جان اور بے حس ہیں اور وہ زندہ اور عالم و قادر ہے۔ اوس کا حکم یہ ہے کہ تم اوس کو اور اوس کے حقوق کو پہچانو اور اوس کے حکموں پر عمل کرو۔ اگر میری خبر کے مطابق عمل کروگے تو بہشت میں ہمیشہ رہوگے اور اوسکی نعمتوں سے فائدہ اوٹھاؤگے۔ اور اگر مخالفت کروگے تو جہنم کے طرح طرح کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہوگے۔ اور یہ دونوں اس وقت موجود ہیں۔ اب دو حال سے خالی نہیں یا تو ہم اس خبر دینے والے (حضرت سرور عالم) کو سچا سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر سچا سمجھتے ہیں تو ضرور ہے کہ اوس واقعی اور حقیقی خدا کے موجود اور اوس کے حکموں کے واجب العمل ہونے کا ہم کو یقین یا قریب یقین کے گمان حاصل ہو جائے۔ اور چونکہ یہ دونوں حجت ہیں اور عقلاء کے نزدیک ان پر عمل کرنا لازم ہے اس لئے ہم پر حجت تمام ہو جائیگی۔ اور اس مخبر صادق کی خبر کے مطابق عمل نہ کرنے پر اگر ہمارا مالک سزا کرنا چاہے گا تو ہم کوئی عذر پیش نہ کرسکیں گے اور اگر پیش بھی کرینگے تو قابل قبول نہ ہوگا۔ اور اگر سچا نہیں سمجھتے تو کم سے کم خدا کے موجود اور اوس کے حکموں کے واجب العمل ہونے کا احتمال ضرور پیدا ہو جائیگا کیونکہ ایسے خدا کے موجود نہ ہونے کا یقین کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا جو جسم اور جسمانیات سے منزہ اور پاک اور آنکھوں سے اوجھل ہو۔ پس سچا نہ سمجھنے کی صورت میں ضرور ہے کہ جہاں موجود نہ ہونے کا احتمال ہو؟ موجود ہونے کا بھی ہو۔ پس ایسی صورت میں عقل یہ کہ رہی ہے کہ اس وقت دو ضرر یعنی نقصان اور تکلیف کا سامنا ہے ایک اوس کو موجود مان کر اوس کے حکموں پر عمل کرنے کی چند روزہ دنیاوی تکلیف اگر وہ واقعاً موجود نہ ہو۔ دوسرے اوس کو معدوم (غیر موجود) مان کر حکموں پر عمل نہ کرنے کی ابدی سزا اگر واقعاً موجود ہو اور دنیاوی تکلیف خفیف اور معمولی ہے اور اخروی ابدی اور نہایت درجہ دردناک اور ثواب یا عذاب کی ابدیت (ہمیشگی) اور بڑائی کا صحیح معنی یہ ہے کہ مرنے کے بعد ہی اوسکی ابتدا ہو جائے۔ اور عقلاء کا دستور العمل؟ بڑی تکلیف سے بچنے کے لئے چھوٹی کو اختیار کر لینا ہے۔ اس لئے تم پر عقلاً لازم ہے کہ اس مخبر کے کلام کا اعتبار کرکے بہشت اور دوزخ کو موجود سمجھو اور بہشت کی نعمتوں کو حاصل کرنے اور دوزخ کی تکلیفوں سے بچنے کے لئے تھوڑی تکلیف کو گوارا کرلو۔ اگر مخبر (حضرت

سرور عالم) کی خبر کے مطابق واقعاً خدا موجود ہے تو بڑی تکلیف سے بچ جاؤ گے۔ اور بہشت کی نعمتوں سے ہمیشہ فائدہ اوٹھاؤ گے۔ اور اگر موجود نہیں ہے تو صرف دنیا کی تھوڑی سی تکلیف اوٹھاؤ گے۔ جسکی مثل میں آئے دن مبتلا ہوتے رہتے ہو اور اوس کے برطرف ہو جانے کے بعد اوسکی تکلیف تم کو یاد بھی نہیں رہتی۔ پس بہشت اور دوزخ کے اس وقت موجود ہونے کا فائدہ؟ ابدیت اور بڑائی کا صحیح معنی حاصل ہونا ہے جو امید اور خوف کے قوی ہونے کا بہت بڑا سبب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے قبل فرمانبردار ثواب سے محروم رہیں۔ اور بدکار عذاب سے محفوظ۔ اور ثواب و عذاب کا زمانہ قیامت کے بعد قرار پائے۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ علاوہ اس کے کہ مزدور فوری مزدوری کو پسند کرتا ہے۔ اوس کا حق بھی یہی ہے کہ کام ختم کر لینے کے بعد ہی اوسکی مزدوری اوس کو دیدیجائے خاص کر کے اگر اوس اچھے یا بُرے کام کے بدلے میں ہمیشگی کی قید ہو اور اس کا وعدہ کیا گیا ہو۔ جیسا کہ خداوند عالم نے نیکو کاروں کے حق میں فرمایا ہے اَمَّا الَّذِیْنَ سَعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خَالِدِیْنَ فِیْھَا (لیکن جو لوگ نیک بخت یعنی نیکو کار ہیں پس وہ بہشت میں بھیجے جائیں گے اور اوسمیں ہمیشہ رہیں گے) اور بدکاروں کے حق میں فرمایا ہے۔ اَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ خَالِدِیْنَ فِیْھَا (لیکن جو لوگ بدبخت یعنی بدکار ہیں پس وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور اوسمیں آہ و نالہ اور چیخ و پکار کریں گے اور اوسمیں ہمیشہ رہیں گے) پس علاوہ اس کے کہ مزدور کا عمل فوری مزدوری کو چاہتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد اور قیامت کے قبل ہر ایک کو اوس کے اچھے یا بُرے عمل کا بدلا نہ دیا جائے تو وعدہ کے خلاف لازم آئیگا جو ہر عاقل کے لئے عیب ہے اور اوس مقدس ہستی کے لئے عیب تر۔ کیونکہ اس طویل مدت کا بغیر اجرت اور بدلے کے گذر جانا خلود یعنی ہمیشگی میں بہت زیادہ خلل پیدا کر دیگا اس لئے بہشت اور دوزخ کو ہر زمانہ میں موجود ہونا چاہئے تاکہ ہر شخص اپنے عمل کے بعد ہی اوس کا بدلا پالیا کرے۔ اور ان دونوں کے ہر زمانہ میں موجود ہونے کا بہت بڑا فائدہ یہی ہے۔ اور ہر شخص کے عمل (کام) کے ختم کی مدت حیاتِ دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہے۔

## (پانچواں فائدہ) فاتقوا النار الخ سوال کا جواب

امام اہلسنت حجۃ الاسلام علامہ محمد بن ابوبکر رازی نے اپنی کتاب سوال و جواب میں یہ سوال نقل کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ خداوند عالم نے یہاں پر لفظ نار کو معرفہ (الف لام کے ساتھ) ذکر کیا ہے۔ اور سورہ تحریم میں نکرہ (بغیر الف لام کے) **اس کا جواب** ایک یہ دیا ہے کہ یہاں منافقوں سے خطاب ہے اور وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے جو اون کو گھیرے ہوئے ہوگا اس واسطے لفظ نار یہاں پر الف لام کے ساتھ لایا گیا ہے جو استغراق کا ہے یا عہد ذہنی کا (استغراق کی صورت میں گھیرے رہنے کی طرف اشارہ کے لئے ہوگا۔ اور عہد کی صورت میں نچلے طبقہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے) اور سورۂ تحریم میں خطاب گنا ہگار مومنوں سے ہے اور وہ جہنم کے اوپر والے طبقہ میں ہوں گے اس لئے وہاں پر لفظ نار نکرہ لایا گیا۔

**اور دوسرا جواب** یہ دیا ہے کہ سورۂ تحریم مکہ میں اُترا تھا اور اوس وقت لوگ اوس جہنم کو نہیں جانتے تھے جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں اس لئے لفظ نار وہاں پر نکرہ لایا گیا۔ اور سورہ بقرہ اوس ع کے بعد مدینہ میں اُترا ہے۔ اس واسطے

---

ع **(اہل سنت)** سورۂ تحریم مکہ میں نازل ہوا اور سورہ بقرہ اوس کے بعد مدینہ میں۔ اور غیر معلوم اور غیر معین چیز کے لئے لفظ نکرہ لاتے ہیں اور معین اور معلوم کے لئے معرفہ۔ جیسا کہ علامۂ رازی مذکور نے بیان کیا ہے۔ اور معین و معلوم ہونے کے بعد کوئی چیز غیر معین اور غیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح جب تک کسی چیز کا ذکر پہلے نہ ہو چکا ہو اوسکی طرف اشارہ کرنے کے لئے الف لام عہد کا لانا غلط ہے۔ اسی لئے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب اس لفظ نار کے متعلق دو اعتراض قرآن پر لا رہی ہے۔ ایک ۱ معین اور معلوم چیز کا جس کو النار کا الف لام ظاہر کر رہا ہے غیر معین اور غیر معلوم ہو جانا جسکو نار بلفظ نکرہ بتا رہا ہے۔ حالانکہ معلوم ہو چکا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے ۲ جو چیز مذکور اور معلوم نہیں ہے اوسکی طرف اشارہ کے لئے الف لام عہد کا لانا جو غلط ہے اور یہ اعتراض کیوں پیدا ہوا؟ نزولی ترتیب کے بگاڑ دینے سے۔ اور نزولی ترتیب کیوں بگڑی؟ ترتیب دینے والوں اور

اس سورہ میں لفظ نار معرفہ لایا گیا جس کے الف لام سے اوسی جہنم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس کو سورہ تحریم میں لفظ نکرہ سے ذکر کیا ہے۔ **میں عرض کرتا** ہوں کہ الف لام کو پہلے جواب میں عہد ذہنی کے لئے اور دوسرے جواب میں عہد ذکری کے لئے قرار دینا درست ہے۔ اور استغراق کے لئے قرار دینا غلط۔ کیونکہ استغراق کا الف لام اونھیں فردوں کے گھر جانے کو ظاہر کرتا ہے جو اوسکے مدخول عہ کے معنی میں داخل ہیں۔ نہ اون فردوں کے گھرنے کو جو اوس کے مدخول کے معنی میں داخل نہیں ہیں۔ **یا یوں کہیئے** کہ اس الف لام کو لانے سے مدخول کے عموم یعنی کلیت اور شمول و جامعیت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اوسکی ظرفیت عہ اور مظروف کی کثرت کو ظاہر کرنا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۵

**الفاظ کے معانی** | و ۔ اور + بشر ۔ خوش خبری دو + الذین ۔ اون لوگوں ۔ وہ لوگ + امنوا ۔ ایمان لائے + عملوا ۔ عمل کیا ۔ کام کیا + صالحات ۔ اچھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۵) بگڑی ہوئی ترتیب کو دیکھ کر بغیر درست کئے ہوئے ابتدا میں اس کو شائع کرنے والوں اور رواج دینے والوں کی جہالت یا خیانت سے۔ **خواہ جہالت** کہی جائے یا خیانت بہر حال نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسی اہم اور عظیم خدمت یعنی قرآن جیسے مدار اسلام کی جمع و ترتیب اور ترویج کی قابلیت ایسے لوگوں میں ہرگز نہ تھی جن کی جہالت یا خیانت نے اس مدار اسلام پر اعتراض کا موقع دیا اور چونکہ رواج پا جانے کے بعد درستی امکان سے باہر تھی اس لئے اون لوگوں پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو شائع ہو جانے کے بعد درست نہ کر سکے۔ مسلمان غور کریں ۱۲ منہ

عہ جس پر وہ داخل ہوا ہے ۱۲ منہ عہ ظرف ؟ جس میں کوئی چیز رکھی جا سکے۔ اور مظروف ؟ جو چیز رکھی جائے۔ پس بہشت اور دوزخ ظرف ہیں اور بہشتی اور دوزخی مظروف ۱۲

کام - بھلائیاں + اَنَّ - بتحقیق - یقیناً + ل - واسطے + ھم - اون کے + جنت - بہشت کے قصر - بہشت کے باغ + تجری - جاری - بہتی ہونگی + من - سے + تحت - نیچے + ھا - اون کے + انھار - نہریں + کلما - جب جب + رزقوا - اون کو روزی دی جائیگی + ثمرۃ - پھل + رزقا - روزی + قالوا - کہیں گے + ھذا - یہ - یہی + الذی - وہ چیز - جو چیز - ایسی چیز + رزقنا - دیئے گئے ہم لوگ + قبل - پہلے + اُتوا - دیئے گئے + ب - یہاں پر صلہ کی ہے اس لئے اس کا معنی مقصود نہیں ہے + ہ - اوسکو + متشابھا - ایک طرح کا + ھم - اون لوگوں - وہ لوگ + فی - میں + ازواج - بیبیاں + مطھرۃ - پاک وصاف + خالدون - ہمیشہ رہیں گے +

(بامحاورہ ترجمہ) (اے رسولؐ) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہیں اون کو خوشخبری دے دو کہ اون کے لئے (بہشت میں) بہت سے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اون باغوں کے پھل جب جب اونہیں کھانے کو ملیں گے وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو ہمیں پہلے ملے تھے (کیونکہ) جو پھل اون کو ملا کرینگے اونکی صورت رنگت۔ نفاست ایک طرح کی ہوا کریگی (اور مزہ ہر ایک کا جدا جدا ہوگا) اور اوس میں اون کے لئے پاک اور صاف بیبیاں ہوں گی اور وہ اوس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(صرف) اس آیت میں علم صرف کا کوئی قاعدہ قابل ذکر نہیں ہے۔

(نحو) و حرف استیناف جو شروع کلام میں لایا جاتا ہے۔ بشر فعل امر - انت ضمیر واحد مذکر حاضر کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ہے! فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ - و حرف عطف - عملوا فعل - ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل - صالحات مفعول بہ - فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف - معطوف علیہ اور معطوف مل کر صلہ - اسم موصول اور صلہ مل کر بشر کا پہلا مفعول بہ - ان حرف مشبہ بفعل - ل حرف جار - ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مجرور - جار اور مجرور مل کر ان کی خبر مقدم - جنت موصوف - تجری فعل - من حرف جار - تحت مضاف - ھا ضمیر واحد مونث غائب کی مضاف الیہ - مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور - جار اور مجرور مل کر تجری کا متعلق - انھار اوس کا فاعل - فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ

فعلیہ ہو کر جنت کی صفت ۔ موصوف اور صفت مل کر ذو الحال ۔ کل مضاف ۔ ما
مصدریہ جو وقت یا زمانہ کے معنی میں ہے مضاف الیہ ۔ مضاف اور مضاف الیہ
مل کر رزقوا کا مفعول فیہ ۔ رزقوا فعل مجہول ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو پوشیدہ
ہے اوس کا نائب فاعل ۔ من حرف جار ۔ ھا ضمیر واحد مونث غائب کی مجرور ۔ جار اور
مجرور مل کر رزقوا کا پہلا متعلق ۔ من حرف جار ۔ ثمرۃ مجرور ۔ جار اور مجرور مل کر اوس کا
دوسرا متعلق ۔ رزقا مفعول لہ ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول لہ اور مفعول فیہ اور دونوں
متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ۔ ذو الحال اور حال مل کر اَنَّ کا اسم موخر ۔ ان اپنے
اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر بشر کا دوسرا مفعول ۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعول
سے مل کر جملہ فعلیہ ۔ قالوا فعل ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی جو پوشیدہ ہے اوس کا فاعل ۔
ھذا اسم اشارہ مبدل منہ ۔ الذی اسم موصول ۔ رزقنا فعل مجہول ۔ نا ضمیر جمع متکلم کی اوسکا
نائب فاعل ۔ من حرف جار ۔ قبل مجرور ۔ جار اور مجرور مل کر رزقنا کا متعلق ۔ فعل اپنے
نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ۔ اسم موصول اور صلہ مل کر بدل ۔ مبدل منہ
اور بدل مل کر مفعول بہ ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ذو الحال ۔
و حالیہ ۔ اُتُوا فعل مجہول ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی اوس کا نائب فاعل ۔ ب حرف
جار ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کی ذو الحال ۔ متشابھا حال ۔ ذو الحال اور حال مل کر مجرور
جار اور مجرور مل کر اُتُوا کا متعلق ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
قالوا ذو الحال کا حال ۔ ذو الحال اور حال مل کر جملہ حالیہ ۔ و حرف استیناف ۔ ل حرف
جار ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کی مجرور ۔ جار اور مجرور مل کر خبر مقدم ۔ فی حرف جار ۔ ھا ضمیر
واحد مونث غائب کی مجرور ۔ جار اور مجرور مل کر متعلق ثابتۃ یا کائنۃ کا جو ازواج کی
پوشیدہ صفت ہے ۔ ازواج موصوف ۔ مطھرۃ اوسکی دوسری صفت ۔ موصوف اپنی
دونوں صفتوں سے مل کر مبتدا موخر ۔ مبتدا موخر اور خبر مقدم مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ۔ و حرف
استیناف ۔ ھم مبتدا ۔ فی حرف جار ۔ ھا ضمیر واحد مونث غائب کی مجرور ۔ جار
اور مجرور مل کر خالدون کا متعلق ۔ خالدون خبر ۔ مبتدا اپنے خبر اور اوس کے متعلق
سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ۔

**(ظاہری تفسیر)** بَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوا الخ خداوند حکیم نے وعید (دھمکی)

کے بعد جو اسکے قبل ذکر کی گئی اس آیت میں وعدہ (بہشت اور اوسکی نعمتیں دینے) کا وعدہ کیا ہے تاکہ اوسکی مخالفت سے لوگ ڈریں اور وعدہ نعمت سے اوسکی اطاعت اور فرماں برداری کی طرف رغبت پیدا ہو۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وآلہ) جن لوگوں نے اصول دین کا اعتقاد کیا ہے اور اچھے اعمال کو جو اون کے اور میرے درمیان کے ہیں انجام دیا ہے۔ اون کو خوشخبری دے دو کہ اون کے لئے (بہشت میں) بہت سے باغ ہیں جن کے درختوں اور قصروں (نفیس مکانوں) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ مومنوں کے لئے جو باغ تیار کئے گئے ہیں اون کے پھل جب جب اون کو دیئے جائیں گے اور وہ کھائیں گے۔ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کہیں گے کہ یہ پھل وہی ہیں جو ہمیں پہلے ملے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں ابو عبیدہ اور یحیٰی بن کثیر نے کہا ہے کہ بہشتی درختوں کے پھل جب چن لئے جائیں گے تو اون کی جگہوں پر پھر اوسی طرح کے پھل پیدا ہو جائیں گے پس بہشتیوں کو دھوکا ہوگا اور کہیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو ہمیں پہلے ملے تھے۔ اور ابن عباس اور ابن مسعود نے کہا ہے کہ (بہشتی پھل جب بہشتیوں کو دیئے جائیں گے تو) وہ کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جو ہمیں دنیا میں دیئے گئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ تفسیر اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسّلام اس تفسیر کی مؤید ہے چنانچہ اس مضمون کی حدیث آگے ذکر کی جائیگی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جن کا دنیا میں ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور حسن بصری اور واصل بن عطا نے کہا ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جو ہمیں بہشت میں پہلے ملے تھے اور وہ جانتے ہوں گے کہ یہ دوسرے ہیں لیکن غرض اون کی یہ ہوگی کہ ان کا مزہ اور رنگ اور خوشبو اور عمدگی اونہیں کی سی ہے جو پہلے ملے تھے۔ مولانا شیخ ابو جعفر (طوسی) علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کل کلاموں میں ابن عباس کا کلام باقی کلاموں سے زیادہ[ع] قوی ہے۔

ع اور اس کے اقویٰ یعنی زیادہ قوی ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ خداوند عالم نے کُلَّمَا رُزِقُوْا فرمایا ہے جس کا معنی "جب جب اون کو رزق دیا جائیگا" ہے۔ اور یہ جملہ کل اون رزقوں کو شامل ہے جو اون کو بہشت میں ملتے رہیں گے اور اس جملہ سے کوئی خاص رزق مقصود نہیں ہے پس پہلے کا

وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھًا اس جملہ کی تفسیر میں ابن عباس اور مجاہد نے کہا ہے کہ تشابہ سے مقصود یہ ہے کہ رنگ سب کا ایک طرح کا ہوگا اور مزا کئی طرح کا اور حسن اور قتادہ نے کہا ہے کہ سب کا اچھا ہونا مقصود ہے یعنی اون میں خراب ایک بھی نہ ہوگا۔ اور عکرمہ نے کہا ہے کہ (صورت۔ رنگت۔ مزہ میں) دنیاوی پھلوں کی طرح ہونگے لیکن اون سے بہت اچھے ہوں گے۔ اور ابو مسلم نے کہا ہے کہ وہ کل آپس میں کل صفتوں میں ایک طرح کے ہوں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ بہشتیوں کو جو جو چیزیں دی جائیں گی کل ایک دوسرے کے مناسب اور میل کی ہوں گی۔ بے جوڑ اور بے میل نہ ہوں گی۔ مکان ہر بہشتی کی قدر و منزلت کے مناسب ہوگا۔ اور خدمت گار اور فرش مکان کے مناسب؟ اور اسی طرح ہر چیز۔

لَھُمْ فِیْھَا اَزْوَاجٌ ازواج کی تفسیر بعض نے حوریہ سے کی ہے۔ اور بعض نے دنیا کی بیبیوں سے۔ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ یہ ازواج وہی دنیاوی بڈھی بیبیاں ہیں جن کی آنکھیں ہر وقت کیچ اور پانی سے بھری رہتی تھیں۔ جو آخرت میں ان عیبوں سے پاک ہونگی مطہرۃ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ ان بیبیوں کے بدن اور اخلاق اور کام سب اچھے ہوں گے اور نہ بچے جنینگی نہ اونکو حیض کا خون آئیگا نہ پاخانہ اور پیشاب کی حاجت ہوگی اور ہر عیب اور برائی سے پاک ہونگی۔ وَھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ یعنی بہشتی بہشت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک خدا باقی رہیگا نہ اوسمیں سے نکلیں گے اور نہ اوسمیں رہنے کا زمانہ ختم ہوگا۔ کیونکہ نعمت؟ خلود یعنی ہمیشہ باقی رہنے ہی سے کامل اور پوری کہی جاتی ہے۔ اور جو نعمت فناء ہو جاتی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۹) جو رزق اون کو بہشت میں دیا جائیگا اوسکے متعلق بہشتیوں کا یہ کلام کہ ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ یعنی یہ ویسا ہی ہے جیسا ہمیں پہلے دیا گیا تھا درست نہ ہوگا جب تک کہ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ یعنی پہلے رزق سے دنیاوی رزق مراد نہ لیا جائے کیونکہ لفظ قَبْلُ مضاف ہے جس کا مضاف الیہ محذوف مَنْوِیٌّ ہے۔ یعنی لفظ میں تو ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن معنی اوس کا مقصود ہے اور وہ مضاف الیہ بہشتی رزق کا ہر جزو ہے جس کا پہلا جزو وہ ہے جو دنیاوی رزق کے بند ہونے کے بعد آخرت میں پہلے پہل ملا ہے جسکے پہلے کا رزق دنیاوی تھا بہشتی نہ تھا ۱۲ منہ

وہ ناقص اور ادھوری کہی جاتی ہے۔ اور خلود اوس کو کہتے ہیں جسکے لئے ابتدار ہوتی ہے اور انتہا نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے خداوند عالم کو خالد (ہمیشہ رہنے والا) نہیں کہتے (بلکہ ابدی کہتے ہیں۔ پس خدا کے لئے شروع اور آخر سب میں ہمیشگی ہے۔ اور بہشتیوں کے لئے صرف آخر میں یعنی بہشت میں داخل ہونے کے بعد)

# حدیثیں

(بطریق شیعہ) بشر الذین امنوا الخ حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث جو بسند صحیح نقل کی گئی ہے اور میں اوس کو کلام پروردگار ان کنتم الخ کی باطنی تفسیر میں لکھ آیا ہوں۔ اوسمیں حضرتؑ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ (اے رسولؐ)، جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور تمہارے دعوائے نبوت میں تم کو سچا سمجھا اور تم کو اپنا امام (پیشوا) بنایا اور تمہاری باتوں کو مانا اور تمہارے کاموں کو صحیح سمجھا (اس کے بعد کے تھوڑے سے مضمون کو باطنی تفسیر میں لکھوں گا انشاء اللہ تعالے ۱۲ راحت حسین)

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کل واجب چیزوں کو بجالائے اور کل حرام چیزوں سے بچتے رہے اور اون لوگوں کا ساتھ نہ دیا جنھوں نے تمہارے ساتھ کفر کیا ہے۔ (تمہارے مخالف رہے ہیں) اون کو خوش خبری دے دو کہ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ اون کے لئے بہشت میں بہت سے باغ ہیں جن کے درختوں اور مکانوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا الخ اون باغوں کے درختوں کے پھل جب جب اونکو دیئے جائیں گے اور وہ کھائینگے کہیں گے کہ یہ وہی تو ہیں جو ہمیں دنیا میں دیئے گئے تھے ان کے نام دنیاوی ہی پھلوں کے نام ہیں۔ جیسے سیب۔ بہ۔ انار۔ اور فلاں۔ وفلاں۔ اگرچہ ان میں اور اون میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ یہ بے حد نفیس ہیں۔ اور دنیاوی پھلوں

؎ مجمع البیان جلد ا صـــ ۲۷ ۱۲ منہ

کی طرح نہ تو پاخانہ بنتے ہیں نہ دوسری ناپسند چیزیں (جیسے پیشاب ۔میل اور پت ۔اور سوداء اور خون وغیرہ کے بلکہ سوائے پسینہ کے ان سے کوئی دوسری چیز پیدا نہیں ہوتی ۔ اور پسینہ بھی جو پیدا ہوتا ہے وہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے ۔ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا الخ ان باغوں سے جو پھل اون کو دیئے جائینگے وہ سب ایک طرح کے ہوں گے یعنی سب اچھے ہوں گے اون میں خراب ایک بھی نہ ہوگا ۔ اور سب کے سب بے حد خوشبودار اور مزے دار ہوں گے ۔ دنیاوی پھلوں کی طرح بعض کچے بعض پکے اور بعض سڑے ہوئے اور بعض کھٹے ۔ بعض کڑوے ۔ بعض بدمزہ جیسے پھیکے ۔ گیلے وغیرہ نہ ہوں گے ۔ اور رنگت سب کی ایک طرح کی ہوگی اور مزہ کئی طرح کا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور ان باغوں میں اون کے لئے بیبیاں ہوں گی جو ہر طرح کی برائیوں اور عیبوں سے پاک ہونگی نہ اون کو حیض کا خون آیگا نہ نفاس کا ۔ نہ گھر اور باہر بیکار دوڑ دھوپ کرنے والی ہونگی ۔ نہ فسادی نہ مکار ۔ نہ سوت پر غیرت کرنے والی (سوتیا ڈاہ رکھنے والی) نہ اپنے شوہروں سے دشمنی کرنے والی ہوں گی نہ چیخنے چنگھاڑنے والی نہ غیبت (بدگوئی) اور چغل خوری کرنے والی ۔ نہ بدزبانی اور گالی گلوچ کرنے والی[ع] اور کل عیبوں اور ناپسند باتوں سے صاف اور پاک ہوں گی وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ لوگ اون بہشتی باغوں میں ہمیشہ رہیں گے[1]

---

ع گالی گلوچ کرنا عورتوں کی خاص صفت ہے کیونکہ دل کی کمزور اور جسمانی قوت اور شجاعت اور بہادری سے محروم ہوتی ہیں اس لئے غصہ اور دل کی بھڑاس گالی گلوچ سے نکال لیتی اور تشفی کرلیتی ہیں حضرت ابوبکر میں بھی اس زنانی صفت کا اعلےٰ پیمانہ پر ہونیکا پتہ کتابوں سے مل رہا ہے ۔ ائمہ اہلسنت علامہ سیوطی اور ابن اثیر اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ کان ابوبکر سبابا یعنی حضرت ابوبکر بڑے جھگڑا باز تھے[2][3][4] ایک شخص نے قضا روقدر کا مسئلہ پوچھا تو بعوض جواب دینے کے اوس کو ابن اللخناء (بدبو عورت کا بیٹا) کہا[5][6] حدیبیہ میں عروہ ثقفی سے کہا کہ لات بت

---

[1] تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۶۹ ۔ ۱۴ سنہ [2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۱ بیان احادیث فضائل ابوبکر تنہا و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ [3] مسند امام احمد بن حنبل در حدیث مسور بن مخرمہ جلد ۴ صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۹ [5] کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۶ فصل ۲ [illegible]

(بطریق اہلسنت) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ تا جَنّٰتٍ ؕ اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ اہل بہشت؟ بہشت میں جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں کیونکہ بہشت بے مثل چیز ہے۔ اوسکی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ رَبُّ الکعبہ (خدائے جلیل) کی قسم بہشت نور ہے جو چمک رہا ہے۔ خوشبو ہے جو پھیلی ہوئی ہے۔ قصر ہے جو بلند اور مضبوط ہے۔ نہر ہے جو جاری ہے۔ پھل ہیں جو پکے ہوئے ہیں بیبیاں ہیں جو خوبصورت اور حسین ہیں۔ اور بہت سے حلّے ہیں۔ اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے اور سلامتی کا گھر ہے (وہاں) تازہ اور اچھے اچھے پھل اور (طرح طرح کی) نعمتیں اور اونچے اونچے بیش قیمت مکانات ہیں۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے کسی نے بہشت کی حالتیں پوچھیں تو ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بہشت میں جائیں گے وہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔ اور نعمتیں پاتے رہیں گے کبھی محروم اور مایوس نہ ہوں گے۔ کپڑے اون کے پرانے نہ ہوں گے۔ جوانی اون کی ہمیشہ قائم رہیگی پوچھا گیا کہ مکانات کیسے ہوں گے۔ فرمایا اونکی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہوگی اور گارہ اوس کا خالص مشک کا ہوگا۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۲) کی فرج (شرم گاہ) چوس لے ۲ ربیعہ اسلمی کو گالی دی ۲ مہمانوں نے دعوت کھانے میں انکا انتظار کیا تو گھر والوں کو اور مہمانوں کو گالی دی ۳ ان کو اس صفت کا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ جسمانی ضعف اور دل کی کمزوری کے ساتھ بدمزاج بھی تھے۔ بیضاوی نے طوالع میں اور شمس الدین نے اوسکی شرح میں لکھا ہے کہ ابوبکر بڈھے ضعیف تھے۔ اور دل کی کمزوری کا بہت بڑا ثبوت یہی ہے کہ لڑائیوں میں یا تو میدان جنگ میں قدم ہی نہیں رکھا۔ اور اگر رکھا بھی تو بھاگ گئے (ملاحظہ ہو تفسیر بقرہ صفحہ ۶۹ کا حاشیہ) اور بدمزاجی کا اظہار ان کے بیٹے عبد الرحمن نے اوس حدیث میں کیا ہے جس میں مہمانوں کو گالی دینے کا ذکر ہے ۱۲ منہ

۱ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۷۹۔ وکامل ابن اثیر جلد ۲ بیان جنگ حدیبیہ ۱۲ منہ ۲ تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۲ و مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵ ۱۲ منہ ۳ صحیح بخاری جلد ۴ کتاب البر والصلہ باب قول الضیف لصاحبہ صفحہ ۲۳ چھاپہ بمبئی ۱۲ منہ

اور سنگریزے اوس کے موتی اور یاقوت کے ہوں گے اور مٹی زعفران کی۔
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۱؎ ابومالک کہتے ہیں کہ بہشتی گھروں کے
نیچے نیچے نہریں جاری ہوں گی ۲؎ مسروق کہتے ہیں کہ بہشتی نہریں گڑھوں میں
جاری نہ ہوں گی بلکہ زمین کے اوپر جاری ہوں گی۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا
۱؎ ابن مسعود اور بہت سے صحابہ نے بیان کیا کہ اَلَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ
سے دنیاوی رزق مقصود ہے وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۱؎ ابن مسعود اور بہت سے
صحابہ نے بیان کیا کہ اون بہشتی پھلوں کی رنگت اور صورت ایک طرح کی ہوگی۔
اور مزہ کئی طرح کا ۲؎ قتادہ کہتے ہیں کہ بہشتی پھل ؟ دنیاوی ہی پھل کی طرح ہونگے
لیکن اون سے بہت اچھے ہوں گے ۳؎ ثوبان کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ
علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ بہشت کے پھل جب بہشتی توڑیں گے تو اون کی جگہ
پر دوسرے پھل فوراً پیدا ہو جائیں گے۔
وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۱؎ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضرت
نے ارشاد فرمایا کہ بہشتیوں میں جو سب سے زیادہ پست درجہ کا ہوگا اوس کو اسی
ہزار خدمت گار اور بہتر بیبیاں اور موتی اور یاقوت اور زبرجد کا گھر اتنا لمبا چوڑا
ملے گا جتنا جابیہ اور صنعار کے درمیان میں فاصلہ ہے ۲؎ حاطب بن ابی بلتعہ
کہتے ہیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ان بہتر بیبیوں میں ستر اخروی (حوریں) ہونگی
اور دو دنیاوی ۳؎ ابن عباس اور ابوسعید خدری وغیرہ کئی صحابہ نے متعدد حدیثوں میں
جو کچھ بیان کیا ہے اون کا خلاصہ یہ ہے کہ بیبیاں حیض۔ نفاس۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ تھوک۔
بلغم۔ درینٹ۔ کھنکار۔ منی اور ہر طرح کی گندگی اور ہر برائی سے پاک ہوں گی۔ اور
بچہ نہ جنیں گی اور آپس میں دشمنی نہ رکھیں گی اور سوتیاہ ڈاہ میں مبتلا نہ ہونگی اور اس قدر
خوبصورت اور نازک بدن ہونگی کہ حلّوں کے اوپر سے اونکی پنڈلیوں کے گودے دکھائی
دینگے اور صبح و شام خدا کی تسبیح پڑھتی ہوں گی۔ وَهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۱؎ ابن عباس
کہتے ہیں کہ نیکوکاروں کے لئے ثواب اور بدکاروں کے لئے عذاب ہمیشہ رہے گا جو کبھی
ختم نہ ہوگا ۲؎ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ بہشتی کبھی نہ مرینگے له

له تفسیر درمنثور علامہ سیوطی جلد ا صـ ۳۶ تا ۴۱ کل نمبر بقدر حاجت ۱۲ منہ

(باطنی تفسیر) بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ تک سورہ بقرہ کی تفسیر ص ۳۱ و ۳۲ کے متن اور حاشیہ میں مُتَّقِیْنُ کی شرح میں لکھ آیا ہوں کہ مومن (صاحب ایمان) شیعے ہیں اور مسلم (صاحب اسلام) دوسرے مسلمان؟ اور باطنی تفسیر کی حدیث میں عنقریب ذکر کروں گا کہ اٰمنوا کی تفسیر میں ائمہ معصومینؑ کی امامت کا اعتقاد بھی ایک جزء سمجھا گیا ہے اور وہ حدیثیں بھی اس مطلب کو صاف بتا رہی ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ائمہ علیہم السّلام کی امامت کا اعتقاد نہ رکھنے والوں پر بہشت حرام ہے۔ اور حدیث ثقلین بھی جو متواتر ہے صاف بتا رہی ہے کہ یہ اعتقاد شرطِ نجات ہے اسلئے ضرور ہے کہ خوش خبری شیعوں ہی کے ساتھ خاص ہو اور آیت کے معانی ظاہری تفسیر اور اوسکی حدیث میں ذکر کیے گئے جن کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں ملا محسن فیض علیہ الرحمہ نے ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ چونکہ صاحبان معرفت کی دنیاوی معرفت؟ اون پھلوں کے لئے بیج کی جگہ پر ہے جو اون کو آخرت میں ملیں گے اور اون کو وہ دیکھیں گے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ سے مقصود یہ ہو کہ معرفت والے جب اپنی معرفتوں اور علوم کے پھل (ثواب) آخرت میں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ (ثواب) وہی ہے (جس کو حاصل کرنے کی توفیق) ہمیں دنیا میں دی گئی تھی (جس کا پھل) ہم اب آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور ھم فیھا خالدون کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بہشتی؟ بہشت میں ہمیشہ اس وجہ سے رہیں گے کہ اونکی نیتوں میں یہ خیال تھا کہ اگر ہمیشہ زندہ رہوں تو خدا کی اطاعت وعبادت ہمیشہ ہی کروں گا۔ پس یہ ہمیشگی اون کی نیتوں کا اثر ہے [1]

بشر الذین اٰمنوا الخ ظاہری تفسیر کی حدیث (محدثین بطریق شیعہ) میں اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوْکَ فِیْ نُبُوَّتِکَ فَاتَّخَذُوْکَ اِمَامًا وَصَدَّقُوْکَ فِیْ اَقْوَالِکَ وَصَوَّبُوْکَ فِیْ اَعْمَالِکَ۔ یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور دعوائے نبوت میں تم کو سچا سمجھا اور تم کو اپنا امام (پیشوا) بنایا اور تمہاری باتوں کو مانا اور تمہارے کاموں کو درست اور صحیح سمجھا

[1] تفسیر صافی جلد ۱ صفحہ ۶۵ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

اس کے بعد کے مضامین جن کو میں نے وہاں چھوڑ دیا ہے وہ یہ ہیں وَاتَّخَذُوا اَخَاکَ عَلِيًّا الخ یعنی اور تمہارے بھائی علی علیہ السلام کو اپنا امام (پیشوا) بنایا اور خوشی سے تمہارا وصی سمجھا اور اون کے حکموں پر عمل کیا اور نبوت کے علاوہ اون کے لئے بھی وہی حقوق سمجھے جو تمہارے لئے سمجھتے ہیں۔ اور اس امر کا اعتقاد کیا کہ اون سے اور باقی گیارہ ائمہ برحق سے جو اونکی اولاد سے ہوں گے اور اون کے دوستوں سے جب تک دوستی اور محبت نہ کی جائے اور اون کے مخالفوں اور دشمنوں سے دشمنی نہ کی جائے بہشت نصیب نہیں ہو سکتی، اور جہنم سے نجات نہیں مل سکتی۔ اور کل واجب چیزوں کو بجالائے اور کل حرام چیزوں کو چھوڑے اون کو خوش خبری دے دو۔ اس کے بعد وہی مضامین ہیں جو ظاہری تفسیر کی حدیث میں ذکر کئے گئے ہے۲ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ہمارے شیعو؟ بہشت تو تمہارے ہاتھوں سے جانے والی چیز نہیں ہے۔ چاہے جلدی (یعنی مرنے کے بعد ہی) ملے یا دیر سے (ملیگی ضرور) لیکن (جو کام تم کو کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ) اپنے مراتب اور درجے بڑھانیکی کوشش کرو۔ اور ہر شخص دوسروں سے بڑھ جانے کی فکر کرتا رہے۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم میں سے سب سے زیادہ اونچے درجہ کا اور سب سے زیادہ اچھے قصر والا وہ شخص ہوگا جو مومنوں کی حاجتوں کو سب سے زیادہ پورا کیا کرتا ہو اور فقراء مومنین سے زیادہ ہمدردی کرتا ہو۔ جو شخص اپنے محتاج برادر مومن سے ایک بات اچھی بولے خداوند عالم اوس کو ایک لاکھ بیس برس کی مسافت سے لاکر بہشت سے نزدیک کردے گا اگرچہ وہ جہنم کا مستحق رہا ہو۔ پس اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرنے کو چھوٹی اور معمولی بات نہ سمجھو کیونکہ یہ بھلائی بہت جلد تم کو ایسے موقع پر فائدہ دیگی جہاں کوئی دوسرا عمل اوس کا قائم مقام نہ ہو سکیگا۔

(بطریق اہلسنت) ۳؎ ابن عباس نے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حمزہ اور حضرت جعفر علیہما السلام اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب علیہ الرحمہ کے حق میں نازل ہوئی ہے ۵؎

تنبیہ:۔ چوبیسویں اور پچیسویں اور تیسویں مقدمہ میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں۔

[illegible]

۱؎ تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۴۹ منقول نمبر ۱۲ منہ

کہ قرآن مقدس جامع الکلم ہے۔ اس کے ظاہری اور باطنی معانی کا دامن بہت وسیع ہے۔ ایسی آیتیں بھی اس میں بہت ہیں جو خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں لیکن اون میں دوسرے لوگ بھی داخل ہیں۔ جیسے آیت طلاق جس میں خطاب خاص حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ سے ہے لیکن حکم اوس کا امت کے کل لوگوں کو شامل ہے۔ اس لئے آیہ مبارکہ بشر الذین اٰمنوا الخ کے متعلق حدیث نمبر۱ میں جو معصوم نے فرمایا ہے کہ اس میں خوش خبری کل اون لوگوں کو دی گئی ہے جو خدا کی وحدانیت اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کی رسالت اور ائمہ معصومین علیہم السّلام کی امامت کا اقرار و اعتقاد کریں اور اُن حضرات کی اتباع اور پیروی اور فرماں برداری کریں اور حدیث نمبر۴ میں جو ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت حمزہ اور جعفر اور عبیدہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں آپسمیں مخالفت نہیں ہے۔

## چند فائدے

(پہلا فائدہ) بشر الذین اٰمنوا الخ لفظ بشارۃ بشرۃ سے بنایا گیا ہے اور بشرہ ظاہری چمڑے کو کہتے ہیں جس میں چہرہ بھی داخل ہے جس پر اچھی یا بُری، خبر سُن کر تغیر پیدا ہوتا ہے (یعنی رنگت وغیرہ بدل جاتی ہے) اور بشارۃ کا معنی اگرچہ وہ خبر ہے جس کو سُن کر خوشی پیدا ہو۔ لیکن کبھی اس کے معنی میں وسعت دیکر اس لفظ کو ہر اوس خبر پر بھی مجازاً بولتے ہیں (جو دل پر اثر کرے اور صورت کو بدل دے اگرچہ بُری ہو) جیسے کلام پروردگار وَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورہ آل عمران پ۳ آیت ۲۱)

اور لفظ جنّٰت جنّۃ کی جمع ہے جس کا معنی باغ ہے۔ اور جنت کو ذکر کرنے سے اس کے درختوں اور پھلوں کو ذکر کرنا اور اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اون درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں جن کو دیکھنا اچھا معلوم ہوتا ہے اور آنکھوں میں ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ بہشت کی زمین کو ذکر کرنا مقصود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فرمایا ہے یعنی درختوں کے نیچے نہروں کے جاری ہونے کی خبر دی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر نہریں زمین کے نیچے جاری ہوں تو اون سے آنکھوں کو

کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا ۔ اور لفظ جَنَّۃٌ جن سے بنایا گیا ہے جسکی اصل جَنَنٌ اور معنی پوشیدگی (چھپنا) ہے کیونکہ بہشت آنکھوں سے پوشیدہ ہے ۔ اسی طرح جِنٌ بھی اسی سے بنایا گیا ہے کیونکہ آنکھوں سے اوجھل ہے ۔ اور جَنِینٌ بنایا گیا ہے کیونکہ رحم میں چھپا ہوا ہے ۔ اور جُنون بنایا گیا ہے کیونکہ عقل کو چھپا دیتا ہے ۔ اور جُنَّۃ (سپر) بنایا گیا ہے کیونکہ بدن کو چھپاتا ہے **اور لفظ بستان** ہر باغ کو کہتے ہیں ۔ پس اگر اوس میں انگور کا درخت ہو تو اوس کو فردوس کہتے ہیں چاہے اوس میں دوسرے درخت ہوں یا نہ ہوں ۔ اور اگر اوس میں خرمے کا درخت ہو تو اوس کو جَنَّۃ کہتے ہیں چاہے اوسمیں دوسرے درخت ہوں یا نہ ہوں [1]

**(دوسرا فائدہ)** اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ الخ لھم کا لام تملیک (بیان ملکیت) کے لئے ہے اور اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ نیکو کار مومن بہشتی باغوں اور مکانوں کے **یقینی** مالک ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ اور یہ چیزیں اچھے اعمال کے بدلے میں اون کی ملکیت میں داخل ہوئی ہیں ۔ اور اچھے اعمال ان کی قیمت ہیں جن کے بدلے میں اونھوں نے انکو خریدا اور ان کے مالک ہوئے ہیں ۔ اور بغیر مثمن [2] اور مملوک کے ملکیت حاصل ہونی معقول نہیں ہے ۔ یعنی معدوم (غیر موجود) چیز کا ملکیت میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے ۔ **اسلئے یہ آیت** بہشت کے اس وقت موجود ہونے کو [3] بتا رہی ہے ۔

[1] مجمع البیان جلد ا صٓ ۶۷ ۱۲ منہ [2] جو چیز خریدی جائے ۱۲ منہ

[3] (آریہ) پنڈت دیانند جی بہشت اور دوزخ کو موجود نہیں مانتے اور نہ اس کو مانتے ہیں کہ اچھے اور برے اعمال کا بدلا بہشت اور دوزخ ہے ۔ اگر آج موجود نہیں ہیں تو آیندہ موجود اور لوگ اون میں جائیں گے **بلکہ** وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اعمال کے موافق اوس کا دوسرا جنم ہوتا ہے ۔ کسی کا حیوانات (جانوروں) کا کسی کا نباتات (درخت گھانس وغیرہ) کا اور یہ جو انسانوں میں اندھے ۔ لنگڑے ۔ کانے ۔ کوڑھی ۔ امیر ۔ غریب ۔ عالم ۔ جاہل وغیرہ ہیں سب پچھلے جنم کے اعمال کے بدلے میں ایسے پیدا کئے گئے ہیں ۔ اور یہ اون کے اعمال کی سزا اور جزا ہے ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا ظالم اور بے انصاف ٹھہرتا ہے **اسی کا نام تناسخ ہے ۔**

بہشت اور دوزخ اس وقت موجود نہیں دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ نواں سملاس صفحہ ۳۳۲ سے ۳۳۴ تک ۱۲ منہ

(تیسرا فائدہ) علم کلام بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تا آخر آیت ۔ اے رسول جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ہیں اون کو خوش خبری دے دو کہ بہشت میں اون کے لئے بہت سے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ یہ آیت ہر اوس شخص کو شامل ہے جو ایمان لائے اور اچھا عمل کرے اور ایسے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ جو ابتداء عمر سے مرتے دم تک مومن رہے ۔ دوسرے وہ جو ابتداء میں کافر بمعنی عام یعنی باطل مذہب پر تھے اور آخر میں مومن مرے ۔ تیسرے وہ جو پہلے مومن تھے

(بقیہ حاشیہ ۴۲۸) مسئلہ تناسخ کی خرابیاں ۔ پہلی خرابی یہ ہے کہ مجرم کی سزا کرنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ سزا کی تکلیف جھیل کر پھر آئندہ برے اعمال نہ کرے ۔ اور دوسرے جنم میں جسم بدلنے کے بعد پچھلے جنم کی باتیں یاد نہیں رہتیں کہ کون سا گناہ مجھ سے ہوا ہے جسکے عوض میں یہ سزا مجھے دی گئی ۔ خاص کرکے جانوروں ۔ کیڑوں ۔ مکوڑوں ۔ درختوں گھانس پات وغیرہ میں بالکل ان باتوں کا احساس اور سمجھ نہیں ہوتی ۔ اس کا اقرار پنڈت جی نے خود بھی کیا ہے ؂۱ پس جب یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ سزا کس عمل کے بدلے میں ملی ہے تو اوس سے اس جنم میں کوئی کیا فائدہ اوٹھا سکتا ہے ۔ اسلئے مسئلہ تناسخ درست نہیں ہے ۔

پنڈت جی نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر طبیب اور غیر طبیب دونوں بیمار ہوجائیں تو اگرچہ طبیب اپنی بیماری کا سبب معین طور پر سمجھ لیتا ہے ۔ لیکن غیر طبیب بھی اتنا ضرور سمجھتا ہے کہ مجھ سے کوئی بد پرہیزی ہوئی ہے جسکی وجہ سے بیمار ہوگیا ہوں ۔ اسی طرح دنیا میں طرح طرح کے سکھ (آرام) دکھ (تکلیف) وغیرہ کے گھٹاؤ بڑھاؤ کو دیکھکر پچھلے جنم کا بھی قیاس کرلینا چاہئے ۔ لیکن یہ جواب غلط ہے ۔ کیونکہ ایک تو ایسا قیاس وہی شخص کرے گا جو مسئلہ تناسخ کا معتقد ہو ۔ لیکن وہ شخص جو اوسکی خرابیوں کی وجہ سے اس کو باطل اور غیر معقول سمجھتا ہے وہ ہرگز ایسا قیاس نہیں کرسکتا ۔ اس لئے جنم کی تبدیلی اوسکے حق میں بالکل مفید نہ ہوگی ۔ دوسرے اگر مان لیا جائے کہ یہ قیاس صحیح ہے تو جن لوگوں نے سب سے زیادہ بدکار ہونے کی وجہ سے جانوروں اور درختوں اور گھانس پات کا جنم پایا ہے وہ یقیناً یہ قیاس نہیں کرسکتے ۔ اس لئے جنم بدلنا

؂۱ دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ کا صفحہ ۳۲۹ ۱۲ منہ

بعد کو مرتد ہو گئے (دین حق سے پلٹ گئے) اور اسی حالت پر مرے - پہلی قسم کے لوگ یقیناً اس آیت میں داخل ہیں اور یہ خوش خبری اون کے لئے یقینی ہے - اور دوسری قسم کے لوگ بھی اس میں یقیناً داخل ہیں اور خوش خبری اون کے لئے بھی یقینی ہے - رہ گیا اون کا ابتدائی کفر تو وہ بخش دیا جائیگا - اور ثبوت اس کا قرآن مجید سے بھی آیت ہے کیونکہ الذین امنوا مطلق ہے اور اس کا اطلاق اونکو بھی شامل ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۹) اوس کے حق میں بھی یقیناً مفید نہ ہوگا - دوسری خرابی یہ ہے کہ پنڈت جی نے برے اور اچھے اعمال کے بدلوں کو منو سمرتی سے جسکو وہ اول درجہ کی کتاب سمجھتے ہیں نقل کیا ہے جس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ برے اعمال کی وجہ سے انسان جانوروں اور کیڑوں اور درختوں اور ساگ پات وغیرہ کا جنم پاتے ہیں لہ جس سے صاف ثابت ہے کہ کل جانوروں اور درختوں اور ساگ پات وغیرہ میں انسان کی روح موجود ہے - اور ایسی صورت میں ضرور ہے کہ انسان کی زندگی دشوار ہو جائے کیونکہ خداوند عالم نے دنیا میں یہی انتظام رکھا ہے کہ یہ چیزیں جانداروں کی خوراک بنیں - پس مسئلہ تناسخ کے ماننے سے لازم آتا ہے کہ انسان اپنی خوراک میں روزانہ ہزاروں خون اور جان مارنے میں مبتلا ہو - اور قانون قدرت بتا رہا ہے کہ جان مارنے والے کی جان ماری جائے اسی لئے ہر شخص کے لئے ایک محال بات درپیش ہو رہی ہے - نہ کھائے تو زندگی باقی نہیں رہتی اور کھائے تو جان ماری جائے اور یہ محال تناسخ کو ماننے سے لازم آرہا ہے اور فلسفہ سے ثابت ہے کہ جس چیز کی وجہ سے محال لازم آئے وہ خود ہی محال ہے اسی لئے تناسخ محال ہے - تیسری خرابی یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ ویدی خدا انتہا درجہ کا بے وقوف اور ظالم ہے کیونکہ کھانے والا پیدا کیا اور کھانے کی کوئی ایسی چیز پیدا نہ کی جو انسانی جان مارنے کے خطرہ سے پاک ہو - کیونکہ اگر یہ حیوانات اور نباتات (ساگ پات وغیرہ) اصل میں انسان ہیں تو پھر انسان کے کھانے کے قابل کوئی دوسری چیز باقی نہیں رہتی - اور کھانے کے لئے اونہیں چیزوں کو قرار دیا جن کو کھانے سے انسان کی جان مصیبت (ادھڑ) میں پڑ جائے اور خود ہی مارا جائے - یا ہزاروں خون سر پر لیکر کیڑوں مکوڑوں کا جنم پائے - نہ معلوم پنڈت جی دنیا بھر کی چیزوں کو کھاکر

لہ دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ صفحہ ۳۱۲ ۱۲ منہ

جو کفر کے بعد ایمان لائے - اور حدیث سے فرمائشِ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اَلْاِسْلَامُ یَجُبُّ مَا قَبْلَہٗ یعنی اسلام (بمعنی خاص یعنی ایمان) اگلے کفر (بمعنی عام یعنی باطل پرستی) کے آثار اور احکام کو قطع کر دیتا یعنی اوٹھا دیتا ہے - رہ گئے تیسری قسم لوگ تو اون کا بہشت میں ہمیشہ نہ رہنا اور جہنم میں جانا یقینی امر ہے لیکن علماءِ علم الکلام میں اختلاف اس میں ہے کہ آیا اپنے کچھ دنوں کے ایمان اور اچھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۰) اس وقت کس کیڑے کا جنم پا کر رینگ رہے ہیں کیونکہ وہ نہایت درجہ کے تموگنی یعنی نفسانیت والے تھے جیسا کہ میں تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۷۲ تا ۷۹ کے حاشیہ میں تفصیل سے حوالۂ کتاب کے ساتھ لکھ آیا ہوں اور ایسے شخص کے حق میں سوامی جی لکھتے ہیں کہ کیڑے مکوڑے کا جنم پاتا ہے [1] - چوتھی خرابی خداوند حکیم نے میٹھی - کڑوی - مزیدار - بدمزہ وغیرہ جو چیز اور جس طرح کا آدمی پیدا کیا ہے اپنی کامل مصلحت اور حکمت کے مطابق کیا ہے - بندوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ کہے کہ ایسا کیوں کیا - جس طرح کمہار ایک ہی چاک ایک ہی مٹی ایک ہی پانی ایک ہی ہاتھوں سے سیکڑوں طرح کے برتن بناتا ہے اور اون برتنوں میں سے کسی میں اچھی چیز رکھی جاتی ہے کسی میں بری چیز - اور برتن کو کوئی حق نہیں ہے کہ کمہار سے پوچھے کہ مجھکو ایسا اور دوسرے کو ویسا کیوں بنایا - اوسی طرح خداوند حکیم کے فعل پر اعتراض کرنا بھی انسان کا حق نہیں ہے - حضرت آدم علیہ السّلام نے بارگاہِ پروردگار میں عرض کیا کہ پروردگارا اگر تو میری ذریت کو ایک صورت اور ایک قد و قامت اور ایک طبیعت اور ایک طرح کے رزق اور ایک عمر کا پیدا کرتا تو وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی اور ظلم اور حسد اور عداوت نہ کرتے اور اون میں کسی بات میں مخالفت نہ ہوتی - تو خطاب ہوا اے آدم میری دی ہوئی روح سے تم بولے اور اپنی طبیعت کی کمزوری سے ایسی بات بولے جس کا تم کو علم نہیں ہے - میں پروردگار خلاق دانا ہوں - اپنے علم (غیب) کے مطابق میں نے ان کو مختلف قسم کا پیدا کیا اور میری خواہش کے مطابق ان میں میرا حکم جاری ہوگا اور میری تدبیر اور قرار داد ہمیشہ ان کو پہونچتا ہے اور میرے ارادۂ خلق میں تبدیلی نہیں ہوسکتی - میں نے جن اور انسان کو اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا اور بہشت اوس کے لئے

[1] دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ صفحہ ۴۴۳

اعمال کا بدلا پائیں گے یا نہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ضرور پائیں گے۔ کیونکہ اسی آیت میں خداوند عالم نے اس کا وعدہ کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی خداوند عادل اچھا کام کرنے والوں کے بدلے کو برباد نہیں کرے گا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یعنی خداوند صادق القول صادق الوعد اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ اسلئے تیسری قسم کے لوگ بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۱) پیدا کیا جو میری فرماں برداری اور میرے رسولوں کی پیروی کرے اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے اور جہنم اوس کے لئے پیدا کیا جو میرے ساتھ کفر اور میری نافرمانی اور میرے رسولوں کی مخالفت کرے اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ میں نے تم کو اور تمہاری ذریت کو جو پیدا کیا تو نہ اسلئے کہ میں تمہارا یا اون کا محتاج تھا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہارا اور اون کا امتحان لوں کہ اس دنیا میں کیا کرتے ہو۔ اور اسی لئے دنیا اور آخرت اور حیات اور موت اور بہشت اور دوزخ کو پیدا کیا اور اطاعت اور معصیت کرنے پر قدرت دی اور میری مشیت بھی ہوئی اور اپنے علم (غیب) کے مطابق اونکی صورتوں اور جسموں اور رنگوں اور عمروں اور رزقوں کو مختلف بنایا۔ بعض فرماں بردار ہوئے بعض گناہگار۔ بعض بدبخت۔ بعض نیک بخت۔ بعض اندھے۔ بعض آنکھ والے۔ بعض پست قد۔ بعض لمبے۔ بعض خوبصورت بعض بدصورت۔ بعض عالم۔ بعض جاہل۔ بعض مال دار۔ بعض فقیر۔ بعض تندرست۔ بعض بیمار بعض اچھا۔ بعض اپاہج۔ تاکہ تندرست بیمار کو دیکھ کر میرا شکریہ ادا کرے اور بیمار تندرست کو دیکھکر مجھ سے دعا کرے۔ اور اس امتحان پر صبر کرے تاکہ میں اوسکو بے حد ثواب دوں۔ اور مال دار شکریہ ادا کرے اور فقیر مجھ سے مانگے۔ اس لئے میں نے اونکو پیدا کیا اور کسی کو تکلیف میں کسی کو آرام میں اور کسی کو تندرستی میں کسی کو بیماری میں کسی کو مال داری میں کسی کو فقیری میں رکھا اور میں بادشاہ قادر ہوں اور جو کچھ تجویز کر چکا ہوں اوسکو گذرنے پر بھی قدرت رکھتا ہوں اور بدل بھی سکتا ہوں اور حالتوں کو آگے پیچھے بھی کر سکتا ہوں۔ میں خداوند فعال ہوں (جو چاہوں کر سکتا ہوں) کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ میرے فعل کا سبب پوچھے۔ اور مجھے حق ہے کہ اپنی مخلوقات کے فعل کا سبب اون سے پوچھوں لہ چونکہ آیت کا ایشارہ

لہ جواہر السنیہ فی الاحادیث القدسیہ صفحہ ۶۲ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

اگرچہ تھوڑے سے ہی زمانہ کے لئے جائیں لیکن بہشت میں ضرور جائیں گے لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ بہشت میں ایک لمحہ کے لئے بھی داخل نہ ہونگے کیونکہ آیتِ بشارت عام ہے اور عام حکموں کی تخصیص اس قدر ہوئی ہے کہ مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ بطور کلیہ (حکم عام) کے بولا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جسکی تخصیص نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ اس آیت بشارت کی

---

(بقیہ حاشیہ صـ۴۳۲) اور دنیا دونوں برابر کے بھائی ہیں اور اون کا ایشور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اس لئے وہ تناسخ کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں اور پیدائش کی اچھائی برائی کو اعمال کا بدلا سمجھتے ہیں۔ پانچویں خرابی اگر خداوند عالم سب کو ایک طرح کا بے عیب اور امیر کبیر بناتا تو آپ کو دنیا میں اندھا۔ لنگڑا وغیرہ عیب دار مجبور نہ ملتا جسکو دیکھکر آپ اپنی سلامتی پر خدا کے شکر یہ اور مجبور کے ساتھ ہمدردی کا ثواب حاصل کرتے اور اس امتحان میں ناشکرے اور شکر گذار اور بے رحم اور رحم دل پہچانے نہ جاتے۔ اور نہ مفلس اور غریب ملتا جو دوسروں کا کام انجام دیتا۔ کھیتی کرکے غلہ کون پیدا کرتا۔ مکان کون بناتا گھوڑوں کے لئے سائیس کون بنتا۔ پنڈت جی کا کھانا کون پکاتا۔ پانی کون بھرتا۔ اونکے ہاتھ پاؤں کون دباتا۔ اون کے سونے کو نواڑ کا پلنگ کون تیار کرتا۔ کون بچھاتا۔ فرش اور تکیہ وغیرہ سے آراستہ کون کرتا۔ دودھ ملائی شکر گھی چاول وغیرہ اون کے کھانے کو کہاں سے آتا۔ اور اونکے لئے گاڑھی گاڑھی بھانگ کون گھوٹتا۔ اون کو کون گرو بناکر خود چیلہ بنتا۔ دنیا کا انتظام بگڑجاتا۔ کیونکہ ایک شخص اپنے کل کاموں کو انجام نہیں دے سکتا۔ اور آخرت کے فائدے کے لئے خیر وخیرات اور خلق خدا کے ساتھ طرح طرح کی بھلائیوں کے لئے موقع نہ ملتا۔ اور نہ سخی اور بخیل۔ اور بے رحم اور رحم دل۔ اور ظالم اور مظلوم وغیرہ پہچانے نہ جاتے۔ چھٹیں خرابی۔ اگر تناسخ صحیح ہو تو اوس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو دنیا سے انسانی نسل ختم ہوجائے یا پوری دنیا میں بے حیائی پھیل جائے۔ کیونکہ تناسخ کا اعتقاد رکھنے والوں کو یہ شبہ یقیناً ہوگا کہ اس وقت جو اونکی جورو ہے شائد پچھلے جنم میں اون کی ماں رہی ہو اور اس وقت جو اونکی بیٹی ہے شائد پچھلے جنم میں اونکی جورو رہی ہو۔ اور اس وقت جو اونکی دادی ہے شائد پچھلے جنم میں اوس نے ان سے نیوگ کراکر بچہ جنوایا ہو۔ پس

بھی تخصیص آیت ہی نے کی ہے۔ خداوند حکیم ارشاد فرماتا ہے مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۲۱۴) یعنی تم میں سے جو شخص اپنے دینِ (حق) سے پلٹ جائے اور موت اوسکی کفر پر ہو اوس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں باطل اور بے اثر ہو جائیں گے۔ اور وہ جہنم میں جائیگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۳) ایسی صورت میں یا تو شادی بیاہ سے اون کو دست بردار ہونا پڑیگا جس کا نتیجہ قطع نسل ہے۔ یا ماں بہن بیٹی وغیرہ سب کو بی بی کے حکم میں سمجھنا اور برہماجی کی طرح بے تمیز اور جانور بن جانا جس کا نتیجہ حد درجہ کی بے حیائی اور کتا سور بن کر رہنا ہے۔
ساتویں خرابی مسئلہ تناسخ ویدی مذہب کو بے حیائی اور بے شرمی کا معلم اور باطل ٹھہراتا ہے کیونکہ مہاراجہ کرشن جی نے جب مہا بھارت کی وحشیانہ جنگ کی بنیاد ڈالی جس کو جاہل آریہ مذہبی لڑائی کہتے ہیں۔ اور کرشن جی ارجن کو میدان جنگ میں لائے اور ارجن نے اپنے عزیزوں کی خوں ریزی کو نامناسب سمجھکر جنگ کرنے سے انکار کیا تو کرشن جی نے اون سے کہا کہ تم کو جو بھائیوں کی محبت علوم ہوئی یہ بات بالکل بے اصل ہے کیونکہ دنیا میں انسان کتنے جنم لیتا ہے اسلئے کون کس کا بھائی ہے اور کون کس کا چچا اور کون کس کی ماں بہن وغیرہ غرض اسی قسم کی باتیں سمجھا کر ارجن کو جنگ کرنے پر پھر تیار کیا۔ اور چونکہ کرشن جی ویدی مذہب کے مہارشی اور بڑے دیوتا اور عالم تھے اس لئے ارجن کو انکی نصیحت عـہ صاف بتا رہی ہے کہ ماں۔ بہن۔ بیٹی۔ بہو۔ خالہ۔ پھوپھی اور بی بی میں فرق کرنا ویدی تعلیم کی رو سے غلط ہے۔ ہر ایک سے وہی برتاؤ کیا جا سکتا ہے جو بی بی سے کیا جاتا ہے۔ اور سابق زمانہ کے ویدیوں میں ایسا ہی رائج ہونا اور آج بھی نیوگ کا جائز ہونا اسکی تائید کر رہا ہے کہ درحقیقت وید ایسی ہی بے حیائیوں کا معلم ہے۔ اور ایسے مذہب کے بطلان میں شبہ کرنا کسی صحیح العقل کا کام نہیں ہوسکتا آٹھویں خرابی۔ ویدی تناسخ یہ بتا رہا ہے کہ اچھے اعمال کا بدلا بُرا ہے اور بُرے اعمال کا اچھا۔ کیونکہ پنڈت جی لکھتے ہیں کہ ستوگن یعنی مذہب کے پابند؟ آدمی کا جنم پاتے

عـہ ان نصیحتوں کا نام بھگوت گیتا ہے جسکو آریہ اور پنڈت دیانند جی معتبر سمجھتے ہیں ۱۲ منہ (ذوالفقار حیدری)

جس میں ہمیشہ رہیگا۔ پس اس آیت نے صاف کھول دیا کہ بہشت کی خوش خبری انھیں لوگوں کو دی گئی ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہو اور محسنین سے وہی لوگ مقصود ہیں۔
اگر اس آیت مرتد ادمیں فی الدنیا والاخرۃ کی قید نہ ہوتی تو کہا جاسکتا کہ اگر ایسے لوگ بہشت کے قابل نہیں ہیں تو ان کے عمل نیک کا بدلا خداوند عادل دنیا میں دے دیگا۔ یا برزخ کے عذاب میں تھوڑی تخفیف کر دے گا۔ کیونکہ نیکو کاروں کے عمل کو برباد نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے

(بقیہ حاشیہ صہ ۴۳۴) ہیں۔ اور تموگن یعنی نفسانیت والے (درخت۔ کیڑہ۔ مچھلی سانپ۔ کچھوہ۔ مویشی۔ جنگلی چار پایوں کا ملہ اور دنیا جانتی ہے کہ درخت وغیرہ فکر اور تردد اور دنیاوی کل کھٹراگ سے محفوظ ہیں۔ اور آدمی ہزاروں طرح کے مصائب میں گرفتار۔ درخت وغیرہ کی زندگی کی جو مدت خدا نے معین کی ہے اوس میں سایہ۔ پھل۔ غذا وغیرہ سے انسان اور جانداروں کو فائدہ پہونچا کر اپنی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔ اور مالدار انسان ہزاروں جانوں کا خون اور بندگانِ خدا کی دل آزاریوں کا مظلمہ سر پر لے کر جاتے ہیں۔ دیکھو جب سے پنڈت جی نے اپنی دنیاوی مصلحتوں اور سیو راجی فکروں کو سر سبز کرنے کے لئے گاؤکشی کا فتنہ اوٹھایا اوس وقت سے آج تک ہندو اور مسلمان دونوں کی کتنی جانیں تلف ہوئیں۔ جکے بانی پنڈت جی مہراج تھے۔ اور آج تک جس قدر ظلم ہوئے اور آئندہ ہوں گے سب کا سہرا انھیں کے سر چڑھیگا۔ کیونکہ پنڈت جی ایک تو دنیاداری کی فکر میں بڑے دوسرے ایسی چیز (یعنی گاؤکشی) کو ہزاروں جانوں کے مارے جانے کا ذریعہ بنایا جکو ستیارتھ پرکاش کے پہلے چھاپے میں خود ہی جائز بلکہ ویدی علوم کے رواج کا سبب قرار دیا ہے ؎ پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ پنڈت جی پچھلے جنم میں ستوگن (یعنی مذہب کے پابند) تھے ان کے مرنے کے بعد انکے ویدی ایشور نے ان کے اگلے اچھے اعمال کے بدلے میں ان کو عجیب وغریب انسان کا جنم دیا تاکہ اسکے ذریعہ سے ابتداء عمر میں اپنی ماں کی جان ماریں اور گھر سے کپڑے اور زیور لے کر بھاگیں اور سپاہی کی لوٹیا پر ناجائز قبضہ کر کے مندر کی چوٹی پر چڑھ جائیں اور مال و دولت و ریاست وحکومت حاصل ہونے کے بعد جی بھر کے جانیں تلف کرائیں۔ فتنے اور فساد پھیلائیں۔ اور بہت سے بندگانِ خدا کی لعنت اور ملامت کے نشانہ بنیں اور مرکر کیڑوں

؎ ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ صہ ۳۴۳ ۱۲ منہ

لیکن جب اوس نے صاف فرمادیا کہ دنیا اور آخرت کہیں بھی نہ ملے گا۔ تو اس سے سمجھنا چاہئے
کہ عمل نیک کا بدلا ملنے اور محسنین میں داخل ہونے کی شرط؟ ایمان پر مرنا ہے۔ اس لئے
تیسرے قسم کے لوگوں کو اونکے اچھے اعمال کا بدلا نہ دینا وعدہ خلافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا نے
اون سے وعدہ ہی نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ وعدہ خاص محسنوں کے لئے ہے۔ اسی کو مُوافاۃ
کہتے ہیں۔ رہ گیا یہ کہ آیت ارتداد میں جو حبط سے تعبیر کی گئی ہے تو اوس کا معنی اعمال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۵) مکوڑوں کا جنم پائیں۔ اور جو لوگ پچھلے جنم میں ستوگن یعنی نفسانیت والے تھے اون کو ویدی ایشور نے درخت اور ساگ پات اور جانوروں کا جنم دیا تاکہ زندگی بھر دوسروں کو فائدہ پہونچا کر اور درد و مصیبت اور فکر و پریشانی اور کل دنیاوی مکروہات سے محفوظ زندگی بسر کرکے اپنی حیات کی مدت ختم کریں۔ پس ویدی مذہب میں اچھے اعمال کا بدلا برا۔ اور برے کا بدلا اچھا ٹھہرا۔ اور چونکہ اسکو دنیا کا کوئی عاقل تجویز نہیں کرسکتا۔ اسلئے یہ مذہب نامعقول اور عقلاء کے نزدیک قابل نفرت ہے۔ نویں خرابی مسئلہ تناسخ اگر صحیح ہوتا تو چاہیے تھا کہ دنیا میں ایک انسان بھی باقی نہ رہتا اور اب تک انسانی نسل سے زمین خالی ہوگئی ہوتی اور ساری دنیا جانوروں اور درختوں اور ساگ و پات سے بھر گئی ہوتی۔ کیونکہ یہ بات انکار کرنے کے قابل نہیں ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوئے آج تک ان کی ترقی گناہ اور خوں ریزی ہی میں ہوئی۔ اور مسئلہ نیوگ اور تناسخ اور خدا کو قادر مطلق نہ جاننے کی وجہ سے ویدی مذہب میں چوری۔ دغابازی۔ مکاری۔ بدکاری بلکہ شرمناک بدکاری وغیرہ ہمیشہ جاری رہی۔ اور اس مذہب والوں نے جانوروں سے بھی بدتر زندگی بسر کی۔ اور مسئلہ تناسخ پکار رہا ہے کہ جب انسان کے پاپ (گناہ) بڑھ جاتے ہیں تو اوس کا جنم حیوانات (جانوروں) نباتات درخت اور گھانس پات وغیرہ کا ہوتا ہے [1] اور لنگڑے۔ لولھے۔ اندھے۔ بہرے۔ کانے۔ کوترے۔ غرض معیوب الخلقت انسان بھی منوجی کی شاستر اور پنڈت دیانند جی ستیارتھ کے مطابق بداعمالی ہی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور آریوں کا کلام ہے کہ دنیا کو پیدا ہوئے کئی ارب برس گذر گئے اسلئے بداعمالیوں کی وجہ سے ہر سو برس میں انسانوں میں کافی کمی اور جانوروں اور نباتات میں

[1] دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ صفحہ ۳۴۲ ۱۲ منہ

ساری دنیا حیوانات و نباتات سے بھر جاتی

کے اثر اور استحقاق ثواب کو ثابت ہونے کے بعد باطل کر دینا یعنی مٹا دینا ہے یا ابتداء ہی سے اون اعمال کے غیر موثر اور بے فائدہ ہونے کو ظاہر کرنا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ فقہاء کرام نے شرط؎ متاخر کے متعلق یہ گفتگو کی ہے کہ آیا یہ شرط کاشف ہے یعنی اس کا حاصل ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مشروط یعنی بیع میں ملکیت اور نکاح میں زوجیت صیغہ جاری کرنے کے وقت ہی حاصل ہو چکی تھی۔ یا یہ شرط ناقل ہے یعنی صیغہ کا اثر اور فائدہ شرط کے حاصل

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳۶) کافی زیادتی ہونی چاہیئے۔ اس حساب سے کئی ارب برسوں کے بعد چاہیئے تھا کہ دنیا میں یا تو ویدی انسان بالکل باقی نہ رہتے اور پوری دنیا میں درندوں چرندوں اور نباتات ہی کا جنگل ہوتا۔ یا اگر انسان رہتے بھی تو لنگڑے۔ لولے۔ کانے۔ کوڑھے غرض معیوب الخلقت۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی حاصل نہ ہوئی۔ جو اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ مسئلہ تناسخ غلط اور باطل ہے۔ دسویں خرابی۔ اگر مسئلہ تناسخ صحیح ہو تو ویدی ایشور ظالم اور بدکاریوں کا طلب گار ٹھہرے گا۔ کیونکہ فرض کرو کہ ایک رشی مہارشی ویدی علوم کے عالم فاضل مہاراج نے ماں کی جان ماری۔ گھر سے کپڑے اور زیورات چرا کر بھاگے۔ راجہ کے سپاہیوں اور اون کے باپ نے سدھ پور کے میلہ میں اون کو گرفتار کیا۔ رات کو سپاہیوں کے پہرے سے ایک سپاہی کی لوٹیا لے کر بھاگ نکلے اور باپ سے جھوٹ بولے کہ میں خود آنے کو تھا۔ بدچلن بیراگیوں کی صحبت میں رہے۔ مکتیسر کے میلہ میں آنے والی عورت کا زیورات کے لئے گلا کاٹا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں خوب خوں ریزی کرائی۔ مقدمات کے چندے بمبئی کے سیٹھ کے یہاں سود پر چلائے۔ ان بد اعمالیوں کی سزا میں کیڑوں مکوڑوں کا جنم پایا اور اوس جنم میں اتنا زمانہ رہے کہ بدکاریوں کی سزا بھگت کر گناہوں سے پاک و صاف ہو گئے۔ جس کیڑہ کا جنم ملا تھا اوس کو کتے یا سور نے نگل کر مار ڈالا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہارشی جی اب کس کا جنم پائیں گے۔ کتے۔ سور کا یا ساگ و پات کا۔ اگر ان کا جنم پائیں تو کس قصور کے بدلے میں؟ کیونکہ اب تو ان کے ذمہ کوئی قصور باقی نہیں رہا۔ اور اگر انسان کا جنم پائیں تو چونکہ معلوم ہے کہ انسان ہی گناہ کرتا ہے۔ اس لئے ویدی ایشور ظالم اور

؎ جو شرط بعد میں حاصل ہو جیسے فضولی بیع یا نکاح وغیرہ میں عقد کے بعد اجازت دی جائے ۱۲ منہ

ہونے پر موقوف رہیگا۔ پس جس وقت شرط یعنی اجازت دی جائے نیسے میں ملکیت اور نکاح
میں زوجیت اوسی وقت حاصل ہوگی۔ پس ہم ان دونوں امروں میں سے جس کو اختیار
کریں اس مقام میں ایمان اور اعمال خیر کے متعلق اوسی کے مطابق گفتگو کریں گے یعنی یوں
کہیں گے کہ ایمان پر مرنا؟ ایمان اور اعمال خیر کی تاثیر کے لئے شرط متاخر ہے۔ پس کاشف
ماننے کی صورت میں کہیں گے کہ چونکہ شرط حاصل نہ ہوئی اس لئے حبط کا معنی حاصل شدہ
ثواب کو مٹا دینا ہوگا۔ کیونکہ ایمان پر مرنا؟ اس صورت میں حقیقت حاصل ہونے کی شرط
نہ ہوگی بلکہ ثواب پانے کی شرط ہوگی۔ جس کو کفر پر مرنے کی وجہ سے نہیں پا سکتا۔ اور ناقل
ماننے کی صورت میں کہیں گے کہ ایمان پر مرنا اصل حقیقت حاصل ہونے کی شرط ہے۔ جسکے
حاصل ہونے سے معلوم ہوگا کہ اس ایمان اور اعمال خیر کا اثر پہلے ہی سے حاصل نہیں ہوا۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۳۷) گناہوں کا خواہاں ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایک پاک و صاف ہستی کو
ایسا جنم دے رہا ہے جس میں اگر سیواجی بادشاہت کی ہوس میں پھر ہزاروں جانیں تلف کرائیگا
اور دل کھول کر ہر طرح کا گناہ کرے گا اور پھر اوسکی سزا میں کیڑہ مکوڑہ بنیگا۔ گیارہویں خرابی منوجی
مہاراج اپنے شاستر میں لکھتے ہیں کہ اچھے اعمال کے بدلے میں انسان کا جنم ملتا ہے۔ اور بُرے
اعمال کے بدلے میں حیوانات اور نباتات کا ملہ اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے
کہ شروع جو دنیا قائم ہوئی تو صرف آدمی پیدا ہوئے تھے یا صرف جانور۔ یا صرف گھانس
و پات اگر انسان پیدا ہوئے تھے تو کن اچھے اعمال کے بدلے میں۔ اور اگر جانور یا گھانس
و پات پیدا ہوئے تھے تو کن بُرے اعمال کے بدلے میں۔ اور اگر سب پیدا ہوئے تھے
تو اوس پر بھی یہی سوال آتا ہے کہ انسان کن اچھے اعمال کے بدلے میں پیدا ہوئے اور جانور
وغیرہ کن بُرے اعمال کے بدلے میں دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ اچھے یا بُرے اعمال کس کے تھے
تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر صرف انسان پیدا ہوئے تھے تو کیا کھا کر زندگی بسر کی تھی۔
چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر صرف جانور یا گھانس و پات پیدا ہوئے تھے تو پھر انسان کہاں
آئے کیونکہ جانوروں اور گھانس و پات کو تو اچھے یا بُرے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ اون کے
اچھے اعمال کی وجہ سے انسان کا جنم ملے تناسخ کے عیوب کو شمار کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب
کی ضرورت ہے۔ انصاف پسند لوگوں کے لئے اسی قدر کافی ہیں جو ذکر کئے گئے۔ اور یہ عیوب

دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ طبع ۲ سمللاس نواں ۱۳ صفحہ

ارواں چیز سمراللہ

اور حبط کا معنی عدم استحقاق ظاہر کرنا سمجھا جائیگا۔ اور امام الاشاعرہ فخر الدین رازی کا یہ کلام بالکل غلط ہے کہ فرمانبرداری پر ثواب کا اور نافرمانی پر عذاب کا استحقاق عقلاً واجب نہیں ہے یعنی خدا پر عقلاً واجب نہیں ہے کہ فرمانبردار کو ثواب دے اور نافرمان پر عذاب کرے۔ ۵ کیونکہ ایسے عقیدہ کا معنی یہ ہے کہ خدا وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرسکتا ہے۔ اور فرمانبردار کو جہنم میں اور نافرمان کو بہشت میں بھیج سکتا ہے۔ اور یہ خدا کے لئے بہت بڑا عیب ہے کہ ناانصافی اور ظلم کرے۔ علاوہ اس کے کہ اوس کے وعد اور وعید کا اعتبار بھی باقی نہ رہے گا اور دنیا کا انتظام درہم وبرہم ہوجائیگا اور انبیاء و اوصیاء کو مبعوث کرنا اور قرآن نازل کرنا سب بیکار ٹھہریگا۔ اور معتزلہ اس مسئلہ میں یہ کہتے ہیں کہ کلام پروردگار ان لھم جنات بتارہا ہے کہ جنات اون کو حاصل ہوچکے اور جب یہ ظاہر ہے کہ زندگی میں حاصل نہیں ہوئے ہیں تو ضرور ہے کہ اس واقعی حصول سے استحقاق حصول مجازاً مراد لیا جائے (جس کا معنی یہ ہے کہ فرمانبردار ثواب کے اس وقت مستحق ہیں) میں عرض کرتا ہوں کہ مطلب ان کا صحیح ہے لیکن حصول سے استحقاق حصول مجازاً مراد لینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت کریمہ میں خداوند حکیم نے ان لھم جنات فرمایا ہے اور میں قبل اس کے ذکر کرآیا ہوں کہ لام ملکیت کے معنی میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جنات اونکو واقعاً حاصل ہوچکے جو اس وقت ایک امین کے پاس بطور امانت کے ہیں اور امین کا قبضہ مالک ہی کا قبضہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے کہنا چاہیئے کہ جنات واقعاً حاصل ہوچکے ہیں نہ مجازاً۔

(چوتھا فائدہ) علم کلام الذین امنوا وعملوا الصالحات الخ اس آیت کریمہ میں عمل نیک کو ایمان کے بعد جدا کرکے بیان کرنا تو تخصیص بعد تعمیم زیادتی اہتمام اور تاکید کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ

(بقیہ حاشیہ صہ ۴۳۸) ایسے ہیں جن کو ہر سمجھ کا آدمی بے تکلف سمجھ سکتا ہے۔ رہ گئیں اس کے بطلان کی عقلی دلیلیں تو اون کو انشاء اللہ تعالے آگے کسی مناسب مقام میں لکھوں گا ۱۲ منہ

۵ تفسیر کبیر جلد ا صہ ۲۲۸ آخر صفحہ ۱۲ منہ

عمل ایمان کے معنی کا ایمان ہے جو چیز مقصود پروردگار ہے یعنی دنیا سے اوٹھتے ہی فوراً
بہشت میں داخل ہو جانا وہ بغیر عمل خیر کے حاصل نہیں ہو سکتی اور لفظ صالحات پر جو جمع
ہے الف لام لانا استغراق کو بتاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کل اچھے اعمال کو بجالانا ؟
ایمان کے کل جزؤں کے ساتھ حاصل ہونے کی شرط ہے۔ پس تم لوگوں کو چاہیے کہ ایمان
کے ساتھ کل اچھے اعمال کو بجالاؤ۔ یا اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ عمل
ایمان کے معنی میں داخل نہیں ہے۔ اسی لئے ایمان اور عمل خیر دونوں جدا جدا بیان
کئے گئے اور صحیح یہی ہے کہ اوس کے معنی کا جزء نہیں ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں
سے ظاہر ہوتا ہے کہ بد اعمال مومن بھی بد اعمالی کی سزا بھگتنے کے بعد بہشت میں
ضرور جائیں گے۔ چنانچہ تفسیر باطن کی حدیث جو قبل اس کے ذکر کی گئی ہے اوس میں
بھی معصوم علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جلد یا دیر میں بہشت میں
تو ضرور جاؤ گے لیکن جو کام تم کو کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مراتب اور درجے بڑھانے کی
اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہو۔

## (پانچواں فائدہ) معانی بیان تجری من تحتها الانهار یعنی درختوں کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ نہر
کے اوس حصہ کو کہتے ہیں جس میں پانی جاری ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ زمین جاری
ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی بلکہ جاری ہونے والی چیز پانی ہے۔ اور ہر زبان میں
الفاظ کو کبھی اونکے اصلی معنی میں استعمال کرتے ہیں جس کو حقیقت کہتے ہیں۔ اور کبھی
اصلی معنی سے تعلق رکھنے والی چیزیں اوسی تعلق کی وجہ سے مجازاً استعمال کرتے
ہیں جس کو مجاز کہتے ہیں۔ اسی دستور اور رواج کے مطابق خداوند فصیح و بلیغ نے
یہاں پر لفظ نہر کو پانی میں اوس تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے جو پانی اور اس
اصلی معنی کے درمیان میں ہے یعنی اوس حصۂ زمین کا ظرف اور پانی کا مظروف ہونا
یعنی اوس میں قرار پکڑنا۔ اور اَنَّ لَهُمْ سے خَالِدُوْنَ تک میں صنعت
مراعاۃ النظیر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ایسے چند لفظ ایک جگہ ذکر کئے جائیں جن کے
معانی میں آپس میں مناسبت ہو پس ۱ باغوں کے مناسب ؟ درختوں کے نیچے
نہروں کا جاری ہونا ہے۔ اور ڈالیوں کا پھلوں سے آراستہ ہونا ۲ اور پھلوں کے مناسب

## مُصنّفاتِ مفسّرِ قرآن و صاحب تفسیر انوار القرآن دام ظلہ العالی

**۱۔ مقدمات انوار القرآن** | اردو تفسیر قرآن کا مقدمہ مصنّفہ جناب موصوف ۳۲۸ قیمت عہ

**۲۔ رسالہ البسط الیدین** | اہلسنت کی طرف سے جناب مصنف پر چار اعتراض وسوال وارد کئے گئے ۱۔ خداوندِ عالم کا حکم ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا ہے یا ہاتھ باندھ کر۔ ۲۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل اذان کا جزو ہے یا نہیں۔ ۳۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کب سے جاری ہوا۔ ۴۔ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہِ اذان میں کب سے رواج پایا۔ اِن چاروں سوالوں کا تفصیلی اور مُسکت جواب خصوصاً ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی پانچ دلیلیں عمل حضرت رسولؐ سے۔ اور خلفاء وصحابہ اور تمام مذاہب عالم کا اختلاف مع مقام ہاتھ باندھنے کے حوالجات کتب کے ساتھ اور ہاتھ باندھنے والوں کی دو دلیلیں اور اس کا معقول جواب۔ پورا رسالہ ۳۶ صفحہ کا۔ قیمت صرف ۳ر

**۳۔ مأخذ بداء** | اہلسنت کا عام اعتراض ہے کہ شیعہ بداء کے قائل ہیں جس سے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خدا کے فضل سے اس رسالہ میں کمال تحقیق سے اس کی حقیقت ظاہر کر کے واضح کر دیا گیا ہے کہ اس اعتقاد سے کسی طرح خدا کا جاہل ہونا لازم نہیں آتا بلکہ معنی بداء جو جائز ہے اسی کے معتقد شیعہ حضرات ہیں۔ البتہ حضرات سنی ناجائز بداء کے قائل اور اعتقاد بدتر از بداء رکھتے ہیں بداء کے متعلق چھ آیتیں مع تفسیر شیعہ وسنی اور تین تین حدیثیں مذہب شیعہ وسنی کی آخر کتاب میں سات واقعات بداء اور یہودیوں کا اعتراض اور حضرت رسولِ خدا کا محققانہ جواب ہے۔ حجم کتاب ۸۰ صفحہ قیمت ۶ر

**۴۔ انتصار در بیان حرمت دبار** | اہلسنت شیعوں پر کثرت سے اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے مذہب میں وطی فی الدبر جائز ہے۔ اس اعتراض کا نہایت محققانہ اور مدققانہ جواب اس رسالہ میں دیا گیا ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ درحقیقت اہلسنت اس کے قائل اور اکثر عامل بھی ہیں۔ اور اس میں علاوہ وطی دبر کی چار دلیلوں کے احادیث حرمت بطریق اہلسنت ۸ عدد اور احادیث اہلسنت متعلق جواز ۱۱ عدد اور احادیث حرمت خاص بطریق شیعہ ۷ عدد۔ اور عام ۱۱ عدد ہیں۔ حجم ۸۰ صفحہ قیمت ۶ر

**۵۔ جناب شیخ جیلانی** | کون شخص دنیا میں ہوگا جو موصوف سے دلچسپی نہ رکھتا ہوگا۔ الحمدللہ کہ دائرہ نے جناب مذکور کے مفصل کارنامے اور کرامات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جس میں تصوف واسلام کی حقیقت جناب موصوف صدر کی پیدائش ونسب اور مذہب ونام ... واقعیت اور اقوال

وکرامات مع سنہ ولادت وفات اور جنات کی تابعداری۔ حضرت عائشہ کا دودھ پینا اور صلوٰۃ غوثیہ کی ترکیب اور آخر پر وہابیوں کا اعتراض۔ غرض کل چیزیں تفصیل و تحقیق سے اس میں موجود ہیں۔ حجم ۹۶ صفحہ قیمت محض ۶؍

**فوز الشیعہ** ایک رسالہ قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی پریسیڈنٹ جماعت احمدیہ پشاور نے بنام تابع الف الشیعہ الشنیعہ لکھا جس میں بنا بر عادت وطینت کے شیعوں کو بہت زیادہ بُرا بھلا اور گالی دی۔ جس میں اللہ سے لیکر ائمہ تک اور فروع دین میں کل چیزوں کے متعلق شیعوں پر بہتان وافترا کیا۔ اور اعتراضات لکھے اس کا جواب کمال تحقیق وجامعیت کے ساتھ جناب مولوی سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری دام فیوضہم نے اس رسالۂ فوز الشیعہ میں دیا ہے۔ اور قولہ کرکے اُس قادیانی کی عبارت کو لکھا ہے اور اقول کرکے جواب دیا ہے۔ حجم ۸۰ صفحہ قیمت ۶؍

**کشف الظلام** علماء اہلسنت ہمارے امامِ زمانہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے وجودِ مسعود اور غیبتِ کبرای اور حضرات ائمۂ ہدیٰ کی رجعت کے متعلق برابر اعتراضاتِ واہیہ کرتے رہتے ہیں اُن سب کا نہایت تحقیق وتدقیق سے جناب مولوی سید محمد رضی صاحب قبلہ دام عزہ نے اس رسالہ کشف الظلام میں جواب دیا ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ اور بے نظیر ہے۔ حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۱۰؍

**قواصم الظہور** ایک احمدی جماعت والے سے شیعوں کا پانچ اعتراض۔ احمدی جماعت والے کا جواب اس پر بارہ سوال اس کتاب میں اول الذکر پانچوں جوابوں کا جواب الجواب اور بارہ سوال کا مزید جواب جس کا آج تک کسی احمدی سے جواب نہ بن پڑا اور نہ وہ لوگ جواب دے سکتے ہیں۔ منجملہ معترض کے بارہ سوالوں کے حسب ذیل سوالات ہیں۔ ۱ من یتول اللہ ورسولہ سے حضرت علیؑ کی مغلوبیت اور عدم حزب اللہ پر غلط استدلال۔ ۲ آیت وعد اللہ یعنی آیۂ استخلاف سے حضرت خلفاء ثلثہ کی خلافت پر غلط استدلال۔ ۳ آیت یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین سے حضرات خلفاء کے عدم نفاق پر غلط استدلال اور دعویٰ کہ حضرت رسول اللہ صلعم اور علیؑ نے ان لوگوں سے جہاد نہیں کیا۔ ۴ حضرات خلفاء اگر برحق نہ تھے تو اموالِ جہاد کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ حضرت شہربانو کی اولاد جو امام حسینؑ سے ہوئیں اُن کے متعلق کیا قول ہے۔ ۵ آنحضرت نے ابوبکر اور عمر کی لڑکیوں سے کیوں شادی کی۔ اسی طرح ۱۲ سوال ہیں سب کا جواب دیکھنے کے قابل ہے۔ جناب مصنف نے اعلیٰ قابلیت اور جامعیت سے دندان شکن جواب دیا ہے۔ حجم ۱۵۲ صفحہ قیمت ۱۰؍

فقط والسلام نیجر دائرۂ تحقیق کھجوا بہار

(اعلان) خط وکتابت وترسیلِ زرِ چندہ بنام نیجر یا مدیر دائرۂ تحقیق کھجوا (بہار) کے پتہ سے ہونا چاہیئے ورنہ دفتر تعمیل کا ذمہ دار نہیں ہے۔

(مطبع حسینی پریس کھجوا میں سید غازی الدین حیدر نے چھپوا کر شائع کیا)

MAAB 1431
maablib.org

MAAB 1431
maablib.org